سلسلۂ دار المصنفین نمبر ۳۴

جلد اوّل

جسمین

صقلیہ کے جغرافی حالات، جزیرۂ صقلیہ، اٹلی، و جزائر صقلیہ پر اسلامی حملون کی ابتدا
اور یہان اسلامی حکومت کا قیام، اسلامی حکومت کے عہد بعہد کے دورون
کا عروج، اور پھر اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ مین مسلمانون
کے مصائب اور جلاوطنی کا تفصیلی مُرقّع دکھایا گیا ہے،

از

سیّد ریاست علی ندوی

رفیق دار المصنفین و اسسٹنٹ ایڈیٹر معارف

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ مین چھپی

سلسلۂ سیر الصحابہ

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابہ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہی، اسلیے انکے حالات، سوانح، اخلاق وعادات اوراُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کے واقعات زیادہ تنقید کے محتاج تھے، سیر الصحابہ کا سلسلہ اسی اصول کو پیش نظر رکھکر قرآن وحدیث اور رجال وتاریخ کی مستند کتابون سے مرتب کیا گیا ہے، اس سلسلہ کے ابتک چھ حصے شایع ہوچکے ہین، اسوۂ صحابہؓ، اسوۂ صحابیاتؓ، خلفاء راشدینؓ، سیر المہاجرینؓ، سیر الانصارؓ اور سیر الصحابیاتؓ،

اس سلسلہ مین اسوۂ صحابہ خصوصیت کیساتھ نہایت اہم ہے جس کی نظیر عربی اور فارسی زبانون مین نہین ملسکتی، اسکے پہلے حصہ مین صحابہ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق ومعاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت مؤثر واقعات حدیث ورجال کی کتابون سے اخذ کرکے جمع کئے گئے ہین اور دوسرے حصہ مین صحابہ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، صحابیاتؓ کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے، انھین اسوۂ صحابیات کے نام سے علیحدہ ایک رسالہ مین جمع کردیا گیا ہے،

بقیہ حصون یعنی خلفاے راشدین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار اور سیر الصحابیات مین خلفاے راشدینؓ، مہاجر وانصار صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے حالات، سوانح، اخلاق وفضائل اوران کے مذہبی علمی اور سیاسی مجاہدات اور کارنامون کے نہایت مستند اور تفصیلی حالات درج ہین، سیر المہاجرین اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانون نے یورپ کے "دو" خطون پر حکومت کی، اور اسلامی تمدن ابتدائً انھی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنھین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین،

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان مین سے بڑی بہن کا چرچا تو دور دور ملکون مین بچہ بچہ کی زبان تک پہنچا، اور دنیا کی مشکل سے کوئی ایسی زندہ علمی زبان ہو جسمین اندلس پر کتابین موجود نہ ہون، مگر صقلیہ کا تذکرہ نہ صرف دور حاضر مین بلکہ خود عرب مورخین کے درمیان بھی مستقل حیثیت سے جگہ نہ پا سکا جس کی ایک وجہ غالبًا یہ ہو کہ صقلیہ کی تاریخ خود اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ نہین، بلکہ اوس کے سیاسی حالات اوس کی ان مرکزی حکومتون سے وابستہ رہے، جو افریقہ اور مصر مین قائم تھین، اور علاوہ ازین مسلمانون نے یہان اندلس کے مقابلہ مین کم دنون حکومت کی، اور دوسری بڑی وجہ شاید یہ ہو کہ اندلس پر خود اندلسی علماء و اہل علم نے کثرت سے کتابین لکھین جنمین اکثر زمانہ کے دستبرد سے محفوظ رہین، مگر صقلیہ کے اہل علم نے صقلیہ پر کم کتابین لکھین، اور جو لکھین بھی وہ حوادث روزگار کے نذر ہوگئین،

صقلیہ پر اب تک جو کچھ لکھا گیا، وہ انگلیون پر شمار کرنے کے لائق بھی نہین، عرب مورخین کے دور مین صرف ایک دو صقلی مصنفون نے اپنے وطن کا حق ادا کیا، اور یہان کی سیاسی تاریخ "تاریخ صقلیہ" کے نام سے لکھی،

ان مین ایک ابو علی حسن بن یحیی کی اور دوسری ابن القطاع الصقلی کی تصنیف ہو،

ابو علی حسن بن یحیی کی تاریخ صقلیہ کے وجود کا پتہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ اور قزوینی متوفی ۶۸۲ھ کے عہد تک چلتا ہے، یاقوت نے اپنی معجم البلدان مین اکثر جگہ اس کے حوالہ سے مختلف شہرون کے حالات لکھے ہین، اور قزوینی نے اپنی جغرافیہ کی دونون کتابون آثار البلاد و اخبار العباد، اور کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات مین اس کے حوالہ سے بعض معلومات درج کئے ہین، اور خیال ہے کہ ابو الفدا نے اپنی تاریخ مین سسلی پر جو کچھ لکھا وہ زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے، اس کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ مین موجود نہین لیکن اب اس کے ایک نسخہ کا پتہ تونس کے ایک صاحب علم حسن حسنی عبد الوہاب، استاذ جامعہ تونس کے پاس چلا ہے، اور ابن القطاع الصقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر طبقات کی کتابون مین ابن القطاع کے حالات کے سلسلہ مین آیا ہے، یاقوت نے اپنی معجم الادبا مین بھی اس سے بعض معلومات اندکئے ہین، ابن القطاع کی یہ کتاب اتبک ناپید ہے،

البتہ ایک نامعلوم مصنف کی ایک کتاب تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون واخبار ما جری فیہا من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذلک کے چند اوراق روم کے کتبخانہ مین محفوظ ہین، اور جو ۱۷۱۳ء مین ایک لاطینی زبان کی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہو چکے ہین، اور پھر انیسوین صدی کے ایک صقلی مستشرق مائیکل اماری نے اس کو دوبارہ شائع کیا لیکن جو اوراق شائع ہوئے ہین، انھین تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہہ سکتے ہین، اور جہان تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے یہ ابو علی حسن بن یحیی یا ابن القطاع کی تالیف نہین، ہین جس سنہ کے اعتبار سے حوادث جمع کئے گئے ہین، وہ مسلمانون مین رائج نہ تھا،

اس کے بعد اسی ابن القطاع کی ایک دوسری کتاب الدرۃ الخطیرۃ فی المختار من شعراء الجزیرۃ ہو کتاب شعرا کا تذکرہ ہو، جسمین صقلیہ کے ایک سو ستر شاعرون کے حالات زندگی لکھے تھے، اور تقریباً اون کے بیس ہزار منتخب اشعار اسمین جمع کئے تھے لیکن افسوس ہو کہ اوس کا بھی کوئی نسخہ کسی کتب خانہ مین موجود نہین عماد الدین اصفہانی (۵۹۷ھ) نے اپنی خریدۃ القصر و جریدۃ العصر مین اس کے اقتباسات درج کئے تھے، اور ابن سعید نے ابن القطاع کی کتاب اور بعض دوسرے ماخذون

سے اپنی تالیف کتاب المغرب فی حلی المغرب میں صقلیہ کے حالات میں ایک مستقل رسالہ کتاب الالحان المسیلۃ فی حلے جزیرۃ صقلیہ کے نام سے لکھا، اور اس میں اس جزیرہ کی ذہنی ترقیوں کا مرقع کھینچا، اصفہانی اور ابن سعید کی کتابیں برٹش میوزیم اور پیرس کے کتبخانوں میں موجود ہیں اور اماری نے اپنے مجموعہ میں اور اس کے بعض قدردانوں نے اوس کے مجموعہ بیادگار صد سالہ میں اُن کے اقتباسات شائع کئے ہیں محققین کا خیال ہے کہ ابن سعید نے نقل کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا، اور کتاب میں غلطیاں رہ گئیں، ان اقتباسات سے اس کتاب میں فائدہ اوٹھایا گیا ہے اگرچہ ابن سعید کی کتاب المغرب کا ایک حصہ شائع ہو چکا ہے، مگر اوسمیں یہ حصہ موجود نہیں اور اتفاق سے ابھی چند دن گذرے مصر سے ایک رسالے الدرۃ الخطیرہ کے ایک اور اختصار کا پتہ چلا جسکو ابو اسحاق بن اغلب نے المنتحل من الدرۃ الخطیرہ فی شعراء الجزیرۃ لابن القطاع کے نام سے لکھا تھا، یہ رسالہ کتبخانہ تیموریہ مصر میں محفوظ ہے اور غالباً اصفہانی اور ابن سعید کے اقتباسات سے زیادہ مکمل ہے،

عرب مورخین کے عہد کی بس یہی تین کتابیں ہیں، جو تاریخ صقلیہ کے موضوع پر اب تک معلوم ہو سکی ہیں، انکے علاوہ عرب مورخین کی تالیفات میں سسلی کا جو تذکرہ آیا ہے، وہ ذیلی حیثیت سے آیا ہے، جو افریقیہ کے حالات کے ضمن میں یا سنہ وار حوادث کے ذیل میں موجود ہے البتہ ان میں صرف لسان الدین محمد ابن الخطیب اور ابن خلدون نے اپنی کتابوں میں ایک ایک باب مستقل طور پر صقلیہ پر لکھا ہے، لسان الدین ابن الخطیب کی یہ کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام ہے جسمیں ابتدا سے اسلامی حکومت کے خاتمہ کے حالات محض اجمالاً چند صفحوں میں علحدہ لکھے گئے ہیں، اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں تقریباً پانچ صفحوں میں صقلیہ کی ایک نیم خود مختار حکومت کے حالات یکجا کر دئے ہیں لیکن عرب جغرافیہ نویس ہمارے لئے زیادہ لائق ذکر ہیں، ان میں سے تقریباً اکثر نے سسلی پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھا، جو ہمارے لئے زیادہ کارآمد ثابت ہوا، اور پھر ادریسی نے چونکہ اپنی کتاب سسلی ہی میں بیٹھ کر لکھی، اسلئے وہ سب سے زیادہ معتنم نکلی، پھر طبقات و تراجم اور رجال کی کتابوں میں بھی سسلی کے علمار کا ذکر آیا ہے، خصوصاً افریقیہ کے علماء و شعراء پر جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں صقلیہ کے اہل علم کا زیادہ تذکرہ نظر آیا، اور عرب سیاحوں میں سے تیجانی ابن حوقل

اور ابن جبیر کے سفرنامون مین قیمتی معلومات ہین. ابن حوقل نے سسلی پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا تھا جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا

عرب مورخین کے بعد اس موضوع پر جن لوگون نے قلم اوٹھایا، اون مین شاید سب سے پہلا نام مائکیل اماری کا ہو، جو سسلی ہی کا رہنے والا، انیسوین صدی کا ایک ممتاز مستشرق اور سسلی کی تاریخ کا ایک بڑا محسن ہے، اوس نے اوّلاً سسلی کی تاریخ پر جغرافیہ اور تاریخ کی مطبوعہ اور ایسی قلمی کتابون سے جو یورپ کے مختلف کتبخانون مین موجود تھین، عربی متن کے اقتباسات اخذ کرکے تین جلدون مین شائع کئے، پھر اوس نے ایطالوی زبان مین ایک مستقل تاریخ لکھی، جس کا نام یورپ کے کتب فروشون کی فہرست مین تو موجود تھا، مگر ان اوراق کی ترتیب کے وقت نایاب تھی، اب ڈھائی مہینے گذرے کہ اوس کی پہلی جلد کی دوبارہ اشاعت کی اطلاع ملی، اگرچہ ابھی تک اوس کے مباحث کا تفصیلی علم نہین ہوسکا، مگر اماری پر جو مضامین نکلے ہین، اون سے معلوم ہوا کہ اوس نے خالص اسلامی دور پر لکھنے کے بجائے اسلامی اور نارمن دونون دورون کو ملا کر لکھا ہے، اور اوس کے پیش نظر صقلیہ کی اسلامی تاریخ مرتب کرنے کے بجائے اپنے وطن کا چند صد سالہ دور کا سیاسی و تمدنی مرقع کھینچنا تھا، اماری نے چند مضامین بھی لکھے ہین، جو حسب ذیل ہین "تاریخ مسلمانان صقلیہ (۲۷ صفحون مین)" عربی اقتباسات بابت ایطالیہ اور سرقوسہ کا ایک عرب شاعر ابن حمدیس (۶ صفحون مین) یہ مضامین ایطالوی پرچون مین سنہ ۱۸۸۰ء اور سنہ ۱۸۹۰ء وغیرہ مین شائع ہوئے ہین،

پھر اماری کی وفات کے نو سال بعد اوس کی یادگار مین ایک مجموعہ مضامین دو جلدون مین شائع ہوا، اسمین یورپ اور افریقہ کے مشہور مستشرقین اور اہل علم کے مقالات اون مباحث پر جو اماری کی دلچسپی کے مرکز تھے، شائع ہوئے، جنمین بعضون نے صقلیہ کے متعلق بعض عربی کتابون کے اقتباسات نقل کئے ہین، بعضون نے اون کے مباحث کے خلاصے اور حوالے درج کئے ہین، اور بعض لوگون نے مستقل مضامین لکھے ہین، یہ جلدین "CENTENA-RIO DELLA MASCITA DI MICHELE AMARI" کے نام سے چھپی ہین،

مگر اماری کے قدردان یا یادگاری مضامین کے مقالہ نگار یورپ اور افریقہ کے مختلف گوشون کے رہنے والے

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں مضمون لکھا ہے، اس لئے دونون جلدون کے مضامین واقتباسات مختلف زبانون، انگریزی، فرنچ، جرمن، ایطالوی، اسپینی، لاطینی اور عربی وغیرہ مین ہین لیکن اس سے زیادہ دلچسپ اتفاق ہمین پیش آیا کہ ان اوراق کی تالیف کے دوران مین ہمارے محترم ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن) شیخ الجامعہ (دہلی) دار المصنفین مین وارد ہوئے اور ہمین ان دونون جلدون کو اونکے سامنے پیش کرنے کا موقع مل گیا، گو موصوف کو اعتراف تو ان مختلف زبانون مین سے ایک ہی دو زبانون کے جاننے کا تھا، مگر وہ ان مین سے اکثر زبانون سے ایسے حرف آشنا نکلے کہ وہ کسی خاص واقعہ کے متعلق عربی ماخذون کے پہلے کے جمع کردہ معلومات کو سرسری طور پر سن لیتے پھر ان مضامین کو دیکھتے اور اپنی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے مضمون کے ایک ایک پیرے کا خلاصہ سناتے جاتے، اور پھر یہ مرتب کا کام رہ جاتا کہ اپنے پچھلے معلومات کی روشنی مین اپنا کوئی مطلب نکال لے، نہین کہا جا سکتا کہ ان حالات مین ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی ذمہ داری سے بچنے کیلئے مرتب کی جانب سے شکریہ بھی قبول فرمائین گے یا نہین،

اماری کے علاوہ ایک دوسرے ایطالوی مستشرق گم بٹیسٹا کروسو دا یوسی نے بھی سسلی پر توجہ کی تھی، اور دو رسالے "بیلو تھیکا ہسٹوریکا ارگینی سسلی" اور "ہسٹری سراسینکو سسلی وریا مونونٹا" لکھے تھے،

دور حاضر مین شمالی افریقہ کے بعض اہل علم حسن حسنی عبد الوہاب تونسی استاذ جامعہ تونس اور محمد بن شنب استاذ مدرسۃ الجزائر نے بھی سسلی پر توجہ کی، اور اول الذکر نے ایک رسالہ "شہزادگان صقلیہ" ۱۹۰۵ء مین شائع کیا، اور ایک مقالہ "مسلمانون کا تسلط صقلیہ پر" مستشرقین کی چودھوین کانفرنس مین پیش کیا، اور آخر الذکر نے مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ اماری مین عربی متن کے بعض اقتباسات جمع کئے،

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کا حق زیادہ تر انھی دونون زبانون عربی اور ایطالوی پر تھا، باقی یورپ کی دوسری زبانون انگریزی، فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین جہانتک ہم دریافت کر سکے کسی مستقل تالیف کا پتہ نہین چلا، یہانتک کہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا طبع یازدہم کے مقالہ "سسلی" مین صقلیہ کے اسلامی عہد کے لئے مستقل طور سے ایک پیرا

تک نہین دیا گیا، صرف اس کے سابق اور پچھلے زمانون کے ذیل مین محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا،

اس کے بعد اردو زبان کا نام آتا ہے، اردو مین غالبًا سب سے پہلے رسالہ معارف علی گڈھ مین مولوی محمد مرتضی حسن نے ۱۸۹۹ء مین ایک سلسلہ مضامین لکھا، جو اماری کے اوسی مجموعہ سے ماخوذ تھا، مولوی صاحب مرحوم کو اس لحاظ سے اولیت حاصل ہے کہ اونھی نے سب سے پہلی مرتبہ اردو مین سسلی کی تاریخ لکھنے کا قصد کیا، اگرچہ یہ سلسلہ مکمل نہ ہوا اور ابتدا کے چند نمبر چھپ کر رہ گئے، جنمین زیادہ تر سسلی کی قدیم تاریخ کے حالات ہین،

اس کے بعد مولینا عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم نے ۱۹۱۹ء مین ابن اثیر کے مختلف حوادث سنین سے اخذ کر کے "صقلیہ مین اسلام" کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، مگر مرحوم کا اس سے مقصود یہان کی تاریخ پیش کرنا نہ تھا، اونھین صرف یہ بتانا تھا کہ "صقلیہ مین بھی کبھی مسلمان تھے، اور اتنی مسجدین آباد تھین"،

اسکے بعد اردو مین سب سے آخری مرتبہ مسٹر اسکاٹ کی اخبار الاندلس کی دوسری جلد مین ایک مستقل باب صقلیہ کے حالات مین شائع ہوا ہے، جو قابل قدر ہے، اُس سے فائدہ اُٹھایا گیا، اور جو امور محل نظر معلوم ہوئے اُنکی تحقیق و تصحیح کی گئی،

سسلی کی اسلامی تاریخ مین ان اوراق کی ترتیب کا خیال اماری کے اوسی مجموعہ "بلوتھیکا اربو سیکولا" کو دیکھ کر پیدا ہوا، جو ۱۹۲۵ء کے اواخر مین جب کہ تاریخ التاریخ یعنی مسلمانون کے علم تاریخ کی تاریخ کی ترتیب کیلئے مواد کی فراہمی جاری تھی، نظر سے گذرا، اوس وقت خیال ہوا کہ ایک مختصر رسالہ صقلیہ کی اسلامی حکومت و مسلمانان صقلیہ کی یاد مین لکھ دیا جائے، چنانچہ جنوری ۱۹۲۶ء سے اس کام کی ابتدا ہوئی، لیکن جیسے جیسے قدم آگے بڑہتا گیا منزل دور ہوتی گئی، اور تلاش و تحقیق مین اماری کے مجموعہ سے نگاہ اوٹھا کر گرد و پیش کی کتابون پر نظر ڈالنی پڑی، اور اس وقت معلوم ہوا کہ سسلی کی تاریخ محض ایک جزیرہ کی تاریخ نہین، بلکہ ساتوین صدی کی دو متحارب قومون عیسائیون اور مسلمانون کی صدہا سالہ مسلسل جنگ کے ایک اہم محاذ کی تاریخ ہے، اور ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگذشت ہے جس کی تمدنی ترقیان یورپ کی جدید ترقیون کی بنیادون مین سے ایک بنیاد ہے، اسلئے مجھے ان اوراق کی ترتیب مین سسلی کی تاریخ کے ماخذون کے ایک وسیع سلسلہ کی طرف رجوع ہو جانا پڑا، اور خصوصًا

اس لئے کہ اماری کے مجموعہ مین جن قلمی کتابون سے اقتباسات نقل کئے گئے تھے۔ ان مین سے اب اکثر شائع ہو چکی ہین، اور اونھین دیکھنے سے پتہ چلا کہ اون کتابون مین کافی مواد نقل ہونے سے رہ گیا ہے اور نیز ایسی بکثرت کتابون مین جن کا تذکرہ اوس مجموعہ مین موجود نہ تھا نئے نئے معلومات ملتے گئے۔

نیز کوشش کی گئی کہ عرب مورخین کے بیانون کے ساتھ یورپین مورخین کے بیانات بھی سامنے رہین تاکہ ایک ہی واقعہ کے متعلق دو مختلف نقطہ ہائے نظر کو دیکھ کر صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے، پھر چونکہ ایک طویل زمانہ تک سسلی کی حکومت جزیرہ کی کوئی آزاد و خود مختار حکومت نہین تھی، ایک طرف افریقہ کی اسلامی سلطنت یہان کی مرکزی حکومت تھی، دوسری طرف حکومت بزنطی قسطنطنیہ ایک زمانہ تک سسلی کے دعویٰ سے دستبردار نہین ہوئی، اس لئے ان دونون سلطنتون مین سسلی کے لئے مسلسل جنگ آزمائیان رہین، پھر سسلی کے عیسائی باشندون کے تعلقات سلطنت کلیسا روما اور اٹلی کی مختلف عیسوی خود مختار حکومتون سے قائم تھے، اس لئے سسلی کے میدان مین مسلمانون کے یہ دوسرے حریف تھے، اور ان سے بھی مسلسل معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور پھر سسلی مین اسلامی حکومت کے خاتمہ، اور دوبارہ عیسوی حکومت کے قیام کے بعد بھی جزیرہ مین مسلمانون کے سیاسی وجود کی اہمیت قائم رہی، اس لئے ان مختلف حکومتون کے داخلی حالات بھی نگاہ مین رکھنے پڑے اور جہان ضرورت ہوئی کتاب مین ان کی جانب اشارات کئے گئے،

اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے، جو دو جلدون مین ترتیب پائی ہے، پہلی جلد گویا رزمگاہ ہے جسمین یہان کے سیاسی حالات اور مسلسل معرکہ آرائیان دکھائی گئی ہین اور دوسری جلد بزمگاہ ہے جسمین صقلیہ کے اسلامی تمدن کے مناظر دکھائے گئے ہین، پہلی جلد ذیل کے چند ابواب مین تقسیم ہے:-

۱- صقلیہ - عربون کے "صقلیہ" کا تعارف اور اوسکی تحقیق،

۲- جغرافیہ طبعی - مساحت، زمین کے طبعی حالات، اور صقلیہ کا اردگرد کا بیان،

۳- جغرافیہ تاریخی - باشندگان صقلیہ، صقلیہ کی آبادیان، زبان اور مذاہب کا تذکرہ،

۴۔ صقلیہ کی قدیم تاریخ، کا مختصر خاکہ،

۵۔ صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے، (۲۳ھ/۶۴۵ء - ۱۸۴ھ/۸۰۰ء)

۶۔ دولتِ اغالبہ:۔ (۱۸۴ھ/۸۰۰ء - ۲۹۶ھ/۹۰۸ء)

۷۔ دولتِ فاطمیہ:۔ (۲۹۶ھ/۹۰۸ء - ۳۰۰ھ/۹۱۲ء)

۸۔ طوائف الملوکی:۔ (۳۰۰ھ/۹۱۲ء - ۳۰۳ھ/۹۱۵ء)

۹۔ دولتِ فاطمیہ:۔ (۳۰۳ھ/۹۱۶ء - ۳۳۶ھ/۹۴۷ء)

۱۰۔ دولتِ کلبیہ صقلیہ:۔ (۳۳۶ھ/۹۴۷ء - ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء)

۱۱۔ طوائف الملوکی:۔ (۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء - ۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء)

۱۲۔ نارمنی فتنہ اور صقلیہ مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ (۴۴۳ھ/۱۰۵۱ء - ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء)

۱۳۔ صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات دوسری اسلامی سلطنتون پر (۴۶۴ھ/۱۰۷۱ء - ۶۲۶ھ/۱۲۲۸ء)

۱۴۔ مسلمانانِ صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت اور صقلیہ و جزائرِ صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ (۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء - ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء)

دوسری جلد ذیل کے ابواب پر مشتمل ہے،

۱۔ صقلیہ کے عہدِ اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ جسمین صقلیہ کے مسلمان باشندون، صقلیہ کی اسلامی آبادیون، عہد اسلامی مین صقلیہ کی زبان، عہدِ اسلامی مین صقلیہ کے ادیان و مذاہب و فرق، اور باشندگانِ صقلیہ کے اخلاق و عوائد کا ذکر ہے،

۲۔ نظامِ حکومت، جسمین ذیل کی فصلین ہین، صقلیہ پر اسلامی حملے، صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت سے، حکومتِ صقلیہ، صوبون کی تقسیم اور اون کی حکومت، حکومتِ صقلیہ کے ماتحت شعبے، دیوان الکتابت، صیغۂ عدالت و قضا، دیوان المظالم، محکمۂ شرطہ، دار الحسبہ، دیوان الجیوش، صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت، انہی فصلون کے ضمن مین ہر صیغہ کے افسرون اور قابلِ ذکر اشخاص کے حالات اور سوانح عمریان درج ہین،

۳۔ معیشت، حسب ذیل فصلون مین منقسم ہے قدرتی ذخائر و اشیا، پیدائشِ دولت، تقسیم دولت اور

صرف و دولت، وغیرہ یہ باب اسلامی عہد کے معاشی، اقتصادی حالات اور مرفہ الحالی کے بیان کا جامع ہے جسمین
یہان کی زراعت صنعت، حرفت، تجارت اور فن تعمیر اور ہندسین وغیرہ کا مفصل تذکرہ ہی،

۴۔ علوم وآداب جسمین عہد اسلامی مین علوم وآداب کی ترقی اور اوس کے اسباب اور پھر مختلف علوم قرآن
حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، کلام ومناظرہ، ادب، شعر وشاعری، علوم عقلیات وریاضیات وطبعیات، اور علم جغرافیہ
وغیرہ کا ایک ایک فصل مین جداگانہ تذکرہ، اور مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، مورخین، متکلمین، ادبا، اور شعرا، وغیرہ
کے مفصل سوانح حیات، اون کی تصنیفات اور کلام نثر ونظم کا تذکرہ ہر عنوان مین الگ الگ ہی،

۵۔ صقلیہ کے اسلامی تمدن سے یورپ کا استفادہ۔

ان جلدون مین جو کچھ مباحث ہین، ان کے خام مواد کی صحت کی ذمہ داری ان کے ماخذون پر ہے لیکن
مواد کے مجموعی مطالعہ سے نتائج کے استنباط، مختلف واقعات مین باہمی ربط، اور اسباب وعلل کی تعیین کا تعلق اسی خطا کار
قلم سے ہے جس کی لغزشون کا زیادہ امکان ہی،

سنین کے درج کرنے مین التزام رہا ہے کہ اصل ماخذ مین جو سنین درج ہون وہ اوپر درج ہون اور اون
کے نیچے، اون کے مطابق عیسوی یا ہجری سنین درج کردئے جائین، ہوسکتا ہی کہ مہینہ کے اختلاف سے کوئی سنہ کسی
جگہ ایک سال آگے پیچھے ہوگیا ہو، لیکن حتی الامکان اسکی تصحیح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہی،

اشخاص ومقامات کے نامون مین یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جو نام عربی ماخذون سے لئے گئے وہ بعینہ عربی تلفظ مین
درج کردئے گئے، اور اون کا جو یورپین تلفظ دریافت ہوسکا اوسکو قوسین مین لاطینی حروف مین لکھ دیا گیا،

کتاب کی پہلی جلد مین تین نقشے منسلک ہین، پہلا نقشہ قدیم صقلیہ کا ہے، جو فرہمیان کی قدیم تاریخ سسلی
مین شائع ہوا ہے، یہ گویا عربون کے داخلہ کے وقت کا سقلیہ ہے، دوسرا نقشہ ادریسی کی نزہۃ المشتاق سے ماخوذ
ہے، جو عربون کے بعد نارمنون کے ابتدائی عہد مین تیار ہوا تھا، اوس وقت تک جزیرہ کی جغرافی حیثیت اور مقامات
کی جائے وقوع کے لحاظ سے سسلی مین کوئی فرق نہین آیا تھا، اس لئے یہی عہد اسلامی کا نقشہ ہی، یہ نقشہ نزہۃ المشتاق

کا وہ ٹکڑا ہے کے ساتھ شائع ہوا ہے، جو صقلیہ اور ایطالیہ کے متعلق ہیں، اور تیسرا نقشہ دورِ حاضر کے مطابق تیار کیا گیا ہے، جس میں شمالی افریقیہ کے سواحل، سسلی، جزائر سسلی، اور اٹلی وغیرہ دکھائے گئے ہیں، اور اسی میں شمالی افریقہ اور اٹلی کے قدیم شہروں کو بھی دکھایا گیا ہے، اور دوسری جلد میں جہاں شہروں کے تمدنی حالات ہوں گے، سسلی کے اسلامی عہد کا ایک مصور نقشہ پیش ہوگا جس سے شہروں کی تمدنی حیثیت نمایاں ہوتی ہے، اور پایہ تخت بلرم کے تذکرہ میں، بلرم کے عہد اسلامی کا ایک نقشہ علاحدہ ہوگا جس میں شہر کے ہر محلہ شہر پناہ اور پھاٹکوں وغیرہ کی جائے وقوع اور ان کے حدود دکھائے گئے ہیں، یہ دونوں نقشے آثار کی یادگاری مضامین میں شائع ہوئے ہیں۔

کتاب کی دونوں جلدوں کے ماخذوں کی مفصل فہرست اشخاص و مقامات کا انڈکس اور صقلیہ کے اہل علم کی تصنیفات کی فہرست بترتیب حروف تہجی دوسری جلد کے آخر میں منسلک ہوگی بفضل خدا دوسری جلد بھی اب مطبع میں جا رہی ہے،

سید ریاست علی ندوی
دار المصنفین اعظم گڈھ

۲۲ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

۱۸ فروری ۱۹۳۳ء

فہرست مضامین تاریخ صقلیہ جلد اول

صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے

۳۳ھ ۶۵۲ء - ۱۸۴ھ ۸۰۰ء

۷۰ - ۱۱۱

دولت اغالبہ افریقیہ

سنہ ۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ / ۸۰۰ء تا ۹۰۸ء

ابراہیم بن اغلب

سنہ ۱۸۴ھ - ۱۹۶ھ / ۸۰۰ء - ۸۱۱ء

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

سسلی (صقلیہ) بحر روم کا ایک جزیرہ ہے جو برّاعظم یورپ کے وسطی جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوبی گوشہ سے صرف ایک چھوٹی سی دو میل عریض آبنائے میسنا کے ذریعہ جدا ہوتا ہی،

بحر روم کی متموج اور نیلگون سطح زمانہ قدیم سے یورپ ایشیا اور افریقہ کی مختلف قوموں کا رابطہ اتصال رہی ہے، اور جس دور تہذیب میں "متمدن دنیا" بحر روم کے ارد گرد کے مقامات، سے عبارت تھی سسلی اوس کا ایک اہم مرکز تھا، اس لئے جب مختلف قوموں کے درمیان باہمی رقابتوں کا آغاز ہوا اور مشرق و مغرب آرین و سامی، اور ان کے اختیار کردہ مذاہب میں امتیاز پیدا ہوا، تو سسلی کی وہی مرکزیت دنیا کی ہر دو متصادم قوتوں کیلئے دلچسپی کا باعث بنگئی، کیونکہ یہ اپنے جغرافیانہ جاے وقوع کے لحاظ سے یورپ اور افریقہ دونوں برّاعظموں کا ایک حصہ بن سکتا تھا چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہیں:-

"ہم اسکو یورپ کا ایک حصہ سمجھتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ افریقہ سے زیادہ قریب تر ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ دونوں برّاعظموں کے درمیان کا ایک پل ہی، اسلئے یہ لازمی تھا کہ یہ سوال پیدا ہو کہ یہ مشرق کا رہیگا

یا کہ مغرب کا، یہ افریقہ کا حصہ بنے گا یا کہ یورپ کا "

اسلئے سسلی ان دونوں برِاعظموں کے درمیان کی ایک ایسی کڑی ہے جسکو ہر ایک نے اپنے سے پیوستہ سمجھا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ کے ہر ایسے دور میں جب کہ مشرق و مغرب میں تصادم برپا ہوا، اوس میں سسلی کا حصہ کچھ نہ کچھ ضرور رہا،

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دورِ حاضر سے پہلے مشرق و مغرب میں جب کبھی تصادم ہوا، اوس کا باعث ہمیشہ ان ممالک کے اختیار کردہ مذاہب قرار پائیں گے، چنانچہ سرزمین سسلی پر بھی مشرق و مغرب کی ویزش کا آغاز شرک کی دو متضاد شکلوں فنیقی و یونانی وثنیت سے ہوتا ہے، اور پھر مشرق و مغرب کا یہی تصادم توحید و تثلیث اور اسلام و عیسائیت کی معرکہ آرائیوں پر ختم ہوتا ہے،

یہ بھی عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ جس طرح فنیقی سیلاب مصر و شام سے امنڈ کر افریقہ پہونچا، اور اپنی رو میں سسلی کو بہالے گیا، اوسی طرح جب مسلمان مصر و شام پہونچے، اور افریقہ کو زیر نگین کر کے تثلیث پر توحید کو غالب کیا تو نوجوانانِ عرب یہیں سے اپنا علمِ فتح بلند کرتے ہوئے سسلی میں داخل ہوئے،

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ سسلی کا ستارۂ اقبال تاریخ کے جن دوروں میں چمکا ہے، وہ دو ہی دور ہیں جنمیں فنیقی عہد کو " دورِ قدیم " کہتے ہیں، اور اس کے بعد دوسرا درخشان دور جو " دورِ جدید " کے نام سے موسوم ہے شروع ہوتا ہے، یہی وہ دور ہے جسمیں اسلام کے علمِ اقتدار نے بیزنطی علم کو ہمیشہ کیلئے سرنگون کر دیا،[1]

ہمیں ان اوراق میں اسی دورِ جدید کے تاریخی حالات کو نمایاں کرنا ہے، کتاب کی پہلی جلد میں اس کی رزمیہ سرگذشت بیان کی جائیگی، اور دوسری جلد میں سسلی کی تمدنی معاشرتی اور ذہنی ترقیوں کا مرقع پیش ہوگا، جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ سسلی کی اسلامی تہذیب و تمدن کے ذریعہ یورپ کی تہذیبِ جدید نے کیونکر نشو و نما پائی،

---

[1] سیرز اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ (سسلی از فریمان) ص ۱۶

صقلیہ عہدِ اسلامی سے پہلے

صقلیہ

جزیرہ کا عالم وجود | سسلی کے ساحلی مشاہدات سے ماہرین طبقات الارض قیاس کرتے ہین کہ یہ جزیرہ بحر روم مین اُس وقت سے موجود ہے، جب کہ گہوارۂ عالم ہنوز نسل انسانی کے وجود سے خالی تھا،[1]

جزیرہ کا نام | ابتداءً دنیا کی آبادیان اکثر اپنے آباد کرنے والون کے نام سے موسوم ہوئین، پھر ہر مقام مین جیسے جیسے نئی قومین آئین، اور زبان مین تغیر و تبدّل ہوئے، ویسے ویسے اوس کے نام مین بھی تبدیلیان ہوتی گئین،

اس جزیرہ کا نام بھی ابتدا ہی سے، اس کی قدیم آباد کرنے والی قومون کے نام پر پڑا یہان کے قدیم باشندون مین خصوصیت سے دو قومین سیکان اور سیکل مشہور ہین سیکان کا یونانی تلفظ و املا (EIKAV-OI) یعنی سیکانی (SICANI) اور دوسری قوم سیکل کو یونانی مین (EIKE AOI) یعنی سیکلی (SICULI) کہتے ہین،

چنانچہ یہ جزیرہ انھی دونون قومون کی مناسبت سے پہلے یونانی تلفظ مین (ELKAVIN) سیکانیہ (SIKANIA) کے نام سے موسوم ہوا، اور جب سیکل آئے تو سیکانیہ سے سکیلیہ (SIKELIA) کہا جانے لگا، اس کے بعد زبان کے تغیر و تبدل سے سکیلیہ سے سسلیا (SICILIA) ہوا، اور دورِ حاضر مین اسی سسلیا کو سسلی (SICILY) کہا جاتا ہے،[2]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (طبع یازدہم) ج ۲۵ ص ۲۰ [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ (سسلی مؤلفہ فریمان) ص ۱۱،

عربوں کا صقلیہ

سسلی کی حقیقت سیکیلیہ ظاہر ہوتے ہی عربوں کے "صقلیہ" کی مستور حقیقت بھی خود بخود بے نقاب ہوجاتی ہے۔ جب اس جزیرہ میں عربوں کے قدم پہونچے یہاں کی عام و علمی دونوں زبانیں یونانی تھیں اسلئے عربوں کا صقلیہ کسی نام کا کوئی مسخ شدہ تلفظ نہیں بلکہ جب اصل تلفظ کے برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، تو وہی سیکیلیہ عربی لب و لہجہ میں سقلیہ یا صقلیہ کے تلفظ سے ادا ہوا۔

عربوں کے نزدیک صقلیہ کی اصل اور اس کے لغوی معنی

اور یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ عرب اہل علم بھی نام کے اس تغیر و تبدل سے گوش آشنا تھے اور وہ نہ صرف اس کی اصل بتاتے ہیں بلکہ لغوی معنی سمجھانے کی بھی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ ابن دحیہ المطرب میں صقلیہ کے ایک عرب اہل علم سے یوں نقل کرتے ہیں:-

صقلیہ بفتح الصاد والقاف	مشہور نحوی محمد بن علی بن حسن بن البر التمیمی صقلی
قاله النحوی الکبیر محمد بن علی بن	"صقلیہ" (بفتح صاد و قاف) کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ
الحسن بن البر التمیمی (الصقلی)	عربوں نے اسکے صاد اور قاف کو زبر کے تلفظ
هكذا اعربتها العرب واسمها باللسان	کے ساتھ معرب کیا ہے، اس کا نام رومی زبان
الرومی "سیکه" بفتح السین وکسر	میں "سیکہ" اور "کیلیہ" تھا، سیکہ میں سین کو زبر کاف
الکاف وسکون الهاء "کیلیة" بکسر الکاف	کو زیر اور ہائے ساکن ہے، اور "کیلیہ" میں کاف اور
واللام وتشدید الیاء وسکون الهاء	لام کو زیر یا مشدد اور ہا ساکن ہے

لیکن سیکیلیہ کا تجزیہ "سیکہ کیلیہ" کرنا دراصل عربوں کے اوس ذوق کا نتیجہ ہے، جو انہیں علم اشتقاق میں حاصل تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ اون کے نزدیک یہ دونوں رومی اصل الفاظ مہمل اور بے معنی نہیں ہیں ان کا بیان ہے کہ کسی قدیم یورپین زبان میں "سیکہ" کے معنی انجیر (التین) اور "کیلیہ" کے معنی زیتون کے ہیں، اور اپنی زبان کے یہ دونوں معنی ان کے نزدیک اس قدر معروف تھے، کہ بعض شعرائے نے اس طرف اشارے بھی کئے ہیں

چنانچہ ابن شباط اور سیوطی لکھتے ہین :-

وتفسیرھا "التین والزیتون"	ان دونون لفظ (سیکہ کیلیہ) کے معنی "انجیر" اور
والی ذالمعنی اشار الادیب البارع	زیتون کے ہین اور اسی معنی کی طرف مشہور ادیب
ابو علی الحسن بن رشیق حین	ابو علی حسن بن رشیق صقلیہ کی مدح کرتے ہوئے
مدح صقلیہ بقولہ	ان اشعار مین اشارہ کرتا ہو،
أخت المدینۃ فی اسم لا یشارکھا	فیہ سواھا من البلدان والبقع
وعظم اللہ معنی لفظھا قسما	قلد اذا شئت اھل العلم وفقس[1]

لیکن یہ سب نکات بعد الوقوع ہین، ممکن ہے کہ یورپ کی کسی قدیم زبان مین ان دونون لفظ کے یہ معنی آئے ہون لیکن میرے خیال مین اس قسم کی دوراز کار تاویل تشریح مین پڑنے کے بجائے بہتر ہے کہ اس موقع پر جزیرہ کے اسی قدیم نام کو پیش نظر رکھا جائے کہ "سیکہ کیلیہ" دراصل وہ دو اجزا ہین جو عربون کو صقلیہ کے اصل نام سیکیلیہ کے معلوم ہوئے اسلئے صقلیہ اصل مین خود عربون کی تصریح کے مطابق سیکیلیہ کا صحیح معرب ہے، اور پھر یہ دوسری بات ہے کہ یوروپین نام اپنے تجزیہ کے بعد لغوی حیثیت سے کیا معنی رکھتا ہے، اور اس مین عربون کی تحقیق صحیح ہے یا نہین لیکن یہ معلوم ہے کہ سیکیلیہ یہان کی باشندہ قوم سیکل کے انتساب سے اس جزیرہ کا قدیم نام ہے،

صقلیہ کا تلفظ و املا

پھر سیکیلیہ سے صقلیہ کیون اور کیونکر ہوا، یہ بھی کچھ زیادہ حیرت انگیز نہین، زبان اور لہجہ کے اختلاف سے "کاف" کا "قاف" ہو جانا محض ایک ادنیٰ تغیر ہے، جو نامون مین الٹ پھیر مین ہوتا رہتا ہے، اور ابتداءً اس مین سب سے پہلا تغیر اسی کاف سے قاف کا تبادلہ ہے

---

[1] بغیۃ الوعاۃ سیوطی مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ ص ۷۶ (ترجمہ محمد بن علی بن الحسن الصقلی)، ودیوان صلۃ السمط ابن شباط ورق ۲۱۲ ۔ شعر مین التین و الزیتون و طور سینین کی طرف تلمیح ہے، بغیۃ الوعاۃ مین "المدینۃ" اور صلۃ السمط مین "المحدثیۃ" ہے۔

اور بعض عرب مؤرخین کی تصنیفات میں اسکو سیقیلیہ یا صیقیلیہ لکھا گیا ہے، چنانچہ قدیم تصنیفات میں سے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں اس کا یہی تلفظ و املا ملتا ہے[1] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداءً اس کا یہ تلفظ و املا بھی رائج تھا،

اس کے بعد اس میں دوسرا تغیر قاف کے ماقبل و مابعد یا کا حذف کرنا ہے، کیونکہ جو عرب اپنی مادری زبان عربی میں حروف علت کے ادغام و تخفیف میں سخت اصرار رکھتے ہوں، وہ غیر عربی تلفظ میں اس کثرت سے حرف علت کو کب برداشت کر سکتے تھے، اس لئے انھوں نے اپنے فطری ذوق کے مطابق قاف کے ماقبل و مابعد یا، حذف کر دی، اور سیقیلیہ اور صیقیلیہ سے اس کا تلفظ و املا سقلیہ ہو گیا،

صقلیہ کا یہ تلفظ و املا "سقلیہ" مدت تک متقدمین کے درمیان رائج رہا، چنانچہ قدماء میں سے اکثر جغرافیہ نویس اور مورخین مثلاً واقدی متوفی ۲۰۷ھ، اصطخری (۳۴۰ھ) عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الحکیم متوفی ۲۵۷ھ اور بلاذری متوفی ۲۷۹ھ وغیرہ کی تصنیفات میں اسی تلفظ و املا کے ساتھ اس کا یہی نام سقلیہ مذکور ہے[2] اور صاد سے سین کا تلفظ آسان تھا، اسلئے یا کے حذف کیساتھ ساتھ اس پورے دور میں اس کا املا سین کے ساتھ عام طور پر قائم رہا،

---

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ورلماری ص ۴۳ ۱۶۲ یہ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ کی طرف منسوب ہے، اگرچہ یہ انتساب صحیح نہیں مگر اس کے قدیم مصنفات میں سے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لئے اس موقع پر اس سے استشہاد صحیح ہے، علاوہ ازیں اوسکے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ ابن شباط کی تالیف ہے، اگر یہ امر واقعہ ہے تو یہ رائے اور زیادہ صحیح ہو جاتی ہے کہ عربوں نے اسکو سیکہ کیلیہ ہی کی وجہ سے صقلیہ کہا کیونکہ اس تجزیہ کی یہ روایت ابن شباط کے یہاں منقول ہے اور کتاب الامامہ کا صیقیلیہ دراصل سیکہ کیلیہ ہی ہے، [2] کتاب فتوح مصر والشام ورلماری ص ۸، ۱۹ کتاب الاقالیم ورلماری ص ۳، فتوح مصر و اخبارہا ورلماری ص ۱۶۲، فتوح البلدان ص ۲۳۵ (لیڈن) ۱۸۶۶ء،

اس کے بعد متاخرین نے اس میں پھر ایک تبدیلی کی، اور اس کو سین کے بجائے صاد ہی سے لکھنے لگے، اور یہی تغیر اس لفظ کے ساتھ عربوں کے یہاں سب سے آخری تغیر ہے چنانچہ اسکے بعد مستقل طور پر اسی املا کو رواج دینے کی کوشش کی گئی،

اس آخری تغیر کا اصل باعث یہ ہے کہ اس زمانہ میں اتفاق سے اسی نام کی ایک دوسری آبادی اسی تلفظ و املا کے ساتھ دمشق میں بھی قائم تھی، اور عربوں کی تحقیق میں وہ نام بھی رومی اصل تھا، اسلئے متاخرین نے رفع التباس کے لئے ان دونوں کے درمیان امتیاز قائم کرنا چاہا، اور جزیرہ کے نام کو صاد کے ساتھ موسوم کیا، اور دمشق والی آبادی کے نام کو سین کے ساتھ باقی رکھا چنانچہ صاحب تثقیف اللسان جزیرہ کے متعلق لکھتے ہوئے تصریح کرتا ہے،

ویقولون سقلیہ والصواب	لوگ "سقلیہ" (سین کے ساتھ) کہتے ہیں، حالانکہ
صقلیہ بالصاد واما سقلیہ	صحیح صقلیہ (صاد کے ساتھ) ہے، سین مکسورہ کے
بالسین مکسورۃ فضیعۃ فی	ساتھ جو سقلیہ ہے، وہ غوطہ (دمشق) کے ایک علاقہ
غوطہ دمشق والاصل فیما	کا نام ہے، اگرچہ ان دونوں ناموں کی اصل جیسا کہ
یظہر فیہما واحد عربت	ظاہر معلوم ہوتا ہے، ایک ہی ہے لیکن اس جزیرہ
ھذہ وقیلت بالصاد وبقیت	کے نام کو معرب کر کے صاد سے کہنے لگا اور دمشق
تلک علی حالہا،[1]	والی آبادی اپنے حال پر قائم رہی،

چنانچہ اسی وجہ سے رفتہ رفتہ جزیرہ کے لئے صاد کا املا عام طور پر قبول کر لیا گیا، لیکن اس کا املا سین کے بجائے صاد متعین ہو جانیکے بعد اس کے تلفظ میں پھر بھی دو لہجے قائم رہ گئے، اہل علم کی ایک جماعت نے لفظ کے اول دونوں مخذوف یا رکی آواز برقرار رکھنے کے لئے صاد اور قاف کو زیر کے ساتھ صِقِلیہ تلفظ کیا، لیکن

[1] دیوان صلۃ السمط ابن شباط درامار ی ص ۲۱۲،

ایک دوسری جماعت نے جن میں خود جزیرہ کے اہل علم کی جماعت ہے، اس کثرت کسرہ میں بھی تخفیف کی اور صِقِلِّیہ کے بجائے صَقَلِّیہ کیا، چنانچہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ لکھتا ہے:-

صِقِلِّیہ بثلاث کسرات وتشدید[1]	صقلیہ میں کسروں اور لام کی تشدید کے
اللام والیاء ایضاً مشددة	ساتھ اور بعض اس کو سین کے ساتھ بیان
وبعض یقول بالسین واکثر اھل	کرتے ہیں اور صقلیہ کے اکثر لوگ لام اور صاد
صقلیہ یفتحون الصاد واللام[1]	کو فتحہ دیتے ہیں،

لیکن بالآخر صَقَلِّیہ ہی کے اہل علم کا تلفظ رواج پایا، چنانچہ ابن خلکان وغیرہ تمام مورخین ان حروف پر کسرہ دینے کے بجائے فتحہ دیتے ہیں، چنانچہ صَقَلِّیہ کی نسبت صقلی کے حرکات یوں ضبط کرتا ہے:-

والصقلی بفتح الصاد المھملة	صقلی صاد مہملہ اور قاف کے ساتھ ہے اور
والقاف وبعدھا لام مشددة	اس کے بعد لام مشدد ہے، یہ جزیرہ صقلیہ کی
ھذہ النسبة الی جزیرة صقلیہ[2]	طرف نسبت ہے،

چنانچہ اسلامی لٹریچر میں اسی تلفظ و املا کے ساتھ اس کا یہی نام اب تک رائج ہے اور اگر منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کے قدیم نام سِکِلیہ کی مناسبت سے اس کو سسلی کے بجائے صقلیہ کہنا زیادہ موزوں ہے،

صقلیہ کا مفہوم وسعت ملک کے لحاظ سے، صقلیہ اگرچہ اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے مستقل ایک جزیرہ ہے، اس لئے صقلیہ کا اطلاق قدرۃً اسی جزیرہ پر ہونا چاہئے لیکن یہاں عربوں کے قدم رکھنے کے بعد اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوگئی، چنانچہ عرب مورخین

[1] معجم البلدان، مطبوعہ مصر ۱۹۰۶ء ج ۵ ص ۳۷۶، [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۵۴۳ (ترجمہ ابن حمدیس)

کے نزدیک اس کا اطلاق اس جزیرہ کے ماسوا اس کے اردگرد کے جزائر اور کبھی کبھی جنوبی اٹلی کے مختلف صوبون قلوریہ و انکبرہ پر بھی ہونے لگا، کیونکہ عرب مجاہدین نے صقلیہ کی فتوحات کے ساتھ ان ممالک پر بھی تاختین کین، اور ان مین سے اکثر حکومت صقلیہ کے زیر اثر آ گئے، اس لئے عربی فتوحات کا سیلاب جیسے جیسے آگے بڑھتے گیا صقلیہ کے مفہوم مین بھی وسعت پیدا ہوتی گئی، چنانچہ جنوبی اٹلی وغیرہ کے مختلف مقامات ریو، باری، ٹارنٹم، اور جنوا وغیرہ مین باوجودیکہ خود مختار ریاستین قائم اور الگ الگ نامون سے موسوم تھین لیکن جب ان مقامات پر اسلامی لشکر کی فوج کشی ہوئی، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آ گئے، تو ان کو بھی صقلیہ ہی کی مہم سے تعبیر کیا گیا، اگرچہ یہ بھی صحیح ہے، کہ اسلامی علم جغرافیہ اور نیز عرف عام مین یہ سب مقامات اپنے نامون سے بھی موسوم کئے گئے لیکن پھر بھی کبھی کبھی ایسے مواقع بھی آ گئے ہین جب ان سب کو اوسی قدر مشترک کی بنا پر صقلیہ کے مفہوم مین داخل کر لیا گیا،

چنانچہ ابن اثیر اور ابن عذاری وغیرہ عام مؤرخین نے کبھی کبھی عربون کے اون حملون کو جو جنوبی اٹلی کے مختلف شہرون پر ہوتے رہے یا اون بغاوتون کو جو ان کے اسلامی اقتدار مین آ جانے کے بعد وہان کسی وقت برپا ہوئین "صقلیہ کے حملے" اور "صقلیہ کی بغاوت" سے تعبیر کیا ہی، حالانکہ وہ سب ممالک اٹلی مین واقع تھے چنانچہ ابن اثیر حوادث ۳۱۳ھ مین لکھتا ہی،

ولم یزل اهل صقلیة یغیرون	اور اہل صقلیہ ان جزیرون پر جو رومیون کے
علی ما بایدی الروم من جزیرة صقلیه	قبضہ مین تھے، یعنی جزیرہ صقلیہ اور قلوریہ
وقلوریه وینهبون ویخربون،	کو لوٹتے اور ویران کرتے رہے،

حالانکہ جیسا آیندہ چلکر معلوم ہو گا ۳۱۳ھ مین جزیرہ صقلیہ کا ایک چپہ بھی ایسا نہین تھا، جو اسلامی اقتدار مین داخل نہ ہو، اور وہان حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سکہ روان ہو، اسی طرح ابن عذاری بھی حوادث ۳۱۱ھ مین لکھتا ہی،

غزا ابو احمد جعفر بن عبید	ابو احمد جعفر بن عبید نے صقلیہ کے رومی
الحاجب بلاد الروم من صقلیہ	شہروں پر حملہ کیا، اور بہت سے مقامات
فافتتح اماکن کثیرۃ منہا مدینۃ	فتح کئے، ان ہی مین سے ایک شہر
وارمی،	واری ہے،

حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے، کہ شہر واری (Oria) جزیرہ صقلیہ مین نہین جنوبی اٹلی مین واقع ہے، اسی طرح جب ۱۰۶۱ھ مین نارمنون نے جنوبی اٹلی کے اسلامی کے مقبوضات پر قبضہ کیا تو مورخین نے اسکو نارمنون کے حملۂ صقلیہ وسقوطِ صقلیہ سے تعبیر کیا، اسی طرح جزیرہ برکان جہان کوہ آتش فشان واقع ہے، صقلیہ سے بالکل الگ مستقل ایک جزیرہ ہے، لیکن مشکل سے کسی عرب جغرافیہ نویس یا مورخ نے اسکو صقلیہ مین نہ بتایا ہو،

حقیقت یہ ہے کہ ان مقامات کو عہد قدیم سے صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا ہے، کہ جزیرہ کی تاریخ مین ان کا تذکرہ ناگزیر ہوجاتا ہے، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سے سیکان، سیکل، الیمینس، فنیقی، یونانی، قرطاجنی، اور رومیون کے زمانہ مین ان مقامات کی تاریخ کا لگاؤ ہمیشہ کچھ نہ کچھ قائم رہا، اور اسلامی حکومت سے پہلے یعنی حکومت بیزنطی کے دور مین صوبون کے نظم ونسق کے سلسلہ مین ان مقامات مین سے خصوصاً کلبریہ، صقلیہ کا ایک صوبہ قرار دیا گیا تھا، چنانچہ جسٹنین پنجم (۵۷۴ء تا ۵۸۷ء) کے عہد حکومت مین صقلیہ کا گورنر اس صوبہ کی بھی حفاظت کرتا تھا،[۱] اس لئے اگر عربون نے بھی مجازاً ان مقامات پر جزیرہ صقلیہ کا اطلاق کیا تو کوئی بیجا نہین ہے،

اور یہ کہا جاسکتا ہے، کہ درحقیقت عرب مورخین کے نزدیک صقلیہ نام صرف جزیرۂ صقلیہ کا نہین، بلکہ اسکی وسعت مین وہ تمام جزائر اور جنوبی اٹلی کے وہ سب علاقے شامل ہین، جو صقلیہ کے عربون کے زیرنگین اور زیراثر رہے، اور اسی لحاظ سے یہ زیرِ نظر کتاب بھی تاریخ صقلیہ کہی جاسکتی ہے،

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ۳۱ دسلی مولفہ فریمان، ص ۳۵۴،

جغرافیہ طبعی

مساحت

جزیرہ صقلیہ کی شکل قدیم و جدید نقشہ مین

عرب جغرافیہ نویسون نے بطلیموسی نقشہ کی بنیاد پر صقلیہ کی شکل کو مثلث قرار دیکر دو متساوی ساقین اور تین زاویون مین تقسیم کیا ہے، پہلا زاویہ شمالیہ ہے، جو آبنائے مسینا کے پاس قرار پاتا ہے، دوسرا زاویہ جنوبیہ ہے، جو سرزمین افریقیہ کے سامنے پڑتا ہے، اور اس کے بالمقابل طرابلس الغرب ہی، تیسرا زاویہ غربیہ ہے جہان کوہ آتش فشان واقع ہے، اور جسکو عرب "جبل البرکان" سے موسوم کرتے ہین، عربون کے نزدیک جبل برکان صقلیہ کے زاویۂ شمالی سے جدا ہو کر مغرب مین پڑتا ہے، وہ اگرچہ مستقل ایک جزیرہ ہے لیکن وسعت ملک کے لحاظ سے صقلیہ کے مفہوم مین داخل ہے[1]،

طول البلد و عرض البلد،

بطلیموس نے کتاب المجسطی مین اس کا طول البلد ۳۴ اور عرض البلد ۳۵ درجہ قرار دیا ہے لیکن عرب جغرافیہ دان اسکا طول بلد ۳۵ اور عرض ۳۶ درجہ ۱۰ دقیقہ اور بعض ۳۰ دقیقہ بتاتے ہین[2]،

---

[1] تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۹۲ [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۴ و تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۹۳ وغیرہ،

زمانۂ حال کے نقشہ مین بھی اس کو مثلث نما دکھایا گیا ہے، اور ۱۴ مشرقی طول البلد سے تقریباً برابر حصون مین تقسیم ہوجاتا ہے، اور زیادہ حصہ ۳۸ شمالی عرض بلد کے جنوب مین ہے، اور جنوبی سرا ۳۶ درجہ اور شمالی ۴۰ درجہ عرض بلد پر پڑتا ہے،[1]

صقلیہ کی قدیم و جدید پیمایش

عربون نے صقلیہ کو ان مختلف زاویون مین تقسیم کر کے ہر ایک کی جدا جدا پیمایش کی تھی، اور اس مین ان کے مختلف بیانات ہوگئے ہین، بعض لوگ ایک زاویہ سے دوسرے زاویہ تک کی مسافت سات شبانہ یوم قرار دیتے ہین اور پھر اسی سے سارے جزیرے کی پیمایش نکالتے ہین، اور کسی نے مرحلون (عربی پیمایش مساوی ۲۵ میل) کی تعیین سے جزیرہ کا طول و عرض بتایا ہے، لیکن بعض جغرافیہ نویس اس سے مختلف راستہ اختیار کرتے ہین، مثلاً ابو الفدا پہلے زاویہ کی پیمایش ۷۰۰ سو میل قرار دیتا ہے،

لیکن ان مختلف بیانات کی تطبیق اس وقت تک دشوار ہے، جب تک عربی پیمایشون کے مساحتی حساب کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ان سب کو سامنے رکھکر باہم تطبیق نہ دیا جائے، اس لئے ہمارے لئے ان عرب جغرافیہ نویسون کی مختلف پیمایشون مین سے آسان پیمایش وہی ہے، جو عربی میل کے حساب مین دی گئی ہے، چنانچہ بکری کے نزدیک جزیرہ کا طول ۷۷ امیل اور عرض ۵۷ امیل ہے، اور پھر پورے جزیرہ کا دور ۵۰۰ میل قرار پاتا ہے،[2]

بکری کا یہ بیان قدیم عربی میل کے مطابق ہے، دور حاضر کے اہل فن نے پورے جزیرے کا رقبہ ۹۸۶۰ مربع میل قرار دیا ہے، لیکن یہ اس صورت مین جب کہ وہ چند چھوٹے چھوٹے جزیرے خارج کر دئے جائین، جو اگرچہ صقلیہ ہی سے متعلق ہین، لیکن سطح آب پر اس سے جداگانہ وجود رکھتے ہین یہی وجہ ہے کہ جزیرہ کو موجودہ صوبون مین جس طرح تقسیم کیا گیا ہے، اوسکے رو سے اسمین بعض حصۂ اراضی کا اضافہ ہوجاتا ہے

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۰۰ [2] دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ص ۲۱۰،

اور تمام صوبوں کے رقبے ملا کر جزیرہ کا مکمل رقبہ ۹۹۳۶ مربع میل قرار پایا ہے[۱]،

زمین کے طبعی حالات

سرزمین صقلیہ کی ہیئت اور سطح سمندر سے اس کی بلندی

ساحل صقلیہ مغرب جنوب اور مشرقی سمت کے جنوب مین زیادہ تر ہموار واقع ہوا ہے، مشرق کی طرف کسی قدر ڈھالوں پتھریلا ساحل ہے، البتہ قطانیہ کی حالت اس سے مختلف ہے،

صقلیہ کا ساحل سطح سمندر سے بالعموم ہر مقام پر کم وبیش ۵۰۰ میل بلند ہے، لیکن جزیرہ کے وسط کی سرزمین تقریباً ۱۹۰۰ فیٹ بلند ہوگی، اور وسط سے ساحل کی طرف آدمی جیسے جیسے بڑھے گا نشیب مین اترتا جائیگا[۲]،

وسیع میدان اور کوہستانی سلسلے

جزیرہ مین ہر جگہ پہاڑی سلسلوں کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے، اس لئے سطح کا بیشتر حصہ پلیٹو ہے، عرب جغرافیہ نویس یہان کے پہاڑون کی کثرت کا خصوصیت سے تذکرہ کرتے ہین، لیکن تمام سرزمین کے کوہستانی ہونے کے باوجود یہان کوئی زیادہ بلند پہاڑ نہین ہے، صرف پہاڑیون کے چھوٹے چھوٹے سلسلے پھیلے ہوئے ہین، جسکی وجہ سے صقلیہ بڑے بڑے وسیع میدانون سے محروم ہوگیا ہے، صرف لینتنی (Lentini) اور قطانیہ (Catania) کے عقب مین جانب مشرق ایک وسیع میدان ہے، اور یہی جزیرہ کی اصل جان ہے، اس کے شمال کی طرف بھی مشرقی حصہ مین پہاڑون کا سلسلہ قائم ہے، جو سمندر سے بہت قریب آگیا ہے، اور کسی جگہ اس قدر قریب ہے، کہ سمندر کا کوہستانی ساحل ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے[۳]،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱، ۲۲، [۲] ،، ،، ۲۰، ۲۱، [۳] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۱۷،

دریا یہان کے پہاڑون کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان سے پانی کے بیشمار سوتے پھوٹے ہین، جو اپنے سرچشمہ سے نکل کر سرزمین کو دور تک سیراب کرتے چلے گئے ہین، چنانچہ ابن جبیر نے صرف کوہ حامد (ایرکس) کے چشمون کی تعداد ۴۰ سو بتائی ہے، اور یہی چشمے یہان کی کاشت کاری کی روح روان ہین، ان چشمون نے ایک دوسرے سے ملکر وادی کی شکل اختیار کرلی ہے، پھر مختلف وادیان ایک دوسرے مین گرکر دریا بن گئی ہین، اور یہ دریا لق ودق میدانون کو سیراب کرتے بحر روم سے جاملے ہین،

دشت، معادن، حیوانات ونباتات، اسی طرح صقلیہ کے دشت وجنگل، معادن، حیوانات اور نباتات وغیرہ بھی قابل ذکر ہین، لیکن صقلیہ کے پہاڑ دریا، اور ان تمام مذکورۂ بالا اشیاء کا تذکرہ کتاب کی دوسری جلد مین ایک ضمن مین آئے گا، اگر ان سب کی تفصیلات درکار ہون تو جلد ثانی کی طرف رجوع کیا جائے،

پیداوار ایک مختصر سے جزیرہ مین اس کثرت سے دریا، نہرون اور چشمون کی روانی اس کی زرخیزی کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ صقلیہ اپنے غلون اور پھلون کے اعتبار سے ہمیشہ مشہور رہا، اس کے وسیع میدان، سمندر اور پہاڑون کے درمیان کی نشیبی زمین اور اسکی متعدد وادیان اپنی شادابیون اور زرخیزیون مین مشہور ہین،

صقلیہ اپنی اسی زرخیزی کی وجہ سے اکثر جارحانہ حملون سے روندا گیا خصوصًا رومیون کے عہد مین اس پر قبضہ رکھنے کی سب سے بڑی وجہ اس کے غلہ کے کھیت تھے، چنانچہ رومیون کے عہد مین صقلیہ کا عرف عام "غلہ کا کھیت" تھا، اور لوگون کا عقیدہ تھا کہ گیہون اس جزیرہ کی دیبیون کے عطیہ کے طور پر دنیا مین سب سے پہلے یہین پیدا ہوا[1]،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ صـ ۱۹،

صقلیہ کا اردگرد

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے اردگرد پر بھی نظر ڈالنا بس ضروری ہے، صقلیہ کے اردگرد اولاً وہ چھوٹے چھوٹے جزیرے ہین، جو نقشہ مین اسکے قریب اور اسکے اور افریقہ کے درمیان نقطون کی شکل مین نظر آتے ہین، پھر اس کے شمال مین جنوبی اٹلی کا وہ علاقہ ہے، جسکو عرب بلاد قلوریہ اور انکبردہ وغیرہ سے موسوم کرتے تھے، اور جہان اوس عہد مین مختلف خود مختار ریاستین قائم تھین،

عربون کا حملہ بحر روم کے ان جزائر پر جو صقلیہ کے اردگرد اور شمالی افریقہ کے قریب واقع ہین، اوسی وقت شروع ہو گیا تھا جب افریقہ پر بھی فوج کشی شروع نہین ہوئی تھی (فتح قبرس وغیرہ) پھر جب فتح افریقہ کے بعد عربون کے جنگی بیڑے کا مستقر افریقہ قرار پایا، تو صقلیہ کے حملہ کے ساتھ ان مختلف جزائر پر بھی یورشین کی جانے لگین، یہان تک کہ جب صقلیہ مین عربون کے قدم جم گئے، تو ان مین سے اکثر جزائر بھی قبضہ مین آگئے،

پھر اسی کے ساتھ ساتھ عربی بیڑون نے جنوبی اٹلی کا رخ کیا، اولاً ریو اور طارنت وغیرہ کو زیر نگین کیا، پھر ایک طرف دریائے ایڈریاٹک کو طے کر کے باری پہونچے، اور دوسری طرف نیپلس وغیرہ سے گذر کر جنودا مین داخل ہو گئے، اور یہان تک کہ پاپائے روم کے مقدس شہر کی شہر پناہ کے نیچے اپنے گھوڑے باندھ دئے، اس طرح رفتہ رفتہ جنوبی اٹلی کا تقریباً یہ پورا علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روند ڈالا گیا،

جزائر بحر روم کے ان جزیرون مین جو تاریخ صقلیہ سے خاص تعلق رکھتے ہین، سب سے زیادہ شہرت و اہمیت مالٹا اور سردانیہ کو حاصل ہے،

مالٹا (MALTA) مالٹا نہایت زرخیز جزیرہ ہے اس سے صقلیہ کی سب سے قریب تر سرزمین

واقع ہے، وہ اکوزہ کہی جاتی تھی، دونون کے درمیان ۸۰ میل کا فاصلہ ہے، موجودہ نقشہ مین
طول بلد ۱۴ درجہ ۳۰ دقیقہ مشرقی اور عرض بلد ۳۶ درجہ شمالی ہے،

سردانیہ (SARDINIA) یہ جزیرہ بحر روم مین، اندلس صقلیہ اور کریٹ کے بعد سب سے بڑا ہے، ۲۸۰ میل
جنوب سے شمال مین طول اور عرض ۱۸۰ میل ہے،

ادریسی نے یہان کے تین ممتاز شہرون القیصہ، قالمرہ، اور قشتالہ کے نام گنائے
ہین، جزیرہ مین بہ کثرت پہاڑ ہین، چاندی کی کانین بھی ہین، اور ان کی مستقل تجارت جاری
تھی، اس کا موجودہ طول بلد ۹ درجہ مشرقی اور عرض بلد ۴۰ درجہ شمالی ہے،

ان کے علاوہ جو جزیرے صقلیہ سے قریب ہونے کے باعث اوس کے زیر اثر رہے ان مین سے
حسب ذیل جزیرے قابل ذکر ہو سکتے ہین،

البہ (Alba) بانوسہ (Pianasc) قبریرہ (Capraja)
لیبرہ (Lipari) قرسقہ (Carsica) الفیطنہ (C. Sperhivenlo)
ملیطہ اور راہب وغیرہ جو نقشہ مین صقلیہ کے اردگرد چھوٹے چھوٹے نقطون کی شکل مین دکھائی دیتے ہین،

اور اسی طرح چند جزیرے افریقیہ اور صقلیہ کے راستے مین ساحل افریقیہ کے قریب واقع ہین،
وہ قوصرہ، الجربہ، لنبذوسہ اور الکتاب وغیرہ ہین[1]

جنوبی اٹلی صقلیہ کے شمال کی طرف جنوبی اٹلی کا علاقہ ہے، اس کے اور صقلیہ کے درمیان ۲ میل
کی عریض آبنائے مسینا حائل ہے،

---

[1] ان جزائر کا تذکرہ نزہۃ المشتاق ادریسی اور معجم البلدان یاقوت حموی اور تقویم البلدان ابوالفداء
وغیرہ مین تفصیل سے ہے جن کو نام بنام گنایا ہے، اور ان کے جغرافی حالات تفصیل سے بیان کئے
گئے ہین:-

آبنائے میسنا صقلیہ کے جنوبی مغربی آبنائے سے زیادہ گہری ہے، اس کی گہرائی کسی جگہ ۱۵۰ فیتھم سے کم نہیں ہے[۱]،

اس عہد میں اٹلی میں مختلف خود مختار ریاستیں قائم تھیں، عربون نے اسی مناسبت سے اٹلی کو مختلف حصص میں تقسیم کر دیا تھا ہمیں اس عہد کی تاریخ وجغرافیہ میں ایطالیہ یا اٹلی کے نام سے کوئی حصہ ملک نظر نہیں آتا، اسکے بجائے موجودہ اٹلی اور اس کے بعض مضافات عربی جغرافی تقسیم کے لحاظ سے چند جداگانہ حسب ذیل ممالک قرار پاتے ہیں،

۱	قلوریہ	Calabria	(کلبریہ)
۲	انکبردہ	Longobardi	(لنگوبرڈا)
۳	رومہ	ROME	(روم)
۴	بندقیہ	Veneziani	(وینس)
۵	انبردہ	Lombardia	(لومبارڈہ)

ان ممالک میں سے دونوں اول الذکر ممالک پر اکثر و بیشتر اسلامی حملے ہوئے، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر آئے، اور باقی موخر الذکر ممالک پر ایک دو مرتبہ تاختیں کی گئیں،

قلوریہ (کلبریہ) جنوبی اٹلی کا وہ سب سے آخری حصہ ہے، جو آبنائے میسنا کے ذریعہ صقلیہ سے جدا ہوتا ہے، اس کا موجودہ رقبہ ۷ ہزار مربع میل ہے، اس کے طول میں اپینائنس نام پہاڑ کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ بلندی ۳، ۴ ہزار فیٹ تک ہی، نیز شرقاً وغرباً پہاڑ کا ایک دوسرا سلسلہ ہے، جو اس حصہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، دونوں حصے نہایت زرخیز ہیں اور نہایت اچھی پیداوار ہوتی ہے[۲]،

---

[۱] انسائیکلو پیڈیا ج ۲۵ ص ۴۰، [۲] ہسٹوریکل جغرافیہ ج ۱ ص ۳۶۴،

عرب جغرافیہ نویس بلادِ قلوریہ کو دو مشرقی و مغربی حصون مین تقسیم کرتے ہین، اور ان دونون حصون مین یہان چند شہر امتیاز رکھتے ہین جن مین سے اسلامی تاریخ کے لحاظ سے ریو اور برصانہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہین،

ریو Reggio (ریگیو) صقلیہ کے شہر مسینا کے بالکل مقابل دوسری طرف سرزمین کلوریہ مین لب ساحل آباد ہے ادریسی کی روایت کے بموجب ریو اور مسینی مین صرف ۶ میل کا فاصلہ ہے پتھر کی شہر پناہ قائم تھی، شہر نہایت سرسبز زرخیز اور مدنیت کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھا اور برصانہ Bruzzano (بروزانو) قلوریہ کا دوسرا ساحلی شہر تھا، جو آبنائے مسینی کے مغرب کی طرف آگے بڑھ کر بحر روم کے اوس حصہ مین واقع ہے، جو آج کل ایونین سی (Ionian sea) کہا جاتا ہے،

انکبردہ بلادِ قلوریہ سے مزید جنوب مین جانبِ جنوب مغرب واقع ہے، اس کے ساحلی شہرون مین ایک **طارنت** Taranto (ٹرنٹو) ہے جس کے نام سے ایک خلیج بھی ایونین سی کے شمال مین آج کل کے نقشہ مین موسوم ملتی ہے، یہ شہر عہد اسلامی مین مدنیت و حضارت کے جملہ لوازم سے آراستہ تھا، شہر کے مغربی حصہ مین ایک اہم بندرگاہ تھی جسکی وجہ سے اس عہد مین یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی بنا ہوا تھا، اور اس کا دوسرا قابلِ ذکر شہر باری ہے، جو آجکل بھی اسی نام (Bari) سے موسوم ہے، جو جنوب مغرب مین ایڈرایٹک سی (ADRIATIC SEA) کا ساحلی شہر ہے، اور عام نقشون مین نظر آتا ہے، یہ عہد اسلامی مین حکومتِ انکبردہ کا صدر مقام تھا، اور اسی مناسبت سے تہذیب و تمدن سے آراستہ تھا، جہاز کے کارخانے وغیرہ قائم تھے،

رومہ، اٹلی کے موجودہ پایہ تخت کے علاقہ کو کہتے تھے، **بندقیہ**، ایڈرایٹک سی کا مشرقی ساحلی علاقہ تھا، اور انبردہ مین اٹلی اور فرانس کی موجودہ سرحد پر مشہور شہر جنیوا واقع تھا،[1]

---

[1] ان مقامات کے مفصل حالات کیلئے نزہۃ المشتاق اور اسکے ایطالوی ترجمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے،

جغرافیہ تاریخی

باشندگانِ صقلیہ

زمانہ قدیم مین سیکان (Sikan.s) سیکل (Sikels) اور الیمینس (Elymnians) قومون نے سرزمین صقلیہ کو وقتاً فوقتاً آباد کیا، پھر فینیقیون (Phoenicians) اور یونانیون (Greek) کا دور آیا، اس کے بعد رومیون نے اس پر جاہ و جلال کے ساتھ قدم رکھے، پھر سرزمین افریقہ سے عرب و بربر قبائل نے اپنے شمعِ تمدن سے اس سرزمین کو روشن کیا،

سیکان | سیکانیون کا دعوی ہے، کہ وہ اس مان بھوم کے حقیقی سپوت ہین، جو اسی سرزمین کے اندر سے نکلے ہین،، اس مین شک نہین کہ سب سے قدیم ترین باشندے یہی ہین لیکن یونانیون کا خیال ہے، کہ یہ اسپین سے آئے ہین اور ممکن ہے، کہ یہ یورپ کی اس غیر آرین قوم کی ایک کڑی ہون جسکی صرف ایک یادگار باسک (Basques) ابتک موجود ہے،

سیکانی سسلی مین کب اور کیونکر آئے تاریخ اس حقیقت کی نقاب کشائی نہ کرسکی، لیکن وثوق سے کہا جاتا ہے کہ سسلی کی سب سے قدیم قوم یہی ہے، جو سب سے پہلے یہان آئی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ جب بھی آئی ہو اسکی آمد تدریجی طور پر عمل مین آئی ہے،

سیکل یا لاطینی

سیکانیون کے ابجد انھی کے مشابہ نام کی ایک دوسری قوم سیکل آتی ہے، اس کی آمد کا زمانہ یونانیون سے تین سو برس قبل عیسی تقریباً گیارہوین صدی، ق، م مین تسلیم کیا جاتا ہے،

سیکل اٹلی سے سسلی آئے، اوران کی زبان کے اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اٹلی کی مشہور قوم لاطینی (LATINS) کا ایک جزو ہین، اٹلی کی لاطینی قوم تاریخ مین ایک درخشان عہد کی مالک ہے، لیکن سسلی کی اس لاطینی قوم سیکل کو یہان چند ہی دن آئے ہوئے تھے کہ ان پر یونانی مظالم شروع ہوگئے، اس لئے انھین سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا، البتہ یونانیون کی آمد سے پہلے انھون نے سیکانیون سے یہان کی زمین خالی کرالی تھی، اس لئے سسلی اسوقت دو حصون مین تقسیم تھا، حصہ مغربی مین سیکان آباد تھے، اور حصہ مشرقی سیکل کے قبضہ و تصرف مین تھا، اور اسی مناسبت سے صقلیہ اس عہد مین سیکانیہ بھی تھا، اور سیکالیہ بھی، مغربی حصہ سیکانیہ اور مشرقی حصہ سیکالیہ کہلاتا تھا،

الیمینس

ان دونون قومون کے علاوہ ایک تیسری قوم بھی اس جزیرہ مین آباد تھی جو الیمینس کہی جاتی ہے، یہ لوگ شمال مغرب کے دو شہرون مین آباد تھے، اور رومیون کی طرح ان کا بھی دعوی تھا، کہ یہ ٹراوجن کی باقی ماندہ یادگار ہین، گویا وہ اپنے کو کسی خاص ملک اور کسی خاص شہر سے منسوب نہین کرتے،

تاریخ مین ان کا ایسے وقت سے پتہ چلتا ہے، جب یہ فنیقیون اور یونانیون مین مدغم ہوچکے تھے اسلئے سسلی مین انکے ابتدائی عہد کا انکشاف ایک عقدۂ لاینحل رہ گیا ہے،

یہی تینون قومین سسلی کے قدیم باشندون کے لحاظ سے تاریخ مین نمایان ہین پھر فنیقی اور اسکے بعد یونانی یہان قدم رکھتے ہین،

فنیقیون کو سسلی کی تاریخ مین اس حیثیت سے نمایان جگہ مل سکتی ہے کہ سرزمین مشرق

نے سرزمین سسلی کی طرف سب سے پہلی مرتبہ اپنی سورما بہادر، ون کو تینوں گذشتہ مغربی قوموں کے مقابلہ میں اپنا نمایندہ بناکر بھیجا تھا، اور مشرق کے رہنے والوں میں انھی کا سب سے پہلا قدم تھا، جو فاتحانہ ارادوں کے ساتھ سسلی کے ساحل پر رکھا گیا، یا دوسرے الفاظ میں ٹھیرا سے عرب کا یہ پہلا شتر سوار قافلہ تھا، جو گیارہویں صدی، ق، م میں سسلی کے ساحل پر اوترکر اہل مغرب کو تمدن کا درس اولین دینے آیا تھا،

امم سامیہ جنھیں الہامی زبان میں قوم عاد کہا گیا ہے مقدس سرزمین عرب سے اوٹھے اور مختلف ناموں اور قبائل سے موسوم ہوکر بابل، شام، مصر اور کنعان (فنیقیا) میں پھیل گئے، قوم عاد کی ابتدا ۳۰۰۰ ق م سے شروع ہوتی ہے، جزیرہ نمائے عرب جنوب، مغرب اور کسی قدر مشرق میں پانی سے گھرا ہوا ہے، اسلئے مہاجر قوموں نے بعض مشرقی اور عموماً شمالی ممالک کی طرف سے اپنے راستے اختیار کئے، یعنی وہ وہاں سے اوٹھیں، اور بابل، شام اور سینا سے ایران اور شام سے بحرابیض اور بحر روم ہوکر افریقہ و یورپ کا رخ کیا، چنانچہ وہ جس طرح بابل اور مصر پہونچیں، اسی طرح شام اور فنیقیا (کنعان) ہوتے ہوئے قرطاجنہ، کریٹ اور یونان میں داخل ہوئیں، اور قریب بارہویں گیارہویں صدی ق م تک ان تمام ممالک میں پہنچ چکی تھیں[1]،

پھر فنیقیوں کا اصل وطن لبنان اور سمندر کے درمیان کی وہ تنگ زمین قرار پایا، جہاں کے شہر زیدن ٹائر اور ارواد اپنی قدامت وشہرت میں ممتاز ہو چکے ہیں، یہاں سے وہ گیارہویں صدی ق م میں ابر وباد کی طرح اوٹھتے ہیں، اور اپنے تجارتی سلسلہ سے بحر روم کے تمام سواحلات پر چھاجاتے ہیں، چنانچہ ایک گروہ شمالی افریقہ ہوتا ہوا اندلس پہنچتا ہے، اور اسی سلسلہ میں سسلی میں بھی وارد ہوتا ہے،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۱۲ و تاریخ یونان بیوری (مترجمہ ارد و جامعہ عثمانیہ ص ۹۲ وغیرہ، اور فنیقیوں کی تفصیل کیلئے دیکھو ارض القرآن ج ۱ ص ۱۰۷ سے ۱۴۶ تک،

فینیقیون کا پہلا گروہ

لیکن ہمین اس سے بہت پہلے کہ فینیقی افریقہ کے راستہ سے سسلی مین آئین فینیقیون کی ایک ایسی جماعت کا پتہ چلتا ہے، جو براہ راست زیڈن اور ٹائر سے یہان وارد ہوئی، یہ جماعت سسلی کے مشرقی حصہ مین آباد ہوئی تھی، اس لئے سسلی مین فینیقیون کی آمد کا زمانہ سیکل کے بعد گیارہوین صدی ق م مین قرار پاتا ہے،

فینیقیون کا دوسرا گروہ

فینیقیون کا دوسرا گروہ اس زمانہ مین آیا جب کہ شمالی افریقہ مین ان کی مشہور آبادی قرطاجنہ کی بنا پڑی تھی جس سے آگے چلکر حکومت قرطاجنہ کی تشکیل ہوئی، اور دنیا کی فاتحانہ تگ و دو مین یونانیون کے مقابل مین صف آرا ہوئی چنانچہ اسی سلسلہ مین فینیقیون کا دوسرا گروہ سنہ ۴۸۰ ق م مین صقلیہ آتا ہے، اور اپنے قدیم ہم نسل و ہم وطن فینیقیون سے تعارض کئے بغیر بالکل ان کے مخالف ساحل پر مغرب مین آباد ہو جاتا ہے،

فینیقیون کے ساتھ بربریون کی آمد

اور اسی کے ساتھ ہمین اسکو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے، کہ ان افریقی فینیقیون کے ساتھ ایک کثیر تعداد ان کی ہمسایہ و محکوم قوم بربر کی بھی آئی، جو حکومت قرطاجنہ سے اشتراک عمل رکھتی تھی،

یونانی

یونانی قوم کے ابتدا سے دو حصے مانے گئے ہین، ایک ڈورین جس کے سرگروہ اہل اسپارٹا ہوئے اور دوسرا آئی اونین جسکی نمایندگی اہل ایتھنز نے کی اور پھر یہی سب قومین مجموعی طور پر قوم یونانی سے موسوم ہوئین[1]

یون تو یونان اور سسلی کے تعلقات گیارہوین صدی ق م سے بہت پہلے قائم ہو چکے تھے، چنانچہ اس عہد کے یونانی لٹریچر مین سسلی کی سیکل قوم کا جا بجا تذکرہ نظر آتا ہے، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون قومون مین غلامون کی تجارت کا سلسلہ قائم تھا لیکن یہ تعلقات ایسی حیثیت نہین رکھتے تھے کہ وہ یونانیون

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ دانسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۵ ص ۳۰ و تاریخ یونان قدیم سید ہاشمی ص ۳۰ و تاریخ یونان بیوری ص ۲۳ وغیرہ۔

کو نسلی بین وطن پذیر ہونے کی طرف متوجہ کر سکتے اور علاوہ ازین اگرچہ اٹلی کے صوبہ کیپانیا مین ایک یونانی نوآبادی ایک اتفاقی واقعہ سے گیارہوین صدی مین قائم ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود یونانی جہازون نے آٹھوین صدی ق م سے پیشتر صقلیہ کا رخ نہین کیا،

آٹھوین صدی ق م مین یونانی صقلیہ مین سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتے ہین، اور ۷۳۵ ق م مین ان کی پہلی نوآبادی قائم ہوتی ہے، اسکے بعد جب صقلیہ کی زرخیزی کا فسانہ یونان مین پھیلتا ہے، تو یونانیون کے مختلف خطون سے مختلف مہاجرین گروہ در گروہ، اور انبوہ در انبوہ صقلیہ کا رخ کرتے ہین، اور ایک ہی سرزمین مین مختلف خیال و اغراض کے یونانیون کا اجتماع ہو جاتا ہے، اور اسکی وجہ سے یہان مختلف ماحول اور گروہ بندی قائم ہو جاتے ہین،

اور پھر حالات کچھ ایسے پیش آتے ہین کہ صقلیہ مین یونانی باشندون کی باہمی تقسیم مین نسلی و قبائلی حیثیت کے بجائے وطنی امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور پھر وطنی امتیازات کے لحاظ سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے باہمی اشتراک و تعاون یا معاندت و مخالفت اختیار کرتا ہے،

اسلئے ہمین تاریخ مین صقلیہ کے یونانیون کی باہمی تقسیم ان کے وطن کے انتساب سے نظر آتی ہے،

اولاً صقلیہ کے یونانی نوآبادیات مین ہمین دو قسم کے یونانیون کا نمایان فروغ نظر آتا ہے، ان مین سے ایک صوبہ ایبوبیا (Eaboia) کے شہر چالکز (Chalkis) کے باشندے ہین، جو چالکیڈین، (Chalkidian) کہے جاتے ہین، اور دوسرے کارنتھ (Carinth) کے مشہور شہر ڈوریا کے باشندے ہین، جو ڈورین (Dorian) کہلاتے ہین، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین یونانی اقوام مین سے انھی دونون قومون کا نمایان حصہ رہا ہے، یہی جماعتین مختلف زمانون مین صقلیہ مین آکر آباد ہوئین اور مختلف زمانون مین مختلف شہر اپنے یونانی شہرون کے نام پر یہان آباد کئے،

چالکیز صقلیہ کے شمال مشرقی علاقہ مین آباد ہوئے اور ڈورین نے جنوب مشرقی علاقہ مین شیراکیوز کی حکومت قائم کی، ان دونون مین ڈورین زیادہ کامیاب رہے کیونکہ ان کی توجہ تمام تر صقلیہ پر مرکوز رہی اور چالکیز کی نوآبادی ایطالیہ مین بھی قائم تھی،

اگرچہ یونانی قومون مین انھی دونون جماعتون کو صقلیہ کے آباد کرنے والون کی حیثیت حاصل ہے چنانچہ عام مورخین یورپ صقلیہ کی صرف انھی دونون یونانی جماعتون کا تذکرہ کرتے ہین لیکن ان کے ساتھ بعض دوسرے یونانی شہرون کے مہاجرین بھی صقلیہ آئے، نیز بحر روم کے بعض دوسرے جزیرون کریٹ، روڈس وغیرہ کے باشندون نے بھی یہان اقامت اختیار کی لیکن یہ سب کے سب اپنے صوبہ کے لگاؤ سے یا تو چالکیز کی صف مین داخل ہوگئے، اور یا ڈورین کہلائے، ان کا کوئی مستقل وجود قائم نہین ہوا، البتہ ہمین دو دوسری مختصر جماعتون کا کسی حد تک پتہ چلتا ہے، ان مین سے ایک جماعت مگارین ہے جس نے ایسی مستقل حیثیت اختیار کی، جس سے ہم صقلیہ مین اس کو یونان کی تیسری جماعت کا لقب دیسکتے ہین، یہ یونانی شہر مگارا (Magara) سے آئے تھے اور اسی نام سے صقلیہ مین اپنا شہر آباد کیا تھا، اسی طرح گیلا کے پایہ تخت روڈ کے مہاجرین کا مستقل وجود بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہے، انھون نے بھی اپنے شہر کے نام پر گیلا آباد کیا تھا،

اس طرح صقلیہ مین یونانیون کی چار جماعتین قرار پائین چالکیڈین، ڈورین، مگارین، اور باشندگان گیلا،

صقلیہ کی تمام یونانی تاریخ انھی چار جماعتون کے حالات پر مشتمل ہے،

قرطاجنہ | یونانیون کے بعد قرطاجنین کا دور آتا ہے، یہ قدیم فنیقی قوم کی وہ شاخ ہے جس نے شمالی افریقہ مین آباد ہو کر عالیشان حکومت قرطاجنہ کی بنیاد ڈالی تھی، قرطاجنہ کے مفہوم مین وہ بربری بھی شامل ہین، جو فنیقیون کی معیت مین یہان پہنچے صقلیہ مین یونانی و قرطاجنی ایک ہی زمانہ مین مختلف

حصون مین آباد رہ کر معرکہ آرائیون مین مصروف رہے،

صقلیہ مین ان دونون قوتون کے تصادم کا اثر یہان کی قومیت پر جو کچھ پڑا وہ یہ تھا کہ ان دونون قومون کی جداگانہ شخصیت کے اعلان کے بعد صقلیہ کی قدیم قومین، سیکان سیکل، اور الیمینس مجبور ہوگئین، کہ وہ بھی اپنے کو ان دونون مین سے کسی ایک مین ضم کر دین، اور اپنی قومیت کو فنا کر کے اپنی انفرادی ہستی کی حفاظت کرین،

چنانچہ جو سیکل اور الیمینس مشرقی حصہ مین آباد تھے، انھون نے تمام و کمال یونانی قومیت اختیار کرلی، صرف چند نشان قومی آپ سے آپ باقی رہ گئے، سیکانیون نے فنیقیون کے دامن مین پناہ لی اور اکثر مقام پر ان مین اور فنیقیون مین کوئی امتیاز باقی نہین رہا، لیکن چند مقام ایسے بھی رہ گئے، جنھون نے اپنے اجتماعی وجود کو قائم رکھا[۱]، یہان تک کہ رومیون کی آمد سے صقلیہ کی قومیت مین ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا،

رومی رومی اپنے نسلی اعتبار سے کیا تھے، یہ روایت اور قصص کے پردہ مین مستور رہے، مورخین نے جہان تک نقاب کشائی کی ہے اس لحاظ سے رومیون کے نسلی اجزا مین یورپ کی چند قومون، سیکل، یونان، اہل ٹروریا، لیگیوری، وینیٹی، اور گال کا سراغ لگتا ہے، اور اگر یونان کے تاریخی قصص کو نظر انداز کر دیا جائے، تو رومی روایات کے روسے رومیون کی اصل صرف صقلیہ کی نسل سیکل قرار پاتی ہے، اور یونانی روایات کی روسے بھی ایطالیہ و صقلیہ کی آبادیان تقریباً متحد الاصل قرار پاتی ہین، چنانچہ ڈبلو اے ہیٹ لینڈ مولف تاریخ جمہوریت روما لکھتا ہے:۔

> اس خیال کی تائید یونانی مبصرین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، کہ جزیرہ نما کی اطالی قوم اور جزیرہ سسلی کی سیکلی قومون مین مماثلت تھی، اس کے علاوہ یونانی روایات مین

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۴ تا ۴۶ و تاریخ یونان بیوری ص ۸۹، وانسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱

بیان کیا گیا ہے کہ قوم سِکیلی پہلے جزیرہ نما میں آباد تھی اور وہاں سے ترک وطن کرکے سسلی چلی گئی"[۵۱]

بہر حال وہی سِکل جنھوں نے کبھی صقلیہ میں آکر اسکو آباد کیا تھا، اب جدید قوم بن کر صقلیہ کی طرف دوبارہ رخ کرتے ہیں، اور جسطرح اسوقت صقلیہ کی سِکل جماعت مختلف اجزائے نسل کو قبول کر چکی ہی، اوسی طرح ایطالیہ کے یہ سِکل مختلف اجزا سے ترکیب پاکر رومی کہلاتے ہیں،

رومی اگرچہ مختلف جماعتوں اور قبیلوں رامنیز، ٹی ٹی ایز، اور لکریز میں تقسیم تھے،[۵۲] لیکن صقلیہ میں وہ قیام حکومت کے بعد محض "رومی" قوم کی حیثیت سے روشناس ہوتے ہیں، جس کا امتیاز نسلی و جماعتی تفریق کے بجائے وطنی تفریق پر قائم تھا، اور انھوں نے ہمیشہ اسی امتیاز کو تقویت پہنچائی،

چنانچہ صقلیہ کے عہد رومانی میں جزیرہ میں ایک طرف رومی تھے، اور دوسری طرف جزیرہ کے تمام باشندے، اور ان دونوں گروہوں کے جداگانہ حقوق و امتیاز سے مستقل دو جداگانہ قوم کی بنا پڑ گئی، رومیوں کے تمام قبیلے بغیر کسی تفریق کے رومی کہے جاتے تھے، اور قدیم باشندوں میں چونکہ یونانیوں کو اکثریت حاصل تھی، اس لئے اب رومیوں کے علاوہ تمام اقوام کو یونانی کا خطاب دیدیا گیا، چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہیں،

"یونانی اور سِکل میں جو فرق رہ گیا تھا، وہ رفتہ رفتہ زائل ہو گیا تھا فنیقی شہر بھی یونانی ہو گئے یہاں تک کہ سرشر کے عہد میں سسلی کی تمام آبادی یونانی کہی جاتی تھی"[۵۳]

رومانی عہد میں ایک جدید قوم غلاموں کی تشکیل،

لیکن پھر اسی عہد میں صقلیہ کے سیاسیات کے ماتحت ایک جدید قوم کو بھی فروغ ہوتا ہے، جسکو تاریخ میں غلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، غلام زیادہ تر

---

۵۱ تاریخ جمہوریت روما (اردو) ج ۱ ص ۱۸، باب قومیات، ۵۲ تاریخ روما ج ۱ ص ۲۰، ۵۳ اسٹوری آف دی نیشنز ج ۳ ص ۳۲۴،

جنگون کے وہ قیدی تھے، جو مختلف ممالک سے گرفتار کرکے لائے جاتے، یا جہازون کے وہ مسافر تھے جنھین گرفتار کرکے ان کی گردن مین طوقِ غلامی ڈالدیا جاتا تھا، اور رومی مالکون کے ساتھ یا ان کے ہاتھون سے صقلیہ کے یونانی زمیندارون کے ہاتھ فروخت ہوکر صقلیہ پہنچے تھے،

صقلیہ کے ان غلامون مین ایشیا، افریقہ، اور یورپ کی مختلف نسل و قوم کے افراد تھے، جنھون نے صقلیہ کے ماحول مین اپنی قومیت و وطنیت کے انتساب کو ترک کرکے اپنی مخصوص جماعت کی بنیاد ڈالی اور رفتہ رفتہ اس قدر شوکت و عظمت حاصل کی، کہ جزیرہ مین حکومتِ روما کے خلاف بغاوت کرکے اپنی حکومت کا اعلان کردیا، اور ایک سے زیادہ مرتبہ ان کی حکومت کی تشکیل ہوئی،

ہمین صقلیہ کے ان غلامون کی جماعت مین شامی عرب کو فراموش نہ کرنا چاہئے، غلامون کی بغاوت عربی خون کے گرم قطرون کی سرگرمی کا ایک مظہر تھی، یونس (یونس) جس نے غلامون کی بغاوت مین حکومت کی، شام ہی کا رہنے والا تھا، اور جو باندی اس کی ملکہ کہلائی وہ بھی ایک شامی شہزادی تھی[1]

یونانیون کا رومی بنانا اس کے بعد صقلیہ مین ایک جدید طرزِ حکومت رائج کرنے سے یہان کی قومیت مین بھی ایک انقلاب رونما ہوا، اب تک رومی اور یونانی دو جداگانہ قوم تھین، لیکن اب یونانیون کا ایک حصہ رومیون کی صف مین جا ملتا ہے، حکومت روما نے صقلیہ کے چند شہر ٹارمینی، کٹانیا، تھرما اور تندارس مین خالص رومیون کو آباد کیا، اور گویا یہ شہر صقلیہ کے حکمران باشندون کے مسکن تھے، اور انھین اسی حیثیت کے تفوق و امتیاز حاصل تھے، اور پھر جب ان شہرون کا تفوق و امتیاز تسلیم کرلیا گیا، تو صقلیہ کے چند دیگر شہر مسینا وغیرہ کو جہان کہ خالص یونانی آباد تھے، انھی رومی شہرون کے ہم رتبہ تسلیم کیا گیا، اور انھین یہ حق عطا کیا گیا کہ وہ بھی اپنے کو رومی لقب سے سرفراز کرین،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲۱ ص ۲۲۴، ۳۲۶-۳۲۸،

اس حکمتِ عملی سے رفتہ رفتہ یہاں کے بہت سے شہر رومی قرار پاگئے، ان کا علاقہ رومی تھا، ان کے حقوق رومی تھے، ان کے امتیازات رومی تھے، اسلئے یونانی بھی بصد فخر اپنے کو رومی تصور کرنے لگے، اور حکومتِ روما اور عام باشندگانِ صقلیہ ان کو خالص رومی سمجھنے لگے،[1]

صقلیہ میں چند جدید اقوام کا داخلہ رومیوں میں عیسائیت کے فروغ کے بعد جب کہ تمام رومی عیسائی ہو چکے تھے ۲۷۶ء میں یورپ کی ایک نئی قوم صقلیہ آتی ہے، جو فرینکس ( ) کہی جاتی ہے، اور اس کے بعد مختلف زمانوں میں ٹیوٹانک ( ) گال یا گاتھک ( ) اور وینڈل ( ) وغیرہ مختلف قومیں، صقلیہ آئیں اور انکی نسل کو بھی یہاں فروغ حاصل ہوا، ان میں سے اکثر قومیں رومیوں کے نزدیک باربیرین یعنی بربری و وحشی قوموں میں شمار کیجاتی تھیں،[2]

ان قوموں نے صقلیہ میں سیاسی لحاظ سے ایک جداگانہ حیثیت اختیار کر لی، اور اب صقلیہ کے یونانیوں کے رومی ہو جانے کے باوجود مختلف قوموں کے امتیازات کا پیدا ہو جانا ممکن تھا لیکن حکومت روما نے اس سے پہلے رومی حکومت کے قیام و بقا کیلئے رومی قومیت کے فروغ کیلئے ایک دلچسپ طرزِ عمل اختیار کر لیا تھا یعنی شہنشاہ اینٹونینس (۱۳۸ء سے ۱۶۱ء) کے عہدِ حکومت میں صقلیہ میں رومی و غیر رومی کا فرق اٹھا کر سب کو رومی تسلیم کر لیا گیا، اور صقلیہ براہ راست رومی حکومت کا ایک جزوِ مشترک بنکر مرکزی حکومتِ روما میں برابر کا شریک ہو گیا،

وحدتِ قومیت اس لئے اگرچہ صقلیہ کے سیاسیات میں بہت سے مد و جزر آئے، لیکن قومی حیثیت سے ہر باشندہ صقلیہ گو وہ کسی نسل، قوم اور وطن سے تعلق رکھتا ہو، رومی تھا اس واحد لقب سے قوموں کے تمام قومی امتیازات مٹ گئے، اب سب کے لئے طغرائے امتیاز صرف ایک لقب رومی قرار پا گیا،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۴۰، [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۷،

لیکن وحدتِ قومیت کا یہ شیرازہ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا اور جب صقلیہ مین عیسائیت کو فروغ ہوا تو قومی عصبیت کے بجائے مذہبی عصبیت اور مذہبی تفوق و امتیاز کا دور شروع ہوگیا، اب اگرچہ صقلیہ مین نہ سیکان تھے، نہ سیکل نہ ایلیمنس تھے، نہ فنیقی، نہ یونانی تھے، اور نہ قرطاجنی، لیکن اب عیسائی وغیرِ عیسائی کی تقسیم شروع ہوگئی، رومی وہی تھے، جو عیسائیت کے پیرو تھے، اس لئے صقلیہ مین پھر ایک غیر رومی جماعت قائم ہوگئی، جو غیرِ عیسائیون پر مشتمل تھی، چنانچہ فریمان لکھتا ہے:-

"لوگ زیادہ تر کیتھولک مذہب کے پیرو عیسائی تھے چند لامذہب تھے، کچھ یہودیت پر قائم، اور چند ایسے بھی تھے جنھون نے اب تک عیسائیت قبول نہین کی یعنی بت پرست یونانی تھے[۱]"

اسرائیلی یہی وجہ ہے کہ ہمین اس عہد مین صقلیہ مین ایک الگ قوم اسرائیلی (یہودیون) کے وجود کا پتہ چلتا ہے، اگرچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے یہودیون کو عہدِ اسلامی کے بعد نارمنون کے دور مین صقلیہ مین داخل کیا ہے[۲] اور صرف ایک امکانی شکل یہ بتائی ہے کہ یہ پہلے سے موجود ہون، لیکن یہ صحیح نہین ہے اولاً نارمنون سے پہلے عہدِ اسلامی مین صقلیہ مین ان کے موجود ہونے کی بکثرت شہادتین موجود ہین، اسکے علاوہ مسٹر فریمان نے پوپ گریگوری اعظم (سنہ ۵۹۰ء سے سنہ ۶۰۴ء تک) کے چند ایسے خطوط کا تذکرہ کیا ہے، جن سے پتہ چلتا ہے، کہ رومیون کے عہد مین صقلیہ مین یہودی آباد تھے، اور کلیساؤن پر جو جائدادین وقف تھین انکے بیشتر زمیندار یہی یہودی تھے[۳]۔

مسلمانون کے داخلہ کے وقت، قدیم باشندگانِ صقلیہ کی باہمی تقسیم ان حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ جب صقلیہ مین عربون کا ستارۂ اقبال طلوع ہوا، اس وقت باشندگانِ صقلیہ کی قومیت کے نسلی و وطنی امتیازات

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۵۱ [۲] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱ از ۲۴۲ لغایت ۲۴۳ [۳] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۱۳۱

فنا ہو چکے تھے، اور ایک ایسے دور سے گذر رہے تھے جب کہ ان مین امتیازات کا سارا دارومدار عیسائی وغیر عیسائی پر تھا، وہ عیسائی بننے سے پیشتر رومی بن چکے تھے، اور جب حکومت روما نے عیسائیت قبول کی، تو گویا تمام رومیون نے عیسائیت قبول کرلی، اس لئے اسوقت صقلیہ کا ہر باشندہ "رومی عیسائی" یا صرف "غیر عیسائی" تھا، یہی وجہ ہے کہ عام عرب مورخین صقلیہ کے تمام قدیم باشندون کو بغیر کسی تفریق وامتیاز کے "قدیم باشندگان صقلیہ" سے موسوم کرتے ہین اور حکومت روما کی اصطلاح کی پیروی کرتے ہوئے تمام باشندگان صقلیہ کو "روم" اور "رومی" کا لقب دیتے ہین، اور اگر کبھی تفریق وامتیاز کی نوبت آتی ہے، تو عام عیسائیون کو "رومی" بت پرستون کو "یونانی" (کہ انھون نے مذہب عیسائیت قبول نہین کیا، اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، اس لئے وہ رومیون کی جماعت سے بھی خارج ہو گئے، کہ ہر رومی کا عیسائی ہونا اب شرط اولین ہے) اور یہودیون کو "یہودی" کہتے ہین، کہ اس وقت تمام قدیم باشندگان صقلیہ انھی رومی یونانی اور یہودیون پر مشتمل تھے،

مسلمان | صقلیہ مین قومیت کی یہی تقسیم تھی کہ ۳۲ھ مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا، جو حجاز و عرب کے شریف قبیلون کے ممتاز افراد پر مشتمل تھا، اس جماعت مین بعض صحابہ تابعین و تبع تابعین کی ایک کثیر جماعت شامل تھی لیکن ان مین سے کوئی یہان اقامت گزین نہین ہوا،

اس کے بعد ڈیڑھ سو برس تک عربون کے مختلف قافلے آئے، جن مین عرب کے مختلف ممتاز شریف قبائل افریقیہ کے بربر اور موالی کے افراد تھے، اور صقلیہ مین قیام کرکے صقلی کہلائے، ان کی نسلی و قبائلی تقسیم کی تفصیل جلد دوم مین آئے گی،

صقلیہ کی آبادیان

صقلیہ کی آبادیون کی تخطیط وبنا مین اس کے جغرافی وتاریخی حالات کو خاص دخل ہے تاریخ صقلیہ کی سرگذشت کا پتہ جسقدر چل سکا ہے، اس کے لحاظ سے وہ ہمیشہ دو متضاد متخالف ملکون، قومون اور مذہبون کی آماجگاہ نظر آیا، اس کی سرزمین پر ایک ہی وقت کبھی دو کبھی تین تین قوتین اپنی عظمت وشوکت کا سکہ بٹھائے رہین، خصوصًا وہ مشرق ومغرب کی معرکہ آرائیون کا ایک ایسی رزمگاہ رہا ہے جہان ان دونون کی کشمکش ہمیشہ کسی شکل وصورت اور نام سے جاری رہی،

اور چونکہ وہ سب طاقتین اپنے عہد مین دنیا کی عظیم ترین باقتدار طاقتین تھین، اس لئے انھون نے اس مختصر جزیرہ کی مملوکہ سرزمین کی حفاظت کے لئے ہمیشہ ایسی جنگی تیاریان رکھین، جو دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی حفاظت وبقا کے لئے کیجاتی ہین، کیونکہ اس جزیرہ کا زوال اپنے جغرافی جاے وقوع کے لحاظ سے ہر دو حکومتون کی سلطنت کے عروج وزوال کا مقدمہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر فنیقیون نے اس پر کامل اقتدار حاصل کرلیا، تو گویا سلطنت یونان کے تباہ وبرباد کرنے کا راستہ صاف ہوگیا، اگر رومہ نے اس جزیرہ مین قرطاجنہ کو مغلوب کرلیا، تو گویا سلطنت قرطاجنہ کے زوال کا دروازہ کھل گیا، اس لئے یہ جزیرہ گویا مشرقی ومغربی حکومتون کا سرحدی مورچہ تھا، جہان ہر طاقت اپنے اپنے مورچہ کی کامل حفاظت نہایت ہوشیاری اور مستعدی کر رہی تھی،

ان وجوہ سے جزیرہ کے چپہ چپہ پر جابجا بیشمار قلعے، فوجی چھاونیان اور بارکین تعمیر ہوگئین جنمین سے بعض کی آبادی مین رفتہ رفتہ اتنی ترقی ہوئی، کہ وہ قلعے اچھے خاصے شہر بن گئے، اسلئے

ہمین صقلیہ مین قدم قدم پر فوجی استحکام نظر آتے ہین، اور وہان مشکل سے کوئی ایسی آبادی ملیگی، جو کسی نہ کسی مستحکم قلعہ کے زیر سایہ آباد نہ ہو، اور یہی وجہ ہے کہ یہان کی اکثر آبادیون کو عربون نے "حصن" "معقل" اور "قلعہ" وغیرہ کے انتسابون سے موسوم کیا ہے،

چنانچہ صقلیہ کی عام آبادیون مین وہی طرز زندگی نظر نہین آتا، لوگ عہد قدیم سے شہرون مین رہنے کے عادی ہین، اور یہی دستور آج تک چلا آتا ہے، کیونکہ آغاز عہد سے یہان کی آبادیان جنگی نقطۂ نظر سے قائم کی گئین، لوگ مستحکم قلعون کی پناہ مین یکجا زندگی بسر کرتے، اور ایک ہی جگہ ان کی ضرورت کا تمام سامان مہیا ہوتا، قرب وجوار کی اراضی مین دن کے وقت زراعت کرتے، اور شب مین قلعون کے دروازے بند کر کے آرام کرتے، اور جب وقت آجاتا تو ساری آبادی کی آبادی جمع ہوتی، اور فوج کا ایک دستہ مرتب ہو کر میدان جنگ مین آجاتا،

یہان اس طرز زندگی کی ابتدا یہان کی قدیم قوم سیکان و سیکل کے عہد سے ہوتی ہے، ان کے عہد کی تمام آبادیان مستقل شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اور ان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی، کہ ان کے تمام شہر پہاڑون کی چوٹیون پر آباد تھے، جس کی وجہ سے وہ بری وبحری حملون سے محفوظ رہتے تھے، ان قدیم قومون کے یادگار شہر اوس وقت سے عہد اسلامی تک آباد رہے، اور جن مین سے بعض آج بھی آباد ہین، خصوصاً سیکل کے متعدد مقامات کا صقلیہ کی اسلامی تاریخ مین ایک خاص حصہ رہا ہے،

سیکان اور ایلینیس کی یادگارین

ہمین سیکان اور سیکل کی یادگارون مین سے سیکانی یادگارون کا پہلے پتہ دینا چاہیے، لیکن افسوس ہے کہ وہ کچھ زیادہ اہم نہین ہے، سیکانی عہد کے صرف دو شہرون کا پتہ چلتا ہے، اور یہی دونون ایلینیس کی عظمت رفتہ کی بھی یاد دلاتی ہین، یہ دونون مقام ایرکس ( ) اور سجستا ( ) ہین، اگرچہ پہاڑون کے یہ نام باقی رہ گئے لیکن

ان کی آبادیان اسلامی عہدِ حکومت تک ویران ہو چکی تھین،

سسلی کی قدیم آبادیان سسلی کی قدیم آبادیون مین ایک مشہور آبادی اگریم (agyrion) ہے جو بعد مین سین فیلیپو (San filippo) کہلائی، اور عربون نے اسکو اپنے لب ولہجہ مین شنت فیلیب کہا، اور اب سنت فیلیپو اور ارگیرو (argiro) دونون کہی جاتی ہے، اسی طرح ایک دوسری آبادی سنٹوریپا (Centuripa) ہے، اسی کو عہدِ اسلامی مین شنتورب کہتے تھے، یہ پہاڑی پر آباد ہے اور آج کل اس کو سنتوربی (Centorbi) کہا جاتا ہے،

صقلیہ کی ان دونون قدیم آبادیون کے ساتھ یہان کی قدیم دیبی کی قیام گاہ ہینا (HENNA) کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے، یہ مقام زمانہ دراز تک صقلیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ رہا ہے، یہ پہاڑی پر ایک مستحکم قلعہ کی شکل مین آباد تھا عربون نے "قصر" کے اضافہ کے ساتھ اس کو "قصر یانہ" سے موسوم کیا، اور اب بھی عربی نام بدل کر کسٹرم یوہنی (Castrum johanni) سے نامزد ہے، عہدِ اسلامی مین اسکو نمایان حیثیت حاصل رہی،

ساحلی مقامات مین سے سسلی کی اہم یادگار (Cephaloedium) تذکرہ کے قابل سمجھی جاتی ہے، عربون نے اس کو شفلودی کے نام سے موسوم کیا، اور بعض جغرافیہ نویس جفلودی بھی لکھتے ہین، اور یہی موخر الذکر نام ابھی تک شفلو (Cefalu) کے تلفظ مین باقی رہ گیا ہے، یہ ساحل پر آباد ہے، اور جہاز کا بہترین بندر ہے، اس کی فصیل کی دیوارین سمندر سے ملی ہوئی ہین،

فینقی نو آبادیان فینقیون کا جو گروہ ٹائر اور زیڈن سے آیا تھا، وہ مشرقی صقلیہ مین آباد تھا، لیکن مشرقی حصہ کی ان نو آبادیون کے متعلق یہ نہین کہا جا سکتا، کہ انکی حیثیت محض تجارتی کوٹھیون کی تھی، یا انھون نے متوطن ہوکر بود وباش اختیار کرلی تھی،

بہرحال وجسطور پربھی آباد تھے یونانیون نے اس حصہ کو نہایت جلد خالی کرالیا اوران کو قرطاجنی فینقیون کی سرزمین مین چلا آنا پڑا جو صقلیہ کے مغربی حصہ مین آباد تھے،

مغربی حصہ کی فینقی نوآبادیون مین تین مقام موٹیا (Motya) سولس (Soloeis) اور پنرمس (Panormos) اہم حیثیت رکھتے ہین،

موٹیا صقلیہ مین فینقیون کی سب سے پہلی نوآبادی ہے صقلیہ کے فینقیون کو یہان کی اسلامی حکومت کے مانند شمالی افریقہ سے گہرا تعلق رہا ہے، یہ صقلیہ کی ایسی سرزمین پر قائم کی گئی تھی، جو افریقہ سے سب سے قریب تر ہوسکتی تھی، یہ وہان کے مشہور مرسی علی کے شمال مین ایک مختصر جزیرہ کی صورت مین قائم تھی، اور صقلیہ اور قرطاجنہ کے تمام تعلقات کا مرکزی مقام تھی، لیکن یہ عربون کے پرچم اقبال کے بلند ہونے سے بہت پیشتر کارتھج کے عہد حکومت چوتھی صدی ق م مین ویران ہوگئی، اوراسی کے قریب جنوب مین ایک نیا شہر لیلبیان (Lilybaeum) کے نام سے آباد ہوا، جو صقلیہ کا سب سے آخری مغربی نقطہ ہے، لیلیبان اس وقت سے عربون کے عہدِ حکومت تک آباد رہا، عربون نے اس کو مرسی علی کے نام سے موسوم کیا، جواب مرسلا کہا جاتا ہی، موٹیا کی فینقی دیوارون کے کھنڈر آج بھی اپنی عظمت کو یاد دلاتے ہین،

سولس صقلیہ کے شمالی حصہ مین ایک ایسے موقع پر لب ساحل واقع ہے، جہان ساحل کا بہاؤ ایک چکر کاٹ کر گھوم جاتا ہے، اوراس سے مشرق مین ایک خلیج بن جاتی ہے، اسی خلیج کے پتھریلے ساحل پر ایک پہاڑی کے اندرونی حصہ مین ایک شہر آباد ہے، جو اپنی جائے وقوع کی مناسبت سے سیلا (Sela) یعنی "چٹان"، کہا جاتا تھا، اوراس کا یہی نام مقدس صحیفہ زبور مین بھی آیا ہے،

پھراس کے نام مین تغیر ہوتا گیا، اور مختلف زمانون مین سولس (SOLOUS)

سولنٹم (Soluntum) اور سولنٹو (Solunto) سے موسوم ہوا، یہ شہر فنیقی عہدِ حکومت کا نہایت مستحکم اور کارآمد قلعہ رہا ہے، سِسلی کی مدافعانہ لڑائیون اور یونانیون کے جارحانہ حملون کا اسی مین بیٹھ کر مقابلہ کیا،

پنرمس فنیقی نوآبادیون مین سب سے اہم نوآبادی ہے، جو صقلیہ کی دونون مشرقی قومون فنیقیون اور عربون کے عہد مین سب سے بڑا مرکزی مقام اور صقلیہ کا دارالحکومت رہا ہے، لیکن فنیقی ہونیکے باوجود اس کا فنیقی نام معلوم نہ ہوسکا، یونانیون کے زمانہ مین پنرمس کہا جاتا تھا، اور غالبًا اسی وجہ سے ہولم نے اسکو یونانی نوآبادی قرار دیا ہے، لیکن محققین نے اس کے نظریہ کو تسلیم نہین کیا،

یہ صقلیہ کے شمالی ساحل پر اپنی جاے وقوع کے لحاظ سے نہایت دلفریب منظر رکھتا ہے، کوہ سولورس اور پیلگرنیو کے درمیان ایک زرخیز میدان ہے، جو گولڈن شلا (سنہری کوڑی) کہا جاتا ہے، یہان سمندر ایک خلیج کی شکل مین دو شاخہ ہوکر اندر کی طرف چلا آیا ہے، اور پنرمس اسی جگہ دائین بائین سمندر کے تھپیڑے کھاتا ہوا زمانہ قدیم سے صدہا طوفانِ حوادث کے حملون کے باوجود کھڑا ہوا ہے،

عربون کے عہدِ حکومت تک اسکی جغرافی حیثیت یہی قائم رہی، لیکن بعد کو حالات بدل گئے، سمندر نے اپنی دونون شاخون کو سمیٹ لیا، شہر کی آبادی بھی کچھ ہٹ گئی ہے، اور اسی لئے اس کا بندرگاہ بہ نسبت پہلے کے شہر سے کافی دور پڑ گیا ہے، عربون نے اسی کو بلرم کہا اور یہی ان کا دارالحکومت تھا جس کے مفصل حالات جلد دوم مین آئین گے،

یونانی نوآبادیان یونانی نوآبادیون کی ابتدا ایک اتفاقی واقعہ سے شروع ہوتی ہے، آٹھوین صدی ق م مین سمندر کی موجون کا ستایا ہوا ایک جہاز صقلیہ کے ساحل سے آلگتا ہے، یونانی شہر ایوبیا کے شہر چالکی کا ایک باشندہ تھیوکلیز اوس جہاز سے اترتا ہے، اور وطن واپس جاکر اس زرخیز سرزمین کے حالات بیان کرکے نوآبادی قائم کرنے کا مشورہ دیتا ہے، چالکی کی شہری حکومت اسی کو سرگروہ

بنا کر ایک جہاز بھیجتی ہے، اور یہ یونانی جماعت ۷۳۵ ق م میں صقلیہ میں توطن پذیر ہونے کیلئے سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتی ہے،

تھیوکلیز کے ہمراہی کچھ شہر چالکی اور کچھ نیکسوز کے باشندے تھے، دونوں کو پاس ہی وطن تھا، صقلیہ کی پہلی نوآبادی نیکسوز کے نام سے قرار پائی، اور اس کا دارالسلطنت چالکی مقرر ہوا،

نیکسوز:۔ مشرقی ساحل پر ایک ایسی سرزمین پر قائم کی گئی جسنے کوہ اٹنا کے لاوے سے جزیرہ نما کی شکل اختیار کر لی تھی، اسی کے سامنے ٹاروز کی سبز پوش پہاڑی کھڑی تھی، جہاں بعد میں اس کے دامن میں ٹارومنیا آباد ہوا، پھر اس سے کچھ الگ مشہور یونانی دیوتا ارکیگیٹز (یعنی شروع اور رہنمائی کرنے والے) کی قربان گاہ کی بنا پڑی، اور یہ آبادی اسی نام سے موسوم ہوئی، یہ سب سے پہلا یونانی معبد تھا، جسکو بہت جلد تمام یونان کی مرکزی عبادتگاہ کی حیثیت حاصل ہو گئی، لیکن تین برس سے زائد نہیں گذرنے پائے تھے کہ سمندر کی دیوی نے اس دیوتا کو اپنے آغوش میں لیلیا،

سیراکیوز:۔ صقلیہ کو یونانی سیاحوں کے قدم سے اب تک فنیقیوں نے بچایا تھا، جنھوں نے حملہ آوروں کی تخویف کیلئے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں مشہور کر رکھی تھیں لیکن جب یونانیوں کی ایک نوآبادی قائم ہو گئی، تو سرزمین یونان میں اس کی سرسبزی، زرخیزی، اور بآسانی مغلوب ہو جانے کی داستانیں اس کثرت سے پھیل گئیں، کہ یونانی نوآبادکاروں کی آمد کا ایک تانتا بندھ گیا، چنانچہ پہلی نوآبادی قائم ہونے کے دوسرے ہی سال ۷۳۴ء میں یہاں ایک ایسی یونانی آبادی کی بنا پڑی جس کو عہد تعمیر سے عہد اسلامی تک صقلیہ کی تاریخ میں ممتاز جگہ حاصل رہی، سیراکیوز سرزمین صقلیہ سے الگ ایک مستقل جزیرہ کے نشیب میں جزیرہ ارٹیگیا کے قریب آباد کیا گیا، ان دونوں جزیروں کو ایک غیر مستقل پل (Mole) کے ذریعہ ملا دیا گیا، جزیرہ کی آبادی شمال سے جنوب میں ہے، مغرب جانب جزیرہ نمائے پلیمی رئین ہے، ارٹیگیا، اور سیراکیوز کا ایک تنگ دہانہ بیچ میں

بندرگاہ کے کام مین لایا گیا، یہ دہانہ بحیثیت بندر کے بہت بڑا اور بحیثیت خلیج کے بہت چھوٹا ہے، پھر
جزیرہ کے شمال مین ایک مختصر سا بندرگاہ ہے، اسکی وجہ سے سیراکیوز دو شاخون مین تقسیم ہوجاتا ہے،
اور بندر کے کسی قدر شمال مین ایک لمبی پہاڑی مشرقی سرے پر کھڑی ہے، جس کا مشرقی سرا سمندر
تک چلا گیا ہے، ایک دوسری خلیج شمال مین ہے، جہان جزیرہ نما [illegible] نمایان نظر آتا ہے، اسی طرح ایک
دوسرا جزیرہ نما تھاپسس آباد تھا، جنوب مین جزیرہ اور پہاڑی کے درمیان ایک نشیبی قطعہ ہے، اسکی
زمین نشیبی اور دلدلی ہے،

سیراکیوز کی حکومت جہان تک ترقی کرتی گئی، اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس مین داخل
ہوتا ہو گیا، اور جزیرہ صقلیہ کا وسیع علاقہ اس مین شامل ہو گیا، اسکے بعد شہر کی حفاظت کے لئے
اس سے کافی فاصلہ پر مختلف قلعے تعمیر ہوئے اور ان کو مذہبی عظمت دیکر ان کی حفاظت یہانکے باشندو
کا ایک مذہبی شعار قرار دیا گیا، قلعے مختلف دیوتاؤن کے نام سے موسوم کئے گئے جنھون نے قلعہ سے گذر کر
مندر کی حیثیت اختیار کر لی جنکی حفاظت کرنا ہر اوہام پرست یونانی کا مذہبی فریضہ تھا،
یہ تمام قلعے اُن سڑکون کی حفاظت کیلئے بنائے گئے تھے، جو مختلف اطراف ملک سے سیراکیوز کو
آتی تھین، لیکن سیراکیوز کی آبادی جیسے جیسے بڑھتی گئی، یہ قلعے اوس کے وسط مین داخل ہوتے گئے
یہان تک کہ بالآخر صرف ایک قلعہ یلپیا باقی رہ گیا، اور اسی کو شہرت دوام حاصل ہوئی، سیراکیوز
کو عربون نے سرقوسہ کہا،

لیونٹینیا (Leontinoi) اہل کارنتھ کی اس نوآبادی کے قائم ہوتے ہی، چالکی
یونانیون نے بھی نئے شہرون کی تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی، اور نیکسوز اور سیراکیوز کے درمیان خود نیکسوز
کے بانی تھیوکلیز نے ۷۲۹ق م مین ایک نئے شہر لیونٹینیا کی بنیاد ڈالی، یہ پہلا یونانی شہر تھا، جو سمندر
سے کسی قدر ہٹ کر ملک کے اندرونی حصہ مین تعمیر ہوا، اور اسکے ساتھ صقلیہ کے سب سے زیادہ وسیع و

زرخیز میدان کا راستہ پیدا ہو گیا جو اسی کی چند پہاڑیون کی پشت پر واقع ہے، لیونٹینا بعد مین لنتنی (Lentini) ہوا، اور عربون نے بھی اس کا یہی تلفظ لنتنی قائم رکھا،

کٹانیا (Catania) چالکیون کی دوسری نوآبادی ہے، یہ اگرچہ لنتنی کی طرح سمندر سے کافی فاصلہ پر نہین لیکن نیکسوزا اور سیراکیوز کی طرح بالکل سمندر پر بھی واقع نہین ہے، عربون نے اسکو قطانیہ کہا،

مگارا (Magara) اوسی وقت جب کہ چالکی اندرون ملک مین بڑھ بڑھ کے آبادیان قائم کر رہے تھے، ۷۲۶ ق م مین یونانی علاقہ مگارا (MAGARA) سے لامیز (Lamis) کی سرکردگی مین ایک جماعت آئی، اور جنگ وجدال کے بعد شمالی ساحل پر ایک نوآبادی قائم کی، اور اپنے آبائی وطن کے نام پر مگارا سے موسوم کیا، اسکو یونانی تاریخ مین نمایان شہرت حاصل رہی، مگر بعد کو ویران ہو گیا، اور صرف کھنڈر باقی رہ گئے،

مسینا (Messina) مگارا کی بنا کے بعد ہی ایک ایسے شہر کی بنا پڑی جسکو اگرچہ یونانیون کے عہد حکومت مین بجز اسکے کہ وہ رومیون کے جزیرہ مین آنے کا ایک وسیلہ بنا، اور کوئی ایسی اہمیت حاصل نہین ہوئی، مگر دور اسلامی مین یہ شمالی صقلیہ کا سب سے بڑا مرکزی مقام بنگیا،

یونان کے خطہ کیمی (Kyme) کے چند بحری ڈاکو جو غارتگری کرتے پھر رہے تھے، گھومتے گھومتے ساحل صقلیہ پر اوتر پڑے، اور باقاعدہ طور پر ایک بستی زنکلی (Zankle) آباد کر کے مقیم ہو گئے، پھر کچھ دنون کے بعد ہی مقام کیمی اور چالکی دونون کی مشترکہ کوششون سے ایک باقاعدہ شہر بنگیا، پھر تقریبًا ایک صدی کے بعد کچھ لوگ اسی شہر مین مسینا سے آتے ہین، اور اس پر رونق و آباد شہر پر قابض ہو کر مسینا کے نام سے موسوم کرتے ہین، اور اس کا یہی نام عربون کے عہد حکومت تک مسینا و مسینی دونون طریق املا کے ساتھ قائم رہا،

مسینا کی آبادی آبنائے کے اوپر نہایت عمدہ موقع پر واقع ہے، اس کا بندرگاہ صقلیہ کے مشہور بندرون مین شمار کیا جاتا ہے، اسکی آبادی سے صقلیہ کے مشرقی ساحل کی یونانی نوآبادی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے،

گیلا (Gela) اس کے بعد یونانی صقلیہ کے شمالی و جنوبی ساحل کی طرف متوجہ ہوئے یہاں اب تک بجز شمالی قلعہ میلاؤد (Mylae) کے کوئی اور آبادی قائم نہیں ہوئی تھی ان لوگون نے اس سمت ۶۸۹ ق م رخ کیا، اور ادھر آتے ہی سیکان اور سیکل کی نوآبادیان ان سے بہت قریب ہوگئین،

گیلا جنوبی ساحل کی پہاڑی لنڈانی مائی پر آباد کیا گیا، دریائے گیلا اس کے بہت قریب سے گذرتا ہے، اس کو تاریخی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل ہوئی، کیونکہ اس کی تعمیر کے بعد ہی صقلیہ کے مشرقی و جنوبی حصون پر اقتدار قائم ہونا شروع ہوا، اور ۵۹۹ ق م تک حکومت سیراکیوزتمام مشرقی و جنوبی صقلیہ پر قابض ہوگئی،

ہیرا:- کی آبادی ۶۴۸ ق م مین قائم ہوئی، یہ مسینا اسیوڈیم کے وسط مین آباد تھا، اسکی خونین داستانین تاریخ مین ثبت ہین، لیکن یہ صرف ۲۴۰ برس تک آباد رہ سکا،

ٹارمینی (TAOrMINO) ہیرا کا ایک محفوظ قلعہ تھا، جو شہر کی ویرانی کے بعد آباد ہو گیا ہیرا کی تمام آبادی یہین اٹھ کر چلی آئی، ٹارمینی کو عرب طبرمین کہتے ہین، اور صقلیہ کے اسلامی دور مین اسکو نمایان جگہ حاصل رہی،

سلینوس (SELINOUS) ادھر شمال و جنوب مین یہ آبادیان قائم ہورہی ہین، ادھر باشندگان مگارا مغرب کی طرف پیشقدمی کرتے ہین، اور فنیقی آبادیون کے وسط مین سلینوس کی بنا ڈالتے ہین، جو دریائے مگارس پر یونانی نوآبادیون کو سیکل، ایلیمنس اور فنیقی حملون سے بچانے مین نہایت کارآمد ثابت ہوا، اگرچہ اب یہ غیر آباد ہے، لیکن اسکے آثار دور حاضر مین بھی قائم ہین،

اکراگس کی بنا ۵۹۹ ق م مین سلینوس اور گیلا کے درمیان دو دریاؤن کے بیچ مین ایک پہاڑی کی وادی مین قائم ہوئی، رفتہ رفتہ اسکی آبادی بڑھتی گئی، لیکن ساحل سے دور ہونے کے باعث

اپنی ترقی کے باوجود سمندر تک نہین پہنچ سکا، اکراگس کی حکومت صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سیراکیوز کے بعد دوسرے درجہ پر تھی لیکن سمندر سے دور ہونے کی وجہ سے سیراکیوز جیسی بحری طاقت حاصل نہ کرسکا،

جرجنٹی (GIRGENTI) امتدادِ زمانہ سے اکراگس کا اصل شہر ویران ہوگیا اور اسی کی جگہ جرجنتی آباد ہوا جسکو عرب جرجنت کہتے ہین۔

اب تقریباً تمام ساحلی مقامات پر یونانی نوآبادیان نظر آتی ہین، لیکن سیکل اور فنیقی نے اپنے اپنے گوشہ کو ابھی تک خیرباد نہین کہا ہے، انھی کے پہلو بہ پہلو وہ بھی دم خم سے جمے ہوئے ہین خصوصاً ملک کا اندرونی حصہ خود مختار سیکل کے پاس ہے، اور میلاؤ اور ہیمرا کا درمیانی شمالی ساحل بھی انھین کے قبضہ مین ابتک باقی ہے،

اگرچہ اس کے بعد بھی یونانیون کے مختلف جہاز صقلیہ کی طرف آئے لیکن اکراگس کے بعد کسی قابلِ ذکر یونانی شہر کی تعمیر نہین ہوئی، ۵۸۰ ق م مین کچھ لوگ کنائی ڈوز اور روڈس سے انیٹا تھولوس کی سرکردگی مین یہان پہنچے، اور فنیقی آبادی کے وسط مین لیلیبان کے قریب ایک نئے شہر کی بنا ڈالنی چاہی، لیکن قدیم باشندون نے قدم جمنے نہین دیئے پھر اسی زمانہ مین سیلینس کے یونانیون اور سجستا کے الیمیس مین جنگ چھڑ گئی، فنیقی الیمیس کے ساتھ تھے، اور نوواردین نے اپنے ہموطن یونانیون کا ساتھ دیا لیکن وہ خود اپنے سرگروہ انیٹا تھولوس کو کھو بیٹھے اور صقلیہ سے فرار ہونا پڑا،

اب یونانیون کی نظر ارد گرد کے جزائر پر پڑی، افریقہ کے قریب جزیرے پہلے سے معمور تھے، البتہ جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے جزیرے اپنے آباد کارون کے منتظر تھے، چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ مین شمال مغرب کے جزائر ایولوزا اور لیپارا وغیرہ یونانیون سے آباد ہوگئے،

غرض یہ کہ اب صقلیہ کا مشرقی ساحل اور اسکے ساتھ شمال وجنوب کی تمام مشرقی سرزمین یونانی نوآبادیون سے گھر گئی، اور جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے قریب کے جزیرے بھی یونانیون کے زیر اقتدار آگئی

پھر ادھر صقلیہ کے بعض حصص کے ساتھ افریقہ مین کارتھج کا ستارہ اقبال بلند ہے، اور افریقہ اور صقلیہ کے قریب کے تمام جزیرون پر انھی کو کامل اقتدار حاصل ہے، اور پھر ان نوآبادیون کے قیام کے بعد سرزمین صقلیہ مین انھی دونون قومون کی تاریخ کی خونچکان داستان شروع ہوتی ہے،

لیکن یونانی نوآبادیات کا بیان ختم کرنے سے پہلے ہمیں یونانی عہد کی ایک سیکل یونانی نوآبادی کا تذکرہ کرنا ہے، جب ڈیسیس شاہ سیکل جلاوطن کر کے یونان بھیجا گیا، تو اس نے اپنے حسن تدبیر سے بعض یونانی قومون کو ایک نئی نوآبادی قائم کرنے پر آمادہ کر لیا، اور اپنی سرکردگی مین یونانی جماعت کو ساتھ لے کر صقلیہ پہنچا، اور ایک نئے شہر کالی اکٹی کی بنیاد ڈالی، اور اسی کے بعد سیرا کیوز اور اکراگس کی باہمی عداوت کی تخم ریزی ہوئی، ۴۴۶ ق م مین نہایت اہم نتائج پر اس کا خاتمہ ہوا،

رومی نوآبادیان

صقلیہ کی تاریخ مین یونانیون کے بعد رومیون کا دور آتا ہے، اس عہد حکومت مین یہان کے سیاسی حالات جو کچھ بھی رہے ہون، لیکن نوآبادیون کے لحاظ سے یہ صقلیہ کے لئے نہایت ناکام عہد ثابت ہوا ہے، یہ صحیح ہے کہ ملک مین نوآبادیان اپنے ابتدائی عہد مین قائم ہوتی ہین، لیکن بعد کی آنے والی قومون کا فرض ہے، کہ اگر ان مین مزید اضافہ نہ کر سکین، تو کم از کم آبادیون کی قدیم رونق کو تو بدستور قائم رکھین، لیکن صقلیہ مین رومی عہد حکومت اس لحاظ سے بھی نہایت مایوس کن ہے،

رومی عہد حکومت مین آبادیون کے لحاظ سے اگسٹس کا زمانہ بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے، اس نے رومن طرز حکومت مین انقلاب کیا، اور تمام صقلیہ کو رومی نوآبادی قرار دینا چاہا، سیرا کیوز جو تنگ کتنی مرتبہ برباد ہو چکا تھا، نئے سرے سے تعمیر ہونا شروع ہوا، اور ایک معزز رومی آبادی کے تمام لوازم مہیا کر دئے گئے، یہانتک کہ ایمفی تھیٹر کی شاندار عمارت بھی اس سرزمین پر تعمیر ہو گئی، لیکن ان سب

کے باوجود سیراکیوز کی قدیم رونق عود نہ کر سکی،

صقلیہ کی رومی نوآبادیون مین سیراکیوز کے علاوہ ٹاورنیم (TAUROMENIUM

کٹانا (CATINA) تھرما (THERMA) اور ٹنڈیرس (TYNDARIS

وغیرہ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے اور ان کے علاوہ میسنا، سجستا، نیوٹم (NETUM) بیرمس

اور چند دیگر مشہور شہر اگرچہ آباد تھے، مگر سیاسی مظالم سے ایسے برباد ہو رہے تھے، کہ خود اگسٹس کے عہد کا

یونانی مورخ اسٹرابو صقلیہ کے اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیتا ہے:

"اب قدیم شہر بالکل ویران ہو گئے ہین، اور ملک نہایت ردی حالت مین پڑا ہوا ہے"

صقلیہ مین حکومت روما کے بعد عہد مظلمہ کا آغاز ہوتا ہے اور تاریخ صقلیہ کے صفحات مین صقلیہ

بہت کچھ زیر و زبر ہوتا ہے، مگر شہری ترقیون کا صفحہ خالی ہے، یہانتک کہ رومیون کی دوسری مشرقی

شاخ بیزنطی دور حکومت کا آغاز ہو جاتا ہے[1]،

بیزنطی نوآبادیان چند سیاسی انقلابات کے بعد ۵۵۱ء سے حکومت روما کی دوسری مشرقی شاخ

بیزنطی اٹلی اور اسکے ساتھ صقلیہ مین برسر اقتدار ہو گئی، اور اس وقت یہی حکومت بیزنطی بحر روم کی

تنہا مالک تھی، کہ عرب بڑے سمندر کی تلاطم خیز موجون سے کھیلتے ہوئے افریقہ مین لنگر انداز

ہوئے اور اب اس مشرقی رومی حکومت کو جزائر بحر روم مین صقلیہ سے بہتر کوئی دوسرا محافظ قلعہ نظر

نہین آیا، چنانچہ افریقہ کے تمام رومی صقلیہ مین منتقل ہو گئے، اور صقلیہ کے جنگی استحکامات شروع ہو گئے،

عربون کے داخلہ کے وقت صقلیہ کی آبادیان اس لئے صقلیہ مین دور اسلامی کے شروع ہونے سے پیشتر ویران صقلیہ

پھر آباد ہونے لگا، جزیرہ کے تمام ساحلی شہر نئے سرے سے درست ہونے لگے،

---

[1] آبادیون کے یہ حالات اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱، انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵، تاریخ یونان بیوری، تاریخ روما، بیلیم اور نزہتہ المشتاق وغیرہ سے ماخوذ ہین،

شہرون کی رونق بڑھی، لیکن شہرون کی شہری ترقی سے زیادہ ان قلعون کے استحکام پر زور صرف ہوا جو شہرون کی چوکیون پر قائم تھے،

یونانی عہد کی نوآبادیون کے سلسلہ مین اشارہ کیا جاچکا ہے، کہ اس عہد مین سیکل الیمنیس فنیقی اور یونانی چار قومین موجود تھین، اور صقلیہ ان سب مین باہم تقسیم ہوگیا تھا، ہر شہر کی حکومت جداگانہ اور خود مختار تھی، اسلئے شہر کی حفاظت کیلئے ہر گوشہ پر قلعہ تعمیر ہوتے تھے، اور اس طرح ایک مختصر سے جزیرہ مین جابجا صدہا قلعے تعمیر ہو گئے تھے، اور پھر جو کچھ کمی تھی، وہ رومی عہد مین پوری ہو گئی تھی،

قلعے

اس لئے جب حکومت بیزنطی نے صقلیہ مین اپنی منتشر قوت کو جمع کرنا شروع کیا، اور صقلیہ کو ایک مرکزی فوجی چھاؤنی کی حیثیت دینا چاہی تو انھی قلعون کی تعمیر سرگرمی سے شروع ہوگئی، اور یہان عربون کے قدم رکھنے کے بیشتر غیر آباد قلعے آباد ہو چکے تھے[1]، گو اس مین رہنے والون کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی، اس لئے صقلیہ مین عربون کے داخلہ کے وقت کافی آبادیان قائم ہوگئی تھین، کچھ تو قدیم شہر تھے، اور کچھ وہ قلعے تھے، جو سیاسی حالات کے ماتحت اوسی وقت آباد ہوئے تھے،

لیکن امتداد زمانہ اور مختلف سیاسی انقلابات کے باعث صقلیہ کے ان شہرون مین ایسا اُتار چڑھاؤ ہوتا رہا، کہ عہد اسلامی مین بعض اپنی قدیم جائے وقوع سے ہٹ کر کہین سے کہین جا پہنچے، کسی کی آبادی مین اضافہ ہوا، کسی کی آبادی مین کمی ہوگئی، بعض معمولی آبادیان پر رونق شہر بنگئین، اور بعض بسے بسائے شہر اجڑ کر ویران ہو گئے، بعض قلعے شہر بنگئے، اور بعض شہر محض فوجی چھاونیان بنکے رہ گئے،

خصوصًا اسلامی حکومت نے اپنے سیاسی مصالح کی بنا پر یہان کی آبادیون کے متعلق

---

[1] نزہۃ المشتاق و معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۳،

ایک خاص روش یہ اختیار کی، کہ ان تمام منفرد قلعوں کو جا بجا اندرون ملک مین قائم تھے غیر مسلح کر کے معمولی شہری آبادی بنا دیا جس کی وجہ سے وہ اگرچہ قلعہ کے نام سے موسوم رہے، مگر درحقیقت وہ ایک معمولی آبادی کی حیثیت مین تھے جن مین سے بعض ترقی کرتے کرتے اچھے خاصے شہر بن گئے،

عہد اسلامی مین آبادیون کی صحیح تعداد،

یہی وجہ ہے کہ جب عرب جغرافیہ نویس اسلامی عہد مین صقلیہ کی تمام آبادیون کی تعداد شمار کرنے لگے، تو ان کو تین حصون مین تقسیم کرنا پڑا، آباد شہر، فوجی قلعے، اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادی، پھر مختلف اہل جغرافیہ نے اپنے فہم و ذوق کے مطابق ان آبادیون کو شہر، قلعہ، حصن اور معقل وغیرہ مین تقسیم کر کے ہر ایک کی تعداد مختلف قرار دی،

چنانچہ ادریسی نے شہر کی تعداد ۱۰۰ بتائی ہے جنمین سے ۳۵ لب ساحل آباد ہین اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادیون کی تعداد ۳۰ بتائی ہے[۱]،

مولف تاریخ صقلیہ فقیہہ ابو علی حسن بن یحییٰ نے قاضی ابو الفضل کے بیان کے مطابق شہر ۱۸ اور قلعے ۳۲۰ سے زیادہ قرار دئے ہین، لیکن صقلیہ کے ممتاز اہل قلم ابن القطاع الصقلی نے اس موقع پر مؤلف کے اس بیان سے اختلاف کرتے ہوئے اسی کتاب کے حاشیہ پر اپنے قلم سے چند سطرین لکھی تھین جنمین شہر کی مجموعی تعداد ۲۳ تھی اور وہ قلعے جو شہر سے الگ قلعہ کے کام مین تھے، کل ۱۳ تھے، یاقوت حموی کی نظر سے یہ حاشیہ گذرا ہے[۲]،

اس اختلاف سے کم سے کم یہ اندازہ ہو جاتا ہے، کہ عہد اسلامی مین صقلیہ کی آبادیون کی مجموعی تعداد ۲۵۰ کے قریب ہوگی، اور ابن القطاع کی تصریح کے بموجب ان مین کم سے کم ۲۳ آبادیان ایسی ضرور تھین، جو بڑے شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اگرچہ ابن قطاع کی یہ تحدید بھی صحیح نہین ہے،

---

[۱] نزہۃ المشتاق ص ۲۱: [۲] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۲

شہروں کا لب ساحل ہونا گذشتہ بیان سے یہ اندازہ ہوا ہوگا کہ صقلیہ کے جغرافی حالات کی بناپر اس کی آبادیون کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اکثر ممتاز اور اہم شہر بالعموم ساحل پر آباد تھے اور تاریخ کے ہر دور میں یہی حالت قائم رہی چنانچہ اسلامی عہد کے اکثر ممتاز شہر بھی ساحل ہی پر آباد رہے اور پورے مدت میں انہی ساحلی شہرون کو مرکزیت حاصل رہی یہی تجارت کی بڑی منڈیان تھے یہین ہر قسم کی تمدنی چہل پہل، پر رونق بازار، عالیشان عمارتین، اور امرا کے سامان عیش و نشاط کی عام فراوانی نظر آتی تھی؛

ساحلی شہر ساحل کے اہم و ممتاز شہر حسب ذیل ہین؛

(۱) بلرم (پلرمو)	(PALERMO)	(۱۲) لنتینی (〃)	LENTINI
(۲) ثرمہ (ترمینی)	TERMINI	(۱۳) سرقوسہ (سیراکیوز)	SYRACUSE
(۳) قارونیہ (کارونیہ)	CARONIA	(۱۴) شکلہ (سکلی)	SCICLI
(۴) شنت مارکو (〃)	S. MARKO	(۱۵) رغوص (رگوسا)	RAGUSA
(۵) ناصو (〃)	NASO	(۱۶) بثیرہ (بٹیرہ)	BUTERA
(۶) بقطس (پٹی)	PATTI	(۱۷) لنیاذا (لیکاٹا)	LICATA
(۷) میلاص (میلازو)	MILAZZO	(۱۸) الشاقہ (سیاکا)	SEIACCA
(۸) مسینا (〃)	MESSINA	(۱۹) مازر (مزارا)	MAZARA
(۹) طبرمین (ٹارمینا)	TARMINA	(۲۰) طرابنس (ٹراپرو)	TRAPARU
(۱۰) لیاج (اکی)	ACI	(۲۱) قلعۃ ادبی (کلالوبی)	CALA LUBO
(۱۱) قطانیہ (کٹانیا)	CATANIA	(۲۲) برطنیق (پارٹینیکو)	PARTINICO

اندرون ملک شہر انکے علاوہ اندرون ملک کے شہرون مین سے صرف تین شہر اپنی قدیم تاریخی عظمت کے ساتھ عربون کے عہد مین زندہ رہے، وہ یہ ہین:-

(۲۳) قصریانہ (کسٹروگیوینا)	CASTROGIOUANNIA
(۲۴) جرجنٹ (گرگنٹی)	GERGENT
(۲۵) نوطس (نوٹو)	NOTO[1]

ان شہرون کی عہد اسلامی مین کیا حیثیت تھی، اس کا تفصیلی مرقع کتاب کی دوسری جلد مین نظر آئے گا، یہان صرف یہ دکھانا مد نظر ہے کہ صقلیہ کی آبادیون کے یہ تدریجی حالات تھے، کہ عربون نے یہان قدم رکھے،

صقلیہ کی زبان

قدیم زبانین صقلیہ جسطرح مختلف قومون کا آماجگاہ رہا، ویسے ہی ان قومون کی مختلف زبانین بھی یہان مدتون ملکی زبان کی حیثیت سے قائم اور زندہ رہین، صقلیہ کی قدیم قومون سکل،

---

[1] صقلیہ کے ان شہرون کے عربی نامون کو اون کے قدیم نامون سے جو اوپر گذر چکے ملا کر دیکھین تو پتہ چلیگا کہ جسطرح جزیرہ کا اصل نام برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، اوسی طرح شہرون کے نام بھی برقرار رکھے گئے، جو کچھ فرق ہوا، وہ صرف عربی لب و لہجہ مین ادا ہونے کے باعث پیدا ہو گیا،

صقلیہ کے ان شہرون کے یہی نام اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی قائم رہے، نارمنون نے قدیم نامون کو اختیار کرنے کے بجائے عربی نامون کو اختیار کیا، چنانچہ توسین مین ان کے جو جدید نام پیش کئے گئے ہین، اون سے اندازہ ہوتا ہی کہ جب یہ عربی نام دوبارہ لاطینی لہجہ اور رسم الخط مین منتقل ہوئے، تو وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہین رہ سکے، اور رفتہ رفتہ لب و لہجہ کے اختلاف سے اکثر کے نامون مین ایسا تغیر ہوا کہ مشکل سے پہچانے جا سکتے ہین،

یہ نام نزہۃ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے نقل کئے گئے ہین، یہ وہی نام ہین، جو آج کل ملک مین رائج ہین، ان سے یہ بھی اندازہ ہوگا، کہ ان کے قدیم اور موجودہ نامون مین اب کسقدر فرق ہو گیا ہے،

سیکان اور الیمینس کی زبان کیا تھی؟ یہ علم السنہ کا ایک دقیق مسئلہ ہے لیکن جسطرح وہ رفتہ رفتہ یونانی قوم بن گئے، ویسے ہی ان کی زبان بھی یونانی زبان ہو گئی، اور جب تاریخ نے اپنی تحقیق و تفتیش کے دفتر کھولے، تو صقلیہ مین یونانی ہی یونانی رائج تھی، البتہ سیکن زبان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ لاطینی کے قریب قریب ہے،

عبری، پھر جب فنیقیون کے قدم پہنچے، تو ان کے ساتھ ان کی زبان بھی آئی، جو عبری تھی، عبری کی یادگار صقلیہ کے بعض شہرون کے نامون کی اصل حقیقت کی تحقیق مین آج بھی ملتی ہے، لیکن یونانی اقتدار کے ساتھ یونانی زبان ملک مین اس طرح چھا گئی کہ عبری کی یادگار صقلیہ کے بعض شہرون کے نامون کے علاوہ آج کچھ بھی موجود نہین، البتہ اس سلسلہ مین ان چند فنیقی سکون کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جو صقلیہ سے دستیاب ہوئے ہین، اور ان پر فنیقی قصے کندہ ہین؛

لاطینی و یونانی پھر صقلیہ مین یونانیون کے تسلط کے بعد یونانی زبان عام طور پر رائج ہو گئی، جسکا رومیون کی لاطینی زبان نے آکر مقابلہ کیا، اور رفتہ رفتہ لاطینی قوی تر ہوتی ہو گئی، اور یونانیون نے بھی عیسائیت کے نام پر بخوشی اسکو قبول کر لیا، اور اسلامی عہد حکومت سے پہلے ہی یہان کی دفتری زبان قرار پائی، لیکن کتابی اور بول چال کی عام زبان یونانی بھی برقرار رہی[۱]،

عربی جب مسلمانون کا عہد حکومت شروع ہوا تو اسلام کی محبوب و عالمگیر زبان عربی کو بھی رسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ کی دفتری زبان عربی قرار پائی، جسکے علوم و آداب کا مفصل تذکرہ جلد دوم مین آئے گا،

صقلیہ کے مذاہب

قدیم مذاہب سیکان، سیکل، اور الیمنیس وثنیت کے مختلف طریقون کے پجاری تھے، صقلیہ مین سیکل کے

---

[۱] ہسٹوری آف دی نیشنس، ج ۱۲ ص ۱۳ و ۲۱ لغایت ۳۰، و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ (سسلی)

مشہور دیبی ہینا (HENNA) کو شہرت دوام حاصل ہوئی، اور اس کے نام کا شہرآج تک اس سرزمین کی زینت ہے، الیمیس کا وہ مشہور مندر جو کوہ ایرکس پر واقع ہے، الیمنیس کے عہد سے رومیون کے زمانہ تک مختلف قومون کا مرجع بنا رہا،

اس طرح ایک ہی دیبی، جو ایک خاص قوم کی مورتی تھی، مختلف قومون کے درمیان مختلف نامون اور نسبتون سے قابلِ احترام سمجھی جاتی رہی، اور جب ایک ہی مندر مین دو قومون کے پجاری یکجا ہونے لگے، تو رفتہ رفتہ قومیت کا فرق بھی جانے لگا، اور پھر سیاسی اغراض کے ماتحت جب ایک سیکل بزمانۂ طلوعِ صبح صادق کے وقت یونانی دیبی کے آگے خاموشی سے سرنیاز جھکا ئے عقیدتمندانہ ہاتھ باندھے کھڑا دکھائی دیا، تو گویا اسی دن سیکل دیبیون کی پرستش سے منہ موڑ کر یونانی دیبیون کی پرستش کا اعلان کر دیا گیا، یہانتک کہ جب قدیم قومین اپنی قومیت ترک کر کے یونانی اور فینقی قرار پائین، تو قدیم دیبیون نے بھی یونانی و فینقی نام اختیار کر لیے چنانچہ الیمنیس کے مندر کی جو دیبی کوہ ایرکس پر واقع تھی، وہ فینقیون کے یہان اسٹورتھ (ASHTORETH) سمجھی گئی، یونانیون نے افرو ڈائٹ (APHRODITE) کہا اور لاطینیون نے وینس کے نام سے پکارا،

اور قومیت کی طرح مذہب کی تفریق بھی جاتی رہی، اور اتحادِ قومیت کے ساتھ اتحادِ مذاہب کی بنیاد بھی مستحکم ہو گئی،

مذہب فینقی فینقی اپنے قدیم شامی مذہب وثنیت کے پیرو تھے، پہاڑ کی بلند چوٹیون پر اپنی دیبیون کے مندر تعمیر کرتے ہیکل اور معبدین کے سونے کے خوبصورت مجسمے بناتے، اور ان کی پرستش کرتے بعل کے علاوہ کنعان، بالم اور اسٹورتھ ان کے وہ بت تھے جنکی پوجا صقلیہ مین ہوتی تھی، لیکن اس کے ساتھ ان کے یہان ایک نہایت انسانیت سوز طریقِ عبادت یہ تھا، کہ

خاص خاص موقعون پر اپنے لڑکون کو ان بتون کے نام پر آگ مین زندہ جلا کر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے، چنانچہ کوہ ایرکس اور پنرمس کے مندرون مین صدیون تک یہ مراسم جاری رہے،

یونانی مذاہب — اس کے بعد جب یونانیون کا دور آیا تو صقلیہ مین یونانی دیبیون اور دیوتاؤن کی پرستش ہونے لگی، اور یونان کے دیوتاؤن و دیبیون کے بت صقلیہ کے ایک ایک گھر مین نصب ہوگئے، اور صقلیہ کے بعض مندرون کو مذہبی اعتبار سے اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ اصل یونان کے باشندے یہان آکر پوجا کرنے لگے، اور اس زیارت گاہ کی زیارت منجملہ فرائض مذہبی کے ایک اہم فریضہ قرار پائی، اور یہان کے بعض سالانہ مذہبی تہوارون نے ایسی شہرت حاصل کی کہ دنیا کی تمام یونانی آبادی کے باشندے اس جگہ سال مین ایک مرتبہ جمع ہونا مذہبی فرض سمجھتے، اور دور دور دراز کے عقیدتمند یہان کر مرادین مانگتے، اور کامیاب ہوکر شکرانہ مین نذرانے چڑھانے آتے، صقلیہ کی یہ مذہبی خصوصیت تاریخ یونان مین نمایان طور پر بیان کی جاتی ہے،

عیسائیت — یونانی وثنیت کے بعد لاطینی وثنیت کا دور آیا، اور وینس کی پوجا کے چند صدی گذرنے پائے تھے کہ سرزمین صقلیہ مین عیسائیت کا آغاز ہوا، انجیل کتاب اعمال مین ہے کہ

"پال (شاگرد مسیح) صقلیہ گیا اور سیرا کیوز مین تین دن مقیم رہا"

انجیل کی اس عبارت کی تفسیر مین جو مذہبی قصص شہرت رکھتے ہین، ان سے پتہ چلتا ہے، کہ پال جب صقلیہ آیا، تو اس کو سیرا کیوز مین ایک پادری ملا، جو مارکین کے نام سے مشہور تھا، وہ اپنے گرجے مین وعظ کہا کرتا، اور کہا جاتا ہے، کہ اوس کا قدیم گرجا ارک راڈینا کے نشیب مین واقع تھا،

قصص مین یہ بھی مشہور ہے کہ سینٹ پیٹر (شاگرد مسیح) نے اپنے شاگردون کو انیٹاک سے صقلیہ بھیجا تھا، پیٹر کا ایک شاگرد پینک راٹیس تھا، جو ٹاورمینا کا باشندہ تھا، اس نے اپنا گرجا ایک مندر

مین بنایا، جواب تک طرمین کے شہر کی دیوارون کے باہر قائم ہے پینیک رالٹیس نے بہت سی خبیث طاقتون" سے جنگ کی، یہ خبیث طاقتین سیکل کی یادگار بت پالیکی، لاتین اور فالکس تھے، پینیک نے ان تینون بتون کو سرنگون کرکے عیسائیت کا علم بلند کیا،

سینٹ پیٹر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ خود بھی صقلیہ آیا تھا، اور رومن عہد کی ایک مدور عمارت جو قطانیہ مین قائم ہے، سینٹ پیٹر کے گرجا کے نام سے منسوب ہے جسکو سینٹ پیٹر نے حضرت مریم کی زندگی مین گرجا بنایا تھا،

سینٹ پیٹر کے دو اور مشہور شاگرد فلپ، اور سینٹ کلبر ورز کے افسانے صقلیہ مین مشہور ہین، اور جا بجا انکی یادگارین آجتک قائم ہین، اور مسیحیت کی اشاعت مین انکا نمایان حصہ ہے،

صقلیہ کی کنواری ننون مین سے دو ننون کو شہرت خصوصی حاصل ہے، ان مین سے ایک سینٹ اگاتھا، اور دوسری سینٹ لوسی (لوسی کے نام سے بہت سی نن گذری ہین جنمین یہ سب سے پہلی ہے) ہے، ان دونون دوشیزہ مظلومون نے مسیحیت پر اپنی زندگی قربان کی، اور اسکی اشاعت کرتے کرتے ایک نے شہنشاہ ڈی سی ایس (۲۴۹ء سے ۲۵۱ء) کے عہد مین جام شہادت نوش کیا، اور لوسی کی شہادت ڈیوکلیشین کے عہد مین ۳۰۵ء مین ہوئی، صقلیہ مین ان دونون کے کارنامے بہت کچھ مشہور ہین، اور ان کی شہادت کے افسانے بھی خاص شہرت رکھتے ہین، خصوصًا پاکدامن لوسی کے دامن عصمت کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کی گئی،

اس کے بعد صقلیہ کے مسیحیون کو نمایان رتبہ حاصل ہوا، اور ان کے پادریون اور گرجاؤن کی ایک خاص نظم و ترتیب قائم ہوئی، چنانچہ قسطنطین سے کے عہد مین حسب ذیل مقامات پر پادری رہا کرتے تھے،

سیراکیوز (سرقوسہ)، ہیرمس (بلیرم کٹانیا، (قطانیہ) ایگریگنٹم (وٹا ورنیم (طرمین) وغیرہ

میں ایک بشپ ہوتا، اور روم کونسل میں صقلیہ کے ان پادریوں کی نمایندگی تسلیم کی گئی، اور وہ کونسل کے اجلاس میں اہالیان صقلیہ کے نمایندہ کی حیثیت سے شرکت کر کے معاملات حکومت میں برابر کے حصہ دار تسلیم کر لئے گئے،

صقلیہ کی یہ ابتدائی مذہبی تاریخ ہے، اس کے بعد جب روم امپائر کے سیاسی حالات میں مدو جزر آئے، اور روم امپائر دو مختلف حصوں میں تقسیم ہو گیا، تو صقلیہ مشرقی روم حکومت قسطنطنیہ کے زیر حکومت آیا، اور جب شاہ قسطنطنیہ لیو نے بعض مشرقی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسیحیت میں مورتی پوجا کی مخالفت کی، اور عالم مسیحیت میں اس کے خلاف عالمگیر جذبۂ نفرت پیدا ہو گیا، تو صقلیہ نے لیو کا ساتھ دیا، اور اس کے مذہبی اصلاحات کی پوری تائید کی، اور اس سے باشندگان صقلیہ کے اس ذہنی استعداد کا پتہ چلتا ہے، جو ان میں عقیدۂ وحدانیت کے قبول کرنے کیلئے موجود تھی،

صقلیہ کے گرجاؤں پر بڑی بڑی جائدادیں وقف تھیں، جنکے متولی وہاں کے پادری ہوتے تھے، اور ان سب کی نگرانی پاپائے اعظم کی سینٹ کرتی تھی، چنانچہ ان جائدادوں کے متعلق پوپ گریگوری اعظم (۵۹۰ء سے ۶۰۴ء) کے بہ کثرت خطوط اب تک محفوظ ہیں،

پاپائے اعظم یہاں کے مذہبی معاملات کی پوری نگرانی کرتا خصوصاً عیسائیت کے نشر و اشاعت اور جائدادوں کے تحفظ پر خاص طور پر نظر رہتی تھی، پوپ گریگوری اعظم اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:-

"یہودیوں پر ظلم نہ کیا جائے، اور جو عیسائی ہو جائیں ان کی لگان کم کر دیجائے،"

اسی کے ساتھ غیر مذاہب کے پیرؤں کے معاملات کا مرافعہ بھی پاپائے اعظم کے دربار میں ہوتا تھا، چنانچہ جب پرمس کے پادری نے یہودیوں کے عبادت خانوں پر قبضہ کر کے انکو گرجا بنا دیا، تو گریگوری نے اپنے ایک خط میں لکھا:-

"یہ کام مناسب نہیں ہوا ہے لیکن چونکہ یہ عمارت پاک کر لی گئی ہے اسلئے اب یہودیوں کو واپس

نہیں کی جاسکتی، مگر یہودیوں کو اسکی قیمت دینی چاہئے"۔

یہودی

پوپ گریگوری کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہودی اس عہد میں صقلیہ میں آباد تھے، اور وہ یہاں کے متمول زمیندار و سرمایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ جو زمینیں گرجاؤں پر وقف تھیں، ان کے بیشتر زمیندار بھی یہودی تھے، اور ان کے متعلق گریگوری اعظم کے خطوط میں کافی ہدایتیں موجود ہیں[1]۔

مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت یہاں کے مذاہب

مذہب اسلام کے داخلہ سے پہلے یہاں جو مذاہب قائم تھے، وہ فریمان کے بیان کے مطابق یہ ہیں:-

"لوگون کا زیادہ تر مذہب کیتھولک تھا، اور چند لامذہب تھے، کچھ یہودی تھے، اور چند ایسے تھے جنھوں نے ابتک عیسائیت قبول نہین کی تھی، اور وہ بت پرستون کا مذہب رکھتے تھے"۔

صقلیہ کے یہی مذاہب تھے کہ اسلام کے قدم یہاں پہنچے۔

---

[1] ہسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ ص ۲۰۰،۱۳،۳۴۲،۳۴۴،۵۰،۳۴۳ تا ۳۵۱ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۵ سسلی)

صقلیہ کی قدیم تاریخ

اگرچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے، لیکن سلسلۂ تاریخ کو قائم رکھنے کیلئے اجمالی طور پر اون حالات سے بھی روشناس کردینا ضروری ہے، جو اس جزیرہ مین عربون کے قدم رکھنے سے پیشتر پیش آچکے ہین،

سیکان سیکل اور الیمینس عہد

صقلیہ کی جغرافی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ یہان جب تک قدیم باشندگان صقلیہ سیکان، سیکل اور الیمینس قومین آباد رہین، اسوقت تک یہان سیاسی آویزشون کا سلسلہ شروع نہین ہوا تھا، یہ قومین جزیرہ کو آباد کرنے والی تھیں، جزیرہ کی سرزمین اتنے وسیع طول وعرض مین موجود تھی، جس قوم نے جہان چاہا نہایت آزادی سے اپنی آبادیان قائم کرکے بود و باش اختیار کی، اور اپنے وسائل معاش مین لگی رہی،

فنیقی اپنی پہلی آمد مین

اسی طرح جب گیارہوین صدی ق م مین فنیقیون کا سب سے پہلا گروہ صقلیہ آیا، تو اسکو بھی اپنی تمدنی ترقیون مین کوئی دشواری پیش نہین آئی، جس حصۂ ملک مین چاہا اقامت اختیار کی اور وہ قدیم باشندگان صقلیہ کے اشتراک عمل سے جزیرہ کی فلاح وبہبود اور حصول معیشت مین مصروف ہوگئے،

یونانی عہد سے رزمیہ تاریخ کی ابتداء

صقلیہ کی رزمیہ تاریخ کا اصلی دور اسوقت سے آتا ہے، جب یونانیون نے

یہان قدم رکھا ان کے آنے کے ساتھ ہی یہان سیاسی ہنگامہ آرائیان شروع ہو جاتی ہین، ملک کے مختلف حصون مین مختلف ریاستین قائم ہوتی ہین قومون مین باہمی تفریق ہوتی ہے، اور حاکم ومحکوم اور راعی ورعایا کا امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور یہین سے مختلف ریاستون اور ان کی مختلف باہمی آویزشون کے عنوان سے تاریخ کے مختلف ابواب قائم ہو جاتے ہین، لیکن ہم ان سب کو نظرانداز کرکے انکا محض ایک اجمالی خاکہ پیش کرین گے،

ریاست سیراکیوز (سرقوسہ) صقلیہ مین جسقدر یونانی نوآبادیان قائم ہوئین، ان مین سیراکیوز (سرقوسہ) نے اپنے جغرافیانہ جاے وقوع کی خصوصیات کی بناپر سب مین امتیاز حاصل کرلیا، اور رفتہ رفتہ اس نے مرکزی حیثیت اختیار کرلی، اور صقلیہ کی اکثر چھوٹی چھوٹی نوآبادیون کو اپنا مطیع بنا لیا جب حکومت کی بنیاد بڑی حدتک استوار ہوگئی، تو اس نے بالآخر یونان کی اطاعت کا جوا بھی اپنے کندھے سے اُتار پھینکا، اور ۵۲۳ق م مین ایک خودمختار ریاست قائم ہوگئی،

ریاست سیراکیوز کا نظام حکومت ریاست سیراکیوز کا نظام حکومت یونانی طرز پر جمہوری تھا باشندون کے مختلف طبقے امرا، عوام، کسان، صناع اور مزدور پیشہ وغیرہ تھے، اور ان کو نظام حکومت مین نمایان نمایندگیان حاصل تھین، لیکن درحقیقت اس نظام مین حکومت کی اصلی باگ امرا کے ہاتھ مین تھی! اور اسی لئے صقلیہ کی یونانی تاریخ بھی امرا وعوام کی آویزشوں سے خالی نہین ہے،

امرا وعوام کی آویزش چنانچہ جب یونان مین امرا وعوام کی آویزش شروع ہوئی اس کے تھوڑے ہی دنون کے بعد یہ فضا صقلیہ مین بھی پیدا ہوگئی، اور ۴۹۵ق م مین عوام نے امراے سیراکیوز کے خلاف عام بغاوت برپا کردی، اور حصول امداد کے لئے ریاست سیراکیوز کی حریف سلطنت گیلا کے پاس پہنچے گیلا مین اسوقت گلن فرمانروا تھا، اس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور کشت وخون کے بعد ریاست سیراکیوز پر قابض ہوگیا، اور اسی انقلاب حکومت کے ساتھ صقلیہ کی حکومتون مین عام انقلاب نظر آتا ہے،

صقلیہ مین مختلف یونانی جابرانہ حکومتین

چنانچہ صقلیہ مین سنہ ۴۹۰ سے سنہ ۴۸۰ ق م کے درمیان مختلف جگہ جمہوری حکومتین مٹ مٹ کر جابرانہ حکومتین قائم ہوئین جنمین چار قابل الذکر جابر بادشاہ مختلف مقامات پر مسلط تھے۔ ریاست رگیوم کا حاکم اناکسی لاس ہمیرا کا ترلیوس، اور جنوب مین تھرن شاہ اکراگاس اور گلن شاہ سیراکیوز،

ریاست سیراکیوز کا تفوق،

ان سب مین گلن نے سب سے زیادہ فروغ حاصل کیا، اور صقلیہ کی عام یونانی آبادیون نے اسکی اطاعت قبول کرلی، اور جس نے سرکشی کی، تو جلدی سے فوراً اسکی گوشمالی کردیگئی، رفتہ رفتہ نہایت مستحکم بنیاد پر سیراکیوز کی ایک وسیع حکومت گلن کی بادشاہی مین قائم ہوگئی، اور اس نے اپنی وسعت و قوت مین اسقدر شہرت حاصل کی، کہ جب سنہ ۴۸۰ ق م مین ایرانیون نے یونان پر حملہ کیا ہے، اور یونان نے ریاست سیراکیوز سے استمداد کی ہے، تو وہ اس شرط پر آمادہ ہوا، کہ اس کو سارے یونانی بیڑون کا کمانڈر بنا دیا جائے، جس کو یونانی حمیت وغیرت نے قبول کرنے سے انکار کردیا،

قرطاجنیون کا صقلیہ پر پہلا حملہ

اسی اثنا مین فینیقیون نے کارتھیجیا (قرطاجنہ) مین اپنی بنیادین استوار کرلین، اور مقامات پر یونانیون اور قرطاجنیون مین لڑائیان شروع ہوگئین، رفتہ رفتہ جنگ کے یہ بادل ساحل صقلیہ پر منڈلا کر آئے، اور ایک اتفاقی واقعہ سے قرطاجنہ کا بیڑا ساحل صقلیہ پر آپہنچا،

حکومت ہائے صقلیہ کی باہمی آویزش، قرطاجنہ کی مداخلت اور پسپائی،

وہ واقعہ یہ تھا کہ تھرن شاہ اکراگاس نے گلن کی امداد سے ترلیوس کو شہر ہیمرا سے نکال دیا، ٹرلیوس نے اہل قرطاجنہ سے مدد طلب کی، اور قرطاجنہ کو اپنی زبردست فوج صقلیہ مین اوتارنے کا موقع ملگیا، اور آتے ہی بنرمس (بلرم) پر قبضہ کرلیا، یہ سنہ ۴۸۰ ق م کا واقعہ ہے، اس کے بعد قرطاجنیون نے آگے قدم بڑھایا، اور شہر ہیمرا کا محاصرہ کرلیا، گلن شاہ سیراکیوز نے اپنی ۵ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ فوج کے ساتھ مقابلہ کیا، اور سخت خونریز لڑائیاں پیش آئین،

جنمین بالآخر قرطاجنہ کو شکست نصیب ہوئی اور اسکی ٹڈی دل فوج کا ایک بڑا حصہ ہمیرا کے میدان مین برباد ہوگیا، اور اسی مین قرطاجنہ کا نامی سپہ سالار ہملکار بھی کام آیا، اور بقیۃ السیف قرطاجنیون نے نہایت خاموشی سے افریقیہ کی راہ لی، اسکے ساتھ حملہ آوری کی جرأت کرنے کی پاداش مین اسکو تاوان بھی ادا کرنا پڑا جس کے بنے ہوے سکے عجائب خانہ مین آجتک محفوظ ہین،

گلن کے جانشین ہائرن کا عہد حکومت

گلن سرزمین صقلیہ سے قرطاجنیون کے نکالنے کے تین سال بعد خود اس دنیا سے چل بسا اس کے بعد اس کا بھائی ہائرن اس کا بہترین جانشین ثابت ہوا، اس نے دس سال تک فرمانروائی کی اور پوری مستعدی وہوشیاری سے حکومت سیراکوزیہ کے ان تمام حدود کو قائم رکھا جنکی بنیاد گلن نے ڈالی تھی، علاوہ ازین جنوبی اٹلی مین بھی فتوحات حاصل کیے، اور اٹلی کا ایک حصہ صقلیہ کے ماتحت آیا،

گلن اور ہائرن کے عہد مین علمی ترقیان

گلن اور ہائرن کا عہد حکومت صقلیہ کا عہد زرین سمجھا جاتا ہے، بڑے بڑے باکمال یونانی شعرا اس عہد مین صقلیہ مین گذرے ہین اور جابر بادشاہون کی شان مین ان کے قصائد آج تک مشہور ہین اور اسی طرح اس عہد مین صقلیہ مین نمایان علمی ترقیان ہوئین،

ٹراسیوس جانشین ہائرن اور جابرانہ عہد حکومت کا خاتمہ

ہائرن نے ۴۶۶ ق م مین انتقال کیا، اسکے بعد اس کا کوئی بہتر جانشین نہ ملسکا ایک نالائق عیش پسند، فرمانروا ٹراسیوس، اس کا جانشین ہوا، اس نے سریرآرائے حکومت ہوتے ہی صقلیہ کا نقشہ بدل دیا، اور ایسی سخت بغاوتین برپا ہوئین کہ خود تاج و تخت چھوڑ کر صقلیہ سے مفرور ہونے پر مجبور ہوا،

جمہوری نظام حکومت کا قیام

ٹراسیوس کے خارج البلد ہوتے ہی ملک مین طوائف الملوکی قائم ہوگئی، بالآخر ۴۶۱ ق م مین مختلف شہرون کے اصحاب حل وعقد جمع ہوے، اور ایک دستور اساسی مرتب کیا، اور ملک مین دوبارہ منظم حکومت کا دار دورہ ہوا،

صقلیہ کی یونانی حکومتوں میں خانہ جنگی

اس دورِ انقلاب میں ایک جدید شہر جرجنٹی نے بھی تفوق حاصل کر لیا، اور رفتہ رفتہ اس نے اس قدر ترقی حاصل کی کہ صقلیہ میں سیرا کیوز کے بعد دوسرے درجہ کی ریاست قائم ہو گئی، آگے چل کر ان دونوں ممتاز حکومتوں سیرا کیوز اور جرجنٹی میں آویزش ہو گئی، اور ایک سخت مقابلہ کے بعد جرجنٹی سیرا کیوز کا مفتوح ہو گیا، اور اس کے ساتھ دوسرے ممتاز شہر نکسوز لیونٹینو اور کٹانیا کو بھی سیرا کیوز نے زیر کر لیا،

اتھنز و سسلی کے محاربات

صقلیہ کی تاریخ میں یونانیوں کی اس خانہ جنگی کے بابت ایک دوسرے باب کا آغاز ہوا، یعنی مفتوح شہروں نے یونان جا کر سیرا کیوز کے خلاف اپنے اصل یونانی قبائل اتھنز والوں سے استمداد کی! اور صقلیہ کی تاریخ میں اتھنز اور سسلی کی جنگ کا آغاز ہو گیا،

اتھنز اور سسلی کے محاربات ایک طویل داستان رکھتے ہیں، جو ہمارے لئے لاطائل ہیں، اس جنگ کا آغاز ۴۲۷ء سنہ ق م سے سرزمین صقلیہ میں ہوتا ہے یعنی اسی سال لیونٹینو نے سیرا کیوز کے خلاف اتھنز سے امداد چاہی، فن خطابت کا مشہور معلم گرد گیاس سفیر بن کر اتھنز پہنچا، اتھنز صقلیہ کے خلاف خود پہلے سے تیار تھا، چنانچہ لاکیس کی کمان میں ایک عظیم الشان فوج صقلیہ روانہ ہوئی، یہاں اتھنز والوں نے ابتداءً نمایاں کامیابی حاصل کی، اور اتھنز سے متعدد مہموں کے آنے کے بعد اتھنز والے حکومت سیرا کیوز پر قابض ہو گئے، لیکن یہ غیر ملکی حکومت زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکی، چند ہی سال میں بغاوتیں برپا ہو گئیں نہایت خون ریز لڑائیاں پیش آئیں، اور بالآخر اہالیان سیرا کیوز فتحیاب ہوئے، اور ۱۱ ستمبر ۴۱۲ء سنہ ق م میں اتھنز کا حرمان نصیب بیڑا صقلیہ سے واپس چلا گیا، اور اس ہزیمت کے سلسلہ میں اتھنز کو بہت کچھ مصائب برداشت کرنے پڑے، بلکہ اگر تاریخ کا سلسلۂ علت و معلول صحیح ہے، تو یہی ہزیمت شہرۂ آفاق حکومتِ اتھنز کی بربادی کا موجب بنی،

ہرموکراٹیس اور ڈائیوکلیس

صقلیہ مین اتیھنز کے زوال کے بعد پھر وہی جمہوری نظام حکومت قایم ہوا، اس عہد مین سیراکیوز کے ایک ممتاز ہیرو ہرموکراٹیس نے نام پیدا کیا، لیکن وہ ایک موقع پر اسپارٹہ کی مدد کے لئے وطن سے باہر گیا ہوا تھا، کہ اس کے حریف ڈائیوکلیس نے موقع پاکر اس کے خلاف شورش برپا کی، اور سیراکیوز کا نظام حکومت اپنے ہاتھ مین لے لیا، اور ہرموکراٹیس کے لئے جلاوطنی کا حکم صادر ہوگیا،

قرطاجنیون کی صقلیہ مین دوسری آمد اور فتحمندیان

پھر اسی زمانہ سے صقلیہ کی قدیم تاریخ مین ایک اور نیا باب کھلتا ہے جو اپنی خوفناک داستانون اور خون ریز لڑائیون کے لحاظ سے پہلے تمام ابواب سے زیادہ ہیبت ناک ہے، یہ اہل قرطاجنہ اور صقلیہ کی سرزمین صقلیہ کے لئے معرکہ آرائیاں ہین اس کے آغاز کا افسانہ یہ ہے کہ ۴۱۰ق م مین سگستا اور سلینوس کی ریاستون مین باہمی خون ریزیاں ہوئین، اور سگستا نے اہل قرطاجنہ سے فریاد کی، قرطاجنہ کو ۴۸۰ کی ذلت آمیز ہزیمت یاد تھی، اس کو ایک زمانہ کے بعد انتقام کا موقع ملا، اس لئے قرطاجنہ کے مشہور ہیرو ہنی بال نے سگستا کی امداد کا فیصلہ کیا، یہ ہنی بال اسی شہید صقلیہ سپہ لار ہملکار کا پوتا تھا، فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور ۴۰۹ق م مین قرطاجنہ کے جہاز ساحل صقلیہ پر لنگرانداز ہو گئے،

ہنی بال کے کارنامے،

ہنی بال سب سے پہلے سلینوس پہنچا، اور اس کو فتح کرکے ہمیرا کا رخ کیا، جہان کی سرزمین اس کے دادا ہملکار کے خون کے چھینٹون سے رنگین ہو چکی تھی ڈائیوکلیس کے ماتحت سیراکیوز سے بھی فوج آگئی اور یونانیون نے اس مرتبہ بھی سخت مقابلہ کیا، لیکن ہنی بال کا علم سرنگون نہ ہوسکا، اور ہمیرا بھی ہنی بال کے زیرنگین ہوگیا،

عہد قرطاجنہ مین صقلیہ کی ترقیان،

اس کے بعد مختلف زمانون مین مختلف مہمین قرطاجنہ سے ہنی بال

کی سرکردگی مین آتی رہین، اور رفتہ رفتہ اہل قرطاجنہ نے صقلیہ مین اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور پھر صقلیہ کا ایک وسیع رقبہ حکومت قرطاجنہ کے ماتحت آگیا، اور صقلیہ کی قدیم تاریخ مین اس کا درخشان عہد خصوصاً تمدنی ترقیون، ترویج علوم و آداب، صنعت و حرفت اور تجارت کے لحاظ سے نہایت امتیازی خصوصیات رکھتا ہے،

ڈایونی سیس صقلیہ مین قرطاجنہ کی حکومت کے قیام کے بعد یونانیون مین سے ڈایونی سیس نے اقتدار حاصل کیا، اور اس کے اور حکومت قرطاجنہ کے درمیان نہایت اہم محاربات پیش آئے، جن کی طویل خونچکان داستانون سے تاریخ کے بہت سے اوراق رنگین ہین، ان محاربات مین کبھی اہل قرطاجنہ کو شکست ہوتی، اور کبھی اہل سیراکیوز کو، لیکن دونون حکومتون کی بنیادین اسقدر استوار تھین کہ ان مین سے کسی کے ہلائے کوئی حکومت اپنی جگہ سے نہین ہل سکی،

ڈایونی سیس دوم و وزیر اعظم ڈیون، ڈایونی سیس کے بعد اس کا لڑکا ڈایونی سیس ثانی تخت نشین ہوا، اور اسی کے عہد مین وزیر اعظم ڈیون نے اقتدار حاصل کیا، اور مشہور یونانی حکیم افلاطون کو صقلیہ بلا کر اس کے تیار کردہ دستور حکومت ریپبلک (جمہوریت افلاطون) کو سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ مین نافذ کرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوسکا، اور اسی جرم مین جلاوطن کیا گیا، پھر مختلف ردّ و بدل کے بعد یونانی صقلیہ مین ٹیمولین پیدا ہوا، اور یونانی صقلیہ کو شخصی حکومت سے نجات دلائی اور پھر خود کمال شرافت کے ساتھ سیاسیات سے کنارہ کش ہوگیا، یہ واقعات ۳۲۵ ق م تک پیش آئے،

قرطاجنیون اور یونانیون کی آویزش اور جمہوریت روما کی مداخلت، اس اثنا مین یونانیون اور قرطاجنیون مین بھی خوب معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور یہ دونون طاقتین اسی طرح نبرد آزما تھین، کہ ایک تیسری طاقت نے صقلیہ کی باہمی لڑائیون سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہ جزیرہ نمائے اٹلی کی جمہوری حکومت روما تھی، جس نے اٹلی مین ۵۰۹ ق م مین جمہوری حکومت کی تشکیل کی تھی، اور اس عرصہ مین اٹلی کا چپہ چپہ اہل

حکومت کی فرمانروائی میں داخل ہوچکا تھا، اب اسکو اٹلی سے باہر قدم نکالنے کی فکر تھی کہ سرزمین صقلیہ نے خود دعوت پیش کردی[1]،

رومی بیڑے ساحل صقلیہ پر

حکومت قرطاجنہ صقلیہ نے اپنی محاربات میں جنکا تذکرہ ابھی گذرا ہے، یونانی نوآبادی میسنا پر قبضہ کرلیا تھا، اہل میسنا قرطاجنی و یونانی دونوں حکومتوں سے نالان تھے، اس لئے عاجز آکر رومیوں سے مدد طلب کی جمہوریت روما موقع کی منتظر تھی، جزیرہ نمائے اٹلی سے اسقدر قریب رومی نوآبادی اورکہاں قائم ہوسکتی تھی، اہل میسنا کی دعوت فوراً قبول کرلی گئی، اور ۲۶۵ ق م میں رومی بیڑے بندرگاہ میسنا پر لنگر انداز ہوگئے،

یونانی و قرطاجنی حکومتوں میں اتحاد،

جب یونانی و قرطاجنی حکومتوں نے اس تیسری طاقت کا مظاہرہ دیکھا تو باہمی اتحاد و یکجہتی کی تلاش ہوئی، اور بغیر کسی وقت کے ان دونوں متحارب حکومتوں نے اس تیسری طاقت کے خلاف باہم رشتۂ اتحاد قائم کرلیا، لیکن رومیوں نے نہایت ہوشیاری سے تفرقہ پردازی کی کوشش شروع کردی جس میں وہ کامیاب ہوئے، اور ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز نے حکومت قرطاجنہ صقلیہ سے بدعہدی کی، اور سمندر میں رومیوں کے مقابلہ میں صرف حکومت قرطاجنہ کے جنگی بیڑے باقی رہ گئے،

قرطاجنہ و روما کی معرکہ آرائیاں

حکومت قرطاجنہ کی بحری طاقت اس کے لئے مایۂ صد ناز و افتخار تھی، اس نے نہایت دلیری سے رومیوں کا مقابلہ شروع کردیا، اب یہ جنگ صرف صقلیہ کی نہیں، بلکہ رومی

---

[1] یونانی عہد تک کے حالات تاریخ یونان (ہسٹری آف گریس) بیوری مترجمہ سید ہاشمی فریدآبادی مطبوعہ ۱۹۱۹ء حیدرآباد صفحات از ۸۸ تا ۹۹ و ۱۹۱ تا ۲۰۷ و ۲۴۵ و ۲۵۱ تا ۳۶۲ و ۵۴۸ تا ۵۶۷، و تاریخ یونان اڈولف ہولم مترجمہ محمد ہارون خان شروانی مطبوعہ ۱۹۲۳ء حیدرآباد ج اول ص ۲۲۲ تا ۲۹۱ و جلد ۲ ص ۳۵۸ تا ۳۵۴ و ۵۴۷ تا ۵۸۴ و انسائیکلوپیڈیا طبع یازدہم ج ۲۵ (سسلی) وغیرہ سے ماخوذ ہیں،

قرطاجنی حکومتوں کی جنگ تھی، حکومت قرطاجنہ تمام سواحل بحر روم پر متصرف تھی، اور بحر روم کے چھوٹے بڑے تمام جزیرے اسی کے قبضہ و اقتدار مین تھے،

چنانچہ جمہوریت روما، اور حکومت قرطاجنہ (افریقیہ) کی سب سے پہلی معرکہ آرائی جزیرہ سردانیہ مین ہوئی قرطاجنہ کے آفتاب اقبال کے جو تمام صفحۂ عالم کو منور کرچکا تھا، غروب کا وقت آیا تھا، رفتہ رفتہ دولت قرطاجنہ کو زوال آنے لگا چنانچہ رومیون نے سب سے پہلے سردانیہ پر اپنے پرچم لہرائے، پھر دوسرے جزیرون کی باری آئی اور کورسیکا وغیرہ رومی حلقۂ اطاعت مین داخل ہوگئے،

حکومت قرطاجنہ و روما کے محاربات بھی اپنی طویل داستانین رکھتے ہین، اور انھی سے تاریخ عالم مین ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے اور اب عہد قدیم کا صفحہ ختم ہوکر قرون وسطیٰ کا زمانہ آتا ہے جسکی تفسیر صرف دو لفظون "زوال قرطاجنہ" اور "عروج روما" مین کیجاسکتی ہے،

قرطاجنہ کی شکست اور مقبوضات صقلیہ سے دستبرداری

آخر قرطاجنہ نے روما کے مقابلہ مین سر ڈال دی، معاہدۂ صلح منعقد ہوا، بحر روم کے زرخیز جزائر سردانیہ، کورسیکا، اور صقلیہ قرطاجنہ سے نکلکر جمہوریت روما کے صوبے قرار پائے، حکومت قرطاجنہ نے معاہدۂ صلح مین ہیرون ثانی فرمانروائے سیرا کیوز کو سیرا کیوز کا جائز فرمانروا تسلیم کیا، اور ان دست برداریون کے صلہ مین جمہوریت روما نے قرطاجنہ کے دیگر مقبوضات سے تعارض نہ کرنے کا عہد کیا، اور اس طرح صقلیہ مین حکومت قرطاجنہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا، یہ واقعات سنہ ۲۶۲ ق م سے سنہ ۲۴۱ ق م تک پیش آئے،

صقلیہ بطور جمہوریت روما کے ایک صوبہ کے

جمہوریت روما نے سردانیہ و کورسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک جداگانہ صوبہ قرار دیا، یہ صوبے جمہوریت روما کے سب سے پہلے صوبے تھے، صوبہ کا انتظام ایک ایک گورنر کے متعلق کیا گیا، جو اپنے تمام احکام مین خودمختار اور تمام باشندگان ملک کا حاکم مطلق تھا، البتہ رومن نژاد باشندون کے حقوق اوس کے دسترس سے بالاتر رکھے گئے،

ریاست سیراکیوز کا خاتمہ، اور پورے جزیرہ پر رومی تسلط

ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز ۲۱۵ھ ق م مین انتقال کر گیا، اسکے بعد سیراکیوز کی حکومت سنبھالنے کے لئے اس کا کوئی بہتر جانشین ثابت نہین ہوا، حکومت جمہوریت روما نے اس موقع کو مغتنم سمجھا، اور قنصل صقلیہ مرسلوس کو ہدایت کی، کہ حکومت سیراکیوز پر قابض ہوکر اسکی مطلق العنانی کا خاتمہ کردے، چنانچہ ۲۱۲ھ ق م مین سیراکیوز بھی ولایت روما صقلیہ مین داخل ہو گیا، اور اسی کے ساتھ پورا جزیرہ صقلیہ بلا شرکت غیرے رومی قبضہ و اقتدار مین آگیا، اور پورا جزیرہ رومی حکومت کا ایک صوبہ قرار پایا، جو رومی گورنر قنصل کے ماتحت تھا،

صقلیہ کا رومی نظم و نسق،

حکومت روما نے صقلیہ کا باقاعدہ انتظام شروع کیا، اور یہان کی اہم خصوصیت یہ ہی کہ مختلف مقامات پر حقوق و امتیازات سے مختلف طرز حکومت اختیار کیا گیا اگرچہ صقلیہ کی خود مختار حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا، لیکن جمہوریت روما کے سینٹر (ارکان سینٹ) کی باہمی مراعات سے صقلیہ کے رومی گورنر جو پرو قونصل یا پریٹر کہے جاتے تھے، ایک مطلق العنان فرمانروا سے کسی طرح کم رتبہ نہ تھے، اور صقلیہ کی تاریخ مین ان کے مظالم کی دردناک داستانین ثبت ہین،

صقلیہ کے مختلف شہرون کو جو حقوق و امتیازات ملے ان حیثیات سے بعض شہر جمہوریت روما سے دوستانہ تعلقات رکھنے لگے، چنانچہ ہیرون ثانی کی حکومت کے اکثر شہر اسی حیثیت کے تھے، چند شہر ایسے بھی تھے، جو رومیون کو خراج نہین دیتے تھے، اور بقیہ شہر ایک باج گذار مفتوح شہر کی حیثیت مین تھے،

صقلیہ کا غلہ

جمہوریت روما مین صقلیہ کی اقتصادی حیثیت بھی قابل ذکر ہے، صقلیہ غلہ کا کھیت کہا جاتا ہے، کسان مالگذاری مین غلہ دیا کرتے تھے، اور اب بھی وہ غلہ ہی نذر کرتے تھے لیکن جمہوریت روما کے قبضہ سے پہلے صقلیہ کا غلہ صقلیہ ہی مین رہتا تھا، اب صقلیہ کا غلہ اٹلی کو جانے لگا تھا،

زوال قرطاجنہ مین صقلیہ کی شرکت

رفتہ رفتہ صقلیہ نے رومائی لڑائیون مین مساویانہ حصہ لینا شروع کیا، ۱۴۶ھ ق م مین کارتھیجیا یعنی قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا گیا، اس مین اہل صقلیہ بھی شریک تھے،

اس مین صقلیہ کو جو کچھ نفع پہنچا، صرف یہ تھا کہ صقلیہ کی وہ تمام چیزین جو اہل قرطاجنہ افریقہ اوٹھالے گئے تھے، اہل صقلیہ کو واپس مل گئین،

صقلیہ مین انحطاط اور بغاوتون کا آغاز

اس کے بعد رفتہ رفتہ صقلیہ مین انحطاط شروع ہوا، اس کے شہرون کی قدیم عظمت باقی نہین رہی صقلیہ کا غلہ زیادہ سے زیادہ مقدار مین اٹلی کھینچا جانے لگا اور یہی اسباب ایسے جمع ہوگئے، کہ حکومت روما کو منظم بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، روما کے خلاف یہ بغاوت برپا کرنے والی جماعت غلامون کی تھی، کیونکہ یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ غلہ پیدا کرتی تھی، اور یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ رومیون کے مظالم کا شکار تھی،

غلامون کی پہلی بغاوت

غلامون کی پہلی بغاوت ۱۳۴ق م مین برپا ہوئی، ان کا لیڈر ایک شامی یونیس نامی تھا، اس کے جھنڈے کے نیچے ۶ ہزار فوج جمع ہوگئی، اس نے اپنا نام انٹی کیورز رکھا اور ہناد قصر یانہ کو دار الحکومت قرار دیکر اپنی حکومت قائم کرلی، حکومت روما نے منظم طریقہ سے بغاوت فرو کرنا شروع کیا، یہان تک کہ آخر مین صرف ہنا قبضہ مین رہ گیا، آخر ۱۳۲ق م مین روپلیس نے اسکو بھی مغلوب کرلیا، اور وہی یہان کا گورنر مقرر ہوا ۱۳۱ق م مین چند قواعد و احکام منضبط کئے، جس سے کچھ دنون تک امن و امان قائم رہا،

غلامون کی دوسری بغاوت

لیکن اس کے قوانین غلامون کی تمام شکایتون کے سدباب کرنے مین کامیاب نہین ہوئے، اور بالآخر دوسری بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی، جو ۱۰۴ق م سے شروع ہوئی اور بالآخر ۹۹ق م مین فرو ہوگئی،

بغاوتون کا نتیجہ

صقلیہ کی تاریخ مین غلامون کی ان بغاوتون کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے، اور ان کے نہایت تفصیلی واقعات ہین، حکومت روما نے بالآخر غلامی کو قطعاً مسدود کردیا، اور تمام غلامون کو آزاد کر کے رومی حقوق عطا کردئے گئے، لیکن غلامون کے آقاؤن نے گورنرون کو رشوت

ویکر سینٹ کے احکام کو نافذ نہ ہونے دیا، غلاموں کی اس بغاوت کا خاتمہ نہایت دردناک طریقہ پر انجام پایا تھا، یعنی بغاوت کے استیصال کے بعد ایمفی تھیٹر قائم کیا گیا، اور خونخوار حکام نے اسٹیج پر درندوں اور غلاموں کی کشمکش کا نظارہ کرنا چاہا لیکن غلاموں نے ان ہولناک منصوبوں کو سنکر قید خانہ میں آپس ہی میں ایک دوسرے کو مار ڈالا،

روما کی خانہ جنگیوں میں صقلیہ کی حیثیت اور صقلیہ کے گورنروں کے دردناک مظالم

اس کے بعد روما میں خانہ جنگی (سول وار) شروع ہوگئی، اور صقلیہ مختلف مفرورین کی بہترین جائے پناہ ثابت ہوا، اور اسی سلسلہ میں یہاں کی سیاسیات کی گتھی بھی الجھ گئی، اور گورنروں کے مظالم نہایت دردناک طریقوں سے شروع ہوگئے اور سنہ ۸۲ قم سے سنہ ۷۱ ق م تک گورنر اپنے مظالم برپا کرتے رہے، سینٹ کا ممتاز رکن سسرو سینٹ میں صقلیہ کی حمایت میں آواز بلند کرتا ہے لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے، سنہ ۴۷ ق م میں ایک نیکنام گورنر آیا لیکن سنہ ۷۲ ق م سے پھر مظالم کا دور شروع ہوجاتا ہے، گایس ویرس مسلسل تین سال تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہا، اور ایسے ناقابل بیان مظالم کئے کہ پوری سرزمین صقلیہ تھرا اوٹھی،

جمہوریت روما سے علیحدگی

جب جمہوریت روما کے خاتمہ کے بعد رومن شہنشاہی میں سیزر کے عہد سے روما کی سول وار (خانہ جنگی) کا آغاز ہوا تو اس میں صقلیہ کو آگے چلکر اگسٹس سیزر کے عہد میں نمایاں حصہ لینا پڑا، سکسٹس نے اگسٹس کے خلاف جو علم بلند کیا تھا، اس میں وہ سنہ ۴۳ ق م میں صقلیہ آکر کامیاب ہوا، اور ۷ برس تک صقلیہ ایک مستقل حکومت کا پایہ تخت رہا، جو کہ اٹلی اور رومن طاقت سے جنگ آزما تھی،

ان سات برسوں میں مختلف واقعات پیش آئے جب صقلیہ کا غلہ روما کیلئے بند ہوگیا، تو اہل روما نے اگسٹس سیزر کو صلح پر مجبور کرنا شروع کیا، اور صلح کے بعد سکسٹس کی حکومت صقلیہ میں تسلیم کرلی گئی لیکن جنگ نے اپنے ہتھیار نہیں رکھے، اور مختلف بہانوں سے پھر معرکہ کارزار گرم ہوگیا، کبھی سیزر کو شکست ہوئی اور کبھی سکسٹس کسی دوسرے دعویدار حکومت کے مقابلہ میں کامیاب ہوا، سکسٹس کو اگرچہ ستاپیچو

کی رفاقت حاصل تھی، اور وہ دیومی نیچون کی نسل سے اپنے کو بتاتا تھا لیکن نیچون نے اس کے ساتھ غداری کی، اور ۳۶ق م مین صقلیہ کی حکومت سکسٹس کے ہاتھ نکل کر اگسٹس سیزر کے قبضہ مین آگئی، اور ۳۵ق م مین سکسٹس کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا، اور اسکے ساتھ صقلیہ مین نیچون کی پرستش کا بھی خاتمہ ہوگیا،

صقلیہ رومن امپائر کا ایک صوبہ، اس کے بعد صقلیہ پھر ایک رومن امپائر کا ایک معمولی صوبہ بن گیا، اور باشندون کے وہی حقوق وامتیازات اس مین وہی اوتار چڑھاؤ کے قصے پیش آئے، یہان تک کہ ۲۶ق م مین جب رومانے مصر فتح کرلیا، تو مصر کے غلہ کی فراوانی نے صقلیہ کی عظمت و رفعت کو نقصان پہنچایا اور اب رومن امپائر کا کھیت صقلیہ کے بجائے مصر قرار پاگیا،

اور اسی کے ساتھ ہی رومن شہنشاہی مین زوال آنا شروع ہوگیا، پھر ۳۲۳ء مین شہنشاہ قسطنطین نے مذہب عیسوی قبول کیا، اور رومن شہنشاہی مین نئے سرے سے جان آگئی جس کے اثرات صقلیہ مین بھی ظاہر ہوئے،

غلامون کی تیسری بغاوت اس کے بعد کے واقعات کچھ زیادہ اہمیت نہین رکھتے، البتہ ۲۶۰ء سے ۲۶۸ء تک صقلیہ مین غلامون کی تیسری جنگ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جو علمبرداران مسیحیت کے خلاف غلامون نے انھی مظالم کے باعث برپا کی تھی، لیکن وہ پھر زیر کر لئے گئے،

صقلیہ مین ایک نئے دور کی ابتدائی علامتیں اس کے بعد شہنشاہ پروبس (۲۷۶ء، ۲۸۲ء) کے عہد مین صقلیہ مین ایک نئے دور کے آغاز کی ابتدائی علامتین ظاہر ہوتی ہین یعنی یورپ کی باربرین قومین جو آگے چلکر رومن شہنشاہی کو برباد کرنے والی ہین، صقلیہ پر حملہ آور ہوتی ہین، اور لوٹ مار کر چلی جاتی ہین، باربرین مین سب سے پہلا حملہ آور دستہ فرینکس کا تھا، جو دراصل شمال جرمنی وشمال فرانس کے باشندے تھے،

رومن امپائر کا انقسام اور صقلیہ کا تعلق مملکت مغربیہ رومہ سے شہنشاہ تھیوڈوسیس نے ۳۷۹ء مین رومن امپائر کو دو حصون مین منقسم کردیا،

ایک مملکت شرقیہ تھی، اس کا پایہ تخت قسطنطنیہ قرار پایا، اور بیزنطی حکومت کے نام سے موسوم ہے، اور دوسری مملکت غربیہ تھی، جس کا پایہ تخت روما رہا، اور تھیوڈوسیئس کے دو لڑکے دونوں ممالک کے عنانگیر رہے اور صقلیہ مملکت غربیہ کا ایک حصہ رہا،

ازمنہ مظلمہ کی ابتدا، اور مملکت غربیہ روما کا خاتمہ

پھر مملکت غربیہ روما پر باربرین قوموں کے بادل منڈلائے، اور اس زور شور سے آئی، کہ حکومت ٹکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی، اور بالآخر فرمانروائے روما ایک شہنشاہ ہونے کے بجائے ایک مقدس پوپ بن کر رہ گیا، اور سنہ ۴۷۶ء میں حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا،

یورپ کی تاریخ میں یہ دور ازمنہ مظلمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب مغربی حکومت روما کے ٹکڑے ٹکڑے الگ ہو کر مختلف ممالک انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور اٹلی وغیرہ میں مختلف قوموں نے اپنی اپنی حکومت قائم کر لی، اسی طرح صقلیہ کی سرزمین بھی انھی نئے فاتحوں کے دست ظلم میں پہنچ گئی، اور ایسے المناک دور کا آغاز ہوا کہ جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے پیش کیجاتی ہے،

ازمنہ مظلمہ میں صقلیہ میں مختلف حملہ آور قومیں

اسی دور انقلاب یعنی ازمنہ مظلمہ میں صقلیہ پر مختلف باربرین قومیں مختلف زمانوں میں حملہ آور ہوئیں، اور اپنی آزاد حکومتیں قائم کیں، صقلیہ پر تین مقامات اٹلی افریقہ، اور جزائر بحر روم کی طرف سے حملے کئے گئے، اسکو سب سے پہلے دھمکی اٹلی کی طرف سے دیگئی، یہ حملہ معمولی تھا، حملہ آور گال (گاتھک فرانس کے رہنے والے) تھے، مغربی گال کے فرمانروا الیدیک نے روم پر سنہ ۴۱۰ء میں قبضہ کرنے کے بعد صقلیہ اور افریقہ پر حملہ کرنا چاہا، لیکن اس کی وفات کے باعث گالتھ کو صقلیہ میں قدم جمانے کا موقع نہ ملسکا، کیونکہ دراصل ٹیوٹانکس اس کے مالک بننے والے تھے،

ونڈل قوم کے شاہ گیسرک نے سنہ ۴۲۹ء میں افریقہ میں ٹیوٹانکس حکومت قائم کر لی، اور صقلیہ

پر بھی قبضہ کرلیا، لیکن اپنے آخری دور حکومت یعنی ۴۷۶ء میں صقلیہ خراج کی شرط پر شاہ روما کو دیدیا گیا، روما میں اس وقت اوڈو واکر فرمانروائی کر رہا تھا، شہنشاہ قسطنطنیہ نے باضابطہ اسکی حکومت تسلیم کرلی تھی، اور برائے نام خطاب عطا کیا تھا، اس مناسبت سے صقلیہ پھر بھی رومن امپائر کا گہوارہ گیا اگرچہ اصل فرمانروا ٹیوٹانکس ہی تھے،

پھر اوڈواکر کی جگہ مشرقی گاتھک شاہ تھیوڈورک ۴۹۳ء میں آیا، اور صقلیہ بھی اسی کے قبضہ میں رہا لیکن صقلیہ کا غلہ روما کے بجائے گال جانے لگا، اور صقلیہ گاتھک حکومت کا ایک جزو بنگیا جس کے آثار اب تک صقلیہ میں موجود ہیں،

مملکت شرقیہ رومہ (حکومت بیزنطی) کی کروٹ، اور صقلیہ کی طرف بیزنطی بڑھا

کچھ دنوں کے بعد شہنشاہ جسٹینین کے عہد میں مشرقی رومن امپائر (بیزنطی) نے کروٹ لی، اور کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنا چاہا، چنانچہ سپہ سالار بیلیسیرس کی کمان میں ۵۳۳ء میں بیزنطی لشکر سب سے پہلے سسلی آیا اور ابتدائی فتوحات کے بعد افریقہ پر فوج کشی کی گئی، جب افریقہ بیزنطی علم کے نیچے آگیا، تو بیلیسیرس نے سسلی کا دوبارہ رُخ کیا، اور ۵۳۵ء میں سسلی کے گاتھک فرمانرواؤں سے معرکہ آرائی شروع ہوگئی،

صقلیہ حکومت بیزنطی کا ایک صوبہ،

لیکن بیزنطی لشکر کو کچھ زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی، اہل صقلیہ اپنے موجودہ فرمانروا قوم سے پہلے سے عاجز تھے، اسلئے صقلیہ کے تمام شہروں نے اپنے دروازے کھولدیے البتہ پلرمو نے مقابلہ کیا، لیکن چھ مہینہ سے زیادہ محاصرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی، چنانچہ ایک سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پورا صقلیہ بیزنطی حکومت کے زیر اقتدار تھا، دوسرے سال بیلیسیرس اٹلی روانہ ہوا اور پورے اٹلی پر بھی اس نے اقتدار حاصل کرلیا، لیکن گاتھ اس آسانی سے ان مقبوضات سے دستبردار نہیں ہوسکتے تھے، ۵۴۹ء اور ۵۵۰ء میں شاہ ٹوٹیلا نے صقلیہ پر آخری حملہ کیا، اور گو اہم شہروں میں سے کسی پر اقتدار حاصل نہ کرسکا، مگر پورے جزیرہ کو برباد کرڈالا، اور چار مقامات پر اپنی فوجیں چھوڑ کر یہاں سے واپس

چلا گیا، یہانتک کہ سنہ ۵۵۱ء مین گاتھ آخری مرتبہ اس جزیرہ سے نکالے گئے، اور پورا جزیرہ حکومت بیزنطی کا ایک اہم صوبہ قرار پاگیا جس کا دار الحکومت قسطنطنیہ تھا، اور صقلیہ کا گورنر رومن امپائر کا سب سے بڑا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا،

صقلیہ کا مذہبی حیثیت سے قسطنطنیہ کے ماتحت بننا

پھر آٹھوین صدی مین صقلیہ مین ایک اہم انقلاب پیش آیا، یعنی جب روما کے پادریون نے شہنشاہ لیو قسطنطنیہ کی مخالفت مورتیون کے بارے مین کی، تو صقلیہ نے اپنے شہنشاہ کا ساتھ دیا، اور وہ مذہبی حیثیت سے بھی قسطنطنیہ کے گرجا کے ماتحت ہوگیا، اور اسکی وجہ سے صقلیہ ایک مرتبہ پھر پورے طور پر یونانی دنیا سے ملا دیا گیا، کیونکہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ تمام تر یونانی روایات وآثار پر قائم تھی،

جنوبی اٹلی کی مختلف حکومتین

اور آخر اسی مذہبی جنگ کی بنا پر قدیم روما سے شہنشاہ قسطنطنیہ کی عملی حکومت قطعاً اٹھ گئی، اور سنہ ۸۰۰ء مین امپائر کے اسوقت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، جب فرینکس کے شاہ چارلس دی گریٹ کو شہنشاہیت کا تاج پہنا دیا گیا، اور اسی کے ساتھ اٹلی کا ایک بڑا حصہ قسطنطنیہ سے الگ کرلیا گیا، اور ان پر لمبارڈ نے اپنا اقتدار جما لیا،

اگرچہ اب اٹلی مین متعدد حکومتین قائم ہوگئین، لیکن ان مین سے کسی نے بھی صقلیہ کا رخ نہین کیا، اور جنوبی اٹلی کا ایک حصہ اب بھی حکومت بیزنطی کے پاس یادگار باقی رہ گیا،

عرب و روم کی جنگ کا آغاز اور شہنشاہ قسطین دوم کی صقلیہ مین آمد اور صقلیہ کی بغاوت،

صقلیہ اسی طرح حکومت بیزنطی کے ماتحت تھا، کہ عرب و روم کی جنگ کا آغاز ہوگیا، اور اسی سلسلہ مین سنہ ۶۶۵ء مین شہنشاہ قسطین دوم صقلیہ آیا، اور سنہ ۶۶۸ء مین غسلخانہ مین قتل کردیا گیا،

اسکی وفات کے بعد اہل صقلیہ نے مزیزیس کو صقلیہ کا بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے سال قسطین کا لڑکا قسطنطین چہارم (صاحب اللحیہ) صقلیہ آیا، اور مزیزیس کو مغلوب کرکے سارے جزیرے پر قبضہ کرلیا،

صقلیہ پر عربون کے حملے

یہی زمانہ ہے جس مین صقلیہ پر عربون کے حملے شروع ہوجاتے ہین جن کا آغاز اگرچہ ساتوین صدی سے شروع ہوگیا تھا لیکن نوین صدی مین یہ حملے بڑے پیمانہ پر ہونے لگے اور دسوین صدی کے اختتام سے پہلے پہلے عرب سارے جزیرے کے مالک بن گئے،

صقلیہ کی قدیم تاریخ مین فریمان کے اختتامی جملے

مسٹر فریمان سسلی کی قدیم تاریخ کو ختم کرتے ہوئے آخری پیرا ان الفاظ مین لکھتے ہین:۔

"مسلمانون کی آمد سسلی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ یہ یورپ مین ایسا بائرہ سے بالکل الگ کرلیا گیا، اور اسکے ساتھ یورپ اور مسیحیت سے بھی،،......

اور اسی کے ساتھ قدیم جنگ یورپ و افریقہ یعنی یونانیون اور سامیون کے درمیان شروع ہوگئی، اور اس مرتبہ پہلے سے زیادہ تیز تھی،......

مسلمانون کی آمد سے اس جزیرہ کی تاریخ خود اپنی تاریخ بنکر شروع ہوتی ہے اور یہ ایک نہایت طویل اور لمبی تاریخ ہے جو کسی دوسری جلد مین بیان کی جائیگی،،

مسٹر فریمان کی یہ دوسری جلد عالم وجود مین نہ آسکی، اور آج یہی فریضہ یہ درماندہ قلم ادا کرنے بیٹھا ہے اس لیے سسلی کی یہ ابتدائی اور قدیم سرگذشت سننے کے بعد صقلیہ مین عربون کے کارنامہ کا مرقع دیکھیے،

ل عہد روما کے آغاز سے حکومت بیزنطی کے خاتمہ تک کے حالات مسٹر فریمان کی تاریخ اسٹوری آف دی نیشنس جلد ۳۱ (جو مخصوص سسلی کی قدیم تاریخ پر لکھی گئی ہے)، کے ص ۶۵ سے ۷۳ تک مسلسل ماخوذ ہے،

صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے

۳۲ھ ۶۵۲ء - ۱۸۴ھ ۸۰۰ء

ساتوین صدی عیسوی مین دنیا کی دو متحارب جماعتین روم و عرب یا عیسائی اور مسلمان

جسوقت اسلام کا آفتاب بطحا کی وادی سے طلوع ہوا، اس وقت سرزمین عرب کے ارد گرد ساسانی و رومی حکومتون کے جاہ و جلال کا ستارہ بلند تھا، اسلئے عرب جونہی اسلام کی دعوتِ اتحاد قبول کر کے ایک نقطہ پر جمع ہونے لگا، تو اس کی ان ہمسایہ حکومتون کو اپنے اپنے وجود کا خطرہ نظر آنے لگا، چنانچہ اسلام کے قدم حدودِ عرب مین پورے طور پر جمنے بھی نہین پائے تھے، کہ عرب کے دو گوشون سے دو گھنگور گھٹائین اٹھین، کہ اس نور کی کرنون کو پھیلنے نہ دین، لیکن ریگستانِ عرب کے گرم و تیز آفتاب نے دم کے دم مین دونون طرف کے بادلون کو چھانٹ چھانٹ کے اسطرح منتشر کر دیا کہ تھوڑی ہی دیر مین ایران و شام کا مطلع صاف ہو گیا اور اسی کے ساتھ وادی نیل کی فضا بھی رومی گرد و غبار سے پاک ہو گئی،

تختِ کسری کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا تخاتمہ ہو گیا، لیکن رومی سلطنت عہد قدیم سے قائم تھی اور رومی دنیا کی اولوالعزم قومون یونان اور قرطاجنہ وغیرہ کی جانشین تھے، دنیا کا ربعِ مسکون ان کے گھوڑون کی ٹاپ سے روندا جا چکا تھا، اگر شام و مصر ان کے ہاتھ سے نکل گئے، تو ان سے وہ چند بڑے

صوبوں میں ان کا سکہ جاری تھا، باینہمہ شام و مصر کا زوال رومی دبدبہ سطوت کیلئے ناقابل فراموش تھا، اس لئے وہ اپنے کھوئے ہوئے صوبوں کے سرنگون علم کو سربلند کرنے کیلئے منڈلا منڈلا کر شام کا مطلع غبار آلود کرتے رہتے تھے،

ادھر عربوں کی شمشیر آبدار میں اسلام کی صیقل گری سے ایسا دم آگیا تھا، کہ وہ مافوق العادۃ عزم و ہمت سے رومیوں کے مقابلہ میں کمربستہ ہوگئے، اور جس رومی صوبہ پر ایک مرتبہ بھی اسلامی پرچم لہرا گیا، پھر اسکو ہمیشہ سربلند رکھنے کے لئے عرب کا بچہ بچہ جان نثاری کیلئے تیار تھا،

یہی کشمکش تھی جو ساتویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی، اور اسی عہد سے دنیا کی تاریخ میں دو متحارب قومیں صفحۂ عالم پر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئیں، جنکو روم و عرب یا عیسائی اور مسلمان کہا جاتا ہے،

روم و عرب کی آویزش روم و عرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ۶ھ عہد نبوت میں جب اسلام کے قاصد دحیہ تبلیغی خطوط لیکر حدود شام کا سفر کر رہے تھے، تو رومی رعایا کے ہاتھ سے جو عیسائی غسانی عرب تھے، شہید ہوئے، بعد ازیں اسلام کے دوسرے قاصد حارث بن عمیر بھی شامی رومی حکومت کے حدود میں قتل کئے گئے، ان شہدائے کے انتقام میں عربی تلوار نیام سے نکلی، اور ۸ھ میں غزوۂ موتہ پیش آیا، اسکے بعد سے مسلمان رومی حملہ کے ہر وقت متوقع رہتے تھے، اور رومیوں کے مدینہ منورہ پر حملہ کی افواہیں اڑنے لگیں، آخر آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ مدافعت کیلئے خود مقام تبوک میں تشریف لے گئے، جو حدود شام میں واقع تھا، اور جنگ کے اسی سلسلہ نے پہلے شام کو اور پھر مصر کو عربوں کے زیرنگین کردیا،

جب عرب کے ہمسایہ صوبے شام و مصر اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگئے، تو بحر روم کے سواحل انکے پاؤں کے نیچے آگئے، اور رومی ہر سال ان بحری راستوں سے ان اسلامی ملکوں پر تاخت کرنے لگے، یہ دیکھکر یہاں کے مسلمان والیوں نے دربار خلافت میں بحری پیش قدمی کی درخواست بار بار پیش

کرنی شروع کی، لیکن حضرت عمرؓ نے خشکی کے بہادرون کو بحری میدانون مین قدم رکھنے کی اجازت نہین دی، اور مملکت اسلامیہ کی حدبندی کر کے انہی حدود کے قائم رکھنے کی سخت تاکید فرمائی، اسلئے شام و مصر کے مفتوح ہونے کے بعد عربون کے نزدیک روم و عرب کی معرکہ آرائی گویا ختم ہو چکی تھی،[۱]

لیکن رومی اپنی قومی حمیت سے شام و مصر جیسے زرخیز صوبون سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور انکے بازیافت کی پیہم کوشش شروع کر دی، اور اپنی ریشہ دوانیون مین کامیاب ہو کر ابتداءً اہل مصر کو بغاوت پر آمادہ کر دیا، جنھون نے اپنے رومی گورنر مقوقس کی مرضی کے برخلاف علم بغاوت بلند کر دیا، اور ۲۵ھ ۶۴۵ء مین منویل کی سرکردگی مین حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کے جنگی بیڑے ساحل اسکندریہ پر لنگر انداز ہو گئے،[۲]

اور حضرت عمرؓ کی صلح جوئی سے روم و عرب کی آویزش کا جو سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، پھر نئے سرے سے جاری ہو گیا،

اس رومی پیشقدمی کے جواب مین مسلمانون نے بھی طبل جنگ بجایا، اور بارگاہ خلافت سے بلاد روم کو تاخت و تاراج کرنے کا فرمان صادر ہو گیا، غیور و شجاع عرب میدان کارزار مین اتر پڑے، اور اسلامی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا، چنانچہ اسی زمانہ مین امیر معاویہ روم کے ایشیائی صوبون پر حملہ آور ہوئے، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خشکی کے راستہ سے افریقیہ پہونچے، اور ان سب کو باجگذار بنا لیا گیا،

اس کے ساتھ اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر امیر معاویہ نے خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت طلب کی، اور ۲۸ھ ۶۴۸ء مین جزیرہ قبرس کو باجگذار بنایا گیا،

غرضیکہ ۸ھ سے ۲۸ھ تک روم و عرب کے جو حالات رہے، ان کے نتیجہ کے طور پر دونون قومون

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۵۹ [۲] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲۔

کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف ایسی سرگرمی شروع ہوگئی، جو تھوڑے تھوڑے وقفون کے سوا مدت ہائے دراز تک ملتوی نہین ہوئی، اور درحقیقت صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو بھی اسی سلسلۂ جنگ کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے، کیونکہ ان ابتدائی واقعات سے دنیا مین ایک ایسی خونریز جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے شعلے صدہا سال تک بلند رہے،

صقلیہ پر اسلامی حملے کے اسباب، جزیرۂ صقلیہ سال ہجرت سے ۸۷ سال قبل ۵۳۵ء مین دوبارہ حکومت بیزنطی کے زیر اقتدار آیا، اور اس حکومت کو یہان اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی، کہ جب رومی فاتح صقلیہ بلیسریس صقلیہ پہنچا، تو یہان بجز بلرم کے تمام شہرون نے اپنے دروازے کھول دئے، اور چھ مہینے کے اندر ہی اندر بلرم بھی مفتوح ہوگیا، اور پورے جزیرہ پر بیزنطی پرچم لہرانے لگا،[۱]

صقلیہ کے اس طرح زیرنگین ہونے سے حکومت بیزنطی کو اس پر کامل اعتماد حاصل تھا، اور تمام عیسائی دنیا مین اس کی مخصوص وفاداری مسلم تھی، اس لئے جب شام و مصر اسلامی فتوحات کے دائرے مین شامل ہونے لگے، تو صقلیہ وہان کے مفرور عیسائیون کی پناہ گزینی کے لئے ایک مستحکم قلعہ ثابت ہوا، چنانچہ سنہ ۱۹ھ مین قیساریہ کے مفتوح ہونے کے بعد وہان کے رومی گورنر نے یہین آکر پناہ لی،[۲]

اسی طرح سنہ ۳۱ھ مین عربون کی پیشقدمی کے جواب مین جب قیصر روم قسطنطین دوم (سنہ ۶۴۲ء تا سنہ ۶۶۸ء) پانچ چھ سو جہازون کے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ مسلمانون پر حملہ آور ہوا، اور شدید بحری معرکہ آرائی کے بعد ہزیمت اٹھائی تو یہان سے فرار ہوکر قسطنطنیہ واپس

---

۱ اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲، (بیزنٹاین امپائر) ص ۸۸ ۲ فتوح الشام و مصر، واقدی درامارمی ص ۲۰۱،

جانے کے بجائے جنگی تیاریوں کیلئے صقلیہ چلا آیا، اور یہیں بیٹھ کر شام، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں بغاوت کرانے اور ان پر جارحانہ حملوں کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہو گیا، کیونکہ یہی بیزنطی مقبوضہ علاقہ ان اسلامی مقبوضات سے قریب واقع تھا، جہاں سے ہر قسم کی خفیہ ریشہ دوانیاں جاری رکھی جا سکتی تھیں[1]،

ان واقعات سے عربوں کو صقلیہ کی مرکزیت کا پورے طور پر احساس ہونے لگا، اور اسلامی مقبوضات، شام و مصر، اسکندریہ، اور افریقہ کی بقا و تحفظ کیلئے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال قدرۃً پیدا ہو گیا، کیونکہ صقلیہ میں والی قیساریہ کی پناہ گزینی، شہنشاہ قسطنطنیہ کی امداد اور جنگی تیاریاں، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں منظم بغاوت کرانے اور باغیوں کے کھلے بند معاون ہونے سے پے درپے ایسے اسباب جمع ہو گئے، جنکو عرب کسی طرح نظر انداز نہ کر سکے، اور قدرتی طور پر انھیں صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب ہوئی، کہ اگر صقلیہ اسلامی قلمرو میں شامل نہ ہو سکے، تو کم از کم اسکو خود اپنی مدافعانہ پیش بندیوں میں ایسا مشغول رکھا جائے، کہ نہ اسکو اپنے ہمسایہ اسلامی مقبوضات میں ریشہ دوانیوں کا موقع مل سکے، نہ حکومت بیزنطی یہاں ایسی مرکزی فوجی طاقت قائم کرے، جس سے ان اسلامی مقبوضات پر جارحانہ حملوں کی جرات پیدا ہو،

چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے ۳۳ھ ؁ ۶۵۲ء میں سب سے پہلا اسلامی بیڑا صقلیہ کی تاخت و تاراج کیلئے

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۹۲، صقلیہ پر سب سے پہلے اسلامی حملہ کی یہ تعیین کسی قدر تشریح طلب ہے، کیونکہ اولاً عام مورخین نے ان ابتدائی حملوں کا تذکرہ سرے سے نظر انداز کر دیا ہے اور اس کا آغاز اوس سنہ سے کرتے ہیں، جب اسلامی بیڑا اغالبہ کے دور حکومت میں ۲۱۲ھ میں صقلیہ کو اسلامی قلمرو میں شامل کرنے کے لئے افریقہ سے روانہ ہوا، اور ساحل پر اوتر کر واپسی کے جہازوں کو نذر آتش کر دیا، چنانچہ عرب مورخین میں سے ابن اثیر اور یورپ کے عام مورخین گبن وغیرہ نے صقلیہ پر اسلامی حملہ اسی عہد سے شروع کیا ہے، اور جن عرب مورخین نے اسلامی حملوں کا آغاز دور اغالبہ کے

روانہ ہوا، اور مسلمانون نے سب سے پہلی مرتبہ سرزمین صقلیہ پر قدم رکھا، اور صقلیہ پر مسلمانون کے ابتدائی حملون کا آغاز ہوگیا جن کا سلسلہ ۲۱۲ھ تک سَو سال سے زیادہ قائم رہتا ہے،

سب سے پہلا حملہ صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال، واقدی کی روایت کے بموجب سب سے پہلے امیر معاویہ کو پیدا ہوا،

(بقیہ حاشیہ ص ۷۴) پیشتر دکھایا ہے، ان کے بھی دو بیان ہوگئے ہین، ایک کے روسے اموی عہد یعنی ۴۶ھ سے ابتدا ہوتی ہے، اور دوسری روایت کے بموجب خلافت راشدہ ہی مین اس کا آغاز ہوجاتا ہے، لیکن دوسری روایت اسقدر مجہول رہی ہے کہ اب تک زمانہ حال کے مورخین مین سے جنلوگون نے عربون کے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، وہ بلا استثنا اسکی ابتدا اسی ۴۶ھ سے شروع کرتے ہین، چنانچہ اس سلسلہ مین سب سے آخری تحریر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (سسلی طبع اول) کی ہے، اس نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن ان پر اعتماد کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ جن عرب مورخین نے عربون کے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، ان کا ایک عام جائزہ لیاجائے،

ان ابتدائی حملون کے متعلق عرب مورخین کی مختلف روایتین ہین،

(۱) پہلی روایت بلاذری و دیگر مورخین کی ہے جس کے روسے صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ عہداموی مین امیر معاویہ کے حکم سے معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین ۴۶ھ مین ہوا، یہ بیڑا افریقہ سے آیا تھا، اور مال غنیمت ساتھ لے کر وہین واپس گیا،

دور حاضر مین جن مختلف اہل قلم نے صقلیہ کے ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، انھون نے بالعموم اسی روایت کو قبول کیا ہے،

(۲) دوسری روایت ایک غیر معتبر راوی یعنی واقدی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ کے دور مین عہد عثمانی مین ہوا، واقدی کا بیان اگرچہ نہایت مفصل ہے، جس کی تفصیل کی کوئی تائید کسی دوسری روایت سے نہین ہوتی، مگر اس روایت مین کسی سنہ کی تعیین نہین کیگئی ہے،

(۳) تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، یہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۳ھ مین قرار دیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

سنة ۳۳ اغزی معاویة بن حدیج	۳۳ھ مین معاویہ بن حدیج نے ایک بحری فوج
جیشا فی البحر الی صقلیه فی مایة مرکب	صقلیہ بھیجی، جو سو جہازون مین تھی، اس نے

چنانچہ لکھتا ہے:-

امیر معاویہ والی شام نے خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صقلیہ پر فوجکشی

(بقیہ حاشیہ ص ۷۵) فسبوا وغنموا واقاموا شہرا قیدی گرفتار کئے، مال غنیمت حاصل کیا، اور ایک مہینہ قیام پذیر رہی،

(البیان المغرب ورامارہ ص ۲۵۲)

اگر یہ عبارت یہیں ختم ہو جاتی تو واقدی کے بیان کی پوری تائید ہوتی لیکن البیان المغرب کا یہ نسخہ ناقص ہے، اور پھر یہی شائع بھی ہوا ہے، اس میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد چند سطریں غائب ہیں، پھر نصف سطر کی عبارت میں بعض ایسے واقعات کا تذکرہ آیا ہے، جو ۴۶ھ میں پیش آئے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ جو سطریں ضائع ہو گئی ہیں، ان میں ۳۳ھ کے حملے کے دیگر حالات کے بعد ۴۶ھ کے حملہ کا تذکرہ کیا گیا تھا، یا ۴۶ھ کے حملے کے واقعات بھی اسی ۳۳ھ کے ضمن میں درج کر دئے گئے ہیں، جس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے، کہ اس نے ۴۶ھ کے واقعہ کو ۳۳ھ میں قرار دیدیا ہے۔

لیکن ابن عذاری آگے چل کر ۴۶ھ کے واقعہ کو بھی مستقل طور پر بلاذری کے حوالے سے نقل کرتا ہے (البیان المغرب ورامارہ ص ۲۵۲) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسکو دو روایتیں ملی ہیں ایک ۳۳ھ کے حملہ کی، اور دوسری ۴۶ھ کے واقعہ کی، اور اس نے دونوں کو اپنے اپنے موقع پر جگہ دی، اسلئے اسکی روایت کے رو سے پہلا حملہ ۳۳ھ میں قرار دیا جا سکتا ہے،

(۴) چوتھی روایت ایسے مورخین کی ہے جنھوں نے حملہ کا سب سے پہلا سال ۳۳ھ کو قرار دیا ہے، اور اس کے تحت میں دوسرے حملہ ۴۶ھ کے واقعات درج کئے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں نویری کی نہایۃ الارب میں ایک دلچسپ مسامحت ہو گئی ہے یعنی جب اسکو صقلیہ کے حملے کا سب سے پہلا سال ۳۳ھ معلوم ہوا، اور حملہ کے تفصیلی واقعات ۴۶ھ کے ملے تو اس نے ان دونوں کی آمیزش سے ایک مرتب واقعہ قلمبند کر لیا جس سے اغلاط کی ایک عجب داستان تیار ہو گئی، لکھتا ہے:-

سنۃ ۳۳ھ ذکر اول من غزا جزیرۃ صقلیہ فی الاسلام وھو عبداللہ بن قیس الفزاری	سب سے پہلا حملہ جو جزیرۂ صقلیہ پر مسلمانوں کی طرف سے کیا گیا، وہ ۳۳ھ میں عبداللہ بن قیس الفزاری کا حملہ ہے

کی اجازت لیکر تین سو جنگی جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶)

من قبل معاویة بن حدیج وکان قد بعثه — جو معاویہ بن حدیج کے حکم سے کیا گیا تھا، اور

من افریقیة وذالک فی خلافة معاویة بن — اس کو افریقیہ سے بھیجا تھا، اور یہ معاویہ بن ابی

ابی سفیان فغنم..... (نہایۃ الارب ورماری ص ۴۲۵) — سفیان کی خلافت کے عہد مین پیش آیا،

نویری کی یہ مسامحت روشن ہے، اولاً یہ واقعات ۴۶ھ مین پیش آئے، پھر ۳۳ھ تو خلافت راشدہ کا دور تھا، جب کہ عہد عثمانی کا دور فتن بھی نہین شروع ہوا تھا، پھر "خلافتِ معاویہ" کے کیا معنی؟

اسی قسم کی غلطی ابن ابی دینار صاحب کتاب المونس سے سرزد ہوئی ہے، اس نے بھی ۴۶ھ کے واقعہ کو ۳۳ھ مین درج کر کے صقلیہ کے حملہ کا پہلا سال ۳۳ھ کو قرار دیا ہے،

اب ان تمام مختلف بیانون مین یہ امر قابل لحاظ ہے، کہ ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کے ان غلط بیانون مین بھی قدر مشترک نکلتا ہے کہ عربون کا سب سے پہلا حملہ ۳۳ھ مین ہوا، اسلئے یہ لوگ ۳۳ھ کی تعیین مین باہم بالکل متفق ہین، البتہ یہ سوالات رہ جاتے ہین کہ حملہ آور بیڑا کہان سے آیا، کس کی تحریک سے یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا، جو مال غنیمت حاصل ہوا، اس کا خمس کس فرمانروا کے پاس گیا، بلاشبہہ یہ تینون مورخین یہ اتفاق یہی بتاتے ہین، کہ حملہ آور بیڑا افریقہ سے معاویہ بن حدیج کی تحریک سے آیا، اور مالِ غنیمت کا خمس امیر معاویہ کے پاس بطور خلیفہ بھیجا گیا،

اس لئے ان تینون روایتون مین دو متضاد امور جمع ہین، اگر یہ واقعہ ۳۳ھ مین پیش آیا، تو یہ تفصیلات صحیح نہین، اور اگر اس واقعہ کی یہ تفصیلات صحیح ہین، تو یہ واقعہ ۳۳ھ کے بعد عہد اموی کا ہے، اسلئے سال کی تعیین صحیح نہین، اور ہمین اصولاً یہی آخری صورت اختیار کر کے اس سنہ کی تعیین کو مسامحت پر محمول کر لینا چاہئے جیسا کہ ایسے موقعون پر بالعموم یہی روش اختیار کیجاتی ہے،

لیکن چند در چند وجوہ ایسے جمع ہو گئے ہین، جن سے تعیین سنہ کو مسامحت پر محمول کرنا صحیح نظر نہین آتا، کیونکہ اولاً اس تعیین سنہ کو ہم صرف اس لئے نظر انداز نہین کر سکتے کہ عام مورخین نے اس کا تذکرہ نہین کیا، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین بحر روم پر جسقدر اسلامی حملے ہوئے، ان کے حالات سے ہمارے مورخین

اگرچہ صقلیہ کی رومی حکومت کو افریقیہ کے عیسائیون نے مسلمانون کے اس ارادہ سے باخبر کر دیا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) بڑی حد تک بے خبر رہے، اور نہ ان کے نقطۂ نظر سے ان کی کوئی ایسی اہمیت تھی، کہ وہ ان کو خصوصیت سے درج کرتے، البتہ وہ اجمالی طور پر ان حملون کے وقوع پذیر ہونے سے باخبر تھے، چنانچہ ابن اثیر ۲۸ھ مین فتح قبرس کا تذکرہ کر کے بحر روم کے ان حملون کے متعلق اجمالی طور پر صرف یہ لکھ دیتا ہے:۔

وبقی عبد اللہ بن القیس الجاسی علی البحر	اور عبد اللہ بن القیس کے حملے جاری رہے،
فغزا خمسین غزاۃ من بین شاتیۃ وصائفۃ	اور اس نے موسم گرما و سرما کے پچاس بری
فی البر والبحر (ابن اثیر ج ۳ ص ۷۵)	و بحری حملے کئے،

معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین ۳۴ھ مین افریقیہ پر ایک حملہ ہوا تھا لیکن عام مورخین عرب اس سے ناواقف تھے، ابو العرب اس جنگ کا تذکرہ کر کے لکھتا ہے:۔

وکانت تلک الغزوۃ لا یعرفھا کثیر من	اور ان حملون کو بہت سے لوگ نہین
الناس (معالم الایمان ج ۱ ص ۱۴)	جانتے ہین،

پھر اگر صقلیہ کے ۳۳ھ کے حملہ کا سنہ اور اس کے واقعات عام طور پر لوگون کو معلوم نہین ہوئے تو کیا جائے حیرت ہے، آخر ۲۸ھ کے قریب سالون مین عبد اللہ بن قیس کے وہ سب بحری حملے کب اور کہان ہوئے، اس لئے اگر اس عام تاریکی مین کسی جگہ صرف حملہ کا سنہ ملتا ہے، اور اس کے واقعات غلط ہین، تو یہ کوئی تعجب خیز اور ایسا ناقابل وثوق امر نہین ہوگا، کہ اس زمانہ کے بحر روم کے حملون سے لوگ عام طور پر ناواقف تھے،

علاوہ ازین جیسا کہ تذکرہ کیا جا چکا ہے، ابن عذاری نے ان واقعات کو ۳۳ھ/۶۵۲ء مین درج کرنے کے بعد ۴۶ھ/۶۶۶ء کے واقعہ کو جداگانہ حیثیت سے پیش کیا ہے، اس لئے اس کے نزدیک یہ دونون واقعے جداگانہ طور پر دو سالون مین پیش آئے، اور اگر کتاب کا مکمل نسخہ موجود ہوتا، تو عجب کیا ہے، کہ ۳۳ھ کے مستند واقعات ہمین مل جاتے،

لیکن جب ابن عذاری کا بیان موجود نہین تو قدرۃً ہمارے پیش نظر واقدی کا وہ بیان آتا ہے،

لیکن حکومت صقلیہ نے مدافعت کی کوئی تیاری نہیں کی، اور مسلمانوں کے تین سو جنگی جہاز ساحل صقلیہ پر یکایک آکر لنگر انداز ہوگئے، رومی گورنر اسلامی فوج کے جائزہ کے لئے قلعہ پر چڑھ گیا، پھر نیچے اتر کر ساتھ

(بقیہ حاشیہ ص ۷۸) جسمیں اگرچہ کوئی سنہ مذکور نہیں، لیکن اس کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے عہد سے متعلق ہے، اور ہمارے پاس صرف یہی ایک ایسی روایت ہے، جو ۳۳ھ کے حملہ کی نسبت کہی جاسکتی ہے کیونکہ یہ حملہ غزوۃ الصواری کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اور غزوۃ الصواری مستند روایت کے روسے ۳۱ھ میں پیش آیا، اسلئے عہد عثمانی میں ۳۱ھ کے بعد یہ حملہ ثابت ہوتا ہے، پھر دوسری طرف عہد عثمانی میں ۳۴ھ سے فتنوں کا دور شروع ہوجاتا ہے جسکے بعد تمام اسلامی بحری و بری پیش قدمیاں موقوف ہوجاتی ہیں اور فتوحات کا سلسلہ رک جاتا ہے، ان وجوہ سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ صقلیہ کا سب سے پہلا حملہ ۳۱ھ (۶۵۱ء) کے بعد اور ۳۴ھ (۶۵۴ء) سے پہلے وقوع پذیر ہوا، اور پھر ہم ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کی تصریح کی روشنی میں ۳۳ھ کو قطعی طور پر متعین کرسکتے ہیں،

ہم ان مورخین کے ان بیانوں کی روشنی میں یہاں تک پہنچے تھے، کہ ہمیں اس کی تائید میں ایک نئی روایت سے آگاہی ہوئی، جس سے مذکورۂ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے، یہ روایت لسان الدین الخطیب کی کتاب "اعمال الاعلام فی من بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام" کی ہے، اس نے اپنی اس کتاب میں صقلیہ کے متعلق ایک مختصر باب شمالی افریقہ کی تاریخ کے ضمیمہ کے طور پر اضافہ کیا ہے، وہ صقلیہ کے اسلامی حملوں کو جس ترتیب سے لکھتا ہے، اس سے سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ ہی میں قرار پاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

قال ارباب التواریخ کان اول من غزا جزیرۃ صقلیہ من امراء افریقیۃ الموجھین الیھا من قبل الخلیفہ عثمانؓ ثم معاویہ بعدہ الامیر معاویہ بن حدیج الکندی فی قلعہ تو لی تعترضی بعد ذالک (دریاد گاری مقالات ج ۲ ص ۴۷۸)	ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ سب سے پہلے جزیرہ صقلیہ پر اُن امرائے افریقہ میں سے کسی نے حملہ کیا جنکو خلیفہ عثمان نے افریقہ میں متعین کیا، پھر امیر معاویہ نے حملہ کیا، اور اس کے بعد معاویہ بن حدیج نے کیا اس کے بعد اس پر ہمیشہ حملے جاری رہے،

اور اسی طرح انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار (سسلی) نے بھی صقلیہ پر پہلا اسلامی حملہ دمشق سے بتایا ہے، اور اس نے ۶۵۵ء کی تعیین کی ہے، جس کے روسے سال ہجری ۳۵ھ قرار پاتا ہے، (طبع یازدہم، ج ۲۵ ص ۳۱) لیکن یہ دور

والیِ قیسارنیہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا،

والیِ قیسارنیہ (شام) قیسارنیہ کے مفتوح ہونیکے بعد یہین آکر پناہ گزین تھا، وہ مسلمانون کی جنگی کارگذاریون سے آگاہ تھا، اور مختلف میدانون مین شکست کھاکر مجاہدین کے صبر و استقلال اور مافوق العادت جنگی عزم و ارادے کے سامنے ہتیار ڈال کر اپنا زیرِ حکومت علاقہ ان کے سپرد کرچکا تھا، اسلئے اس نے مشورہ کے وقت ابتدائے مصر و شام کے واقعات دُہرائے مسلمانون کی پامردی و جوانمردی کے مختلف واقعات سناکر مشورہ دیا، کہ ان کو کچھ دے دلاکر واپس کردیا جائے، لیکن رومی گورنرِ صقلیہ نے اس کے مشورہ کو نہایت حقارت سے رد کردیا، اور مدافعانہ تیاریون مین مصروف ہوگیا جب اسکی جنگی تیاریان مکمل ہوگئین، تو قدیم طریقۂ جنگ کے مطابق اس نے اسلامی فوج مین ایک ایلچی روانہ کیا، کہ وہ مسلمانون کی حملہ آوری کے اغراض دریافت کرے مسلمانون نے بھی اپنا نمایندہ ایک ترجمان کے ساتھ گورنرِ صقلیہ کے پاس بھیجدیا،

اسلامی نمایندہ نے گورنرِ صقلیہ کے بعض سوالون کے جواب مین بعثتِ نبوی، فضائلِ نبوی، اسلام کی عالمگیر اشاعت، اور اسلامی فتوحات کی وسعت وغیرہ کے حالات تفصیل سے سنائے، پھر صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا سبب ان الفاظ مین ظاہر کیا۔

"سرزمینِ شام مین جو واقعات گذر چکے ہین، ان سے تم واقف ہوگے، اور تم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہوگے، کہ ہم نے اپنی بے مایہ اور کمزور فوجی طاقت کے باوجود ہرقل کو فاش شکست دی،

(حاشیہ ص ۶۹) فتن تھا، اسلئے درحقیقت اسکی اصل بھی ۳۳ھ ہی ہے، ان تمام حالات مین بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۳ھ مین کیا گیا،، ۵۱ (حاشیہ صفحہ ۸۰) اگرچہ جنگ کے یہ مفصل واقعات مستند نہین کہے جاسکتے لیکن تصحیح و تغلیط سے قطع نظر کرکے محض ضمنی طور پر بطور تفریح درج کئے جاتے ہین، واقدی نے امیرِ لشکر کا نام نہین لیا ہے لیکن ابن اثیر نے عبداللہ بن قیس الجاسی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسکی بنا پر عجب کیا کہ صقلیہ پر پہلا حملہ انھی کی سرکردگی مین انجام پایا ہو،

اور وہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر قسطنطنیہ بھاگ گیا، اور اسکو اپنی ذلت و ناکامی کا ایسا صدمہ جانگداز ہوا کہ اس سے پھر جانبر نہ ہو سکا، اور ناکام و نامراد اس دنیا سے چل بسا،

ہرقل کے بعد اُس کے لڑکے قسطنطینؒ نے جگہ لی، قسطنطین اور اس کی فوج پر جو کچھ گذری اوس سے بھی تم واقف ہو کہ طوفان حوادث نے اس کو مع لشکر جرار کے ایسا تھپیڑا دیا کہ وہ پھر ہماری طرف رُخ نہ کر سکا، اور اب صقلیہ میں آکر پناہ گزین ہوا ہے،

اس کے بعد سب سے آخر میں اسلامی نمایندہ نے اپنے عمومی مطالبہ کو ان الفاظ میں پیش کیا:-

"اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو تم لوگ دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، اور یا تم ہماری ذمہ داری میں آجاؤ، اور اس کے معاوضہ میں وہ ٹیکس (جزیہ) ادا کرو، جو ذمی ممالک میں لیا جاتا ہے، اس کے بعد ہم تمھاری حفاظت کے پورے ذمہ دار ہوں گے، اپنے ملک میں امن و امان کی زندگی بسر کرو، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا"،

جب اسلامی نمایندہ کی پوری تقریر ختم ہو گئی، تو صقلیہ کے گورنر نے سلسلۂ کلام جاری کر کے کہا:-

"اپنے سالارِ فوج سے کہدو، کہ صقلیہ روم کے شہر نہیں جنھیں تم نے بآسانی مغلوب کر لیا، جزیرۂ صقلیہ ایک محفوظ و مامون قلعہ ہے، اور درحقیقت اب جب تم نے ہماری تربیت یافتہ ٹڈی دل فوج اور بہترین فوجی طاقت کا بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے، تو تم اپنے کردار پر خود پشیمان ہو گے کہ بحیرۂ روم کے عبور کی کیوں زحمت گوارا کی،

ؒ اکثر عرب مورخین ابن اثیر وغیرہ اس عہد کے قیصر روم قسطنطین دوم (CONSTANS II) (۶۴۲ء تا ۶۶۸ء) (۲۲ھ تا ۴۸ھ) کو قسطنطین بن ہرقل کہتے ہیں، حالانکہ قسطنطین بن ہرقل ہونا چاہیئے،

کیا تم واقف نہین کہ جس نے ہم پر حملہ آوری کی جرأت کی، اوسے نہایت ذلیل وخوار ہوکر واپس جانا پڑا، بلکہ ہم تو یہ قصد رکھتے ہین، کہ تمھارے تمام مفتوحہ ممالک پر حملہ آور ہوکر تمھارے ہم مذہب لوگون کو شکست دین، اور نہایت ذلت سے گرفتار کرکے پابزنجیر جزیرہ مین لائین،

اور تبدیلی مذہب کے متعلق جو کچھ تم نے کہا، وہ خام خیالی ہے، ہم اپنے آبا، واجداد کے مذہب پر ہین، جو کبھی ترک نہین ہو سکتا، اور جس جزیہ کا حوالہ دے رہے ہو، وہ تو تمھین خود ادا کرنا چاہئے کہ ہم تم پر حملہ آوری سے باز رہین،،

گورنر کے جواب مین اسلامی نمایندہ نے آخری بیان دینا شروع کیا:۔

،،ہم وہ لوگ ہین جو جنگ وجدال سے رسوا نہین ہوتے، ہمارے نزدیک موت کوئی باعث ننگ وعار نہین، دنیا کی اس ناپایدار زندگی سے قتل ہوجانا زیادہ بہتر سمجھتے ہین،.........،،

گفتگو یہین تک پہنچی تھی، کہ ایک بطریق مذہبی جوش سے دیوانہ وار اوٹھا، اور اسلامی نمایندہ کو مخاطب کرکے کہنے لگا:۔

،،اے عرب! ہم سے کون مبارزہ کرتا ہے،،

اسلامی نمایندہ نے جواب دیا:۔

،،تمھارے مقابلہ کے لئے ہم مین کا ضعیف ترین شخص تیار ہے،،

بطریق یہ جواب سنتے ہی غضب آلود ہوکر ہاتھ مین ننگی تلوار سونتتے ہوئے محل سے باہر نکل آیا، اور اسلامی فوج کے سامنے جاکر دعوت مبارزت دی، ایک افریقی نومسلم نے دعوت قبول کی، اور چشم زدن مین بطریق کا سر لئے ہوئے، اپنی جگہ واپس آگیا، اور باشندگان صقلیہ کو بآواز بلند مقابلہ کی دعوت دی،

گورنر صقلیہ یہ تمام تماشہ دیکھتا رہا، افریقی کی جرأت و شجاعت سے محوِ حیرت تھا، سوال کیا، "کیا یہ عرب ہے"، جواب ملا "نہیں! یہ افریقیہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرۂ اسلام مین داخل ہوگیا ہے اور اوس کی یہ شجاعت قبولِ اسلام کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے"، یہ خبر اوس کیلئے اور روح فرسا تھی، وہ پریشان ہوکر محل مین لوٹ آیا،

اس کے بعد مسلمانون نے عام حملہ کا انتظام کیا، موقع جنگ درست کرکے منجنیق[1] وغیرہ نصب کردئے رومی فوج بھی مقابلہ مین صف آرا ہوگئی، اور طبلِ جنگ بجتے ہی حملے شروع ہوگئے مسلمانون نے پہلے منجنیق سے پتھر برسائے، جس سے رومی فوج اور وہان کی عمارتون کو کافی نقصان پہنچا، رومیون نے منجنیق کے مقابلہ مین عرادات (پتھر پھینکنے کے چھوٹے آلات) سے کام لیا، لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہین ہوا،

اس کے بعد دست بدست لڑائی کی نوبت آئی، فوج کو قدیم اصولِ جنگ کے مطابق میمنہ، میسرہ اور قلب مین تقسیم کردیا گیا تھا، آغازِ جنگ کے ساتھ ہی اسلامی فوج کے میسرہ پر رومیون کے قدم اکھڑ گئے میسرہ کی فوج آگے بڑھتے چلی گئی، اور پورے ایک گھنٹہ تک رومیون کو تلوار کے گھاٹ اُتارتی رہی جب رومی بہت پیچھے ہٹ گئے تو جانباز مجاہدین اپنی جگہ میسرہ پر دوبارہ واپس آگئے،

سرزمین صقلیہ پر روم و عرب یا مسیحیت و اسلام کی یہ پہلی معرکہ آرائی شام تک جاری رہی، آخر رات کی تاریکی نے ایک دوسرے کو جدا کیا، اور جب فوج کا بادل پھٹا، تو میدانِ کارزار مین دونون طرف کے کشتے خاصی تعداد مین پڑے دکھائی دئے،

---

[1] منجنیق کی اصل میکنک ہے جس کے معنی آلہ کے ہین، پرانے زمانہ مین یہ ایک قسم کا آلہ تھا جس مین بڑے بڑے پتھر رکھ کر اون کو چکر دیکر دشمنون پر پھینکتے تھے، اور قلعون کی دیوارون اور جہازون کے تختون کو مارتے تھے۔

اب دستور کے مطابق دونوں فریق کو آرام و سکون سے رات بسر کرنی تھی، لیکن جانباز مجاہدین نچلے نہ بیٹھ سکے، انھیں ابھی اپنے رسد کا سامان کرنا تھا، رات کی پچھلی پہر اوٹھے، اور قریب ہی جو ایک مواضع پر چھاپا مارا، جہاں بہت کافی مالِ غنیمت دستیاب ہوا، جسکو بحفاظت اپنے پاس رکھکر وہ مدتوں کے لیے سامان رسد سے بے فکر ہو کر جنگ جاری رکھ سکتے تھے،

یہ لڑائیاں کچھ دنوں تک اسی طرح جاری رہیں، اس درمیان میں صقلیہ کے رومی گورنر نے اپنی مرکزی حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی لیکن وہاں کچھ شنوائی نہ ہوئی، تو قیسار نیہ کے سابق والی نے مشورہ دیا، کہ اسلامی امیر لشکر سے استدعا کی جائے، کہ چند روز کے لئے جنگ موقوف کر دیجائے کہ صلح کے معاملات پر غور کیا جا سکے، اور اس درمیان میں ایک وفد قسطنطنیہ بھیجا جائے، جو مرکزی حکومت کو صحیح حالات سے باخبر کرے، لیکن خود رومی گورنر نے اس مشورہ کو مسترد کر دیا، اور جنگ بدستور جاری رہی،

جنگ کا یہ سلسلہ مدتوں قائم رہا، اس میں چند اہم معرکہ آرائیاں پیش آئیں، جن میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہا، اور رفتہ رفتہ ان کے پاس مالِ غنیمت کا ایک انبار لگ گیا، اور صقلیہ کی فوج کی ایک کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی،

جنگ کا یہ سلسلہ قائم تھا کہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ نے صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور چھ سو جنگی جہازوں کا بیڑا تیار کر کے صقلیہ کی حفاظت کے لئے روانہ کیا، اسلامی فوج مدت سے اپنی اسی طاقت کے ساتھ برسرپیکار تھی، ذخائرِ جنگ کا کافی حصہ اب تک خرچ ہو چکا تھا، افریقیہ، مصر و شام سے کسی امدادی فوج کے جلد آنے کی کوئی توقع بھی نہیں تھی، اس لئے اگر اسلامی فوج رکی رہتی، تو ایک طرف صقلیہ کی فوجی طاقت سے مقابلہ رہتا، اور دوسری طرف رومی تازہ دم فوج کی مدافعت کرنی پڑتی، نیز مسلمانوں کا مقصد صقلیہ کو قلمرو اسلامی میں داخل کرنا بھی نہ تھا، وہ جو کچھ چاہتے تھے، وہ حاصل ہو چکا تھا، اسلئے وہ شب

کی تاریکی مین ساحلِ صقلیہ سے لنگر اوٹھاکر شام کی طرف روانہ ہوگئے،

امیرِ لشکر اپنی پوری فوج کے ساتھ مالِ غنیمت اور قیدیون کو ساتھ لئے ہوئے دمشق پہنچا، امیر معاویہ نے جو ان دنون والی شام تھے، فوج کی کامیابی و کامرانی اور ان حالات مین واپسی کی پوری داستان سنی اور امیرِ لشکر کے طرزِ عمل کو عاقبت بینی پر محمول کرکے نظرِ استحسان سے دیکھا، اور پھر تمام واقعات کی مفصل رو داد حضرت عثمانؓ کے پاس دار الخلافت بھیجدی گئی، حضرت عثمانؓ نے بھی امیرِ لشکر کے طرزِ عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اور صقلیہ کی یہ پہلی مہم باین طور انجام کو پہنچی،[۱]

رومیون کا جوابی حملہ

مسلمانون کی یہ حملہ آور جماعت لوٹ کر سرزمین شام مین واپس گئی تھی، اسلئے صقلیہ کے اس اسلامی حملہ اور نیز ۳۴ھ مین افریقیہ پر اسلامی تاخت[۲] کے جواب مین شہنشاہ قسطنطنیہ نے اپنی جنگی تیاریان شروع کردین، اور ۳۵ھ مین ایک دوسرے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ شام کی حملہ آوری کے لئے روانہ ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا، رومی بیڑا سمندر کے متلاطم خیز طوفان کے نذر ہوکر منتشر ہوگیا، اور اگر عرب مورخین کی روایت صحیح ہی، تو قسطنطین دوم پھر صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوا،[۳]

عرب و روم کی عارضی صلح اور صقلیہ پر اسلامی حملہ کا التوا

رومی پھر جنگی تیاریون مین مصروف ہوگئے، لیکن ادھر عرب مین خود خانہ جنگی کا آغاز ہوگیا، اور امیر معاویہ والی شام نے خلیفۂ وقت حضرت علیؓ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کردیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھین رومیون سے بھی نپٹ لینا پڑا، کیونکہ وہ شام اور بحرِ روم کے شمالی ساحل پر قابض تھے، اور رومیون کے بیشتر حملے انھین کی ولایت پر ہوتے رہتے تھے، جنگی مدافعت اور جارحانہ پیشقدمیون کا سارا انتظام انھی کے ہاتھ مین تھا، اسلئے جب مسلمانون کے درمیان خانہ جنگی کا آغاز ہوا تو امیر معاویہ کو دو طرفہ معرکہ آرائیان پیش آئین، ایک طرف انھین خلیفۂ وقت کی فوج سے خشکی پر معرکہ آرا ہونا تھا، اور دوسری طرف

---

۱ فتوح الشام و مصر واقدی در اماری از ۲۰۰ تا ۲۰۵ معالم الایمان ابن ناجی قیروانی ج ۱ ص ۱۳۱ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۰۱ ۳ قسطنطین کی صقلیہ مین آمد اور موت کی تفصیل آگے آئیگی،

الگ بحری حملون کی تیاریان کر رہے تھے، اس لئے انھون نے اپنے سیاسی مشیر کار عمرو بن العاص کے مشورہ سے رومیون سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونون مین ایک عارضی صلح ہو گئی [۱] جس سے صقلیہ پر اسلامی تاخت معرض التوا مین آگئی،

اثناے صلح مین رومیون کی جنگی تیاریان اور صقلیہ کا فوجی استحکام

اس عارضی صلح سے رومیون کو بڑی تقویت پہنچی، حکومت بیزنطی کا نظام حکومت نئے سرے سے مرتب ہونے لگا، تمام صوبے دوبارہ تقسیم کی رو سے قائم کئے گئے، جا بجا فوجی مرکز بنائے گئے، اور صرف چند سال مین حکومت بیزنطی ایک مستحکم و مضبوط طاقتور حکومت بن گئی، چنانچہ مسٹر سی وائی سی اومن کے بیان سے پتہ چلتا ہے، کہ حکومت بیزنطی نے پہلے تمام ممالک محروسہ کی حدبندی کی، پھر پوری مملکت بیزنطی کو مختلف صوبون مین تقسیم کیا، اور ہر صوبہ کا نیا نظام قائم کرنے کے علاوہ جدا جدا نئے نام بھی تجویز کئے گئے، صوبون کی تقسیم مشرقی و مغربی نقطۂ نظر سے کی، چھ صوبے یعنی آرمینا اور اناطولیہ وغیرہ مشرقی مملکت مین اور اسی طرح چھ صوبے یعنی تھریس، تھیسولونیکا، اور افریقیہ وغیرہ مغربی حصہ مین قائم ہوئے، اور انھی مغربی صوبون مین سے ایک اہم صوبہ سسلی بھی قرار پایا،

صوبون کی یہ تقسیم خالص فوجی نقطۂ نظر سے عمل مین آئی تھی، کہ یہ انتظامی صوبے ہونے کے بجائے حکومت بیزنطی کے الگ الگ فوجی مرکز قائم ہو جائین چنانچہ اس جدید تقسیم سے پیشتر صوبون مین انتظامی و فوجی شعبے الگ الگ تھے لیکن اب صوبون کی انتظامی حیثیت نظر انداز کر دی گئی، اب ہر صوبہ کا افسر اعلے وہان کا سب سے بڑا سپہ سالار بھی تھا، چنانچہ مسٹر اومن بہ تصریح لکھتے ہین:-

"ان مین سے ہر ایک صوبہ ایک مستقل فوجی چھاونی تھا، جنمین سے ہر ایک کو تھیم (THEME) سے موسوم کیا گیا، اور فوج ہی کا افسر اعلی صوبہ کا گورنر بھی تھا،"

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۶۸، یورپ کے مورخین نے اس صلح کے واقعات کو ایسی رنگ آمیزی سے پیش کیا ہے کہ امیر معاویہ نے رومیون کا باجگذار بننا قبول کر لیا، لیکن یہ صحیح نہین، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن ایمپائر اومن)

حکومت بیزنطی کے اس عہد کے طریق سیاست سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس نے ان تمام صوبون مین صوبہ صقلیہ کو فوجی نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ اہمیت دی، اگر عرب مورخین کی روایتین صحیح ہین، تو قسطین دوم قیصر روم متعدد بار صقلیہ آیا، ورنہ مغربی مورخین کے بیان کے مطابق یون کہنا چاہئے کہ وہ عربون سے جنگ آزما ہونے کے لئے اپنی زندگی کے آخری دور مین صقلیہ چلا آیا، کیونکہ یہان اسکو ایسی فوجی طاقت اوران صوبون سے ایسی گہری دلچسپی پیدا ہوگئی تھی، کہ اسکو روما کی عظمت رفتہ یاد آگئی، اور مقدس شہر روم کو لمبارڈ کے وجود سے پاک کرنے کیلئے ۶۶۳ء مین یہین سے کوچ کرکے روم پر حملہ آور ہوا، چنانچہ مسٹر اومن کا بیان ہے:-

"باشندگان قسطنطنیہ کو اسقدر خطرہ ہونے لگا، کہ اب وہ روم کو یا (صقلیہ کے دارالحکومت) سیراکیوز کو اپنا پایۂ تخت بنانے والا ہے[1]"

کیونکہ وہ عربون کے حملے سے صقلیہ کو محفوظ رکھنے کے علاوہ یہان سے افریقہ، مصر اور شام کی بازیافت کی کوشش کرسکتا تھا، اور غالبًا یہی اسباب تھے جنکی بنا پر اس نے صقلیہ کے فوجی استحکام کی طرف خاص توجہ کی، چنانچہ مسٹر جان بری پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی نے اپنے ایک مقالہ سلطنت روما کی بحری حکمت عملی، مین اس حقیقت کو جابجا تسلیم کیا ہے، کہ قسطین کے قیام صقلیہ کا واحد مقصد مسلمانون کے خلاف ایک بحری مرکز قائم کرنا تھا، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین:-

"قسطین دوم ۶۶۲ء مین صقلیہ آیا، اور ۶۶۸ء تک وہین رہا، اس نے افریقہ وغیرہ پر اسلامی اقتدار کے استحکام کے برخلاف صقلیہ مین ایک بحری مرکز قائم کیا، کیونکہ اسکو افریقہ کے اسلامی اقتدار سے خطرہ تھا، کہ صقلیہ، جنوبی اٹلی اور یونانی علاقہ ان کی زد مین ہوگا، اور بحرایڈریاٹک کے دروازے اون پر کھل جائین گے اور ڈلمیشیا اور ایکزارکیٹ اون کے رحم وکرم پر ہون گے،

انھی وجوہ سے اس نے صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین بحری قوت کو مضبوط کرنا چاہا، لیکن رومیون کی

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن ایمپائر) ص ۱۶۰،

حکمت کے باعث کامیاب نہ ہو سکا، اور انھی کوششون مین مصروف تھا، کہ ۶۶۸؁ء مین قتل کر دیا گیا[۱]"

مسٹر جان بری نے اگرچہ اس فوجی بحری مرکز کا سبب صقلیہ اور جنوبی اٹلی کا صرف تحفظ بتایا ہے لیکن یہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے، کہ اگر حکومت بیزنطی کا بحری مرکز اسلامی حکومت افریقہ کے اسقدر قریب قائم ہو جاتا، تو خود اس کے لئے کیا کم خطرات تھے، اور نیز قسطین کو بحر شامی مین پے در پے جو زخم لگے تھے، وہ اسقدر جلد مندمل ہو جاتے کہ وہ شام و مصر کے زرخیز اسلامی علاقون پر بھی حملہ آور نہ ہوتا،

لیکن اولاً تو قضا و قدر کو یہ سب منظور نہ تھا، قسطین صقلیہ ہی مین خود اپنی وفادار رعایا کے خنجر خونچکان کا نشانہ بن گیا، اور پھر اس کے بعد خواہ جیسا کہ مسٹر جان بری کا خیال ہے، اس کے جانشینون نے یہ نکتہ فراموش کر دیا، اور یا اسلامی بیڑے کا بروقت حملہ خود قسطین کے ارادون مین مزاحم ہوا، اور صقلیہ کو بحری مرکز بننے کا موقع نہ ملسکا، اور عین اسوقت جبکہ قسطین صقلیہ کو بحری مرکز بنانے کا منصوبہ پورا کر رہا تھا، اسلامی حکومت افریقہ نے صقلیہ مین حکومت بیزنطی کی ان فوجی تیاریون کے روک تھام کیلئے افریقہ سے ایک زبردست اسلامی بیڑا روانہ کیا، جو یہان ایک مہینہ تک صقلیہ کی تازہ دم فوج سے نبرد آزما رہکر اپنی فوجی قوتون کی نمایش کر کے واپس چلا گیا،

دوسرا حملہ عربون کا یہ دوسرا حملہ ۶۶۴؁ء مین ہوا جبکہ قسطین بذات خود صقلیہ مین مقیم تھا، اس حملہ کے بانی معاویہ[۲] ابن حدیج الکندی والی افریقہ تھے، انھون نے عبداللہ بن قیس کی سرکردگی مین دو سو[۳] جنگی جہازون

---

[۱] یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۸ [۲] معاویہ بن حدیج الکندی نوجوان صحابی تھے، یہ عثمانی تھے، اور اسی لئے امیر معاویہ کے نہایت معتمد علیہ کارکنون مین شمار کئے جاتے تھے، طبری مین ہے کہ جب عمرو بن العاص نے اپنی حکمت عملی سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی زبان سے حضرت علیؓ کے معزول ہونے کا اعلان کرایا، اور پھر خود عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کے حق مین خلافت کا فیصلہ کیا، تو عبدالرحمن بن ابی بکر کے بیان کے مطابق اسوقت معاویہ بن حدیج ہی پہلے شخص تھے جنھون نے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور بیعت خلافت کی، اور پھر انھی نے محمد بن ابی بکر قاتل عثمان کو تہ تیغ کیا (دیکھو ص ۸۹)

کا بیڑا صقلیہ روانہ کیا، عبداللہ بن قیس کو بحر روم کی لڑائیون کا کافی تجربہ تھا، اسلئے صقلیہ کے اس حملہ مین بھی اسکو نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اور یہ بیڑا ایک مہینہ تک کامیاب معرکہ آرائیون کے بعد کثیر مال غنیمت کے ساتھ افریقہ واپس آگیا،

معاویہ بن حدیج نے حکومت اسلامی کے اصول وقوانین کے مطابق واپسی کے بعد قمونیہ مین مال غنیمت کو تقسیم کیا، اور اس کا پانچوان حصہ مرکزی حکومت کے بیت المال کیلئے امیر معاویہ بن ابی سفیان کی خدمت مین روانہ کر دیا، صقلیہ کے اس مال غنیمت مین زر و جواہر سے مرصع سونے چاندی کے مجسمے بھی دستیاب ہوئے تھے، جو امیر معاویہ کے پاس بھیج دئے گئے تھے،

امیر معاویہ نے ان بتون کے سونے چاندی کی مالیت کے علاوہ ان کی صنعت سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا، اور مذہبی نقطۂ نظر کو نظر انداز کر کے ان کو فروخت کرنے کیلئے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن مورخین کا بیان ہے کہ امیر معاویہ کے اس طرز عمل کو عام مسلمانون نے ناپسند کیا، النویری کے بیان کے مطابق اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ اپنی اس تجویز پر عمل نہ کر سکے لیکن ابن عذاری کی روایت ہے کہ اس احتجاج کے باوجود وہ ہندوستان بھیج دئے گئے،

چنانچہ بلاذری اور بیرونی نے بھی ان کے ہندوستان بھیجے جانے کی تصریح کی ہے، اور بیرونی نے ان کے سندھ کے فرمانرواؤن کے یہان فروخت ہونے کا ضمنی تذکرہ کر کے امیر معاویہ کے طرز عمل کی توجیہ بھی کی ہے،

اس کے علاوہ امیر معاویہ نے اسی مال غنیمت سے ٹیونس مین کنوئین بھی کھدوائے جو آبار

اس لئے امیر معاویہ کے دور فرمانروائی مین یہ ممتاز عہدون پر سرفراز ہوئے، مختلف ولایتون کے والی مقرر ہوئے، ۴۵ھ مین افریقہ کی ولایت پر آئے، اور اس سے پیشتر بھی کئی مرتبہ مختلف فوج کے ساتھ افریقہ آچکے تھے، ۴۷ھ تک افریقہ مین رہے پھر امیر معاویہ نے انھین عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے مصر کا والی مقرر کر دیا، (طبری ج ۷، ص ۸۴ حوادث ۴۷ھ)

حدتیج کے نام سے موسوم ہوئے[1]

اس حملہ کا اثر صقلیہ کی سیاسیات پر

مسلمانون کے اس حملہ کا صقلیہ کی سیاسیات پر نہایت گہرا اثر پڑا، کیونکہ صقلیہ کی رومی رعایا[1] مین سے ایک طبقہ اپنے مذہبی مناقشون کی بنا پر قسطین سے پہلے ہی سے بدظن تھا، پھر وہ عربون کے خلاف صقلیہ مین جو کچھ تیاریان کر رہا تھا، اس کا خمیازہ خود اس کی موجودگی مین اہل صقلیہ کو بھگتنا پڑا، اس لئے یہ اور اسی قسم کے مختلف اسباب ایسے جمع ہوگئے، کہ خود قسطین کے برخلاف ایک منظم سازش کیگئی، اور بالآخر اسکو غسلخانہ مین تہ تیغ کر دیا گیا[2]

قسطین کے قتل ہونے کے بعد صقلیہ کے سیاسیات مین بھی انقلاب ہوگیا، اور دوسری طرف عرب فاتح بھی اپنی دوسری مشغولیتون مین مصروف ہوگئے، اب حکومت بنی امیہ کی ساری توجہ مغربی ممالک مین سے صرف افریقہ کے معاملات کی طرف مبذول رہی، کیونکہ اگرچہ افریقہ کے چند مقامات مفتوح ہو چکے تھے، اور یہان اسلامی حکومت کا باقاعدہ نظام قائم تھا، مگر ابھی تک شمالی افریقہ مین حکومت قرطاجنہ کا علم بھی بلند تھا، اور جس کے سرنگون کئے بغیر بحر روم کے اسلامی ممالک کو اقتصادی و تجارتی آزادی نصیب نہین ہوسکتی تھی، کہ بحر روم کے اسلامی تجارتی جہاز کو فوجون کے سایہ مین سفر کرنا پڑتا تھا،

چنانچہ تقریبًا ربع صدی سے زیادہ زمانہ گذر گیا، اور صقلیہ کے رومیون اور اسلامی جہازون مین کوئی آویزش نہین ہوئی لیکن اسی اثنا مین صقلیہ کے داخلی حالات نے بھی پلٹا کھایا، حکومت بیزنطی کے خلاف

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۵، کتاب البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲۱، کتاب المونس فی اخبار افریقہ و تونس ابن ابی دینار ص ۲۵ و دیوان صلۃ السمط ابن شباط دراماری ص ۲۱۱، معالم الایمان ج ۱ ص ۱۴۱، نہایۃ الارب نویری دراماری و کتاب الہند بیرونی ص ۶۰، [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ بیزنطائن ایمپائر ص ۱۶۹، قسطین کے مقتول ہونے کے سنہ مین عرب اور یورپ کے مورخین کے متضاد بیان ہین یورپ کے مورخین ۶۶۸ء قرار دیتے ہین، ہم نے حکومت بیزنطی کی مسلسل تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یورپ کے مورخین کے بیان کو قبول کیا ہے، اس رو سے سال ہجری ۴۸ھ قرار پاتا ہے،

جو بغاوتین برپا ہوئی تھین، وہ فرو ہوگئین، جن باغیون نے سر اوٹھایا، ان کی سرکوبی ہوئی، اور اس دور اختلال سے یہان کی فوجی اور خصوصاً بحری طاقت مین جو اضمحلال آگیا تھا، وہ بھی رفتہ رفتہ دور ہوا، اور حکومت صقلیہ ایک مرتبہ پھر اپنے دم خم سے میدان مین اوتری، صقلیہ کے جنگی جہاز بحر روم مین منڈلاتے دکھائی دینے لگے، اور پھر جب زیادہ جرأت پیدا ہوئی، تو ہمت کر کے اسلامی جہازون پر جارحانہ پیشقدمیان اور غارتگریان بھی شروع ہوگئین، اور اس سلسلہ مین سنہ ۶۹ھ مین سب سے پہلا واقعہ پیش آیا،

یہ عبدالملک بن مروان کے دور خلافت کا واقعہ ہے، اس نے افریقیہ مین عقبہ بن نافع کی شہادت کے بعد بعض باغیون کی سرکوبی کے لئے زہیر بن قیس بلوی کو ۶۲ھ ۶۸۱ء مین افریقیہ کے عہدۂ ولایت پر سرفراز کیا، وہ عقبہ کی شہادت کے بعد سے برقہ مین مقیم تھے، یہان سے مرکزی حکومت کی امدادی فوج کو ساتھ لیکر قیروان روانہ ہوئے، اور اپنے مقصد مین کامیاب ہونے کے بعد ۶۹ھ ۶۸۸ء مین مصر واپس جا رہے تھے، کہ راستہ مین یہ دردناک واقعہ پیش آیا، ابن اثیر کا بیان ہے، کہ جب شہنشاہ قسطنطنیہ کو برقہ سے زہیر کی روانگی کا حال معلوم ہوا، تو اس موقع کو مغتنم سمجھ کر حکومت بزنطی نے برقہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، چنانچہ اس کا لشکر جرار صقلیہ پہنچا، اور صقلیہ کی امدادی فوجی کی معیت مین برقہ پر چھاپا مارا، اہل برقہ بے سروسامان تھے، اس لئے رومیون نے خوب خوب حوصلے نکالے، سوء اتفاق کہ زہیر اسی موقع پر قیروان سے واپس جا رہے تھے، رومیون نے انکے جہاز کو بھی گھیر کر سب کو شہید کر ڈالا، چنانچہ ابن اثیر پوری تفصیل سے یون لکھتا ہے:-

> "رومیون کو کسیلہ باغی کی سرکوبی کے لئے زہیر کے برقہ سے افریقیہ جانے کی اطلاع قسطنطنیہ مین مل چکی تھی انھون نے برقہ کے خالی ہونے کے موقع کو غنیمت سمجھا، اور بہت سے جہازون مین عظیم الشان طاقت کے ساتھ جزیرۂ صقلیہ سے نکل کر برقہ پر غارت گری کی، اور بہت سے قیدیون کو گرفتار کر لیا، لوگون کو تہ تیغ کیا، اور عام لوٹ مار مچائی، عجب اتفاق کہ جسوقت رومیون کے غارتگر جہاز ساحل برقہ پر نمودار ہوئے، اسی وقت زہیر بھی قیروان سے مصر جاتے ہوئے، برقہ مین داخل ہوئے اور اسلامی فوج کو رومیون کے مقابلہ کرنے کی

پوری ہدایت کرکے خود اپنے ساتھیون کے ساتھ اپنے راستہ پر ہو لئے لیکن رومی ایک انبوہ کثیر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے، اہل برقہ نے زہیر کو دیکھ کر داد و فریاد شروع کی، اور زہیر کا سفر ناممکن ہوگیا، آخر جنگ مین خود شریک ہوگئے، نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، رومیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور انھون نے زہیر اور ان کے تمام ساتھیون کو قتل کردیا، ان مین سے ایک آدمی بھی سلامت نہین بچا، اور رومی اپنے مال غنیمت سمیت قسطنطنیہ واپس چلے گئے،[۱]

حکومت صقلیہ کی اس جارحانہ پیشقدمی سے اولاً وہ تمام خطرات پورے ہوگئے، جو آج سے ربع صدی پیشتر اسلامی حکومت کو صقلیہ کے فوجی مرکز قائم ہوجانے سے پیدا ہوئے تھے، علاوہ ازین زہیر کو ایک عام نمایان شہرت حاصل تھی، اس لئے ان کی شہادت سے دار الخلافت مین ایک کہرام مچ گیا، "یا لثار زہیر یا لثار زہیر" کی صدا در و دیوار سے آنے لگی، معزز و ذی وقار اہل شہر کا ایک وفد خلیفہ عبد الملک کی خدمت مین حاضر ہوا، اور زہیر کے واقعۂ الم پر عنان توجہ منعطف کرائی، اور خود عبد الملک بھی حد سے زیادہ متاثر اور جوابی کارروائیون کیلئے ہمہ تن مصروف تھا،

قرطاجنہ پر حملہ ابھی تک افریقہ کا صرف ایک حصہ اسلامی قلمرو مین داخل ہوا تھا، ورنہ قرطاجنہ کی رومی حکومت اپنی پوری جاہ و جلال سے شمالی افریقہ مین حکمران تھی، اسلئے حکومت بیزنطی کو قرطاجنہ اور سیراکیوز مین بیٹھ کر اسلامی حکومت افریقہ کے خلاف سازشین کرکے مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے کا ابھی تک پورا موقع حاصل تھا،

عبد الملک کے پیش نظر یہ تمام صورت حال تھی، اسی اثنا مین معزز مسلمانان دمشق کا ایک وفد عبد الملک کی خدمت مین باریاب ہوا، اور اسکو افریقہ کے مسلمانون کے جان و مال کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے:-

"معزز مسلمانون نے عبد الملک سے درخواست کی کہ وہ اصل افریقیہ (حکومت قرطاجنہ) کی طرف توجہ کرے

---

[۱] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۲

کرے اور مسلمانان افریقیہ کو ان کے دشمن سے نجات دے، اور ان کی امداد کے لئے لشکر روانہ کر دیا جائے[1]"

عبدالملک نے ان تمام معاملات پر غور کر کے افریقیہ کی ولایت کے لئے حسان بن نعمان کو منتخب کیا، اور چالیس[4] ہزار سپاہی اور خزانۂ مصر کی کنجی اس کے ہاتھ مین دیدی[2]،

عبدالملک نے حسان کو افریقیہ مین سب سے پہلے ایک دارالصناعۃ کے قائم کرنے کا حکم دیا، جسمین جنگی جہاز اور دوسرے بحری آلات حرب تیار کئے جائین، تاکہ اسلامی حکومت افریقیہ کی بحری طاقت اسقدر مستحکم ہو جائے کہ وہ بحر روم پر اپنا اقتدار قائم کر سکے[3]،

اس موقع پر دارالصناعۃ کی تعمیر کی اصل غایت بحری تیاری تھی، لیکن حسان کو یہان پہنچ کر حکومتِ قرطاجنہ (کارتھیجیا) کی اہمیت کا اندازہ ہوا، اور بحری مہم شروع کرنے سے پیشتر حکومت قرطاجنہ کا چراغ گل کرنا چاہا، کہ اگر بحر روم کے جزائر حکومتِ اسلامی کے زیر اقتدار آکر باجگذار ہو بھی گئے، تو بھی اسلامی حکومت افریقیہ کے لئے حکومتِ قرطاجنہ ایک مستقل خطرہ کی صورت مین باقی رہے گی، چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے:-

"حسان افریقیہ روانہ ہوا، وہان پہنچ کر سب سے اہم حکومت کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حکومت قرطاجنہ سب مین طاقتور ہے، اسی لئے اُس نے اس طرف رُخ کیا[4]"

قرطاجنہ پر حملہ

حکومت قرطاجنہ (کارتھیجیا) اسوقت شمالی افریقیہ مین ہر حیثیت سے سب سے بڑی طاقت تھی جہان حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے گورنر آیا کرتے تھے، اور بہ جلیہ دستور کے بموجب وہی صوبہ کے سب سے بڑے سپہ سالار بھی ہوتے تھے، حکومت قرطاجنہ نے اسلامی حکومت کے خلاف بربریون سے اشتراک عمل کر لیا تھا، اسلئے جب حسان ساحل قرطاجنہ پر لنگر انداز ہوا، تو رومیون اور بربریون کی مشترکہ طاقت مسلمانون کے

---

[1] ریاض النفوس در امادری ص ۱۷۶، [2] کتاب المونس ص ۳۱، [3] ابن خلدون ج ۱ ص ۲۱۱ [4] ریاض النفوس در امادری ص ۱۷۶،

خلاف صف آرا ہوئی، ایک فیصلہ کن خونریز جنگ کے بعد رومی پرچم سرنگون ہوا، اور حسان قرطاجنہ مین سب سے پہلی مرتبہ فاتحانہ داخل ہوا،

زوال قرطاجنہ کے بعد رومیون کی ایک کافی جماعت قرطاجنہ سے ہجرت کرکے اپنے محفوظ قلعہ صقلیہ اور اندلس کی طرف روانہ ہوگئی[1]، اور اس طرح حکومت بزنطی کی وہ دو جداگانہ قوتین جو قرطاجنہ اور صقلیہ مین منقسم تھین، اب باہم یکجا ہوگئین،

لیکن ابھی قرطاجنہ رومیون سے خالی نہین ہوا تھا. حسان نے انھین اس شرط پر امان دی تھی، کہ شہر کو غیر مسلح کرکے یہان کے تمام فوجی استحکامات منہدم کردئے جائین گے، چنانچہ وہ رومیون سے یہی شرائط طے کرکے کسی دوسری طرف روانہ ہوگیا، لیکن اس اثنار مین صقلیہ اور قسطنطنیہ وغیرہ سے فوجین آگئین، اور قرطاجنہ کے رومیون نے بغاوت کا اعلان کردیا، اور اس مین وہان کے بربریون کو بھی شریک عمل بنالیا، چنانچہ وہ قرطاجنہ کی سمت واپس آرہا تھا، کہ صف آرا فوج سامنے دکھائی دی، اور پھر ایک خونریز جنگ کے بعد رومیون نے دوبارہ صلح کی درخواست پیش کی،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ

لیکن حسان نے رومیون سے کوئی خطاب کرنے کے بجائے بربریون کی طرف توجہ کی، کیونکہ حسان کو رومیون کی ساری طاقت انھی بربریون کی فوجی تنظیم مین نظر آئی، اس زمانہ مین بربریون کی سیادت ایک ہوشمند عورت کے ہاتھ مین تھی، جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی، حسان نے اس کاہنہ کو مغلوب کرکے مطیع کیا، اس کاہنہ کے دو اولوالعزم لڑکون کے ہاتھ مین بربریون کی کمان تھی، حسان نے انھین قبول اسلام کے بعد چھ ہزار بربریون کا سردار بناکر اسلامی لشکر مین داخل کرلیا،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ چند شرائط کے ساتھ طے پایا تھا، جنمین اہم شرطین یہ تھین، کہ فوج مین ان کو عربون کے مساوی حقوق حاصل ہون گے، یہ لوگ فتح افریقہ، حکومت بزنطی سے معرکہ آرائی اور

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۰ و ریاض النفوس درامار ی ص ۷۷،

غیر مطیع بربریوں سے جنگ آزما ہونے کیلئے عربوں کے دوش بدوش میدانِ جنگ مین شریک ہون گے،

اس طرح بربریون سے مصالحت ہوجانے سے افریقہ کے سیاسی حالات مین نہایت اہم انقلاب برپا ہوگیا، ایک طرف افریقہ کے غیر مفتوح علاقون کے سر ہونے مین آسانیان پیدا ہوگئین، دوسری طرف بحر روم کی دوسری مہمون خصوصًا حملہ صقلیہ مین افریقہ سے ایسی امداد حاصل ہوگئی، جس سے ان مہمون کی اہم مشکلات کا خاتمہ ہوگیا، کیونکہ بربری افریقہ کی اصل قوت تھے، اور ان مین کی یہ نمایان جماعت افریقہ مین اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے لئے کافی تھی، بلکہ اگر صرف عربی فوج افریقہ کی بغاوتون سے مطمئن ہوکر صقلیہ کی فوج کشی مین مصروف ہوتی، تو کچھ زیادہ دشواریان نہ تھین مزید برآن بربریون کی شرکت نے اور آسانیان پیدا کردین،

زوالِ قرطاجنہ | چنانچہ حسان نے ان بربریونکے معاہدہ کے بعد ایک ہی فیصلہ کن جنگ کے بعد حکومت قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا، اور رومیون کی بار بار کی بدعہدی کے باوجود سالانہ خراج کی ادائی کی شرط قبول کرکے امان دیدی، مگر رومیون کی یہ بھی ایک چال تھی، وہ قرطاجنہ کی حفاظت سے مایوس ہوچکے تھے، اور شہر کی پشت کے دروازے پر قطار در قطار جہاز کھڑے ہوئے ان کے انتظار مین تھے، اور جب کہ فاتحین عرب شب کی تاریک چادر مین منھ لپیٹے غفلت کی نیند سو رہے تھے، رومی شہر کو ویران اور سنسان چھوڑ کر مفرور ہونے کی تیاریان کر رہے تھے،

قرطاجنہ کی ویرانی سے صقلیہ کی آبادی | قرطاجنہ عظمتِ رفتہ کی یادگار تھا، متعدد باعظمت حکومتون فینقیا، قرطاجنہ، روما، اور حکومتِ بزنطی کا دار الحکومت رہ چکا تھا، اگرچہ اسکو حوادث کے سینکڑون تھپیڑے لگے، اور بار بار لوٹا گیا، خود عربون نے اسکو پائمال کرکے اس کی دولت و ثروت کا ایسا انبار خلیفہ عبد الملک کے دربار مین لگایا، کہ نگاہین خیرہ ہوکر رہ گئین، تاہم، وہ دنیا کی چار عظیم الشان حکومتون کا دار السلطنت تھا، وہ ہر مرتبہ برباد کیا گیا، مگر ویران اور سنسان نہین ہوا، کسی نے اسکو اس قصد سے نہین لوٹا کہ اس تاریخی شہر کا خاتمہ ہونے والا ہے اگر غارتگری کی تو حملہ آورون نے، خود یہان کے باشندون نے اسکو اس قصد سے کبھی برباد نہین کیا کہ وہ اس

شہر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے والے ہین، اور اسکی چپہ چپہ مین دولت و ثروت کے جو انبار اور تہ خانون مین زر و جواہر کے جو ڈھیر پڑے تھے، اور کوؤن مین حملہ آورون کے خوف سے جو دفینہ تہ آب تھا، وہ سب کے سب حملہ آورون کے دسترس سے باہر انھی کے قبضہ مین تھا،

لیکن آج یہ تمام مدفون خزائن اس لئے نکال لئے گئے کہ اس شہر کو ویران چھوڑکر ہمیشہ کے لئے خالی کردینا ہے، چنانچہ قرطاجنہ کے تمام لاؤ لشکر، سامان جنگ، سامان رسد، اور مویشیون کے علاوہ شہر کے تمام قیمتی ذخائر سیم و زر، دولت و ثروت کا سب انبار فاتح عربون کی نگاہ سے اوجھل جہازون پر بار ہوتا ہے اور پھر شہر کا ایک ایک متنفس جہاز پر سوار ہوتا ہے، بیزنطی پرچم، پر عظمت و پر شوکت تاریخی شہر قرطاجنہ کے کے احترام مین آخری سلام کرتے ہوئے جھکتا ہے، اور شب کی تاریکی مین جہازون کے لنگر اٹھائے جاتے ہین، اور بحر روم کی متلاطم خیز موجون کو چیرتے ہوئے صقلیہ کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوجاتے ہین،

سرزمین صقلیہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا، افریقیا اور صقلیہ کی متفرق رومی و مسیحی طاقت مجتمع ہوگئی جس کا مقصد ایک متحدہ محاذ بنا کر ان دشمنان دین و ملک عرب کو افریقیہ سے خارج کرنا تھا، چند جہاز اندلس بھی گئے، لیکن وہ معدودے چند تھے،

جب حسان صبح کو شہر مین داخل ہوا، تو سنسان پڑا تھا، اسلامی دار الحکومت قیروان کی بنا پڑ چکی تھی قرطاجنہ کی گلی گلی مین خاک اوڑ رہی تھی، حسان سے جذبہ غضب مین کچھ نہ بنا، شہر کو تباہ و برباد کر ڈالا، اور شہر کی یادگار کے طور پر ایک مسجد تعمیر کردی[1]،

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۲، کتاب المونس ص ۳۲، تاریخ ابن عذاری ص ۲۴، و ریاض النفوس درا ماری ص ۱۷۷، و معرکہ مذہب و سائنس ڈریپر ص ۱۳۸ وغیرہ واقعات کی تفصیل مین کسی قدر اضطراب ہے، جو سب روایتون کو سامنے رکھنے سے دور ہوجاتا ہے ہم نے زوال قرطاجنہ کے حالات سے صرف وہی چیزین اخذ کرلین جو صقلیہ سے متعلق تھین، کہ دیگر امور کی تفصیل یا تطبیق ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے،

قرطاجنہ کی اس جنگ مین صقلیہ نے نمایان حصہ لیا، اولاً فتح قرطاجنہ کے بعد جب اہل قرطاجنہ نے دوبارہ سر اوٹھایا، اور اس موقع پر رومیون کی جو فوج حسان سے صف آرا ہو کر لڑی اس مین صقلیہ کے جانباز سپاہی بھی تھے، علاوہ ازین اب زوال قرطاجنہ کے بعد صقلیہ بحر روم کے رومیون کا متحدہ مرکز بنگیا لیکن حسان کو زوال قرطاجنہ کے بعد افریقیہ کے معاملات سے فرصت نہ مل سکی، کہ صقلیہ کی طرف توجہ کرتا، البتہ اس کے عہد حکومت مین صقلیہ کی مہم کے سلسلہ مین چند اہم کام انجام پا گئے، اولاً ٹیونس مین دار الصناعۃ کی بنیا دپڑی، دوسرے بربریون کی آزمودہ فوج بحری حملون کے لئے اسلامی لشکر مین داخل ہوئی، اور تیسرے یہ کہ قرطاجنہ کے زوال سے اولاً افریقیہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہوگئی، اور اس کے علاوہ اسلامی لشکر کی توجہ اب بری حملون کے بجائے زیادہ تر بحری حملون کی طرف مبذول ہو گئی، لیکن قرطاجنہ کی مہم سر ہونے کے بعد قبل اس کے کہ حسان ٹیونس کے دار الصناعۃ کی تکمیل کر کے صقلیہ کی مہم کا آغاز کرے بعض سیاسی حالات پیش آجانے کے باعث اس کا افریقیہ کا زمانہ ولایت ختم ہوگیا اور اسکے بجائے یورپ کا مشہور فاتح موسیٰ بن نصیر اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

دار الصناعۃ کی تکمیل جب موسیٰ بن نصیر کو افریقیہ کی لڑائیون کی طرف سے جمعیت خاطر ہوئی تو انھون نے بحری تیاری کے لئے ٹیونس کے دار الصناعۃ کی طرف توجہ کی اور اس کام کو وسیع پیمانہ پر جاری کیا، اسوقت ٹیونس کی اصل آبادی بحر روم سے ۱۲ میل کی دوری پر تھی، موسیٰ نے سب سے پہلے اسی دوری کو دور کیا، اور سمندر کی موجین ٹیونس کی دیوارون سے ٹکرانے لگین، پھر دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۴ھ مین جہاز سازی شروع ہوئی اور سو جہازون کی تیاری کا حکم صادر کر دیا گیا[1]،

[1] ریاض النفوس در مالکی ص ۷، و کتاب المونس ص ۳۳، ابن خلدون نے دار الصناعۃ کی تعمیر کو حسان کی طرف منسوب کیا ہے، اور ریاض النفوس مین موسیٰ بن نصیر کی طرف منسوب ہے ہم نے دونون کی تطبیق یون دی ہے کہ حسان نے اس کا آغاز کیا اور موسیٰ کے ہاتھون پایۂ تکمیل کو پہنچا، کتاب المونس مین قیل، کہکر اسکو موسیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے،

تیسرا اور چوتھا حملہ بہ عہد موسیٰ بن نصیر

موسیٰ نے دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۵ھ میں صقلیہ کی طرف ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی میں روانہ کیا، جو ساحلی شہر کو تاراج کرکے واپس آگیا۔[1] پھر چند ہی ماہ بعد ۸۶ھ میں عیاش بن اخیل کی سرکردگی میں صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے دوسری فوج روانہ ہوئی، عیاش نے براہِ راست صقلیہ کے دار الحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور معرکہ آرائی کے بعد مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آگیا۔[2]

موسیٰ نے ۸۵ھ اور ۸۶ھ کے یہ دونوں حملے چھوٹی چھوٹی مہمیں بھیج کر آزمائشی طور پر کئے تھے، کیونکہ موسیٰ کے پیش نظر کچھ اور منصوبے تھے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن مشیتِ ایزدی کو کچھ اور منظور تھا، موسیٰ کے گرد و پیش بعض ایسے حالات جمع ہو گئے کہ اندلس کی مہم کو نامکمل چھوڑ کر افریقہ واپس آگیا، اور بارگاہِ خلافت میں حاضری دینے کے قصد سے دمشق روانہ ہوا، خلیفہ ولید اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا، اس کے جانشین سلیمان بن عبد الملک اور موسیٰ بن نصیر میں بعض اسباب کی بنا پر باہمی شکر رنجی ہوئی، اور سلیمان نے موسیٰ کے استیصال کا پورا فیصلہ کر لیا، اور اسکے تمام اعزاز و مناصب چھین لئے،[3] اور موسیٰ کے عہدۂ ولایت کے زوال کیساتھ ہی اسکے وہ تمام منصوبے بھی خاک میں مل گئے، اور اسی سے صقلیہ کی مہم بھی ناتمام رہ گئی،

پانچواں حملہ بہ عہد یزید بن ابی مسلم

موسیٰ کے معزول ہونے کے بعد افریقہ کے سیاسی حالات میں مختلف مد و جزر آئے، اسی سلسلہ میں یزید بن ابی مسلم کاتب حجاج ثقفی ولایت افریقہ پر سرفراز ہو کر آیا، اس وقت افریقہ کے حالات کچھ پرسکون تھے، اسلئے اسکو صقلیہ کی مہم یاد آئی، اور ۱۰۲ھ میں محمد بن اوس انصاری

---

[1] دیوان صلۃ السمط درامارى ۲۱۱، کتاب المونس صفحہ ۳۳ [2] البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۴۷، ونہایۃ الارب درامارى صفحہ ۴۲۵، ودیوان صلۃ السمط درامارى ۲۱۱
[3] ابن اثیر ج ۵ صفحہ ۴۳، ۴۹،

کی سرکردگی مین ایک بیڑا روانہ کیا، لیکن ادھر یہ لشکر روانہ ہوا، اور ادھر والی افریقیہ اپنے بعض نا رواطرز عمل کی پاداش مین قتل کردیا گیا، اسلئے محمد بن ادس کو عارضی طور پر افریقیہ کی زمام حکومت سنبھالنے کیلئے صقلیہ سے واپس چلا آنا پڑا، اس کے قلیل زمانۂ قیام صقلیہ مین ایک دو لڑائیان پیش آئین اور کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا،[1]

چھٹا حملہ بہ عہد بشیر بن صفوان

چھٹا حملہ بشیر بن صفوان کلبی کی سرکردگی مین پیش آیا، وہ ۱۰۳ھ مین افریقیہ کی ولایت پر آیا، اور صقلیہ کی مہم خود اپنے ہاتھ مین لی، ۱۰۹ھ مین بذات خود صقلیہ پر حملہ آور ہوا، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ قیروان واپس آیا،[2]

ساتوان حملہ بہ عہد عبیدہ بن عبد الرحمن

بشیر بن صفوان کے بجائے ۱۱۰ھ مین عبیدہ بن عبد الرحمن السلمی ولایت افریقیہ پر سرفراز کیا گیا، اسکے عہد حکومت مین صقلیہ پر متعدد حملے ہوئے، اس نے سب سے پہلے اسی سال عثمان بن ابی عبیدہ بن عقبہ کی سرکردگی مین ایک بیڑا روانہ کیا، پھر اس کے بعد سات جہازون کا ایک مختصر بیڑا حبیب بن ابی عبیدہ کی معیت مین روانہ کیا، ان دونون نے ملک صقلیہ پر یورش کی، رومی پسپا ہوئے اور بیڑا کامیاب واپس آگیا،[3]

آٹھوان حملہ

عبیدہ کے عہد حکومت مین اس ابتدائی حملہ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے ایک عظیم الشان بیڑا ترتیب دیا گیا، جو ۱۸۰ جہازون پر مشتمل تھا، بیڑے کی کمان مستنیر بن الحجاب الحرشی[4] کے سپرد ہوئی، اور یہ بیڑا نہایت جاہ وجلال سے صقلیہ روانہ ہوگیا،

افریقیہ کے یہ تمام بیڑے محض عارضی وہنگامی طور پر بھیجے جاتے تھے، کہ اسلامی مملکت کی متحارب حکومتون کے ممالک محروسہ مین وقتاً فوقتاً عام یورش کی جائے، تاآنکہ وہ عاجز آکر دل سے توافقین مین داخل ہوجائین اور مستنیر کا یہ بیڑا بھی اسی غرض سے بھیجا گیا تھا، لیکن مستنیر نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے حملون کو طول دیدیا،

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۶ و نہایۃ الارب نویری در امار ی ۴۲۶ [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۸، البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۵۷، نہایۃ الارب در اماری ۴۳۶ [3] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۶۶۱ [4] کتاب المقفی مقریزی مین جو خود مصنف کے قلم کا نسخہ ہے یہی نام ہے، اور کتاب المونس کے مطبوعہ نسخہ مین "مستنیر بن الحارث" ہے،

اور صقلیہ مین ایک طویل مدت تک ٹھہر گیا، اسی اثنار مین جاڑون کا ایسا موسم آگیا جس مین بادبانی اور پالدار جہازون کا سفر مشکل سے ہو سکتا تھا،

لیکن مستنیر نے بحر روم کے سفر کی مشکلات کو نظر انداز کر دیا، اور اسی زمانہ مین جہازون کا لنگر اوٹھا دیا، اور جب وسط سمندر مین پہنچا، تو سمندر کے تلاطم خیز طوفان کا مقابلہ نہ کر سکا، اور موجون کے تھپیڑون سے پورا بیڑا غرقاب ہو گیا، ۰ ۸ جہازون مین سے صرف ۷ جہاز افتان وخیزان کسی طرح ساحل سے آلگے، اور انھی مین سالار بحر مستنیر کا جہاز بھی تھا، جو طرابلس الغرب کے ساحل سے جا لگا تھا،

والی افریقیہ عبیدہ بن عبد الرحمن السلمی پر یہ واقعہ نہایت شاق گذرا، کیونکہ اولاً تو پورا اسلامی بیڑا تباہ وبرباد ہو گیا، اسکے علاوہ اس واقعہ سے سارے افریقیہ مین ایک کہرام مچ گیا، کہ مستنیر کی اس غلطی سے صدہا جانین ضائع ہو گئین،

چنانچہ مستنیر اسی الزام مین گرفتار کر لیا گیا، اور حاکم طرابلس یزید بن مسلم کندی نے والی افریقیہ کے ایما سے محافظون کے ساتھ اسکو دار الحکومت قیروان بھیج دیا، جہان اسکو اس جرم مین سزاے تازیانہ اور حبس دوام کی سزا ملی، کہ وہ حکومت کے ہدایات کے برخلاف صقلیہ مین زیادہ دنون تک ٹھہر گیا، اور باوجودیکہ جاڑے کا موسم آچکا تھا، اور اس زمانہ مین سمندر کا راستہ نہایت پرخطر تھا، لیکن وہ انھی حالات مین پوری فوج کو لیکر وہان سے روانہ ہو گیا، اور سارا بیڑا تباہ وبرباد کر ڈالا، اور نیز باشندگان قیروان کے جذبات ٹھنڈے کرنے کیلئے اسکی پاداش مین قیروان مین اسکی تشہیر کیگئی، اور بڑی بڑی سڑکون پر اسکو پابجولان گشت کرایا گیا، اور پھر اس سخت سزا کے بعد عمر بھر کیلئے قید خانہ مین ڈالدیا گیا،[۱]

نوان حملہ — اس کے بعد عبیدہ کے عہد حکومت مین صقلیہ پر چند اور حملے ہوئے، ۱۱۲ھ مین ثابت بن خیثم اردنی

---

[۱] کتاب المقفی مقریزی ورق ۲۶۱ و کتاب المونس ص ۳۰ مستنیر عبیدہ کے عہد ولایت تک جیل مین پڑا رہا پھر اس کے جانشین والی نے اسکی سزا مین تخفیف کرکے اسکو رہا کر دیا،

کی سرکردگی میں ایک بیڑا روانہ کیا گیا، جو فائز المرام ہو کر مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لئے ہوئے صحیح و سالم واپس آگیا،[۱]

دسواں حملہ

اسی اثنا میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے بحرِ روم کی طرف توجہ کی، اور یہاں کے جزائر پر حملہ آوری کیلئے ایک تجربہ کار قائد عبدالملک بن قطن کو مامور کیا،[۲] وہ دارالخلافت دمشق سے افریقیہ آیا، اور یہاں سے ۱۱۴ھ ۷۳۲ء میں صقلیہ روانہ ہوا، اوس کو بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اور وہاں سے افریقیہ لوٹ آیا،

گیارہواں حملہ بعہد عقبہ بن قدامہ

اسی طرح ۱۱۵ھ ۷۳۳ء میں بکر بن سوید کی سپہ سالاری میں ایک بیڑا صقلیہ بھیجا گیا، لیکن اس مرتبہ رومی پہلے سے تیار بیٹھے تھے، جم کے مقابلہ کیا، اسلامی بیڑے پر منجنیقوں سے آگ برسائی، اور اس کو پسپا ہونا پڑا، بالآخر وہ ناکام و نامراد افریقیہ واپس چلا آیا،[۳]

۱۱۵ھ ۷۳۳ء کی یہ مہم ایسے وقت صقلیہ روانہ ہوئی تھی، جب عبیدہ ولایت افریقیہ سے معزول ہو کر دمشق روانہ ہو چکا تھا، اور اس کے بجائے عقبہ بن قدامہ تجیبی بطور قائم مقام والی خدمات انجام دے رہا تھا، اس لئے ۱۱۵ھ ۷۳۳ء کی اس ناکامی کے جواب میں کوئی فوری پیشقدمی نہیں کی گئی، لیکن ۱۱۶ھ سے ۱۱۸ھ تک جو پے درپے حملے ہوئے، وہ خود اس کی خبر دے رہے تھے، کہ صقلیہ کی مہم کا کوئی نہ کوئی اصلی حل عنقریب ظہور پذیر ہونے والا ہے،

بارہواں حملہ بعہد عبیداللہ بن الحجاب

چنانچہ جب ۱۱۶ھ ۷۳۴ء میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن کے بجائے عبیداللہ بن الحجاب عہدۂ ولایت پر متمکن ہو کر افریقیہ پہنچا، تو اس نے سب سے پہلے دارالصناعۂ تونس کی طرف توجہ کی،[۴] اور اپنا بحری مرکز درست کر کے فوجکشی کی تیاریاں کرنے لگا،

---

[۱] کتاب المقفیٰ مقریزی درامار ی ص ۲۶۲، [۲] کتاب المسالک والممالک ابی عبید البکری درامار ی ص ۳۱، [۳] کتاب المقفیٰ مقریزی درامار ی ص ۲۶۲، [۴] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۶۰،

چنانچہ اس نے سب سے پہلے اسی سال ۱۱۶ھ ۷۳۴ء مین ایک عظیم الشان لشکر ترتیب دیکر صقلیہ روانہ کیا، یہ لشکر ابھی راستہ ہی مین تھا کہ ایک رومی بیڑے سے مڈبھیڑ ہوگئی، اور وسط سمندر مین دونون مین خونریز جنگ برپا ہوگئی، رومیون نے شکست کھائی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے، اور پسپا ہوکر واپس لوٹ گئے" لیکن اتفاق سے واپسی مین مسلمانون کی ایک جماعت ان کے ہاتھ آگئی تھی، اس کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لیتے گئے، انھی مین عبدالرحمٰن بن ابی زیاد بھی تھے جو رومیون کے یہان ۱۲۱ھ ۷۳۸ء تک مقید رہے[۱]،

تیرھوان حملہ اور فتح سیراکیوز | عبیداللہ والی افریقہ نے اس بحری جنگ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے پھر ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، جسکی کمان افریقہ کے ایک مشہور قائد حبیب بن ابی عبیدہ کے سپرد ہوئی، حبیب عقبہ بن نافع فہری کے خاندان کا چشم وچراغ تھا، اور اس سے پہلے اہم مہمین سرانجام دے چکا تھا، لشکر مین حبیب کا نوجوان لڑکا عبدالرحمٰن بھی تھا،

یہ لشکر ۱۲۲ھ ۷۳۹ء مین افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے تمام شہرون کو چھوڑ کر اسکے دارالحکومت سیراکیوز کے ساحل پر لنگر انداز ہوگیا، حبیب کے جوانمرد لڑکے عبدالرحمٰن نے فوج کا ایک دستہ ساتھ لیا، اور جہاز سے اوتر کر خشکی پر قدم رکھا، رومیون نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور دونون فوجون مین پے در پے لڑائی ہوتی گئی، اور عبدالرحمٰن ہر معرکہ مین کامیاب وکامران آگے بڑھتا گیا، یہان تک کہ شہر پناہ کا پھاٹک سامنے آگیا، رومی پسپا ہوکر محصور ہوگئے، عبدالرحمٰن نے حیدر کرار کی سنت تازہ کی، اور پھاٹک پر اپنی شمشیر آبدار سے ایسا بھرپور وار کیا، کہ وہ دو ٹکڑے ہوکر الگ جا گرا، اور اسلامی لشکر جوش وخروش سے شہر مین فاتحانہ داخل ہوگیا،

سیراکیوز کا باجگذار بننا | رومیون نے ہتھیار ڈالدیئے، اور اسلامی سپہ سالار کے سامنے سر اطاعت خم کرکے طالب امان ہوئے، اور اسی کے ساتھ آج صقلیہ کی تمام مہمون کا اصلی مقصد سامنے آگیا، اور جو مہم ۳۳ھ ۶۵۳ء

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۷،

سے شروع ہوئی تھی، آج ۲۱۲ھ ۸۲۷ء مین اس کا ایک حصہ انجام کو پہنچا، عبدالرحمن فاتح سرقوسہ نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، حکومت صقلیہ نے اس کی ادائی کا وعدہ کیا، اور اسی تاریخ سے حکومت صقلیہ اسلامی حکومت کے دول متوافقین مین شامل ہوکر مسلمانون کی باجگذار بنی،

سیراکیوز کے قبول جزیہ کے باوجود صقلیہ کے دوسرے شہرونکا سرکش رہنا

سرقوسہ (سیراکیوز) حکومت بیزنطی صقلیہ کا دارالحکومت تھا، اسلئے اسکی اطاعت کے معنی اصولاً جزیرہ صقلیہ کی اطاعت کے ہین لیکن اس زمانہ مین یورپ کی حکومتون اور ان کے مقبوضہ شہرون کے تعلقات دورِ حاضر سے بڑی حد تک مختلف تھے، اس زمانہ مین عہد قدیم کی طرح ہر ایک شہر انفرادی حیثیت سے بھی آزاد ہوتا، اس کا مستقل فوجی نظام ہوتا، الگ مستحکم قلعے ہوتے، جداگانہ نظام خراج ہوتا، اور ہر ایک شہر کو اپنی حفاظت کا پورا سامان خود بہم پہنچانا ہوتا، اس لئے ضروری نہ تھا کہ مرکزی حکومت نے جو معاہدہ کسی فریق سے کرلیا ہو، اس کی پابندی تمام شہرون پر عائد ہوجائے،

خصوصاً جس زمانہ مین سرقوسہ نے اسلامی حکومت افریقیہ کے سامنے سرِ اطاعت خم کیا، سرزمین صقلیہ اسی قسم کے ابتر حالات مین مبتلا ہوگئی تھی، چنانچہ وہان کی حکومت بیزنطی کا مرکزی نظام حکومت قائم تھا، قسطنطین دوم نے وہان جو اصلاحات رائج کی تھین وہ شاہان بیزنطی کی غفلت شعاری سے مٹ چکی تھین صرف برائے نام مرکزی حکومت کی ایک شکل قائم تھی، ورنہ ہر ایک شہر کو جداگانہ آزادی وخودمختاری حاصل تھی، مثلاً اکثر ایسا ہوتا کہ جنوبی اٹلی کی کسی ایک حکومت اور صقلیہ کے کسی ایک شہر سے معاہدہ ہوجاتا، اور دونون کے دوستانہ مراسم قائم ہوتے، اس کے باوجود جنوبی اٹلی کی وہی حکومت صقلیہ کے کسی دوسرے شہر پر حملہ آور ہوکر جنگ آزمائی مین مصروف ہوتی،

اس لئے درحقیقت اسلامی حکومت کیلئے سرقوسہ کی مہم سرانجام پاجانے سے صقلیہ کی اصل مہم تکمیل کو نہین پہنچی تھی، کیونکہ یہ ضروری نہ تھا کہ سرقوسہ کے معاہدۂ ادائے جزیہ کو صقلیہ کے دوسرے شہر بھی قبول کرلین، یا جزیہ کی اس رقم مین اولاً حسب رسدی شرکت کرین، اور جزیہ کی ادائی سے جو ذمہ داریان

اور شرطین دونون حکومتون پر عائد ہوتی ہین، ان کی پابندی کرین،

صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مطیع کرنے کے منصوبے

اس لئے اطاعت سیراکیوز کے باوجود صقلیہ کی مہم انجام کو نہین پہنچی تھی اگرچہ اب سرقوسہ کے مطیع ہوجانے سے جزیرہ پر انھین ایسے مواقع حاصل ہوگئے، کہ وہ خشکی پر مزید پیشقدمی کا اہتمام کرین، اور دوسرے شہرون کو بآسانی مغلوب کرلین، اور علاوہ ازین یہ امر واقعہ ضرور تھا، کہ جب جزیرہ کا صدر مقام حلقۂ اطاعت مین داخل ہوچکا تھا، تو دوسرے شہرون کو زیر کرنے مین دشواریان کا زیادہ سامنا نہ تھا،

افریقیہ مین بغاوت کا پھیلنا اور صقلیہ سے اسلامی لشکر کی واپسی

چنانچہ مورخین متفقہ طور پر لکھتے ہین کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار حبیب نے اسی قصد سے سرقوسہ مین قیام کیا، کہ وہ جزیرہ کو پورے طور پر مطیع کرکے افریقیہ واپس جائے لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا، اسی زمانہ مین جب وہ صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مغلوب کرنے کی فکر مین تھا کہ افریقیہ سے بغاوت کے پھیلنے کی خبر آئی،

افریقیہ کی اس بغاوت کا ایک بڑا سبب صقلیہ کی یہ مہم بھی تھی، کیونکہ اسوقت فوج کے چیدہ افسر اور اسلامی لشکر کا معتدبہ حصہ صقلیہ کی مہم مین مصروف تھا، اتفاق سے اہل طنجہ عبیداللہ بن الحجاب والی افریقیہ سے ناراض بیٹھے تھے، موقع کو مغتنم سمجھا، اور علم بغاوت بلند کردیا، اور یہ بغاوت نہ صرف والی افریقیہ کے برخلاف تھی، بلکہ خلیفہ اموی کے مقابلہ مین میسرہ نامی ایک سقہ کو امیرالمومنین کا خطاب دیکر خلیفہ بنادیا گیا،

اور اس بنا پر میسرہ کے مقابلہ کے لئے ابن الحجاب نے صقلیہ سے حبیب کو واپس بلالیا،

چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

> جب بربر نے حبیب بن ابی عبیدہ کے صقلیہ کی فوجکشی کا حال سنا تو طمع مین آگئے، اور ابن الحجاب کے معاہدہ کو توڑ دیا، اور میسرہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی اور اسکو امیرالمومنین کا لقب دیدیا، اس لئے ابن الحجاب نے

حبیب کے پاس صقلیہ پیغام بھیجا، اور میسرہ ستمہ کے مقابلہ کے لئے اس کو واپس بلالیا، کیونکہ یہ واقعہ نہایت عظیم الشان پیش آگیا تھا،

چنانچہ حبیب کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے، اور وہ اپنا ارادہ ملتوی کرکے افریقیہ لوٹ آیا، اس کے بعد افریقیہ کے سیاسی حالات میں ایسا دورِ فتن آیا، کہ کچھ دنوں کے لئے اس قسم کی تمام پیشقدمیاں آپ سے آپ ہو گئیں،

افریقیہ میں دورِ اختلال اور اسکا اثر صقلیہ کی مہموں پر سنہ ۱۲۲ تا سنہ ۱۴۲ھ

صقلیہ کی اس آخری مہم کے ساتھ افریقیہ میں بغاوت کا جو علم بلند ہوا، اسکو حبیب بن ابی عبیدہ بھی اپنی واپسی سے سرنگون نہ کرسکا، بلکہ باغی روز بروز قوت پکڑتے گئے، چنانچہ سنہ ۱۲۳ھ میں جب عبید اللہ بن الحجاب بغاوت فرو کرنے سے عاجز آگیا، تو اسکے بجائے کلثوم بن عیاض القشیری بربریوں کی سرکوبی کیلئے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ افریقیہ آیا، لیکن وہ بھی میدان جنگ میں قتل کیا گیا، اور اس کے ساتھ حبیب بن ابی عبیدہ فاتح صقلیہ بھی کام آیا،

اس کے بعد ۱۲۴ھ میں حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقیہ پر آیا، اور وہ صوبہ میں امن و امان قائم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوچکا تھا، کہ خود خلفائے بنی امیہ کا ستارۂ اقبال ڈوبنے لگا، حکومت کا تختہ الٹنے کی جو منظم کوششیں تھیں، وہ کامیاب ہوتی ہوئی نظر آئیں، ممالک محروسہ کے چپہ چپہ میں علم بغاوت بلند ہوگیا، اور خود خاندان بنی امیہ کے دعویداران خلافت کی باہمی کشمکش سے اس کا رہا سہا اعتماد بھی زائل ہونے لگا، چنانچہ ابھی دمشق میں خلافت امویہ کا علمبردار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا، کہ افریقیہ نے خلافت امویہ کا جوا اوتار کر پھینک دیا، اور فاتح سرقوسہ عبدالرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقیہ پر چڑھائی کرکے حنظلہ بن صفوان کو معزول کیا، اور اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کردیا،

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۱، ۲۴۲، حوادث سنہ ۱۲۲ھ، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۸۹، کتاب المونس ص ۳۹، نہایۃ الارب نویری در اماری، البیان المغرب ابن عذاری در اماری ۵۲ تا ۴۰، ان سب بیانات کو سامنے رکھ کر واقعہ کو مرتب شکل میں پیش کیا گیا ہے،

لیکن اسوقت عبدالرحمٰن کا مقصود بنو امیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا نہ تھا، بلکہ محض ولایت افریقیہ پر اپنا قبضہ و اقتدار قائم کرنا تھا، عبدالرحمٰن نے اگرچہ اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا لیکن ابھی خود اسکی بنیاد ایسی مستحکم نہ تھی، کہ افریقیہ کی داخلی بغاوتون کے ساتھ بیفائدہ مرکزی اسلامی حکومت کو بھی اپنا دشمن بنالے، چنانچہ جب چند ہی دن کے بعد اسی سال دولت بنی امیہ کو زوال آیا، اور ان کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا، اور ان کے جانشین خلفائے عباسی سریرآرائے خلافت ہوئے، تو عبدالرحمٰن نے نہایت خاموشی سے اطاعت و انقیاد کی نام نہاد رسم ادا کر دی اور خلیفۂ عباسی سفاح کا نام رسمی طور پر خطبہ مین جاری کر دیا،

اسوقت عبدالرحمٰن کی ساری توجہ ممالک مغرب کے مطیع و زیرنگین کرنے پر مرکوز تھی، چنانچہ جب اسکو سرزمین افریقیہ مین پوری کامیابی حاصل ہوگئی، اور شمالی افریقیہ کی اسلامی مملکت کے چپہ چپہ نے اطاعت قبول کرلی[1]، تو اسکو اپنا مفتوح جزیرہ صقلیہ یاد آیا،

سیرا کیوز کا ادائے جزیہ سے انکار کرنا، اور صقلیہ پر دوبارہ حملہ افریقیہ مین ۱۳۲ھ سے جو حالات پیدا ہوگئے تھے ان سے حکومت صقلیہ سے فائدہ اوٹھا کر اپنے جزیہ کی موعودہ رقم ارسال نہین کی جو اس پر واجب الادا تھی، اسلئے عبدالرحمٰن فاتح سرقوسہ نے افریقیہ مین قیام امن کے بعد ۱۳۵ھ مین صقلیہ پر حملہ کیا، جو نہایت کامیاب ہوا اور ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق یہ صقلیہ کی ایسی کامیاب مہم تھی جسکی اس کے ابتدائی حملون مین کوئی نظیر نہین ملتی، اور جب وہ افریقیہ لوٹا ہے تو مال غنیمت اور قیدیون کی ایک کثیر تعداد اسکے ساتھ تھی،

حکومت صقلیہ کا جزیہ قبول کرنا عبدالرحمٰن نے اس مہم مین حکومت صقلیہ کو ادائے جزیہ پر پھر مجبور کر دیا، اور انھی شرائط پر وہان سے واپس آیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۷،

سردانیہ کا جزیہ قبول کرنا

پھر عبد الرحمن نے ۱۳۵ھ مین حکومت بیزنطی کے دوسری بحری مرکز سردانیہ پر فوجکشی کی، اور وہان بھی جزیہ کی ادائی پر مصالحت ہوگئی،[۱]

عہد عباسیہ مین صقلیہ و سردانیہ پر یہ سب سے پہلا حملہ تھا جس نے ان جزیرون کو اصولاً حکومت عباسیہ کا باجگذار بنا دیا، اور اگر افریقہ کے سیاسی حالات مین پھر کوئی نیا انقلاب نہ ہوتا، تو کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہ جزیرے اپنی باجگذاری پر برابر ثابت قدم نہ رہتے،

افریقہ مین بغاوتین اور حکومت کے مختلف انقلابات

مگر ان دنون افریقہ کے سیاسی حالات کچھ ایسے ہو رہے تھے کہ چند سال بھی کوئی یکسان نظام قائم نہ رہ سکا، اولاً جب منصور خلیفہ عباسی کا دور آیا، تو اس نے بھی عبد الرحمن کو بدستور ولایت پر قائم رکھا، لیکن پھر دونون مین بعض وجوہ کی بنا پر ایسے اختلافات پیدا ہوگئے کہ عبد الرحمن نے اسکی اطاعت سے انحراف کرکے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا، چنانچہ ۱۴۰ھ تک افریقہ مین عبد الرحمن کے خاندان کی حکومت قائم رہی، پھر اس کے خاندان کا استیصال ہوا، اور عام طوائف الملوکی پھیل گئی،

یہان تک کہ جب خلافت عباسیہ کو اپنے مشرقی معاملات سے فرصت ملی تو اس طرف بھی توجہ کیگئی، اور ایک دو سال کی معرکہ آرائی کے بعد ۱۴۳ھ مین محمد بن اشعث خزاعی افریقہ آیا اور ۱۴۴ھ تک تمام خارجیون اور بربریون کا قلع قمع کرکے کامل امن وامان قائم کر دیا، لیکن ابھی وہ افریقہ کے معاملات کو روبہ اصلاح لانے مین مصروف تھا، کہ اسکو بعض سیاسی غلطی کی پاداش مین ولایت افریقہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور اواخر ۱۴۷ھ مین افریقہ سے دار الخلافت کو روانہ ہوگیا، اور یہان کی زمام

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۴۹ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۰ نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۲۶، ابن عذاری ترجمہ ص ۱۸، اس موقع پر ابن اثیر مین عبد الرحمن کے بجائے عبد اللہ ہے، جو مسامحت پر مبنی ہے، نیز نویری نے حملہ کا سال ۱۳۰ھ لکھا ہے، یہ بھی صحیح نہین،

حکومت عارضی طور پر عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے اپنے ہاتھ میں لی، اس کے بعد ربیع الاول ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء
میں بارگاہ خلافت سے اغلب التمیمی ولایت افریقیہ پر سرفراز ہوکر یہاں داخل ہوا، اور زمام
حکومت اپنے ہاتھ میں لی، لیکن شعبان ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں ایک بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدان جنگ
میں یہ بھی کام آگیا،

اغلب کی وفات کے بعد اسکے اہل وعیال نے افریقیہ میں سکونت اختیار کر لی لیکن ان
میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اسکی جانشینی کے بارگران کو سنبھال سکتا، اس لئے خلیفۂ وقت کی طرف سے
دوسرا والی مقرر کر دیا، لیکن افریقیہ کی بغاوت وبدامنی بدستور جاری رہی، مرکزی حکومت نے امن و
امان کے قیام کی بہترین صورتیں اختیار کیں، اور ایک مستقل خاندان آل مہلب کو یہاں کی حکومت تفویض
کردی، مگر پھر بھی ۱۵۱ھ / ۷۶۸ء سے ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء تک مختلف سالوں میں سات ولاۃ مقرر ہوئے، اور ان میں سے اکثر کو بغاوتوں
کا سامنا کرنا پڑا، اور بعض کو اپنی قیمتی جان بھی نذر کرنی پڑی،

چنانچہ ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء میں جسوقت کہ محمد بن مقاتل العکی افریقیہ کا والی تھا، ایک باغی سردار تمام بن تمیم التمیمی
نے ایسی یورش کی کہ دار الحکومت قیروان پر قابض ہوگیا، محمد بن مقاتل افریقیہ کی ولایت سے دستبردار ہوکر
اوس باغی سے طالب امان ہوکر جان بخشی کرائی، اور پورے افریقیہ میں نہایت ابتری پھیل گئی،

اسی زمانہ میں اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم زاب کا حاکم تھا، قیروان کے یہ حالات دیکھ کر فوج لیکر
آگے بڑھا، تمام سے قیروان خالی کرایا، پھر پورے صوبہ کو زیرنگین کیا، اس کے بعد کمال دیانت داری و
دانائی وفرزانگی سے افریقیہ کی زمام حکومت سابق والی افریقیہ محمد بن مقاتل کے ہاتھ میں دیدی اور تمام
افریقیہ میں امن وامان قائم ہوگیا،

لیکن محمد بن مقاتل کچھ زیادہ دنوں افریقیہ میں قیام نہ کرسکا، اور سیاسی صورت حال ایسی
پیش آگئی، کہ وہ بارگاہ خلافت میں طلب کر لیا گیا، اور خلیفہ ہارون رشید نے ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء میں افریقیہ کی زمام

حکومت ابراہیم بن اغلب کے حسنِ خدمت کے اعتراف میں اسی کے سپرد کر دیگئی،[1]

افریقیہ کی بغاوتوں کے زمانہ میں صقلیہ کی جنگی تیاریاں

۱۳۵ھ / ۷۵۲ع سے ۱۸۴ھ / ۸۰۰ع تک جو سیاسی ہیجان رہا، اس سے صقلیہ کے حالات میں بھی ایک نیا انقلاب برپا ہو گیا، کیونکہ افریقیہ کا یہ مختصر دورِ فتن حکومت صقلیہ کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا، اور اسی مختصر زمانہ میں صقلیہ نے اپنے وہ تمام منصوبے نہایت حسن و خوبی سے پورے کر لئے جن کی قسطنطین دوم نے یہاں داغ بیل ڈالی تھی لیکن مسلمانوں کے پے در پے حملوں سے صقلیہ کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملتا تھا کہ وہ قسطنطین کی تجاویز عملی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا،

چنانچہ افریقیہ کے اسی دورِ اختلال میں حکومت صقلیہ نے اپنی مکمل حفاظتی تدبیریں انجام دیں، فوجوں کا مرتب نظام قائم ہوا، شہروں کے شہر پناہ اور جہاز کے بندرگاہ کی درستی کے ساتھ قلعوں کو نئے سرے سے مستحکم کیا گیا، اور حفاظت کی تمام صورتیں اختیار کر کے ان کی نہایت مستعدی سے نگہداشت شروع ہوئی، اور پھر ہر سال جہاز پر سوار ہو کر جزیرہ کے گرداگرد گشت لگانے، اور اپنے تمام استحکام کی دیکھ بھال کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا، اسی طرح اندرون جزیرہ کو پوری طرح مسلح کر لیا گیا، صقلیہ میں قلعوں کی کمی نہیں تھی، قدم قدم پر سر بفلک قلعے کھڑے تھے، لیکن آبادی کی کمی کے باعث اور نیز حکومت کی غفلت شعاری سے غیر آباد پڑے تھے، اگرچہ ان میں سے چند قلعے مسلمانوں کے فتحِ افریقیہ کے وقت بھی آباد ہو چکے تھے، تاہم ابھی ایسے قلعوں کی کثیر تعداد تھی، جو ویران اور سنسان پڑے تھے، چنانچہ اب اس موقع پر ان کے آباد ہونے کی باری آئی، اور ایک ایک قلعہ آباد کر دیا گیا، علاوہ ازیں جا بجا جنگی ضرورتوں سے قلعے بھی تعمیر کئے گئے، یہاں تک مشکل سے صقلیہ کی کوئی ایسی پہاڑی باقی رہ گئی ہو، جس پر قلعہ کی سر بفلک دیوار کھڑی نہ کر دیگئی ہو، چنانچہ نویری مسلمانوں کے ۱۳۵ھ / ۷۵۲ع کے حملہ کا تذکرہ کر کے افریقیہ کے دورِ فتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

---

[1] ان واقعات کی تفصیل کیلئے دیکھو ابن اثیر ج ۶ ص ۹۲ تا ۹۶، کتاب المونس ص ۴۷، البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ) ص ۵۳ تا ۱۰۲، ۱۰۵، معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۴،

ان استحکامات کا یون ذکر کرتا ہی:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ اون فتنہ و فساد کے دور کرنے مین لگ گئے جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہین، اس طرح باشندگان جزیرہ صقلیہ مامون و محفوظ ہو گئے، اور اس کو ہر چہار جانب سے مستحکم کر لیا اور قلعے پر قلعے تعمیر کر لئے، یہان تک کہ ایسی کوئی پہاڑی باقی نہ چھوڑی جس پر قلعہ تعمیر کر لیا ہو[1]"

صقلیہ کے ان جدید استحکامات کے بعد رومیون کو مزید حوصلہ ہوا، اور انھون نے اپنی حفاظت سے تجاوز کر کے بحر روم مین غارت گری شروع کر دی، مسلمانون کے تجارتی جہاز اب ان کے رحم و کرم پر تھے، وہ آزادی سے اون پر چھاپے مارتے، اور جہاز کے جہاز لوٹ لیتے، ابن اثیر صقلیہ کے استحکام کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہوئے اون کی غارت گری کی طرف یون اشارہ کرتا ہے:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ بربر کے فتنہ و فساد مین مصروف ہو گئے تو صقلیہ محفوظ ہو گیا، اور رومیون نے اوس کو ہر طرف سے مستحکم کر لیا، اور اس مین قلعے اور شہر پناہ تعمیر کر لئے، اور اب ہر سال جہازون پر سوار ہو کر نکلتے، اور جزیرہ کے چارون طرف گھوم کر فوجی نقطۂ نظر سے جہان کمزوریان دیکھتے دور کر دیتے، اور جب مسلمان تاجرون کے جہاز دیکھ لیتے تو انہین گرفتار کر لیتے[2]"

چنانچہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے رومی بیڑون کو بحر روم مین نمایان تفوق حاصل ہو گیا، اور اب وہ ایک طرف افریقیہ کی اسلامی آبادی پر چھاپے مارتے، تو دوسری طرف یورپ کے دوسرے علاقون مین بھی غارتگری کرتے، اور اسلامی مرکزی حکومت بغداد کے جنگی بیڑون کے پہلو بہ پہلو مسادیانہ طور پر بحر روم مین گشت کرتے، اور یورپ کے ایسے ممالک پر جن سے خلافت عباسیہ اور صقلیہ کی رومی حکومت

[1] نہایۃ الارب درامادی ص ۴۲۶، [2] ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۳۳۱،

دونوں کو اختلاف تھا، متفقہ حملے بھی کرتے، چنانچہ ۱۸۵ھ/۸۰۱ء کے موسم سرما میں مرکزی حکومت بغداد کا ایک بیڑا سلیمان بن راشد (جو ہارون رشید کے عہد میں محکمۂ خراج کا افسر اعلیٰ تھا) کی سرکردگی میں بحر روم میں گشت کر رہا تھا، صقلیہ کے رومی بیڑے نے اس سے متحد ہو کر یورپ کے بعض دوسرے علاقہ پر غارت گری کی،[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۰، ۱۴۸۔

دولتِ اغالبہ افریقیہ

۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ
۸۰۰ء تا ۹۰۹ء

ابراہیم بن اغلب

۱۸۴ھ تا ۱۹۶ھ
۸۰۰ء تا ۸۱۱ء

افریقیہ میں حکومت اغلبیہ کا قیام

دولتِ اغالبہ افریقیہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ۱۸۴ھ ۸۰۰ء میں افریقیہ کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی، اور ملکی نظم و نسق میں مصروف ہوگیا، اسکی حکومت کے قیام کے بعد سے افریقیہ کی ایک جدید تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اسی کے ماتحت صقلیہ کی اسلامی تاریخ ہے، اس لئے یہاں اولاً افریقیہ کی دولت اغالبہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، قیامِ دولت اغالبہ کے پیشتر تک خلفائے عباسیہ کو افریقیہ کی اسلامی حکومت سے کسی قسم کا کوئی مالی انتفاع حاصل نہ تھا، بلکہ خود اس صوبہ کو جس پر صرف مصر کی سرحد کی حفاظت کے لئے اقتدار قائم رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا، خزانہ مصر سے سالانہ ایک لاکھ دینار ادا کئے جاتے تھے جن سے یہاں امن و امان قائم رکھا جاتا تھا،

ابراہیم اغلبی نے افریقیہ کو ایک آزاد صوبہ کی حیثیت میں لانے کیلئے اس رسم کو ترک کرنا چاہا، اور عہدۂ ولایت کا انتظام ہاتھ میں لینے سے پیشتر ہی خلیفہ ہارون رشید سے خزانہ مصر سے اس رقم کے بند کرادینے، مزید براں حکومت افریقیہ سے سالانہ چالیس ہزار دینار قبول کرنے کی استدعا کی، ہارون رشید

نے یہ تجویز خوشی سے منظور کرلی[1] اور اس پر عملدرآمد جاری ہو گیا، اسلئے درحقیقت افریقیہ کی مستقل اسلامی حکومت کی بنیاد اسی ابراہیم اغلبی کے ہاتھون قائم ہوتی ہی،

ابراہیم عہدہ ولایت قبول کرنے کے بعد ہی اپنی دانائی وخوش تدبیری سے افریقیہ مین ایک مستقل جداگانہ نظام حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہو گیا، اور اپنے پورے دورِ حکومت مین افریقیہ کے نظم ونسق مین مصروف رہا، یہان تک کہ ۱۹۶ھ مین اس نے وفات پائی، اور اس کے بجائے اس کا لڑکا ابوالعباس عبداللہ اس کا جانشین قرار پایا، کیونکہ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدمات کے صلہ مین افریقیہ کی حکومت اسکے خاندان کیلئے موروثی قرار دیدی تھی،

اغالبہ کا عروج یہ وجہ تھی کہ افریقیہ کے یہ اغلبی ولاۃ رفتہ رفتہ اس قدر مطلق العنان فرمانروا ثابت ہوئے کہ بظاہر اس کے آزاد وخودمختار حکومت ہونے مین کوئی شبہہ نہ رہا، اگرچہ اغالبہ نے کبھی بھی اپنی خودمختاری کا اعلان نہین کیا، لیکن معناً یہان انکی خودمختار حکومت قائم تھی، جسکو اپنے داخلی وخارجی نظام سیاست مین پوری آزادی حاصل تھی، صرف تخت نشینی کے بعد خلیفہ عباسی سے ضابطہ کی منظوری حاصل کیجاتی، اور اغالبہ کے پورے دورِ حکومت مین بجز چند مخصوص موقعون کے کبھی بھی ایسا نہین ہوا، کہ عباسی خلیفہ یہان کے معاملات مین مداخلت کرتے، وہ صرف خانوادہ کے باہمی تصفیہ سے فرمانروایانِ اغالبہ کے تخت نشین ہوجانے کے بعد ان کے عزل ونصب کی تصدیق کردیتے، اور انھین وہ سالانہ خراج برابر ادا کیاجاتا، جو دارالخلافت کیلئے مقرر ہوچکا تھا، اس کے ساتھ اغالبہ کے تمام ممالک محروسہ مین خطبہ مین خلیفہ عباسی کے نام کے پہلو بہ پہلو تاجدار اغلبی کا نام بھی شامل ہوتا، اور خطبہ مین یکے بعد دیگرے دونون نام لئے جاتے تھے،

اغالبہ نے افریقیہ مین ۱۸۴ھ سے ۲۹۶ھ تک فرمانروائی کی، اور اپنی حکومت سے سرزمین افریقیہ مین جو فتنہ وفساد کا جولانگاہ تھی، امن وامان قائم کرکے، اوس کو ہر قسم کی ترقیون سے معراجِ کمال

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۶،

پر پہونچا دیا، مو سیو سدیو نے مختصر الفاظ میں ان کے دورِ حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"اس کے بعد ان کے امیر اغلب نے کوشش کی اور تمام بربریوں کو خلیفہ منصور کی اطاعت و انقیاد کے لئے مجبور کیا، پھر بربریوں نے مہدی اور رشید کے زمانہ میں کئی مرتبہ بغاوت کی جس میں عباسیوں کو بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے، یہانتک کہ ۸۰۰ء میں رشید نے مصمم ارادہ کرلیا، کہ ابراہیم بن الاغلب کو تنہا مغرب کی حکومت مستقل طور پر دیدے،

چنانچہ اغلبیہ خاندان اسی سنہ سے ۹۱۱ء (۲۹۶ھ) تک وہان خود مختار حاکم رہا، اس خاندان نے ازدواج و مناکحت کے ذریعہ سے عرب اور بربر دونوں کے خون کو باہم مخلوط و ممزوج کردیا اور اب ان کا اخلاق اور ان کا دین بھی متحد ہوگیا، اور غیرت کی وجہ سے ان میں جو بغض و حسد اور منافرت تھی، وہ سب جاتی رہی،

ابراہیم بن اغلب کے زیر حکومت وہ تمام ملک تھا، جو سواحل بحر اوقیانوس سے لیکر حدود دریاست مصر یہ غربیہ تک پھیلا گیا ہے، اور اس وسیع مملکت کے خطبوں میں خلیفہ عباسی کے نام کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا تھا،

عباسی خلفاء اور اغلبی حکام دونوں نے بہت سخت کوشش کی کہ مغرب اقصی سے ادریسیوں کی حکومت کو زائل اور برباد کردیں، مگر ان سے کچھ بھی نہ ہوسکا، اب اغلبیہ خاندان والے صرف بلاد مغرب وسطے اور بلاد افریقیہ کی حمایت و حفاظت کرنے لگے، انھوں نے ان عیسائی ممالک کہ جو ساحل بحر روم پر واقع تھے، چڑھائیاں کیں، یہاں انھیں فتح و نصرت حاصل ہوئی"

اسکے بعد ان کے تہذیب و تمدن کا تذکرہ یون کرتے ہیں :-

"اسکے سوا اقالیم افریقیہ کو انھوں نے مہذب بنایا، جو اسلامی تمدن شام اور عراق میں جاری تھا

وہی انھون نے وہان بھی جاری کیا، قصر قدیم، اور رصادہ (رقادہ) دو نئے شہر آباد کئے، وہ کبھی ٹیونس کبھی قیروان، اور کبھی طرابلس مین رہنے لگے، جس سے یہ سب شہر ایسی عمارتون سے معمور ہوگئے، جن مین حادہ قوسین بنائی جاتی تھین، اور بڑے بڑے آراستہ و پیراستہ ستون قائم کئے جاتے تھے اور جو رومانی طرز تعمیر پر ہوتے تھے، اور ایسی ندیون پر جہان بارش کی وجہ سے تیز رو سیلاب جاری ہو جاتے تھے، انھون نے پل بنوائے، (بند بندھوائے؟)

غرض ان لوگون کے سبب سے تمام ملک مین تہذیب پھیلی، انھون نے علوم و فنون صنعت و حرفت اور تجارت و فلاحت کی ترقی مین بڑی کوشش کی، جگہ جگہ تجارت کی منڈیان قائم کین، جس سے صحرائی قومون اور سواحل کے باشندون کے مابین آمد و رفت کی سہولت ہوگئی، نئی نئی سڑکین نکالین، ان مین امن و امان کا بڑا بندوبست کیا، ڈاک کے راستون اور مقامون کی نگرانی شہرون کے عمائد و اعیان کے سپرد کی، نیز ان مقامات پر خاص نگران مقرر کئے، جن مین پیدل ہرکارے اور سوار قاصد ڈاک لیجایا کرتے تھے، اور یہ ڈاک حدود مغرب کی ابتدا، سے مملکت مصر کے حدود تک برابر آتی جاتی تھی علاوہ برین اغلبیون نے بڑی کشتیون کا بیڑا بھی تیار کیا، جس کے ذریعے سے بحر متوسط پر حکومت کرتے تھے[1]"

عبد اللہ بن ابراہیم والی افریقہ،

۱۹۶ھ - ۲۰۱ھ
۸۱۱ء - ۸۱۶ء

عبد اللہ بن ابراہیم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد ۱۹۶ھ ۸۱۱ء مین عنان حکومت سنبھالی، اس کے عہد حکومت مین ہمارے لئے جو اہم ترین واقعہ قابل ذکر ہو سکتا ہے، وہ حکومت افریقہ اور حکومت صقلیہ

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو (ترجمہ اردو) ص ۲۲۹ لغایت ۲۴۱ طبع اول،

کا معاہدۂ صلح ہے، اور یہ صلحنامہ ان دونوں حکومتوں کے مستحکم اور دونوں کے متساوی و متوازن حالت میں ہونے کا ایک قدرتی نتیجہ تھا، کیونکہ ابراہیم نے اپنے عہدِ حکومت میں افریقیہ کی تمام پیچیدگیاں درست کر دی تھیں، اور صقلیہ نے افریقیہ کے دورِ اختلال سے فائدہ اوٹھا کر پوری قوت بہم پہنچا لی تھی، عرب مورخین نے افریقیہ اور صقلیہ کے اس معاہدہ کا کوئی مستقل تذکرہ نہیں کیا ہے، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں صرف اس قدر ہے کہ ۱۹۸ھ ۸۱۳ء میں مجاہدینِ اسلام اور صقلیہ کے عیسائیوں میں دس سال کیلئے صلح ہو گئی[۱] لیکن عربی تاریخوں میں مختلف واقعات کے حوالوں میں اس کا ذکر آجاتا ہے جس سے چند شرائط کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اس معاہدہ کی غالباً سب سے اہم شرط یہ تھی کہ صقلیہ میں اگر کوئی مسلمان قیدی پہنچ جائے، تو فوراً افریقیہ لوٹا دیا جائے گا، معاہدہ کی اس شرط سے حکومت صقلیہ کی ان بحری غارتگریوں کا بھی سدباب ہوتا ہے، جو وہ اکثر اسلامی جہازوں پر کرتے رہتے تھے، نیز سواحل افریقیہ پر بھی ان کی جو تاخت کبھی کبھی ہوتی تھی، اس معاہدہ کے رو سے اس کا بھی انسداد ہوتا ہے، اسی کے ساتھ حکومت افریقیہ کی ان مہموں کا بھی خاتمہ ہونا چاہئے، جو وہ اکثر اپنے مطمئن ماحول کے دوران میں صقلیہ پر روانہ کیا کرتی تھی[۲]،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۱۳ طبع یازدہم، [۲] صاحب کتاب الحلۃ السیراء (دیاری ص ۲۲۷) نے عام مورخین کے برخلاف ۲۰۴ھ میں محمد بن عبداللہ اغلبی کی سرکردگی میں صقلیہ پر ایک بحری حملہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے ۲۰۶ھ کے بحری حملہ کو جو سردانیہ پر ہوا تھا، صقلیہ کی طرف منسوب کر دیا، کیونکہ اولاً الحلۃ السیراء کے علاوہ کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ اس کے بجائے ابن عذاری وغیرہ نے ۲۰۶ھ کے حملہ سردانیہ کا تذکرہ کیا ہے جسکو ہم نے متن میں بھی دیدیا ہے، علاوہ ازیں جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا جب ۲۱۲ھ میں صقلیہ پر اسلامی حملہ کا سوال حکومت افریقیہ کے سامنے آیا، تو اسی معاہدہ کی بنا پر اس میں خود زیادۃ اللہ کو پس و پیش ہوا، اور اسکے علاوہ افریقیہ کے اعیان و فقہا نے اسی بنا پر سخت مخالفت کی، اور پھر حملہ صقلیہ کا یہ مسئلہ بالآخر قاضی القضاۃ افریقیہ کے سامنے بطور مذہبی استفتا کے پیش ہوا، اور اس کا جو کچھ فیصلہ جن دلائل سے ہوا، اس کی تفصیل آگے آئے گی، ان حالات میں الحلۃ السیراء کی وہ مشتبہ روایت قابلِ یقین نہیں ہے، جبکہ اس معاہدہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ عبداللہ بن ابراہیم کے عہد میں ہوا، اس لئے

لیکن ابو العباس کا عہدِ حکومت محض چند روزہ تھا، اس نے ۲۰۱ھ ۸۱۶ء مین وفات پائی، اور اسکے بجائے اس کا چھوٹا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم سریر حکومت پر جلوہ آرا ہوا،

زیادۃ اللہ بن ابراہیم والیِ افریقیہ،

۲۰۱ھ ۸۱۶ء تا ۲۲۳ھ ۸۳۷ء

ابو محمد زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب ایک نہایت بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، یہ ۲۲، ۲۳، ذی الحجہ ۲۰۱ھ کو تختِ حکومت پر بیٹھا، اور سریر آرائے حکومت ہوتے ہی اسکو بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، اور اسلئے وہ ابتداءً افریقیہ کے معاملات اور ملکی نظام مین الجھا رہا، جب افریقیہ کے معاملات سے مطمئن ہوا، تو بحری قوت کی طرف توجہ کی، اور جہازون کے بڑے تیار کئے، لیکن اس کے باوجود اس نے صقلیہ کے معاہدہ کا احترام کیا، اور جب بحری پیشقدمی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ۲۰۶ھ ۸۲۱ء مین سردانیہ کی طرف توجہ کی، کیونکہ وہ بھی اس سے پہلے باجگذار ہو چکا تھا، جس کا سلسلہ افریقیہ کے دورِ اختلال مین منقطع ہوگیا تھا، یہ حملہ محمد بن عبد اللہ تمیمی کی سرکردگی مین انجام پایا، اور طرفین نے نقصانات اوٹھائے[1]

افریقیہ مین بغاوت لیکن زیادۃ اللہ کے عہدِ حکومت کے چند سال گذرے تھے، کہ اتفاق سے ۲۰۹ھ ۸۲۴ء مین افریقیہ مین ایک شخص منصور طنبذی نے علمِ بغاوت بلند کیا، جسمین رفتہ رفتہ اسکو کامیابی ہوتی گئی، اور آخر مین زیادۃ اللہ اس درجہ مجبور ہوگیا، کہ اس کے پاس تمام افریقیہ کے علاقہ مین صرف چند مقامات باقی رہگئے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۶) ۲۰۴ھ سے پہلے وہ معاہدہ موجود تھا، اور اگر زیادۃ اللہ نے ۲۰۴ھ کے معمولی حملہ کے لئے اس کی خلاف ورزی کی اور افریقیہ کے علما و اعیان بھی خاموش رہے تو پھر ۲۱۲ھ مین کیا اسباب ہوسکتے ہین، کہ خود والی افریقیہ اور اس کے اعیان و مشیر کار معاہدہ کی خلاف ورزی سے بہ شدت احتراز کرین [1] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۲۹ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۹ وغیرہ،

ان کے علاوہ پورے افریقیہ میں منصور کا سکہ روان ہو گیا،[۱]

صقلیہ کی طرف سے معاہدہ شکنی اور سواحل افریقیہ پر حملہ

حکومت صقلیہ نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر افریقیہ کے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا، چنانچہ اتفاق سے اسی زمانہ یعنی ۲۱۱ھ ۸۲۶ء میں میکائل دوم شہنشاہ قسطنطنیہ (۸۲۰ء تا ۸۲۹ء) نے ایک بطریق قسطنطین نامی کو (جسکو عرب مورخین "سودہ" کے لقب سے بھی موسوم کرتے ہیں) صقلیہ کی گورنری پر بھیجا تھا، اس نووارد گورنر نے اپنی ہمسایہ حکومت افریقیہ کے ان حالات کا مطالعہ کیا، صقلیہ کی بحری و بری فوج پہلے سے تیار تھی، اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی جنگی پروگرام مرتب کیا، اور صقلیہ کے ایک قائد اعظم فیمی (AUPHAMIUS) کو حکومت افریقیہ کے ساحلی مقامات پر حملہ آوری کے لئے روانہ کر دیا، فیمی جنگی جہازون کے ساتھ ساحل پر اوترا، اور کئی مقامات پر غارت گری کی، افریقیہ اسوقت اپنے جھگڑون مین اولجھا ہوا تھا، اس رومی حملہ کا کیا جواب دیتا، فیمی جہانتک لوٹ مار کر سکتا تھا، کرتا رہا، اور ایک مدت تک اسی سلسلہ میں وہ افریقیہ میں مقیم رہا،[۲]

ابن عذاری کی تصریح کے مطابق افریقیہ کا ساحلی علاقہ زیادۃ اللہ کا مطیع تھا، اسلئے یہ حملہ براہ راست اغلبی حکومت کے برخلاف تھا، اور اگر اصولی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اوسی حملہ سے اوس معاہدہ کی تنسیخ ہو گئی جو ابو العباس عبد اللہ کے عہد میں کیا گیا تھا، اور پھر اس کے بعد ہی حکومت صقلیہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور معاہدہ کی شکست کا عملاً دوسرا ثبوت بہم پہنچانا چاہا، یعنی اوس نے نہایت بیباکی سے بحر روم کے اسلامی جہازون پر چھاپے مارنا شروع کر دئے، مسافر اگر مقابلہ کرتے، تو تہ تیغ ہوتے، ورنہ غلام بنا کر صقلیہ پہنچائے جاتے، اور جو مال و اسباب ان پر موجود ہوتا، اس پر مال غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیتے، اور جزیرہ کو واپس آجاتے،

چنانچہ یزید بن محمد الجمحی جو افریقیہ کے ایک نہایت ثقہ اور سن رسیدہ محدث تھے، ۲۱۲ھ میں افریقیہ

---

[۱] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۳۴ و ۱۳۵ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۸ وغیرہ،

سے شہر میسینہ کیطرف ایک لشکر کے ساتھ جارہے تھے، صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے، اوران جہازون پر حملہ آور ہوئے، فوج کی ایک مختصر جماعت زبردست جنگی بیڑے کا کیا مقابلہ کرتی، چنانچہ دوسرے مسلمانون کے تہ تیغ ہونے کے علاوہ جحی جیسی مقدس ومقتدر ہستی نے بھی جام شہادت نوش کیا،

جحی کو افریقہ مین جو علمی ومذہبی مرتبہ حاصل تھا، وہ ان کے شیوخ وتلامذہ کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، انھین حضرت امام مالک رح سے شرف تلمذ حاصل تھا، نیز ابراہیم بن محمد مدنی، اور ابوبکر بن عیاش کوفی احمد بن یزید اور اسی طرح، مدینہ کوفہ، شام، اور بصرہ کے کبار محدثین ان کے شیوخ کی فہرست مین ہین، اور تلامذہ کے حلقہ مین موسیٰ بن معاویہ صمادحی وغیرہ جیسے جلیل القدر بزرگ ہین[۱]،

اس لئے جحی کا واقعۂ شہادت سارے افریقہ مین آگ لگا دیتا، لیکن وہان خود بغاوت کی آگ سلگ رہی تھی، اور سب کے سب اسی کے بجھانے مین لگے ہوئے تھے، کسے فرصت تھی اور کس مین صلاحیت تھی کہ حکومت صقلیہ کی ان حرکتون پر بازپرس کرتا،

لیکن حکومت افریقہ نے اس پر اگرچہ بازپرس نہین کی اور اسکو فسخ معاہدہ کا سبب نہین قرار دیا، تاہم ایک غیر جانب دار مورخ صاحب ریاض النفوس جحی کے واقعۂ شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ ابو عبداللہ اجدانی کا یہ بیان نقل کرتا ہے:۔

وقال الشیخ ابو عبد اللہ	اور شیخ ابو عبداللہ اجدانی فرماتے ہین کہ جحی کا
الاجدانی فدل ذلک علی ان	(واقعۂ شہادت) اس امر پر دلالت کرتا ہے، کہ
اہل صقلیہ لم یکن بینھم وبین	اس زمانہ مین مسلمانون اور باشندگان صقلیہ کے
المسلمین ھدنۃ۔	درمیان کوئی معاہدۂ صلح قائم نہین تھا،

[۱] ابوالعرب دریادگاری مضامین ج ۱ ص ۴۳۲، وریاض النفوس درامالی ص ۱۸۰،

صقلیہ مین حکومت بیزنطی سے بغاوت اور باغیون کی خود مختار حکومت

اگرچہ حکومت افریقیہ نے رومیون کی اس ساحلی تاخت اور اس واقعۂ شہادت پر اپنی پرآشوب بغاوتون کے باعث حکومت صقلیہ سے کوئی بازپرس نہین کی، تاہم ساحل افریقیہ کے بیگناہ مظلومون اور یزید بن محمد الجہمی کا خون ناحق رنگ لایا، اور خود صقلیہ مین ایک سخت بغاوت برپا ہوگئی، جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہی امیر البحر فیمی جو اسوقت سواحل افریقیہ پر تاخت کررہا تھا، کسی گرجا سے ایک نوجوان تن کو بھگا لایا، اور اس کی خبر میکائل شہنشاہ قسطنطنیہ کو ملی جس نے اسکے قتل اور یا بروایت گبن زبان تراش لینے کا حکم بھیجا، فیمی اسوقت تک سواحل افریقیہ کی اسلامی بستیون پر چھاپے مار رہا تھا، صقلیہ کی فوج کا ایک معتدبہ حصہ اس کے ساتھ تھا، اس وحشیانہ سزا کو سن کر بغاوت پر آمادہ ہوا، لشکر نے اسکی معاونت پر آمادگی ظاہر کی اور اسکو صقلیہ پر قبضہ کرلینے کا مشورہ دیا، چنانچہ فیمی نے دار الحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور اس پر قبضہ کربیٹھا، قسطنطین والی صقلیہ قطانیہ مین پناہ گزین ہوا، فیمی نے اسکو وہان بھی چین نہ لینے دیا، شاہی فوج اور باغیون مین سخت مقابلہ ہوا، والی صقلیہ نے ہزیمت اوٹھائی، اور خود بھی جان سے مارا گیا، اسکے بعد فیمی نے ساری جزیرہ مین گشت لگا کر تمام شہرون کو مطیع کیا، اور اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی، اور شاہ صقلیہ کا لقب اختیار کیا، اور جزیرہ کے مختلف مقامات مین اپنے گورنر مقرر کردیئے،

فیمی کے خلاف بغاوت

لیکن فیمی کی حکومت چندروزہ ثابت ہوئی، حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کے ایما سے اس کے ایک گورنر بلاطہ نامی نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور اسکی امداد کیلئے قسطنطنیہ سے ایک عظیم الشان لشکر آیا بلاطہ کا چچازاد بھائی میکائل بلرم مین گورنر تھا، اس نے اسکو بھی اپنا ہمنوا بنایا اور بلاطہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ آگے بڑھا، اور دوسری طرف سے میکائل والی بلرم آیا، اور دونون بھائیون نے ملکر سرقوسہ پر ایک ساتھ چڑھائی کی، فیمی اس مشترکہ طاقت کا مقابلہ نہ کرسکا، اور ایک معرکہ کے بعد شکست کھائی، اور جان بچاکر صقلیہ سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، اور صقلیہ دوبارہ حکومت بیزنطی کے

زیر علم آگیا،

فیمی کا حکومت افریقہ سے استمداد فیمی کی یہ شکست صقلیہ کے دار الاسلام بننے کا بظاہر ایک سبب بنی، فیمی کے زیر علم جو کچھ فوج تھی، اس کا ایک حصہ قسطنطین کو زیر کرنے میں صرف ہو چکا تھا، پھر ایک بڑی تعداد بلاطہ سے مقابلہ کرتے میں کام آئی، اب اسکو اپنی کامیابی کے آثار دکھائی نہیں دئے، لیکن امید کی آخری جھلک اسکو افریقہ میں نظر آئی، اسی سال کے دوران میں ۲۱۱ھ سے ۲۱۲ھ تک افریقہ اور صقلیہ کے تعلقات میں جو کشیدگی رہی وہ سب اسکی نگاہ میں تھی، اس لئے اس نے اپنے اس آخری حربہ کو بھی استعمال کرنا چاہا، اور اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لیا، اور سیدھے دربار قیروان میں حاضر ہوا،

اس نے قیروان میں سب سے پہلے اپنی اس پچھلی پیشقدمی پر زیادۃ اللہ کے سامنے افسوس ظاہر کیا، اور پھر صقلیہ کے تمام حالات بیان کر کے اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی،

ایسے موقع پر سب سے پہلے جو سوال جو پیش آتا وہ یہی تھا کہ حکومت افریقہ نے اگر فوجکشی کی، تو اسکی حیثیت کیا ہوگی، کیا وہ فیمی کی امداد و معاونت ہوگی یا مسلمانوں کا کوئی مستقل حملہ، لیکن فیمی خود ہوشیار تھا، اس نے ابتدا ہی میں تصریح کر دی کہ وہ تاج و تخت سے دستبردار ہو چکا ہے، لیکن صرف بلاطہ سے انتقام لینے کے لئے اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ حملہ میں شریک ہوگا، فتح و نصرت کے بعد اسکو صقلیہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا،

زیادۃ اللہ نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا، اور فیمی دربار حکومت سے واپس آگیا، اسی اثناء میں ادھر گورنر صقلیہ کا حکومت بزنطی کی جانب سے پیغام آیا، کہ ایک باغی کو پناہ دیکر دونوں حکومتوں کی دوستی میں فرق نہ ڈالا جائے، جو پچھلے معاہدہ کی رو سے قائم ہے، اور ایک باغی کی مدد کر کے ایک معاہد حکومت کے حدود میں بغاوت نہ پھیلائی جائے[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵، ۲۳۶، ونہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۷، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن ایمپائر)

زیادۃ اللہ کی توجہ صقلیہ کی طرف

رومی حکومت صقلیہ کو اب اپنے معاہدہ کا خیال آیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ افریقیہ کے دورِ اختلال اور دولتِ اغالبیہ کے اس ابتدائی دور میں افریقیہ کے ساتھ صقلیہ کی جو معاندانہ روش رہی وہ خود بخود یہ سوال پیش کرتی تھی، کہ آخر افریقیہ اور صقلیہ کے مسئلہ کا آخری حل کیا ہوگا، کیونکہ ان دونوں کی جو جغرافیانہ حیثیت تھی، اس کا قدرتی اقتضا یہی تھا، کہ یا تو دونوں مقامات کسی ایک ہی حکومت کے سلسلہ کی دو کڑیاں ہوں، یا دونوں میں ایسا رابطۂ اتحاد قائم ہو کہ دونوں ملک کے باشندوں کو معاشرتی، اقتصادی اور تجارتی آزادی حاصل ہو، اور دونوں ملکوں کی قومیں مساویانہ طور پر بحرِ روم میں آزادانہ آمد و رفت قائم رکھ سکیں،

یہی وجہ تھی کہ دولت اسلامیہ افریقیہ نے روز اول سے صقلیہ کے مسئلہ کو سامنے رکھا، اور ابتداءً یہ کوشش کی، کہ اس جزیرہ کو اپنے دولِ متوافقین کی جماعت میں شامل کرکے افریقیہ کی بحری آزادی حاصل کیجائے، چنانچہ اس میں ابتدائی کامیابی بھی حاصل ہو گئی، لیکن اچانک افریقیہ میں دورِ اختلال شروع ہو گیا، اور صقلیہ کو اپنے جنگی استحکامات کا موقع مل گیا، اسلئے جب عہدِ اغالبیہ کی ابتداء ہوئی تو ابو العباس عبد اللہ والیِ افریقیہ نے شریفانہ شرائط کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونوں ملکوں میں معاہدۂ صلح مرتب ہوا، اور افریقیہ نے اپنی دانست میں صقلیہ کے مسئلہ کا آسان حل دریافت کر لیا، لیکن میکائیل شہنشاہ قسطنطینیہ کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی جب مختلف ملکوں میں نئے نئے گورنر گئے، اور صقلیہ کے لئے قسطنطین کا انتخاب عمل میں آیا، تو صلح کی وہ شرطیں کالعدم ہو گئیں، اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس نے زمامِ حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے ساحل پر لوٹ مار شروع کر دی، اور بحرِ روم میں مسلمانوں کے تجارتی جہازوں کو جو آسانی حاصل ہو گئی تھی، وہ بھی مفقود ہو گئی، اور افریقیہ کا غارت گر بیڑا مدت مدید تک اپنی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۱) ہوگنا امن ص ۲۰۰، ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر ایڈورڈ گبن ج ۵ ص ۴۲۱ و اخبار اندلس ج ۲ ص ۱۱

غارت گریوں میں مصروف رہا، اس کے بعد ہی یزید بن محمد الجحی جیسے ثقہ وسن رسیدہ محدث کو ایک کثیر جماعت کے ساتھ تہ تیغ کیا گیا،

اسلئے صقلیہ کا مسئلہ حکومت اغالبہ کے سامنے قدرۃً آگیا تھا، کہ اسی اثنا میں فیمی نے اپنی تحریک سے مزید عنان توجہ منعطف کردی جس سے اگر کوئی فرق پیدا ہوا تو صرف یہ کہ زیادۃ اللہ نے اس پر فوری توجہ مبذول کردی ورنہ وہ ابھی افریقیہ کے بعض معاملات کی طرف مشغول رہتا، اور پھر انھیں طے کرکے صقلیہ کی مہم سامنے آتی،

حملہ صقلیہ کیلئے مجلس مشاورت | لیکن ان حالات کے باوجود جب کہ معاہدۂ صلح معنیً منسوخ ہو چکا تھا زیادۃ اللہ نے حکومت صقلیہ کے پیغام کا احترام کیا، اور اس کا تصفیہ کہ وہ معاہدہ قائم ہے یا نہیں اپنی مجلس مشاورت کی مرضی پر موقوف رکھا، زیادۃ اللہ کی جو مجلس مشاورت تھی، اس میں مختلف اعیان ملک کے علاوہ ملک کے ممتاز فقہاء و علماء بھی شامل تھے اس لئے جب تک ان کے سامنے اس کی تنسیخ کا باضابطہ ثبوت فراہم نہ کیا جاتا، وہ شرعی حیثیت سے صقلیہ کے حملہ کی اجازت دینے کیلئے تیار نہ تھے، چنانچہ اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے صقلیہ کی مہم کے متعلق نہ فیمی کو کوئی جواب دیا، اور نہ رومی حکومت صقلیہ کو،

مجلس مشاورت کے مباحث | مجلس مشاورت میں حملہ صقلیہ کے متعلق دو اہم مباحث زیر بحث آئے،

اوّل یہ کہ وہ معاہدۂ صلح اب تک قائم ہے یا نہیں، اگر قائم ہے تو اسوقت صقلیہ پر حملہ کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے، اور اسلامی حکومت پر غداری کا الزام عائد ہوتا ہے، اور اگر وہ قائم نہیں ہے، تو اس کے ثبوت میں شہادت اور دلائل کیا ہیں؛

دوئم یہ کہ اگر صقلیہ پر حملہ ہو تو کس نقطۂ نظر سے آیا وہاں کی موجودہ حکومت کو برقرار رکھ کر صرف اس کو باجگذار بنا لیا جائے، یا حکومت بیزنطی کا تختہ الٹ کر اسلامی حکومت قائم کی جائے، اور اس کو

دار الاسلام قرار دیا جائے،

معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا ثبوت حکومت صقلیہ کے طرز عمل سے

مجلسِ مشاورت میں انہی دونوں مسائل پر بحث جاری رہی، معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا جہاں تک حقیقی طور پر تعلق ہے، وہ اسبابِ بالا کی بنا پر منسوخ ہو چکا تھا، چنانچہ مختلف مورخین نے بہ تصریح اس کا تذکرہ کیا ہے، اور درحقیقت زیادۃ اللہ سیاسی طور پر انہی وجوہ سے صقلیہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا، چنانچہ ابن اثیر زیادۃ اللہ کے اس حملہ کا جہاں تذکرہ کرتا ہے، انہی واقعات کو اس کا سبب قرار دیتا ہے، وہ لکھتا ہے:

"سنہ ۲۱۲ھ میں زیادۃ اللہ نے ایک بحری لشکر بھیجا... اور اسکے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ قیصر روم قسطنطنیہ نے جزیرہ صقلیہ پر ایک بطریق قسطنطین نامی کو سنہ ۲۱۱ھ میں والی بنایا، اور اس نے ایک رومی فیمی نامی کو امیر الاسطول بنایا، جو نہایت بہادر اور شجاع تھا، اور اس نے افریقیہ پر حملہ کیا، اور اس کے سواحل سے تاجروں کو پکڑ لیا، اور یہاں ایک مدت تک ٹھہرا رہا"

اسی طرح جمجی حج کے واقعۂ شہادت پر مستند مورخین کی یہ رائے اس سے پہلے پیش کی جا چکی ہے کہ

"اور اس سے معلوم ہوا کہ اہل صقلیہ اور مسلمانوں میں کوئی معاہدہ قائم نہیں تھا"[1]

علاوہ ازیں ایک امر یہاں پر خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے یعنی افریقیہ و صقلیہ کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا، وہ خود یورپین مورخین کے بیان سے صرف دس سال کیلئے نافذ تھا، معاہدہ کا سال سنہ ۲۰۳ھ (۸۱۳ء) ہے، اسلئے سنہ ۲۱۳ھ میں ختم ہو جاتا ہے، عجب کیا ہے کہ حکومت صقلیہ نے اسلامی جہازوں پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات پر پیشقدمی کرنے کا سلسلہ اسی لئے چھیڑ دیا ہو کہ معاہدہ کی مدت ختم ہو چکی ہے،

لیکن صقلیہ کی ان تمام جارحانہ کارروائیوں کے باوجود افریقیہ کی مجلس مشاورت کے بعض فقہاء و قضاۃ اس مسئلہ کو دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے، اسلئے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵ و ریاض النفوس در المالکی ۱۸۰،

زیادۃ اللہ نے ان کے سامنے اس مسئلہ کو ایک دوسرے اسلوب مین پیش کیا، اور رومیون پر شرعی نقطۂ نظر سے یہ الزام عائد کیا کہ انھون نے مسلمان قیدیون کو گرفتار کر کے اپنے یہان رکھا، اور اس لئے وہ ناقض عہد ٹھہرے، کیونکہ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان صقلیہ پہنچے، اور وہ واپس چلا آنا چاہے، تو اسکو واپس کرنا رومیون پر فرض ہوگا، لیکن انھون نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور مسلمانون کو اپنے یہان روک لیا، اس لئے وہ معاہدہ قائم نہین رہا، جو عبد اللہ سے طے پایا تھا، اور اب حکومت افریقیہ اس معاہدہ کی پابند نہین رہی،

زیادۃ اللہ کے اس بیان سے مجلس مین فقہاء کے درمیان دو نقطۂ نظر پیدا ہو گئے، فقہاے افریقیہ مین قاضی ابو محرز اور قاضی اسد بن فرات زیادہ نمایان تھے، اور دونون افریقیہ کے قاضی القضاۃ تھے، اور اسد اسوقت اس عہدہ پر فائز تھے، ان دونون نے اس مسئلہ مین ایک دوسرے سے مخالف راے اختیار کی، قاضی ابو محرز نے عام فقہاء کا ساتھ دیا، اور نام نہاد معاہدہ کو برقرار رکھنا چاہا، لیکن قاضی اسد بن فرات نے معاہدہ کو کالعدم تصور کیا، اور نقض عہد کا الزام رومیون کے سر عائد کیا، قاضی ابو محرز اور اسد کے درمیان زیادۃ اللہ کے روبرو اسکے بیان کے بعد حسب ذیل گفتگو ہوئی،

ابو محرز:- ہمین اس مسئلہ پر (یعنی زیادۃ اللہ کے اس بیان پر کہ رومیون نے معاہدہ توڑ دیا ہی) اچھی طرح ابھی غور کر لینا چاہیے،

قاضی اسد" اس مسئلہ پر انھی رومیون کے ایلچیون سے دریافت کرنا چاہیے،" (یعنی مسلمان صقلیہ مین مقید ہین کہ نہین)

ابو محرز:- قاصدون کا بیان رومیون کے مورد الزام قرار دینے یا ان کی صفائی قبول کرنے مین کیونکر معتبر ہو سکتا ہے"

قاضی اسد" انھی قاصدون کے ذریعہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا تھا، اور انھی کے ذریعہ وہ نہین

ہم ناقض عہد قرار دین گے"،

چنانچہ جب زیادۃ اللہ نے اون ایلچیون سے دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ وہان مسلمان قیدی ابھی تک موجود ہین، اوران قاصدون مین بھی ایک مسلمان موجود ہے،

اور بالآخر زیادۃ اللہ نے انھی بنیادون پر رومیون کو عہد شکن قرار دیا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کا اعلان کر دیا، اگرچہ یہ فیصلہ مشاورت کے بعد انجام پایا تھا، لیکن افریقہ کے عام علماء وفقہاء نے اسکو ناپسند کیا، اوران کی رائے مین ان تمام وجوہ واسباب کے باوجود وہ اب تک قائم تھا، چنانچہ ابن ناجی اور صاحب ریاض النفوس لکھتے ہین:۔

"احمد بن ابی سلیمان کا بیان ہے کہ علماء افریقہ نے حملہ صقلیہ کو ناپسند کیا، کیونکہ ان کے خیال مین وہ معاہدہ قائم تھا، اوران کے نزدیک اون کے نقض عہد کا ثبوت بہم نہین پہنچا تھا"[۱]

بعض یورپی مورخین بھی اس موقع پر مسلمانون پر معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام لگاتے ہین، لیکن زیادۃ اللہ کے بیان کا جو خلاصہ اوپر درج کیا گیا، اور پھر دس سال کی مدت کے ختم ہونے کے بعد حکومت صقلیہ کی طرف سے جہازون پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات کے لوٹنے کا جو سلسلہ قائم ہو گیا تھا، کیا امور حکومت صقلیہ کی طرف سے شکست عہد کا اعلان نہین بن سکتے؟

مجلس مشاورت مین صقلیہ کے باجگذار یا دارالاسلام بنانے کا مسئلہ اور ارکان مجلس کا باہمی اختلاف

حملہ آوری کے فیصلہ کے بعد مجلس مشاورت مین دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا، کہ صقلیہ کو صرف باجگذار بنایا جائے، یا مستقل طور پر قابض ہو کر اوس کو دارالاسلام بنا لیا جائے، ارکان مجلس مین اس موضوع پر بھی اختلاف آرا ہوا، یہ بحث جاری تھی کہ سحنون بن قادم نے جو اعیان قیروان مین نہایت باوقار تھے، اہل مجلس کو مخاطب کر کے سوال کیا،

---

[۱] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ وریاض النفوس ورامارى ص ۱۸۰،

"صقلیہ اور بلاد روم (اٹلی) کے درمیان کتنے دنوں کا راستہ ہے"؟

جواب ملا:۔ "بلاد روم (اٹلی) سے صقلیہ دن بھر میں دو تین مرتبہ آجا سکتے ہیں"

پھر پوچھا:۔ "اور افریقیہ سے"؟

کہا گیا:۔ "ایک دن کا راستہ"

اس کے بعد انھوں نے ان الفاظ میں اپنا مفہوم ادا کیا،

"اگر میں پرند ہوتا تو بھی اس پر پرواز نہ کرتا"

صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ۔ لیکن قیروان کے اعیان، امرا اور فقہا کو صقلیہ کے متعلق صدیوں کا جو تجربہ حاصل تھا، اس کی بنا پر مجلس مشاورت کی اکثریت نے اس کے دارالاسلام بنانے کا فیصلہ صادر کیا،

رومی قاصدوں کی واپسی۔ جب افریقیہ میں صقلیہ پر حملہ آوری کا آخری فیصلہ صادر ہو گیا تو حکومت صقلیہ کے ایلچی ناکام واپس لوٹ گئے اور وہاں مدافعانہ تیاریاں شروع ہو گئیں،

صقلیہ پر حملہ آوری۔ اس کے بعد زیادۃ اللہ نے سب سے پہلے اس فیصلہ کی اطلاع فیمی کو دی اور کہلا بھیجا، کہ سوسہ میں اسلامی بیڑے کا انتظار کرے، اس کے بعد خود زیادۃ اللہ جنگی بیڑے کے نظم و ترتیب میں مصروف ہو گیا،

سالار فوج کا انتخاب۔ جب فوج تیار ہو گئی، تو اسکی سپہ سالاری کے انتخاب کا مسئلہ آیا، اور اس اہم خدمت کے لئے زیادۃ اللہ کی نظر انتخاب قاضی القضاۃ ابو عبداللہ اسد بن فرات بن سنان پر پڑی، کیونکہ مجلس شوریٰ میں دراصل انھی کی آخری رائے سے صقلیہ کا حملہ طے پایا تھا، اس لئے اوسکی کامیابی میں انھیں جو انہماک ہوتا، وہ کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا،

لہ نہایۃ الارب ررا ماری ص ۴۲۷،

دولت اغالبہ صقلیہ

۲۱۲ھ - ۲۹۶ھ
۸۲۷ء - ۹۰۸ء

صقلیہ کی اسلامی حکومت کا بانی اسد بن فرات

۲۱۲ھ - ۲۱۳ھ
۸۲۷ - ۸۲۸

قاضی اسد بن فرات افریقہ کے نہایت ممتاز اہل علم ، اور امام مالکؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین و فقہاء کے ارشد تلامذہ میں تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب المدونہ کا اصل متن انہی کی تصنیف تھا، اور جیسا کہ ابھی تذکرہ کیا جاچکا ہے، وہ اس وقت افریقہ کے عہدۂ قاضی القضاۃ پر فائز تھے۔[1]

جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت صقلیہ کی خبر ملی تو انہیں اس کے قبول کرنے میں کسی قدر پس و پیش ہوا، کیونکہ انھوں نے مسند قضا و افتاء کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فوج کی امارت کو پسند نہیں کیا، اس لئے زیادۃ اللہ کو مخاطب کر کے عرض کیا،

"مجھے منصب قضاء جیسے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت سپرد کیجاتی ہے؟"

زیادۃ اللہ نے ان الفاظ میں اس کا جواب دیا:-

"تم عہدۂ قضاء پر بھی فائز ہو اور لشکر کی امارت بھی تمھارے سپرد کیجاتی ہے، جو اپنے اعزاز اور رتبہ

---

[1] اسد کے سوانح حیات جلد دوم میں تفصیل سے آئیں گے۔

مین عہدۂ قضا، سے زیادہ بلند ہے، مین تمھارے لئے قضا، کا انتساب بھی باقی رکھتا ہون، و تمھین

"قاضی امیر" سے خطاب کیا جائے گا،،

اسکے بعد زیادۃ اللہ نے عہدۂ امارتِ فوج و منصبِ قضا، کی سند لکھ کر اسد کے حوالہ کی، اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار فخریہ لکھتے ہین کہ "یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ افریقیہ مین اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدون پر کوئی شخص بیک وقت فائز نہین ہوا تھا"[۱]

معززین اہل علم کی فوج مین شمولیت	اسد بن فرات جیسے ذی علم کے عہدۂ سپہ سالاری پر تقرر کے باعث افریقیہ کے معزز اہلِ علم ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کیلئے فوج مین شریک ہونے لگے

اور اس مین ایک معتدبہ حصہ ممتاز و معزز اہلِ علم کا شامل ہو گیا، یہان تک کہ صرف اسد کی جامع شخصیت کی کشش سے افریقیہ کے مقدس و عزلت گزین صوفیہ بھی اپنے حجرون سے نکل آئے،

ان مین ابو محمد عبد الرحیم بن عبد ربہ ربعی افریقیہ کے ایک نہایت زاہد و پاکباز و عبادت گذار بزرگ تھے، انھین قاضی اسد اور امام سحنون سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، امام سحنون ان کے متعلق خود فرماتے ہین "مین نے ابن القاسم، اشہب، ابن وہب، علی بن زیاد اور بہلول بن راشد وغیرہ جیسے بزرگون کو دیکھا لیکن مین نے ان مین سے کسی کو عبد الرحیم کا ہم پایہ نہین پایا، مین ان کے ظاہر و باطن دونون سے آگاہ ہون، اور ان لوگون کا صرف ظاہر جانتا ہون،، عبد الرحیم قیروان کے شیوخِ حدیث مین تھے، قاضی اسد سے دلی عقیدت رکھتے تھے جب انکو اسد کے غزوۂ صقلیہ کی اطلاع ملی، تو خود بھی شرکتِ جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے، اور امام سحنون سے مشورہ طلب کیا،

لیکن امام سحنون نے ان کے روانگی صقلیہ سے قیروان کی موجودگی کو زیادہ ضروری قرار دیا، اور بتایا کہ وہ افریقیہ ہی مین رہ کر اپنے خدمتِ جہاد کا شوق پورا کرنے کے لئے ایک جنگی قلعہ قصر زیاد کی

[۱] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ اور ریاض النفوس ورق ص ۱۸۳، ۱۸۶،

تعمیر اور درستی مین مصروف ہو سکتے ہین، اور یہ خدمت اوس سے زیادہ اہم ہوگی جسقدر وہ صقلیہ کی فتح مین شرکت کر کے انجام دیسکتے ہین، کیونکہ اس قلعہ سے افریقیہ کے فوجی استحکام مین بہت کچھ اضافہ کے توقعات وابستہ تھے،

شیخ عبدالرحیم نے امام سحنون کے یہ خیالات قاضی اسد سے بیان کئے، انھون نے بھی اس رائے کو پسند کیا، پھر زیادۃ اللہ کے سامنے یہ پیش کیا گیا، اور اس نے بھی اس کی تائید کی، چنانچہ جسوقت قاضی اسد کو صقلیہ کی ولایت کا فرمان سپرد ہوا، شیخ عبدالرحیم کو ایک فرمان کے ذریعہ سے قصر زیادی کی اصلاح و تعمیر کی خدمت سپرد کیگئی، اور اس بنا پر سرزمین صقلیہ ان کے ورود سے مشرف نہ ہو سکی[1]

لشکر کی روانگی اور معززین شہر و اعیان حکومت کی مشایعت

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا، اسکے ساتھ معززین شہر اور تمام ارکان حکومت مین یہ اعلان کر دیا، کہ ان مین کا ہر شخص امیر فوج کی مشایعت کیلئے لشکر کے ساتھ ساتھ سوسہ تک جائے، چنانچہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے کروفر اور ساز و سامان سے قیروان سے روانہ ہوا، اور امیر فوج کی مشایعت کیلئے قیروان کے اعیان، معززین اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ ہمرکاب ہوئی، اور پھر فرمان شاہی کی بجا آوری کے لئے ارکان حکومت مین سے ہر متنفس امیر لشکر کے ہمراہ تھا، اور تمام باشندگان کا ایک بڑا مجمع بھی جوش و خروش سے نعرے لگاتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا، یہان تک کہ دس ہزار چیدہ سپاہیون کا یہ لشکر اسی مرتب جلوس کی شکل مین سوسہ پہنچا،

لشکر کی روانگی

جب جہازون کے لنگر اوٹھانے کا وقت آیا، تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہو گیا، فوجی باجے بجنے لگے، جہازون کے پھریرے کھول دیے گئے، جو ہوا مین لہرانے لگے، دس ہزار سربکف جانباز مجاہدین عز و شان کے ساتھ عرشۂ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلوارون کو بار بار جنبش دیتے ہین، ساحل پر امرا و اعیان حکومت اپنے زرق برق ملبوسات مین ایستادہ کھڑے ہین، اور عوام کا انبوہ کثیر

[1] ریاض النفوس در مالکی ص ۱۸۵، ۱۸۶،

اپنے فلک شگاف نعرے مار رہا ہے، اور فتح صقلیہ کی دعا بار بار زبانون پر آرہی ہے یہی خیرہ کن نظارہ نگاہون کے سامنے تھا، کہ اسی جوش وخروش کے عالم مین امیر فوج عرشہ جہاز کے سامنے آیا، اور ایک الوداعی تقریر کی، جو فخر و غرور، اور شان وشوکت کے اظہار کے بجائے عجز و نیاز، اور پند و نصائح سے لبریز تھی،

اس تقریر کا ایک حصہ بعض مورخین نے نقل کیا ہے جسمین حمد وثنا کے بعد یہ الفاظ ہین :-

"یا معشر الناس! میرے آباؤ اجداد آج تک کبھی والی مقرر نہین ہوئے، انھین کبھی بھی یہ سرفرازی نصیب نہین ہوئی، اور مین بھی اس منصب جلیلہ پر فائز نہ کیا جاتا، اگر علم کو اپنا زیور نہ بناتا، اسلئے علم کی تحصیل وتدوین مین سعی وکوشش کرو اسی مین جانفشانی کرو اور اسی کے ہو رہو اس راہ مین مصائب ومشکلات کا سامنا ہوتا ہے، تمھین ہلکان نہ ہونا چاہئے، مردانہ وار مقابلہ کرو، اسی سے تم دین ودنیا دونون مین سربلند رہ سکتے ہو[۵]"

الوداعی تقریر کے بعد جہازون نے لنگر اوٹھایا، اور یوم شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۲۱۲ھ/۸۲۷ء کو یہ اسلامی بیڑا صقلیہ کو دار الاسلام بنانے کیلئے روانہ ہوگیا،

یہ بیڑا تقریبًا سو جنگی جہازون پر مشتمل تھا جنمین سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی، اسلامی بیڑہ کے پیچھے پیچھے فیمی کے باقی ماندہ جہاز بھی اپنے قوم وملک سے اپنی غداری کا آخری ثبوت بہم پہنچانیکے لئے افریقیہ سے صقلیہ چل کھڑے ہوئے[۶]

سواحل صقلیہ پر فوج کی آمد اور مازر پر بلا مزاحمت قبضہ

اب تک افریقیہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے، وہ زیادہ تر دار الحکومت سرقوسہ پر حملہ آور ہوتے تھے، اسدنے یہ پامال راستہ اختیار نہین کیا، اور اپنی

---

۵ معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، و ریاض النفوس در امارہ ص ۱۸۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵، البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۳۷

۶ نہایۃ الارب در امارہ ص ۲۰۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶ وغیرہ،

حکمت عملی سے ایک ایسے شہر کا رُخ کیا، جو بلا مزاحمت قبضہ مین آگیا، چنانچہ اسلامی بیڑا سوسہ سے تین دن کا راستہ طے کرکے یوم سہ شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۲۱۲ھ مطابق ۱۳ جون ۸۲۷ء کو ساحلی شہر مازر مین لنگر انداز ہوگیا،[1]

اسلامی لشکر پورے جوش وخروش سے ساحل پر اوترا، اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہوگیا اس کے بعد اسد بن فرات نے مازر مین اپنی مورچہ بندی کی، اور یہین بیٹھ کر دشمنون کا انتظار کرنے لگا تین دن اسی انتظار مین گذر گئے، سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آتا دکھائی دیا، لوگ سمجھے کہ رومیون کا مقدمۃ الجیش آپہنچا، جوش وخروش سے ہتھیار سنبھال لئے، اور حملہ آوری کے لئے پر تول رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ فیمی کا کوئی وفادار معاون دستہ ہے،

پیشقدمی مجاہدین اسلام نے بیتابانہ شوق جہاد مین تین دن مازر مین گذاروئی، معلوم ہوا کہ رومی اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مورچہ جما رہے ہین، آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کردیا، اور ابو زکی کنانی کو مازر کا گورنر مقرر کیا، اور یہان اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کے مزید فتوحات کے لئے پیشقدمی کی، اسلامی لشکر کوچ کرتا ہوا مقام مرج مین پہنچا، تو دشمنون کی فوج سامنے دکھائی دی اور مجاہدین بھی وہین خیمہ زن ہوگئے،[2]

حکومت صقلیہ کی مدافعانہ تیاریان جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ صقلیہ مین فیمی کے خلاف بلاطہ کی نوجکشی خود بلاطہ کی قوت بازو پر مشتمل نہ تھی، بلکہ حکومت بیزنطی کی ہر قسم کی امداد شامل تھی، اور اسی کے ایما سے اوس نے اسکے خلاف خروج کرکے جزیرہ پر قبضہ کیا تھا، اور پھر بیزنطی علم کو جزیرہ مین سربلند کردیا تھا اور خود ایک گورنر کی حیثیت سے زمام حکومت سنبھال لی تھی،

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۳ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، نہایۃ الارب درامارمی ص ۲۸۴ [3] نہایۃ الارب درامارمی ص ۲۸،

اسلئے جب اس کو اسلامی لشکر کی حملہ آوری کی اطلاع ملی، تو اس نے تمام حالات کی روداد قسطنطنیہ بھیج دی، اور اسلامی فوجکشی کے مقابلہ کیلئے امداد طلب کی[1]،

لیکن حکومت بیزنطی اسوقت اپنے داخلی مشکلات میں گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مائیکل کے خلاف جو قسطنطین ششم کی لڑکی سے شادی کرکے تختِ حکومت پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، جابجا بغاوتیں برپا تھیں[2]، اس کے باوجود اوس نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی، اور جہانتک خود اس کی استطاعت میں تھا، ایک رومی بیڑا مرتب کرکے قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا[3]، لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی نہ تھا، اس لئے اس نے حکومت وینس سے مدد طلب کی، اور دونوں کے جہازوں کا مشترک بیڑا ۲۱۲ھ میں صقلیہ پہنچا[4]، اور اس طریقہ سے تین تین حکومتوں قسطنطنیہ، وینس اور صقلیہ کا مشترکہ عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلہ کیلئے مقام مرج پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا،

مرج میں ان تینوں حکومتوں کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی، جس کی کمان بلاطہ کے ہاتھ میں تھی، اور ان کے مقابلہ میں اسلامی امیر فوج کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے[5]،

فیمی کی اسلامی لشکر سے علیحدگی

اس لئے اس موقع پر فیمی کی مختصر سی جمعیت بھی اسلامی لشکر کیلئے معاون ثابت ہوئی، لیکن فیمی اگرچہ دربار حکومت افریقیہ میں اپنے تاج و تخت سے دستبردار ہوچکا تھا، مگر درپردہ اوس کے دل میں تاج و تخت کی ہوس باقی تھی، اور وہ ابھی تک اسی امیدِ موہوم میں اسلامی فوج کے ہمرکاب تھا،

---

[1] ابن اثیر، ج ۶ ص ۲۳۶، وابن خلدون ج ۴، ص ۱۹۰، [2] اسٹوری آف دی نیشنس، ج ۳۰، (بیزنٹائن ایمپائر) ص ۲۰۸ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، وابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۰ [4] مقالہ جان بری دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۶ [5] ریاض النفوس درامارری ص ۱۸۴ ونہایۃ الارب درامارری ص ۴۴۹، تاریخ تونس حسین بن محمد درامارری ص ۱۴۱، کتاب المونس ص ۴۸،

اگرچہ افریقیہ مین وہ صقلیہ کے دارالاسلام بنائے جانے کی تجویز کی وجہ سے پہلے کسی قدر مایوس ہو چکا تھا، تاہم اوسکو امید تھی کہ ممکن ہے قسمت کا آخری پانسہ پلٹ جائے، اور شاید بلاطہ کے شکست کھانے کے بعد اہل جزیرہ کی مدد سے وہ اسلامی لشکر کو شکست دیسکے لیکن جب وہ مقام مرج مین پہنچا، اور رومیون کی عظیم الشان فوج سامنے نظر آئی، تو اسکی وہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی کیونکہ وہ ایک مدت دراز تک حکومت بیزنطی کے ایک ملازم کے طور پر کام کرچکا تھا، اس لئے رومی حکومت کی ہیبت و عظمت اوسکے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی، جسکی وجہ سے وہ یہ تصور نہ کرسکتا تھا، کہ رومیون کے اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ مین مسلمانون کی مختصر سی دس ہزار فوج میدان جیت لیگی، اسلئے اس کے تاج و تخت کے تمام منصوبے خواب پریشان ثابت ہوئے اور مسلمانون کے دوش بدوش میدان جنگ مین اوترنا اوسکو باعث ہلاکت نظر آیا، اور اسی نقطہ نظر سے جنگ کی شرکت اوسے بے سود نظر آنے لگی،

فیمی کی یہ کنارہ کشی اسلامی لشکر کے لئے اور زیادہ نازک صورت حال پیدا کر رہی تھی لیکن اگر وہ میدان جنگ مین شریک ہوتا، اور عین موقع پر غداری کرکے بزدلی دکھاتا، تو یہ زیادہ خطرناک ہوتا، اسلئے اسد نے اس صورت حال پر غور کرکے اس کے متعلق ایک مختتم فیصلہ کرلینا چاہا، چنانچہ اسد نے اسلامی لشکر سے فیمی کی جمعیت کی علاحدگی کا فیصلہ کیا جسکو اُسنے بھی غنیمت خیال کیا، اور بخوشی منظور کرلیا،

لیکن اب اس جماعت کیلئے دوسری دشواری یہ پیش آئی، کہ کہان جائے اور کیا کرے، اسد نے اسکو اسلامی خیمہ مین رہنے کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ساتھ یہ ہدایت کردی کہ بطور امتیاز اپنے سرون پر حشیش لگالین، کہ شاید کوئی مجاہدان مین سے کسی سپاہی پر شب کی تاریکی مین دشمن کا آدمی سمجھ کر حملہ کر بیٹھے، چنانچہ اسی فیصلہ کے بموجب فیمی کے سپاہیون نے ایک امتیازی نشان اپنے سرون پر لگالیا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، ریاض النفوس ورق امارسی ص ۴۴، ۱۸، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۴،

صقلیہ کا پہلا میدان | پھر اسد نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ مین لیکر آگے بڑھے، مسلمان سپاہی رومیون کے ٹڈی دل فوج سے لرزہ براندام تھے، ایک طرف ڈیڑھ لاکھ فوج کا سیلاب امنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف درصف کھڑے تھے، اسد کو اس کا اندازہ ہوا، تو وہ جوش وخروش سے سامنے آئے، بلند آواز سے سورۂ یسین تلاوت کی، اور پھر اپنے مجاہدین کو خطاب کیا، اور ایسا برمحل اور ہمت افزا خطاب کیا، کہ اسلامی فوج کی ہمت وشجاعت مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اور انھین نظر آنے لگا کہ یہ وہی لوگ ہین جو افریقیہ سے چھپ چھپا کر بھاگ آئے، اور مجاہدین کی تشنہ تلوارین اپنی پیاس بجھانے کے لئے ادھر ادھر انھین تلاش کرتی رہین، جو آج اتفاق سے سب کے سب یکجا مل گئے ہین، اسلئے آج ان تلوارون کو اپنی خون آشامیون کا خوب موقع ملیگا، اسد کے وہ برمحل جملے یہ تھے:۔

"مجاہدو! یہ ساحل کے وہی عجم ہین، جو روپوش ہوکے یہان جمع ہوگئے، یہ تو تمھارے بھاگے ہوئے غلام ہین، ان سے کہین خائف نہ ہوجانا"

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی گنگناتے ہوئے آگے بڑھے اور رجز خوانی کرتے رومیون پر ٹوٹ پڑے، مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھالین، اور فوج کے اس جنگل مین گھس گئے، اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی، رومیون نے سارا زور اسد پر صرف کیا، اور انھین پر پے درپے حملے کرتے گئے، جس کا وہ بھی پامردی سے جواب دیتے رہے، اور گو زخمون سے چور چور ہوگئے، مگر لوائے جنگ ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہان تک کہ جس ہاتھ مین جھنڈا تھا، وہ خون سے تر ہوگیا، مگر اسد نے اس کو سرنگون نہ ہونے دیا،

آخر رومیون کے پائے ثبات مین لغزش آئی، ٹڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی، اور خیمہ وخرگاہ چھوڑ کر بھاگنے لگے، اور صقلیہ کا یہ پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ آیا، رومی فوج کا ایک کثیر

حصہ کام آگیا، میدانِ کارزار مین بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، بیشمار مالِ غنیمت جسمین مویشیون اور سامانِ رسد کا وافر حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا، اور صقلیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانون کے لئے بطور فالِ نیک انجام کو پہنچی،

اس پہلی معرکہ آرائی مین سب سے نمایان کارنامہ خود امیر لشکر اسد کا تھا، میدان جنگ کا وہ مذکور بالا نقشہ اتفاق سے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخون مین مذکور رہے جو خود اس جنگ مین شریک تھے،[1]

زیادۃ اللہ نے اسد کے فتح وظفر کا مژدہ خلیفۂ وقت مامون کو بھیجا، اور اسکی شہرت تمام عالم اسلامی مین پھیل گئی،

رومیون کی فوجی طاقت مین ابتری

رومی اپنی ڈیڑھ لاکھ کی جمیعت لیکر آگے بڑھے تھے، اور انھین یقین کامل تھا، کہ مٹھی بھر اسلامی لشکر کو اپنے گھوڑون کی ٹاپ سے کچل دین گے، اور وہ اپنے اسی غرور و پندار مین پورے ساز و سامان اور مکمل فوجی طاقت سے پہلے ہی معرکہ آرائی مین میدان جنگ مین اتر پڑے تھے، اس لئے جب انھین اسمین شکست نصیب ہوئی، تو یہ کسی ایک معرکہ مین شکست نہین تھی، بلکہ رومیون کی پوری فوجی قوت کی تباہی و بربادی تھی، یہانتک کہ گورنرِ صقلیہ بلاطہ اسی جنگ سے دل برداشتہ ہو کر سرزمین صقلیہ چھوڑ بیٹھا، اور قلوریہ جا کر پناہ گزین ہوا، اور سرقوسہ کی زمام حکومت یہان کے مذہبی پیشوا بطارقہ کے ہاتھ مین آگئی، اور صقلیہ کی حفاظت خود اہل صقلیہ کو کرنی پڑی،

اسلامی لشکر کی پیشقدمی

دوسری طرف اسلامی لشکر پیشقدمی کرتا ہوا مرج سے، کیلہ فیمی پہنچا، لیکن یہان کوئی جماعت مقابلہ کے لئے نہین نکلی، اس لئے اسلامی لشکر نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کنیسہ مسلقین مین آکر ڈیرے ڈالے،

---

[1] معالم الایمان ابن ناجی ج ۲ ص ۱۵،

جزیہ کی ادائی پر صلح یہین اہل صقلیہ کی ایک بہت بڑی جماعت جسکے سرخیل بطارقہ تھے قلعہ کرات سے نکلکر اسد کی خدمت مین حاضر ہوکر طالب امان ہوئی، اسد نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، ادسکو اون لوگون نے برضا و رغبت قبول کیا، اور مامون ہوکر واپس چلے گئے،

اسد جن مقامات کو بزور شمشیر فتح کر چکے تھے انھین کے حدود مین ٹھہر گئے، کیونکہ کرات سرقوسہ کا حفاظتی قلعہ تھا، اور یہان کی نمایندہ جماعت حکومت سرقوسہ کی نمایندہ تھی، اسلئے اسلامی اصول جنگ کے مطابق اس جزیہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملون کا سلسلہ موقوف ہوگیا، اہل جزیرہ بھی اسلامی حکومت افریقیہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول واحکام سے واقف تھے، اب وہ پورے طور پر مطمئن تھے، کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہین ہوسکتی[1]

فیمی کی سازش اہل سرقوسہ سے لیکن یہ صلح زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکی، کیونکہ ارمنی نژاد فیمی یہان اسلامی حکومت کے قیام واستحکام کے قطعی خلاف تھا، اسلئے اس کے خلاف خفیہ سازشون مین مصروف ہوگیا اور باشندگان کرات کو خفیہ طور پر اسلامی حکومت کے خلاف برانگیختہ کرکے آمادہ جنگ کرنے لگا،

شکست صلح فیمی کو اہل صقلیہ مین اگرچہ اب کوئی رسوخ حاصل نہ تھا، لیکن اسوقت اہل صقلیہ کا کوئی صحیح رہنما نہ تھا، اسلئے انھون نے فیمی کے مشورہ کو قبول کرلیا، اور جنگی تیاریون مین مصروف ہوگئے، قلعہ کو ہر چہار طرف سے مستحکم کیا، پھر قرب وجوار کے تمام گرجون کے زر وجواہر سمیٹ کر قلعہ مین محفوظ کرلئے اور قلعہ بند ہوکر مقابلہ کرنے کیلئے مضافات شہر سے رسد کا کافی سامان بہم پہنچالیا، اور اسطرح کرات کی وہ صلح محض چند روزہ ثابت ہوئی[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، نہایۃ الارب درامارمی ص ۴۲۸ و نہایۃ الارب درامارمی ص ۴۲۹، اس واقعہ کو متعدد مورخین نے لکھا ہے، اور سب کے بیان مین کسی قدر جزئی اختلاف بھی ہے، ابن خلدون

اسد، اہل جزیرہ کی عہد شکنی اور جنگی تیاریون سے غافل نہ تھا انکو دشمنون کی تمام نقل وحرکت کی اطلاع ملی لیکن مصلحت کا خیال کر کے فیمی کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، اور خود اپنی پیشقدمی شروع کر دی، اور سب سے پہلے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے ملک کے اطراف وجوانب مین بھیج دی، اور خود بڑھ کر سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن اہل جزیرہ اپنی مکمل تیاریون کے بعد پہلے ہی قلعہ بند ہوچکے تھے،[1]

سرقوسہ کا محاصرہ لشکر اسلام سرقوسہ کے قرب وجوار پر قبضہ کرتا ہوا، اسکے شہر پناہ کے نیچے پہنچا، سرقوسہ جغرافیانہ حیثیت سے گویا ایک مستحکم قلعہ تھا، تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا، اور اسکا شمالی حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا، اور صدر دروازہ اسی جانب تھا، اسد نے اسکی جغرافیانہ حیثیت ملحوظ رکھی، اور اسکو دونون طرف سے گھیر لیا، خود صدر دروازہ کی طرف ڈیرے ڈال دئے، اور فوج کا ایک حصہ سمندر کیطرف بھیدیا، اور اسلامی بیڑے ہر طرف متعین کر دئے،

حسن اتفاق سے اسی اثنا مین افریقیہ سے امدادی فوج آگئی، اس کمک سے محاصرین کو بڑی تقویت حاصل ہوئی، لیکن دوسری طرف محصورین کی امدادی فوج بھی بلرم سے آپہنچی، اب نقشہ جنگ اس طرح قائم ہوا کہ اسد کو ایک طرف محصورین کو شکست دیکر شہر مین داخل ہونا تھا یا یون کہا جائے کہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۷) صرف اسی قدر لکھتا ہے کہ اہل جزیرہ نے مکر و فریب سے صلح کی، پھر محاصرہ کی تیاریان کین، اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا، اس بیان مین فیمی کا کوئی ذکر نہین ہے، ابن اثیر اس کو اس اسلوب مین لکھتا ہو کہ اہل جزیرہ نے مکر و فریب سے صلح کی، اسی اثنا مین فیمی نے ان کو ورغلایا (ج ۶ ص ۲۳۶) گویا اہل جزیرہ کو اس ارادہ مین فیمی کی حرکت سے مزید تقویت پہنچی، لیکن نہایۃ الارب نے اس واقعہ کو دوسرے اسلوب مین پیش کیا ہے، اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان روایتون مین کوئی ایسا اختلاف نہین پایا جاتا، مآل سب کا یہی ہو کہ فیمی نے مسلمانون سے بدعہدی کی لیکن باشندگان جزیرہ نے آیا پہلے سچائی سے صلح کی تھی کہ وہان ایسی ابتری پیدا ہوگئی تھی، جسکی وجہ سے وہ صلح پر مجبور تھے، اور پھر فیمی کی برانگیختگی سے جنگ پر آمادہ ہوئے اور یا وہ ایک عارضی صلح سے مہلت حاصل کرنا چاہتے تھے، اور اسد نے صلح کرنے مین غلطی کی، نویری اول الذکر صورت کو اختیار کرتا ہی، اور حالات کی جو رفتار رہی بظاہر اون سے اسی کی تائید ہوتی ہو، اسلئے یہان یہی صورت اختیار کیگئی، [1] نہایۃ الارب دراماری ص ۴۲۸، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹۔

ایک طرف محصورین کی منجنیقون کی زد پڑتی، دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اسکو گھیرے ہوئے تھی، اسد نے موقع جنگ کا اندازہ کرکے اپنے گرداگرد ایک وسیع خندق کھدوائی، اور اس سے آگے بڑھکے ایک بہت بڑی کھائی تیار کرائی،

اسد کی اس حکمت عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا، اس نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی متعدد ناکام کوششین کین لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی، اور ان کو شقون مین بہت سے رومی کھائی مین گر گرکے ضائع ہوتے گئے، اور بالآخر اسی طریقہ سے اس حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی،

جب رومیون کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اسد نے محاصرہ مین اور زیادہ سختی برتی اور تنگ ہوکر محصورین کو طالب امان ہونا پڑا، اسد اس استدعا کے قبول کرلینے پر مائل ہوچکے تھے لیکن اسلامی لشکر کے دیگر اصحاب حل وعقد نے اہل سرقوسہ کی پہلی غداری کو پیش نظر رکھا، اور اس قسم کی صلح کی سخت مخالفت کی اور سرقوسہ پر فاتحانہ قبضہ کرنے کو ترجیح دی، مجبوراً اسد نے مذاکرۂ صلح کو موقوف کردیا، اور سلسلۂ محاصرہ بدستور جاری رہا،

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا، تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات مین گھر گئے، کیونکہ محاصرہ کے میدان کا جو نقشہ تھا، وہ بلرم کے رومی لشکر کے ضعیف ہوجانے کے باوجود بھی قائم تھا، رومی لشکر اب اگرچہ حملہ آوری کی قوت نہین رکھتا تھا، تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کر رہا تھا، اور نیز اسلامی لشکر اس وقت اپنے تمام مفتوحہ علاقہ سے الگ تھا، ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہین ہورہی تھی، لشکر کے ساتھ جسقدر سامان رسد تھا، رفتہ رفتہ اس مین کمی ہوتی گئی، اور کھانے کے لئے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آگئی،

اس صورت حال سے اسلامی لشکر مین بددلی پیدا ہوئی، اور ایک جماعت اس قدر دل برداشتہ ہوئی کہ اد سکو

افریقہ کی واپسی کا خیال پیدا ہو گیا چنانچہ ایک ممتاز اہلِ علم ابن قادم کو نمایندہ بنا کر اسد کے پاس بھیجا گیا، اور انھوں نے پر زور طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا،

یہ موقع اسد کے لئے نہایت نازک تھا، اگر مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر مین فتنہ انگیزیان ہوتی ہین، اور اگر مطالبہ قبول کر لیا جاتا ہے تو جزیرہ مین مسلمانون کی تمام جانفشانیون کا خاتمہ ہو جاتا ہے علاوہ ازین محاصرہ اس قدر طول پکڑ گیا تھا، کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آگئے تھے، اور اسی لئے انھون نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی، اس لئے اس موقع پر محاصرہ کا اٹھا لینا دانشمندی کے سراسر خلاف تھا، اس بنا پر اسد نے اس جماعت کے فتنہ کو دبانا چاہا، اور ابن قادم کو جواب دیا:-

"مین مسلمانون کی جنگی خدمت کو نقصان نہین پہنچانا چاہتا، حالات ایسے نہین کہ واپسی کا قصد کیا جائے ابھی اسلامی لشکر مین بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے"

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کر سکا، اور وہ لوگ اپنے اصرار پر قائم رہے، جب اس جماعت کا اصرار زیادہ بڑھا، تو اسد نے جہازون کے جلا دینے کی دھمکی دی، اس پر سرِ خیل جماعت ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرزِ خطاب اختیار کیا، اور کہا:-

"اس سے بہت چھوٹے معاملہ پر عثمان بن عفان قتل کر دیئے گئے تھے"

ابن قادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر مین فتنۂ عظیم برپا کر دیتے لیکن اسد نے اس کا فوری تدارک کیا، اور ابن قادم کو گرفتار کر کے پاداش جرم مین چند کوڑے لگوائے، یہ سزائے تازیانہ موثر ثابت ہوئی، شورش رفع ہوئی، اور ہر شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگا، اور محاصرہ بدستور جاری رہا[۵]

غرض سرقوسہ کا محاصرہ یونہی قائم رہا، محاصرین اپنے سامانِ رسد کی وجہ سے پریشانیون مین مبتلا تھے

[۵] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، ریاض النفوس ورا ماری ص ۱۸۵،

اور محصورین محاصرہ کی سختیان برداشت کرتے کرتے عاجز آچکے تھے، موقع موقع پر لڑائیون کا سلسلہ جاری تھا، چند تیر ادھر سے آجاتے، اور چند ادھر پھینک دئے جاتے، اور کبھی کبھی دست بدست لڑائی کی نوبت بھی آجاتی،

حالت محاصرہ مین اسد کی وفات

محاصرہ کے یہی حالات قائم تھے، کہ اسلامی لشکر پر ایک ناگہانی افتاد آپڑی، لڑائیون کا جو سلسلہ قائم تھا، اسی مین اتفاق سے امیر لشکر اسد بھی زخمی ہوگئے، زخم اتنا کاری تھا، کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے، اور انھی زخمون سے حالت محاصرہ ہی مین ماہ ربیع الآخر ۲۱۳ھ ۸۲۸ء مین انتقال ہوگیا، اور فاتح صقلیہ اسی سرزمین مین نہ خاک ہوا، جسکو وہ اپنے فتوی اور فتحمندی سے دارالاسلام قرار دیچکا تھا،

مسلمانون نے یادگار کے طور پر قبر پر ایک مسجد تعمیر کرادی،

اسد کی وفات سے افریقیہ مین بھی گھر گھر صف ماتم بچھ گئی تھی، خود زیادۃ اللہ کو اس کا نہایت غم ہوا، قیروان مین بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کیگئی، اور وہ قدیم شکستہ حال نشانی آج تک کھڑی ہوئی ہے، اس پر "اسد بن فرات" کندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گذری ہے، مسجد کا طرز تعمیر نہایت سادہ ہے[1]،

---

[1] ریاض النفوس درامادی ص ۱۸۱ و معالم الایمان ج ۲ ص ۱۷، و مقالہ محمد بن ابی شنب در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۹۳، اسد بن فرات کی وفات کے متعلق مورخین مین باہم شدید اختلاف ہے، ہم نے سبکو سامنے رکھکر ان دونون مذکورہ بالا مورخین کے بیان کو قبول کرلیا ہے کیونکہ مجموعی طور پر دیگر ممتاز مورخین کے بیانات سے بھی انھی کی تائید ہوتی ہے، اسد کی وفات کے سلسلہ مین یہ اختلاف تین چیزون مین ہے، پہلا مہینہ کی تعیین مین، دوسرا مقام وفات مین، اور تیسرا اختلاف مرض الموت مین ہے، مہینہ کے اختلاف کے متعلق نقشہ یہ ہے،

نہایۃ الارب نویری　،　ماہ شعبان

اسد کا زمانۂ ولایت	اسد کا زمانۂ ولایت اگرچہ صرف ایک سال اور چند دن رہا لیکن واقعات ونتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا، ان کے زمانۂ ولایت مین مازرؔ کو دار الحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی، حدودِ حکومت مین مازرؔ اور اس کے مضافات داخل تھے، علاوہ ازین مازر سے سرقوسہ تک کا جس قدر دیہی علاقہ تھا، اور اس مین جو جو ممتاز اور اہم قلعے تھے، وہ سب اطاعت ختم کر چکے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۱) البیان المغرب ابن عذاری - رجب

تاریخ تونس، - ربیع الثانی

کتاب المونس، " "

چونکہ نویری اور ابن عذاری کا بیان اپنے اپنے طور پر منفرد تھا، اور موخر الذکر دونون روایتون سے ریاض النفوس اور معالم کی تائید ہوتی ہے، اسلئے اسی کو قبول کیا گیا،

اور مرض الموت کے بیان مین ایک طرف ابن اثیر ہے، اور دوسری طرف دیگر مورخین ہین، واقعہ یہ ہے کہ اسد کی وفات کے بعد ہی اسلامی لشکر مین وبا پھیل گئی، اور دونون کا زمانہ اسقدر قریب ہے کہ ابن اثیر کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسد کا انتقال بھی اسی وبا مین ہوا، اور اس نے اونکی وفات کے متعلق یہ فقرہ لکھا،

هلك فيه امير العسكر، اسی وبا مین امیر لشکر کا انتقال ہوا،

لیکن ابن اثیر کے اس بیان کے خلاف ایک طرف ابن عذاری کی یہ تصریح ہے کہ اسلامی لشکر مین وبا اسد کی وفات کے بعد پھیلی ہے، ان دونون بیانون مین موخر الذکر اسلئے مستند ہے کہ ابن اثیر نے اپنی الکامل مین صقلیہ کے یہ واقعات ضمناً درج کئے ہین، اور ابن عذاری نے مخصوص مغرب کے حالات مین کتاب لکھی ہے، وہ خود افریقہ کا رہنے والا ہے، اور اوسکے ماخذ مین ایسی کتابین ہین جو مخصوص افریقہ ہی کے متعلق لکھی گئین، اسلئے اس معاملہ مین بالعموم اسی کی روایت صحیح ترسمجھی جائیگی،

اور پھر اوس کی مزید تائید ریاض النفوس اور معالم الایمان سے ہوتی ہے، جو یہ تشریح و تعیین یہی کہتے

اسد بن فرات ہی کی شخصیت تھی جس نے ابن قادم کے اٹھائے ہوئے فتنہ کو اپنے عزم و قوت سے دبا دیا، ورنہ صقلیہ کی تاریخ کسی اور رنگ میں ہوتی،

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی، جو تمام ممالک مفتوحہ میں مسلمانوں کی عام روش تھی، یعنی جزیرہ صقلیہ میں قیام حکومت کے بعد پورے جزیرہ کو زیر اطاعت لانا، جسکی دو شکلیں تھیں، جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوتے وہ اسلامی حکومت کے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۲) ہیں کہ وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکے، اور اسی سے ان کی وفات ہوئی، ان کا بیان یہ ہے:۔

و توفی من جراحات اصابته شدیدۃ	ان سخت زخموں سے جو انھیں محاصرۂ سرقوسہ
وھو محاصر لسرقوسہ،	میں لگے انھوں نے وفات پائی،

اس موقع پر یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ابن اثیر کا موضوع بحث عام تاریخ ہے، جسمیں کسی شخص کی وفات ضمنی طور پر درج ہوگی، اور موخر الذکر دونوں کتابیں مخصوص علمائے افریقیہ کے سوانح حیات میں لکھی گئی ہیں، اس لئے اسد بن فرات قاضی القضاۃ افریقیہ کی وفات کا زیادہ مستند حال انھی میں ہو سکتا ہے،

تیسرا اختلاف مقام دفن یا مقام موت میں ہے، اس اختلاف میں ایک طرف ابن خلدون ہے، اور دوسری طرف تمام مورخین مثلاً ابن اثیر، نویری، ابن عذاری، ابن الابار قضاعی، ابن ابی دینار قیروانی، حسین بن محمد بن وادران اور ابو عبد اللہ المالکی وغیرہ ہیں،

ابن خلدون اسد کا مقام وفات یا مقام دفن شہر بلرم کو قرار دیتا ہے، اور یہ تمام مورخین نواحی سرقوسہ لکھتے ہیں لیکن اس موقع پر ابن خلدون کو ایک دلچسپ غلط فہمی ہوئی، اور اسکی بنیاد اور بھی زیادہ پر لطف ہے،

ابن خلدون نے صقلیہ کے حالات زیادہ تر ابن اثیر سے لئے ہیں، اور اسکی وجہ سے دونوں کی عبارتیں بھی اکثر جگہ ملتی جلتی ہیں، اس موقع پر ابن خلدون کی غلط فہمی کی بنیاد صرف ابن اثیر کی ایک عبارت پر ہے اور اس عبارت میں ایک لفظ کو غلطی سے دوسرے معنے میں پڑھ لینے کی وجہ سے غلطیوں کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہو گئی، ابن اثیر سرقوسہ کے محاصرہ کے متعلق لکھتا ہے:۔

زیر حمایت تھے، اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا تھا جو جزیہ ادا کرنے والی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے، لیکن جو مقامات جنگ پر آمادہ آئین، اور انھیں بزور شمشیر فتح کیا جائے، تو وہ اسلامی حکومت کے دائرۂ حکومت مین داخل ہون گے، اور بطور اسلامی حکومت کی رعایا کے ان کو حقوق عطا کئے جائین گے،

اسد خود فقہ کے مدون تھے، اور ایک مدت تک عہدۂ قضا پر فائز رہ چکے تھے، اسلئے فطرةً

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۳) وحاصر واسرقوسہ براً وبحراً ولحقتہ الامداد من افریقیۃ فساد الیہم والی بلرم فی عساکر کثیرۃ تخندق المسلمون علیہم وحفروا خارج الخندق حفراً کثیراً فحمل الروم علیہم (ج ۶ ص ۲۳۷)

اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون نے سرقوسہ کا بری و بحری محاصرہ کرلیا، اسی اثنا رمین انھین افریقیہ سے کمک پہونچی، اس کے بعد بلرم کا گورنر "والی" ایک کثیر فوج کے ساتھ مسلمانون کی طرف چلا، مسلمانون نے مدافعت کے لئے ایک خندق کھودی۔ اور پھر اس خندق کے آگے ایک کھائی تیار کی، اسکے بعد رومیون نے حملہ کیا،

لیکن ابن خلدون اس عبارت مین سے لفظ "والی" کو (جسکو ہم نے واوین مین دیا ہے، اور جس سے ابن اثیر کی مراد بلرم کا رومی گورنر ہے) "والی" کے معنی مین لینے کے بجائے والی کے حرف "واو" کو واو عاطفہ سمجھا، اور پھر والی کے دوسرے ٹکڑے "الی" کو حرف جار سمجھا، اور اس تجزیہ کے بعد افریقیہ سے جو کمک آئی تھی، اسکو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک کو سرقوسہ بھیجا، اور دوسرے کو "بلرم" کی طرف" روانہ کردیا، اور پھر ابن اثیر کے آخری فقرے فحمل الروم علیہم کی بنا پر رومیون کی کوئی دوسری جمعیت محاصرین سرقوسہ کے سرپر لاکر کھڑی کر دی، میرے ان قیاسات کی تائید ابن خلدون کے ان جملون سے ہوتی ہے، جنمین اوس نے ابن اثیر سے ان بنیادون پر واقعات اخذ کرکے ان کو اپنے پیرایہ بیان مین ادا کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:۔

وحاصروا سرقوسہ براً وبحراً، ولحقتہ المدد من افریقیہ وحاصروا بلرم وزحف الروم الی المسلمین وہم یحاصرون سرقوسہ

ہان یہ بھی ممکن ہے کہ ابن خلدون کے اس بیان پر الگ سے اعتماد کیا جائے، اور بلرم کا محاصرہ اسد کے دور ولایت

صلح پسند طبیعت پائی تھی، اور ان کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح و آشتی سے زیر کئے جائیں اور سب قبول جزیہ کی شرط منظور کر لیں، اسی بنا پر انھوں نے اہل مرج کی پہلی صلح بآسانی منظور کر لی، اور جب اہل سرقوسہ نے محاصرہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی دوبارہ درخواست کی، تو اس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہو گئے، لیکن دیگر اصحاب حل و عقد کی مخالفت کی وجہ سے باز آنا پڑا۔

اسد نے جزیرہ میں جس طریقہ پر صلح و جنگ کی بنیاد قائم کر دی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی قائم رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا، کہ جو مقامات جزیہ کی ادائی منظور کر لیں، وہ آزاد اور اسلامی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۴) میں تسلیم کر لیا جائے، لیکن یہ پھر بلا استثنا تمام عرب و یورپین مورخین کے بیان کے مخالف ہوگا اور اس لئے اسکو قطعی نظر انداز کرنا پڑے گا، تمام مورخین نے بلرم کا محاصرہ اسد کی وفات کے بعد لکھا ہے،

اس موقع پر ایک شبہہ کا ازالہ بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ ابن خلدون کا یہ مصری مطبوعہ نسخہ نہایت ناقص ہے، اس میں اسد کی وفات کے متعلق یوں مذکور ہے:-

"ومات اسد بن فرات امیرھم ودفن بمدینۃ قصریانہ"

اس سے یہ دھوکا نہ ہو کہ ابن خلدون نے اس کا مدفن قصریانہ بتایا ہے، بلکہ یہاں پر طباعت کی غلطی ہے اور ایک مستقل عبارت درج ہونے سے رہ گئی ہے، ابن خلدون کے صحیح نسخہ میں "ودفن بمدینۃ" کے بعد یوں ہے،

"بلرم وولی علی المسلمین بعدہ محمد بن ابی الجواری ووصل اسطول الروم من القسطنطنیہ فاعتزم المسلمون علی الاقلاع الی افریقیہ فاعترضھم اسطول الروم فرجعوا واحرقوا المراکب واستماتوا وحاصروا مدینۃ الماذر (مینائو؟) ثلثۃ ایام فملکوھا ثم حصن کرکنت کذلک ثم ساروا الی مدینۃ "قصریانہ"

یہی "قصریانہ" ہے جو مطبوعہ نسخہ میں درمیان کی مذکورہ عبارت متروک ہو کر "ودفن بمدینۃ" سے ملحق ہو گیا ہے، چنانچہ اس کے بعد ہی مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت ملیگی،

"ومعھم القائد الذی جاء یستنجد ھم فخادعہ اہل قصریانہ (ج ۴ ص ۱۹۹)

حکومت کے دائرہ سے باہر سمجھے جائیں، اور جو مقامات بزور شمشیر فتح ہوں، وہ اسلامی دائرہ حکومت مین داخل کر لئے جائین،

اگرچہ اسی نظام کی بدولت اسلامی حکومت صقلیہ کو ہمیشہ بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی تفصیل آیندہ آئیگی، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نوع انسانی کی فلاح وبہبود کیلئے یہی طریقہ مناسب تھا، اور اسی مین خونریزی کے امکانات کم تھے،

اسد کی جانشینی — اسد کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجواری کو اسلامی لشکر نے باتفاق اپنا امیر منتخب کر لیا اور اسی نے حکومت اور فوج سنبھال لی[۱]،

محمد بن ابی الجواری جانشین اسد

۲۱۳ھ - ۲۱۴ھ
۸۲۸ء - ۸۲۹ء

اسلامی لشکر مین ابتری — امیر محمد بن ابی الجواری کا انتخاب اصحاب حل وعقد اور عام اسلامی لشکر کے اتفاق سے عمل مین آیا تھا، ابن ابی الجواری نہایت خوش تدبیری سے محاصرہ کے کامیاب بنانے مین مصروف ہو گیا، اور ایسی ساعت آپہنچی کہ اہل سرقوسہ سخت پریشان حال ہو گئے، اور محاصرہ کی سختیان ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گئین، لیکن بخت وا اتفاق کہ اسلامی لشکر مین خونریزی شروع ہوئی، اور ایسا اختلال وانتشار پھیلا کہ ابن ابی الجواری کیلئے اس کا مقابلہ نہایت دشوار ہو گیا[۲]، کیونکہ اسد کی وفات سے فوج مین ایسی ابتری پیدا ہو گئی تھی کہ اس کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا تھا، اور وہ اپنے مشاغل سے ایسی غافل ہو گئی تھی، کہ مفتوحہ شہرون کے وہ تمام معززین وامرا، وسپہ سالار جو اسلامی لشکر مین بطور یرغمال نظر بند تھے، موقع پا کر فرار ہو گئے[۳]، اور اسلامی لشکر کی بدنظمی وانتشار کا چرچا ملک کے گوشہ گوشہ مین پہنچ گیا،

---

[۱] ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۱ وغیرہ [۲] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۹ [۳] البیان المغرب ترجمہ ص ۱۳۹،

اور اتنے دنون مین جو کچھ رعب داب اور اثر پیدا ہوا تھا، وہ بالکل زائل ہو گیا،

اسلامی لشکر مین وبا

اسی اثنا مین اسلامی لشکر ایک دوسری مصیبت مین مبتلا ہوا، اسد نے بلرم کی حملہ آور فوج کی بربادی کے لئے جو کھائی کھدوائی تھی، وہ رومیون کی لاشون سے پٹ گئی تھی، اور پھر ان کے سڑنے کی وجہ سے آب و ہوا خراب ہو گئی جس سے اسلامی لشکر مین سخت وبا پھیل گئی جس سے مجاہدین اور آزمودہ کار افسرون کی نہایت عزیز جانین تلف ہو گئین،

حکومت بیزنطی کی امدادی فوج

اسلامی لشکر ابھی اپنی انہی پریشانیون مین مبتلا تھا کہ اوسے یہ وحشت انگیز خبر پہنچی کہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک نہایت عظیم الشان لشکر جو متعدد جنگی بیڑون اور آزمودہ کار بڑی فوجون پر مشتمل ہی، مسلمانون سے جزیرہ کو خالی کرانے کیلئے یہان آپہنچا ہے، اور وہ عنقریب اسلامی لشکر پر ٹوٹنے والا ہے، ان سب واقعات نے ملکر مسلمانون کو دل شکستہ کر دیا اور اون مین افریقیہ کی واپسی کا پھر خیال پیدا ہو گیا، اور فیمی نے پھر اپنے ساز و باز سے انہین پورے طور پر افریقیہ کی واپسی پر آمادہ کر لیا،

مجاہدین کی مایوسی اور افریقیہ کی روانگی کا قصد

ابن ابی الجواری اس نئے فتنے کا مقابلہ نہ کر سکا، اور خود اس کے پیش نظر بھی یہ سب خطرات موجود تھے، آخر وہ سرقوسہ کا محاصرہ اٹھالینے پر مجبور ہو گیا، اور افریقیہ کے قصد سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا، جہان اسلامی جہاز انتظار مین کھڑے ہوئے تھے، یہان پہنچکر حسرت نصیب لشکر جہازون پر سوار ہوا، اور نہایت خاموشی سے بادبان کھول کے جہازون کا رخ افریقیہ کی طرف پھیر دیا گیا،

مجاہدین کا اپنے جہازون کو جلادینا اور مرنے مارنے پر تیار ہو جانا

لیکن ابھی لنگر اوٹھائے جا رہے تھے، کہ بیزنطی جہاز سامنے سے نمودار ہوئے اور مجاہدین کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، اور اس صورت حال سے ان کے لئے بجز موت کے کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہا، اور یہ واقعہ ان کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ثابت

ہوا، اور ذلت و رسوائی کا ایسا احساس ہوا کہ یکایک ایک حیات تازہ پیدا ہوئی اور تمام مجاہدین جوش و خروش سے دیوانہ وار جہازون سے کود پڑے، اب انھین حیات و ممات کا مستقل فیصلہ کرنا تھا چنانچہ چند لمحہ توقف کے بعد نہایت گرمجوشی سے آگے بڑھے اور اپنے جہازون پر جھپٹ پڑے، اور اپنے ہی ہاتھون سے اپنے تمام جہازون مین آگ لگادی[1]،

یہ واقعہ اسلامی تاریخ صقلیہ کا یادگار واقعہ ہے، جہازون کے شعلہ زن تختے سمندر مین ادھر اودھر تیر رہے تھے، اور ساحل پر مجاہدین اور سطح سمندر پر رومی کھڑے ہوئے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے، مجاہدین صقلیہ نہایت خاموشی سے جہاز کے ایک ایک تختہ کی بربادی کا تماشہ دیکھتے جاتے اور افریقہ کی واپسی کی آخری سے آخری موہوم امید کو منقطع کرتے جاتے، یہانتک کہ ساحل کا ایک ایک اسلامی جہاز غرقاب ہوگیا، اور افریقہ کے مجاہدین مرنے مارنے پر تیار ہوکر صقلیہ کو مادرِ وطن سمجھ کر اوس کے آغوش مین بیٹھ گئے، اب یہ جزیرہ نہ رومی و بیزنطی تھا، اور نہ اصطلاحی طور پر دارالاسلام بلکہ حقیقی معنون مین ایک اسلامی جزیرہ تھا، اس کی حفاظت وطن کی حفاظت تھی، اسکی ترقی وطن کی ترقی تھی، اسکی فلاح وطن کی فلاح تھی، اور اوسکی بہبودی وطن کی بہبودی تھی، افریقہ کی مجلس مشاورت نے اس کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا تھا، وہ اصحابِ حل و عقد کا فیصلہ تھا، اور صقلیہ مین آکران جانفروشون نے وطن بنانے کا فیصلہ کیا، یہ بسنے والون کا اپنے گھر کے متعلق فیصلہ تھا، اب یہ چند نفوس مسلمانان عرب و افریقہ نہین بلکہ صقلیہ کے مسلمان تھے، اور حقیقی معنون مین آج کی تاریخ سے وہ صحیح طور پر مسلمانانِ صقلیہ کے نام سے موسوم کیے جاینگے،

مینا وُ وجرجنت پر قبضہ اس کے بعد مجاہدین نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کیلئے فوری پیشقدمی شروع کردی، اور ساحل سے اسی جوش و خروش مین شہر میناوُ (MINE UN) کی طرف کوچ

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷ و ابن خلدون درامارِی ص ۴۹۰ و نہایۃ الارب درامارِی ص ۴۲۶ و تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۲،

گیا، اور پہونچتے ہی تین دن کی معمولی لڑائی کے بعد قلعہ پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد فوج کا ایک بڑا دستہ جرجنت روانہ ہوا، یہان بھی معمولی لڑائی کے بعد تسلط ہوگیا، اور مسلمانون نے ان دونون شہرون مین سکونت اختیار کرلی، گویا اسوقت صقلیہ کے بڑے شہرون مین سے تین اہم شہر مازر، جرجنت اور ربنا ؤ مین اسلامی آبادیان قائم ہوگئین[1]،

قصریانہ کا محاصرہ

اسلامی لشکران شہرون پر تسلط حاصل کرکے آگے بڑھا، اور صقلیہ کے مشہور و مستحکم قلعہ نما شہر قصریانہ کی دیوار کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے، قصریانہ کو فوجی نقطۂ نظر سے جو اہمیت حاصل تھی، اس کا تذکرہ جغرافی حالات مین گذر چکا ہے، اسلئے اسی بے سروسامانی مین قصریانہ کی تاخت مسلمانون کی عدیم النظیر اولوالعزمی کا پتہ دیتی ہے،

فیمی کا قتل اور اس کی تفصیلات

مجاہدین اسلام اپنے حملہ کی تیاریون مین مصروف تھے، کہ اسی مہم کے سلسلہ مین ایک اہم واقعہ پیش آگیا، اور وہ ارمنی نژاد فیمی کا قتل ہے،

فیمی کے قتل کی تفصیلات اسکی کردار و سیرت کی طرح کچھ کم عبرت انگیز نہین، وہ جہازون کے نذر آتش ہونے سے پیشتر تک اپنی اسی حکمت عملی پر گامزن اور مسلمانون کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون مین اوسی طرح مصروف تھا، کیونکہ اس کے اصل حریف بلاطہ کی شکست کے بعد اہل جزیرہ مین ایسا صاحب اقتدار شخص موجود نہ تھا، جو اس کا مدمقابل ہوتا، اسکی کامیابی کی راہ مین صرف اسلامی لشکر حائل تھا، اس لئے اس کے خلاف اس نے اپنی خفیہ ریشہ دوانیان شروع کردی تھین، لیکن جب حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر آپہنچا، تو اس کے تمام منصوبے پھر ایک مرتبہ خاک مین مل گئے، اس لئے اس جدید صورت حال سے متاثر ہوکر اوس نے اپنی روش بدل دی، اور اب اس کو اپنی فلاح اسی مین نظر آئی، کہ مسلمانون سے اشتراک عمل کرے، اور حکومت بیزنطی کے صقلیہ کی بازیافت کی کوششون

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷ و نہایۃ الارب در اماری ص ۲۲۴،

کو کامیاب نہ ہونے دے کہ اگر مسلمانون کو کامیابی حاصل ہوئی تو ممکن ہے اسی وسیلہ سے اس کو صقلیہ کے کسی صوبہ کی گورنری مل جائے، اور دوسری طرف ابن ابی الجواری نے بھی اسلامی لشکر کے موجودہ حالات کا اندازہ لگا کر اس کو سابق والی صقلیہ کی حکمت عملی کے خلاف اپنی معیت مین لے لیا چنانچہ قصریانہ کی اس مہم مین وہ بھی ساتھ ساتھ موجود تھا، اور اسکی اس روش سے صقلیہ کے عیسائی اسکے دشمن ہوگئے چنانچہ جب وہ قصریانہ پہنچا تو اسکے خلاف اہل شہر نے ایک ایسی سازش تیار کی جس سے اسکی زندگی کا خاتمہ ہوگیا، وہ لوگ اس کے اصل جذبات سے آگاہ تھے، اسلئے اوس کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اسکو اعتماد ہوسکے چنانچہ وہ لوگ اس مقصد کیلئے نہایت پوشیدہ طریقہ پر اوس کے پاس آئے اور زمین بوس ہوکر آداب شاہی بجالائے اور پھر گفتگو و بحث کے بعد اس کو اپنی اطاعت وانقیاد کا یقین دلایا، اور پھر خفیہ معاہدہ ہوا کہ پہلے اس جزیرہ کو حکومت بزنطی سے آزاد کرایا جائے، پھر عربون سے آیندہ سمجھ لیا جائے گا، فیمی کو اس خفیہ معاہدہ سے پھر اپنی خود مختار حکومت کے سبز باغ نظر آنے لگے، اور تجویز کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے کیلئے مشاورت کا دوسرا دن مقرر ہوا، اور اس مرتبہ خود فیمی کو چند آدمیون کے ہمراہ شہر مین بلایا گیا چنانچہ وہ حسب تجویز شہر مین پہنچا، باشندگان شہر بطور اظہار عقیدت پھر زمین بوس ہوگئے، وہ جوش مسرت سے آگے بڑھا، اس وقت بے نیام ننگی تلوارون نے یکبارگی چمک کر استقبال کیا، اور ایک ہی وار مین اس کا سر تن سے جدا ہوگیا،

فیمی کے قتل سے ایک طرف اہل شہر کا جوش انتقام ٹھنڈا ہوا، اور دوسری طرف اسلامی لشکر کو اپنے مار آستین سے نجات ملی، وہ جس قسم کی سازشون سے اسلامی لشکر مین رہ کر مسلمانون کو تباہ کرنا چاہتا تھا، خود انھی سازشون کا شکار ہوگیا[1]،

میدان قصریانہ مین ایک خونریز معرکہ آرائی

اسلامی لشکر قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین خیمہ زن تھا کہ قسطنطنیہ کا امدادی بزنطی لشکر اسکے تعاقب مین یہان آپہنچا، یہ ایک عظیم الشان لشکر تھا، کیونکہ میکائل ثانی نے اہتمام سے اسکو تیار

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، نہایۃ الارب درامارسی ص ۴۲۲ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹،

کیا تھا، اور اسپین رومیوں کے علاوہ ارمنیوں اور حکومت وینس کی امدادی فوجیں بھی شامل تھیں[1]،

بیزنطی لشکر کی کمان ایک مشہور جنگ آزما بطریق تھیوڈوٹس (جسکو عرب تودطا لکھتے ہیں) کے سپرد

تھی، علاوہ ازیں بہت سے مشہور بطریق وراہب اپنی اپنی تلواریں سنبھال کے میدان میں اوتر آئے تھے،

رومیوں کی شکست فاش تھیوڈوٹس قصریانہ کے سامنے آتے ہی صف آرا ہوگیا اور فوراً جنگ کا سلسلہ

شروع ہوگیا، بیزنطی لشکر اگرچہ بڑے سازوسامان اور دم خم سے بھیجا گیا تھا لیکن قصریانہ کا یہ پہلا میدان

مسلمانوں کے ہاتھ رہا، مجاہدین جوش وخروش سے آگے بڑھے، اور چشم زدن میں رومی

کشتوں کے پشتے لگادئیے، رومی اس مقابلہ کی تاب نہ لاسکے، اور میدان جنگ میں بہت سے

لاشے تڑپتے چھوڑ کر فرار ہوگئے، اور اسی عالم فرار میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سے قیدی آئے جنہیں نوے کی

تعداد میں صرف بطارقہ تھے،

قصریانہ کا محاصرہ اور مضافاتِ شہر میں اسلامی حکومت کا قیام اس شکست کے بعد بیزنطی لشکر کے باقی ماندہ حصہ نے قصریانہ کی

چہار دیواری میں محصور ہوکر دروازے بند کرلئے، اور اسلامی لشکر نے

اس کے جواب میں قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں پختہ مکانات بنالئے، اور مال غنیمت کے خمس سے خاندان

اغلبیہ کے سکّے بنواکر رائج کردیئے، مجاہدین [illegible] قصریانہ میں بود وباش اختیار کرکے ایک طرف

اسکی فتح کے منصوبوں میں لگے رہے، اور دوسری طرف اس شہر کو اس تمام علاقہ سے بے تعلق کرکے سب کو

اسلامی اقتدار کے ماتحت لانے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مضافات میں بھیجتے رہے،[2]

امیر لشکر ابن ابی الجواری کی وفات لیکن افسوس ہے کہ قصریانہ کی مہم ابھی یونہی ناتمام تھی، اور مجاہدین

جو اسد بن فرات کی جدائی کو ابھی نہیں بھولے تھے، کہ دستِ اجل نے ان کے قائم مقام محمد بن ابی الجواری کو بھی

---

[1] نہایۃ الارب درامارتی ص ۴۳۰، ویادگاری مضامین مقالہ جان بری ج ۲ ص ۲۷، [illegible] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۰،

[2] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۱۹۹، ونہایۃ الارب درامارتی صفحہ ۴۳۰، واخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۱۹،

اوائل ۲۱۴ھ میں ان سے چھین لیا، اور اسلامی لشکر نے اس کی وفات کے بعد زہیر بن غوث کو اپنا امیر مقرر کیا،

زہیر بن غوث جانشین ابن ابی الجواری،

۲۱۴ھ تا ۲۱۷ھ
۸۲۹ء تا ۸۳۲ء

مسلمانوں کا دورِ ابتلاء

زہیر بن غوث آزمودہ کار افسروں میں تھا، اوس نے عنانِ امارت سنبھال کر ابن ابی الجواری کے نقشِ قدم پر چلنا چاہا، لیکن امارت کے بدلتے ہی گرد و نواح کے حالات بھی بدل گئے تھے، بیزنطی سپہ سالار تھیوڈوٹس نے ابن ابی الجواری کی وفات سے پورا فائدہ اوٹھایا اور موقع پاکر قصریانہ سے نہایت خاموشی اور حکمتِ عملی سے نکل آیا، اور مجاہدین کے عقب میں ڈیرے ڈال دئے، زہیر اس واقعہ سے قطعاً نابلد تھا، چنانچہ قدیم روش کے مطابق قصریانہ کے مضافات پر اقتدار جمانے اور سامانِ رسد فراہم کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا دستہ روانہ کیا، یہ ابھی اثنائے راہ میں تھا کہ سامنے سے عظیم الشان بیزنطی لشکر نمودار ہوا، اور دونوں میں اچانک مڈبھیڑ ہوگئی، اسلامی دستہ نے پامردی سے مقابلہ کیا، لیکن ایک مختصر دستہ پوری فوج کا کیا مقابلہ کرتا، نہایت فاش شکست کھائی، اور دوسرے دن بقیۃ السیف حصہ قصریانہ واپس آگیا، اس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا، تھیوڈوٹس اپنی فوج لئے آگے بڑھا، زہیر نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھایا، اور دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہوگئیں، تھوڑے ہی وقفہ میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، اور مسلمانوں کو اپنی شومئ قسمت سے شکست اوٹھانی پڑی، اور رومیوں نے اپنی پچھلی شکست کا پورا پورا بدلہ لیلیا، اور تقریباً ایک ہزار مجاہدین اس جنگ میں شہید ہوگئے،[1]

مجاہدین کا محصور ہونا

شکست خوردہ اسلامی فوج قصریانہ کی چھاؤنی میں واپس آئی، رومیوں نے موقع کو مغتنم سمجھا،

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، نہایۃ الارب در امارِی ص ۴۳۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹

اور تعاقب کیا، اب زہیر کے سامنے دو صورتین تھین، یا تو قصر یانہ کی چھاونی مین محصور ہو جائے، یا جرجنت وغیرہ مین سے ایسے مقام کی طرف کوچ کرے، جہان مسلمانون کی تازہ دم فوج کی امداد حاصل ہو سکے، لیکن دوسری صورت اختیار کرنے مین قصریانہ کے مضافات کی تمام فتوحات ہاتھ سے جاتی تھین اور محاذ جنگ جرجنت وغیرہ بنجاتا تھا، اسلئے اس نے پہلی صورت کو ترجیح دیا، اور تن بہ تقدیر محصور ہو کے بیٹھ رہا، اس وقت اسلامی لشکر کا پڑاو کھلے میدان مین تھا، صرف سکونت کے لئے پختہ مکان تعمیر کرلئے گئے تھے، وہ قلعے نہ تھے کہ قلعہ بند ہونے کا امکان ہوتا، اسلئے زہیر نے اس پورے رقبہ کا احاطہ کرکے گرداگرد خندق کھود لی،

لیکن اس کا یہ طرز عمل کسی طرح دانشمندانہ نہین کہا جا سکتا، اس نے اس موقع پر اسد کے طرز عمل کی پیروی کی تھی، لیکن اسد اور زہیر کی فوج اور سامان رسد مین زمین و آسمان کا فرق تھا، اسد تازہ دم تھے، اور محاصرہ کی پوری تیاریون کے ساتھ محاصر تھے خصوصاً سامان رسد کا وافر حصہ ان کے پاس تھا، لیکن زہیر کا لشکر ایک زمانہ سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، سامان رسد مضافات سے حاصل ہوتا تھا، محصور ہونے کے بعد یہ سلسلہ باقی نہین رہ سکا، پھر علاوہ ازین اسوقت رومیون کے حوصلے بڑھے ہوے تھے، وہ دو لڑائیون مین اسلامی لشکر کو زیر کر چکے تھے، اور اسد کا لشکر مظفر و منصور محاصر و محصور تھا، اور زہیر کو مفتوح و مغلوب ہو کر محصور ہونا پڑا،

چنانچہ رومیون نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا، حالانکہ زہیر کے خیال مین جرجنت کی سمت محفوظ تھی، اور وہ وہین سے سامان رسد کی لو لگائے بیٹھا تھا، امید کی یہ آخری شعاع بھی جاتی رہی، اور چند ہی دن مین گھوڑے ذبح کر کرکے کھانے کی نوبت آگئی،[1]

پسپائی جب مجاہدین کے آلام و مصائب انتہا کو پہنچ گئے، تو ایک دن جان پر کھیل کر شبخون مارنے کا

---

[1] نہایۃ الارب ج ۱ ا ماری ص ۴۳۰ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۰،

فیصلہ کیا بخت واتفاق کہ رومیون کو اسکی بھی پہلے سی خبر لگ گئی، اور وقت مقررہ سے پہلے اپنے تمام خیمہ وخرگاہ تنہا چھوڑ کے قرب وجوار مین جا چھپے، اسلامی لشکر وقت مقررہ پر پورے جوش سے خندق کے پار ہوا، اور مجاہدین تکبیر کا غلغلہ بلند کرتے ہوئے ایک ہی جست مین ان کے خیمون مین جا گھسے مگر وہان سب خالی پڑے تھے، مجاہدین اس واقعہ سے حیران وششدر تھے کہ رومی کمین گاہون سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اور دم کے دم مین سینکڑون لاشین گرادین، اور لشکر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوگیا، جو کچھ بچے کھچے سپاہی تھے انھون نے بیناؤ کا راستہ پکڑا اور اسی قلعہ مین جا کر دم لیا[۱]،

قصریانہ کی یہ شکست عام مسلمانان صقلیہ کے لئے نہایت دردانگیز تھی، کیونکہ مازر، جرجنت اور بیناؤ وغیرہ مین جو اسلامی آبادیان تھین وہ اسی لشکر جرار کے دم سے قائم تھین، اس لئے اس شکست سے ان تمام مقامات پر عام تہلکہ مچ گیا،

چنانچہ بیزنطی لشکر نے ان مفرور سپاہیون کے نقش قدم پر کوچ کیا، اور بیناؤ پہنچ کے شہر کا نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا، اب مسلمانان بیناؤ کو امداد کی جو کچھ توقع تھی، وہ مسلمانان جرجنت سے تھی، کہ وہی ان کے قریب تر تھے ورنہ خود ان کی مختصر جمعیت رومی محاصرین کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھی لیکن مسلمانان جرجنت کیلئے بقول ابن خلدون اپنی امکانی کوششون کے باوجود قلعہ بیناؤ کے مسلمان محصورین تک پہنچنا دشوار تھا، اسلئے ان لوگون نے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، اور قصریانہ کے واقعات سنتے ہی جرجنت کے تمام فوجی استحکامات منہدم کردئے، اور خود شہر چھوڑ کر مسلمانان مازر سے جا ملے، کہ مسلمانان صقلیہ کی جمعیت پریشان کسی قدر یکجا ہوجائے، کیونکہ جرجنت بہ نسبت دیگر مقامات کے بیناؤ سے قریب تھا، اور رومیون کے لئے بہ خوبی ممکن تھا، کہ بیناؤ کے محاصرہ کو مکمل کر کے جرجنت کو بھی گھیر لیتے، اور اس وقت جرجنت کی مختصر جمعیت بھی مقابلہ سے عاجز رہتی[۲]،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۸، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۸، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، ابن اثیر کے الفاظ یہ ہین،

ان حالات میں مسلمانان بینا ؤسخت مشکلات مین گھر گئے، امداد کی جو کچھ توقع تھی، ہر طرف سے منقطع ہوگئی، خود انکی جمعیت ایسی نہ تھی، کہ کھل کے مقابلہ کر سکتے، پھر شہر کے عیسائیون سے الگ خطرات تھے،

رفتہ رفتہ سامان رسد مین کمی ہوتی گئی، پہلے شہر مین جو کچھ اندوختہ تھا، صرف کرتے رہے، پھر مویشیون کو ذبح کر کے کھاتے رہے، اور جب یہ سب کچھ ختم ہوگیا، تو شہر کے کتون کو پکڑ پکڑ کے کھانا شروع کیا، مگر پھر بھی فاقہ کشی سے نجات نہین ملی، اور اسی آزمائش مین بہت سے مجاہدین نے تڑپ تڑپ کے جان دیدی، ان تمام آلام و مصائب کے باوجود پائے ثبات مین لغزش نہ آئی اور اسلامی غیرت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵۴) وسار والی مازر ولم یقدر والی نصرة اخوانہم (مازر چلے گئے، اور اپنے بھائیون کی مدد کے لئے نہین پہنچ سکے،) اور ابن خلدون لکھتا ہے، وتعذر علیہما الوصول الی اخوانہم (اپنے بھائیون تک پہنچنا، ان کے لئے ناممکن ہوگیا،) لیکن مسٹر اسکاٹ اس واقعہ کو دوسرے رنگ مین لکھتے ہین کہ "جو چھوٹے چھوٹے قلعے مسلمان جاتے وقت فتح کر کے اپنے قبضہ مین کر گئے تھے، وہان کے باشندون نے غدر کر کے ان دستون کو جو حفاظت کے لئے رکھے گئے تھے قتل کر ڈالا، یہ کیفیت تھی، کہ اگر کوئی عمامہ بند کہین نظر آجاتا، تو تمام علاقہ غیظ و غضب مین آجاتا تھا، اور لڑنے بھڑنے پر تیار ہو جاتے تھے" یہ صحیح ہے کہ سرزمین صقلیہ اس وقت مسلمانون کے لئے نہایت تنگ ہو رہی تھی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ جرجنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا، اور اس کے ساتھ اس کے قلعے بھی جاتے رہے، لیکن وہان کے باشندون نے "غدر" نہین کیا، اور نہ وہان اسلامی دستے تہ تیغ کئے گئے،

جرجنت کو مسلمانون نے حفظ ماتقدم کے طور پر خود خالی کر دیا تھا، اگر باشندگان جرجنت غدر کرتے، اور مسلمانون کی جان کے لالے پڑجاتے، تو وہ سراسیمہ ہو کر فرار ہوتے، غدر و ہنگامہ مین یہ کیونکر ممکن ہے، کہ شکست خوردہ فریق شہر کے استحکام کو ویران و مسمار کردے، اس کو تو پہلے اپنی جانین بچانے کی فکر ہوگی،

جمعیت نے اجازت نہ دی، کہ سپر ڈالکر رومیوں سے طالب امان ہوں،

تائید غیبی

مسلمانان میناؤ اسی دور ابتلا میں موت کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے، کہ دریائے رحمت جوش میں آیا، اور دو مختلف سمتوں سے مجاہدین کی دو جماعتیں ساحل صقلیہ پر اتریں، اور مسلمانان صقلیہ کے لئے تائید غیبی ثابت ہوئیں، ان دونوں جماعتوں میں سے ایک مجاہدین اندلس کی جمعیت تھی، جو سر فروشانہ جہاد کے لئے نکلی تھی، اور دوسری جماعت زیادۃ اللہ کی فرستادہ امدادی فوج پر مشتمل تھی،

اندلسی بیڑا صقلیہ میں

اندلس میں اسوقت اموی حکومت کا جاہ وجلال تھا، اور تخت حکومت پر عبدالرحمٰن ثانی جلوہ افروز تھا، اس کی بحری قوت نہایت مستحکم تھی، اور اس کے جہاز ہر سال خاص خاص موسموں میں بحر روم کا چکر لگاتے تھے، حسن اتفاق کہ انہی میں کا ایک بیڑا اصبغ بن وکیل المعروف بہ فرغلوش کی سرکردگی میں صقلیہ کے ساحل پر ٹھہر گیا، اس کے جہازوں کی تعداد ابن عذاری کے بیان کے مطابق تقریباً ۳۰۰ تھی، اور اواخر ۲۱۴ھ/۸۲۹ء میں صقلیہ پہنچا تھا،

افریقیہ کی کمک

دوسری طرف انہی دنوں امیر زیادۃ اللہ کو افریقیہ کی بغاوتوں سے کلیۃً نجات مل گئی، اور اس کو بھی مسلمانان صقلیہ کی زبوں حالت کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملگیا، چنانچہ اس نے ایک کمک سلیمان بن عافیہ طرطوسی کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کی، یہ بیڑا جمادی الاخریٰ ۲۱۵ھ/۸۳۰ء میں صقلیہ پہنچا، مسٹر اسکاٹ اس بیڑے کے متعلق لکھتے ہیں:-

"امیر زیادۃ اللہ .... نے تین سو جہازوں کا ایک زبردست بیڑا، اور بیس ہزار آدمی اس طرف روانہ کئے، یہ بیڑا سنہ ۸۳۱ء میں افریقیہ کے بندر سے چلا تھا، ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہوگا کہ اتنی بڑی فوج نے جسمیں اتنے مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں، ایک ہی سپہ سالار کے ماتحت کام کیا ہو(؟) دریائے نیل سے لیکر بحر اوقیانوس تک کے وحشی بربری، اپنی فطری وحشت وخونخواری کے ساتھ اس میں

موجود تھے، یمن کے جلاوطن، ایران کے پناہ گزین، یونان کے مفرورین اور ہر قبیلے کے اندلسی اس بیڑے مین اپنے جزیرہ نما کو خیرباد کہکر داخل ہوگئے تھے اور امیر زیادۃ اللہ نے اپنی غیر معمولی حکمت عملیون سے امیدون کے سبز باغ دکھا کر باشندگان ٹیونس کو بھی اس فوج مین داخل کرلیا تھا، حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو چند روز بیشتر ان کے مقابلہ مین شمشیر بکف تھے،

اندلسی امیر البحر بطور اسلامی سپہ سالار صقلیہ

اس وقت مسلمانان صقلیہ کی سب سے اہم ضرورت محصورین میناؤ کی امداد کرکے ان کو مصیبتون سے نجات دلانا تھا، اندلسی جمعیت نے اس مین اس شرط پر شرکت منظور کی، کہ حملہ آور لشکر کی کمان اندلسی سپہ سالار فرغلوش کے ہاتھ مین دیجائے، مسلمانان افریقیہ نے اسکو قبول کرلیا، اور افریقیہ و اندلس کی مشترکہ فوج فرغلوش کی سرداری مین میناؤ روانہ ہوگئی،

محصورین میناؤ کی امداد کے لئے فوج کی روانگی اور ملک مین غارتگری

اثناے راہ مین جس قدر قلعے اور فوجی چھاؤنیان ملتی گئین، مجاہدین سب پر چھاپے مارتے، اور لوٹ مار مچاتے میناؤ پہنچے، اور محاصرین سے مقابلہ شروع ہوگیا، رومیون کے لئے یہ ایک ناگہانی افتاد تھی، تھیوڈوسس نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور خود جان سے مارا گیا، اور بچے کھچے بیزنطی سپاہی ادھر اودھر منتشر ہوگئے، میناؤ کے رومی باشندون نے محصورین کو کافی اذیتین پہنچائی تھین، مجاہدین نے جوش انتقام مین شہر مین آگ لگادی، اور پورا قلعہ مسمار کردیا، اور جس طرح پچھلے دو سال مسلمانون کے لئے نہایت سخت گذرے، ویسے ہی یہ وقت رومیون کے لئے سخت دور ابتلا ہورہا تھا، اور اندلس اور افریقیہ کے سپاہیون نے چند ہی دن مین ان تمام مظالم کا بدلہ لے لیا، جو رومی مسلمانون پر اب تک کرچکے تھے، اور علاوہ ازین اسوقت فوج کی کمان بھی فرغلوش کے ہاتھ مین تھی جس کا مقصد لوٹ مار، اور غارت گری کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، اس لیے اس وقت مازر سے میناؤ تک کا علاقہ مجاہدین کا جولانگاہ تھا، اور چند ہی دنون مین سخت تباہی و بربادی پھیل گئی،

فتح غلولیہ

جب لوٹ مار سے کچھ فرصت ملی تو پیشقدمی کا سلسلہ شروع ہوا، اور مجاہدین میناؤ کو زیر کرکے

سب سے پہلے غلولیہ مین آکر خیمہ زن ہوئے، اور محاصرہ کے بعد بزور شمشیر اس پر قابض ہوگئے،

اسلامی لشکر مین وبا

لیکن غلولیہ پہنچ کر حوادث کا پھر ایک جھونکا آیا، اور پیش قدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہوگیا، چنانچہ غلولیہ آئے ہوئے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ اسلامی لشکر مین وبا پھوٹ پڑی، اور سالار فوج اصبغ بن وکیل و دیگر کار آزمودہ قائدین اس کے نذر ہوگئے۔

ایک جماعت کی فرار

اس واقعہ سے مسلمانون مین پھر بددلی پیدا ہوگئی، جو لوگ فوج مین محض مال غنیمت کے حرص مین شریک ہوگئے تھے، ان کی ہمتین پست ہوگئین، اور جان بچانے کیلئے فرار ہوئے، اسی سراسیمگی مین رومیون کا ایک دستہ عقب سے نکل آیا، اور ان مفرورین پر ٹوٹ پڑا، جس سے بہت سے سپاہی ضائع ہوگئے، اور بقیۃ السیف نے افریقیہ و اندلس کی راہ لی،

محاصرۂ بلرم

جب فوج مین کچھ سکون پیدا ہوا، تو پیشقدمی کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا، اس مرتبہ صقلیہ کے ایک اہم شہر بلرم کا رخ کیا گیا، جو صقلیہ کا مشرقی دارالحکومت تھا، لشکر اسلام غلولیہ سے اواخر جمادی الاخری ۲۱۵ھ مین روانہ ہوا، اور مشرقی دارالحکومت بلرم کا محاصرہ کرلیا، بلرم صقلیہ کا کوئی معمولی شہر نہ تھا، اس پر زمانہ قبل تاریخ سے دور حاضر تک مختلف دور گذر چکے تھے، اور ہر دور مین اس کو نمایان حیثیت حاصل رہی تھی، کبھی یہ صوبہ کا دارالحکومت رہا، اور کبھی مرکزی حکومت کا پایہ تخت بنایا گیا، اسلیئے شہر کے تمام جنگی استحکامات مکمل تھے، اس لئے اوسی قدر اس کا محاصرہ دشوار تھا،

چنانچہ مجاہدین کو بھی اس کے محاصرہ مین دشواری پیش آئی، اور اسی حالت مین ایک طویل زمانہ گذر گیا، لیکن ان لوگون نے نہایت ہمت و استقلال سے محاصرہ کو قائم رکھا، اور عزم و استقلال کا ایسا نمایان جوہر دکھایا کہ محصورین روز بروز کمزور ہوتے گئے۔

اگرچہ یہ بھی امر واقعہ تھا کہ اس وقت جزیرہ کی بیزنطی حکومت بے دست و پا ہو رہی تھی، میکائیل ثانی شہنشاہ قسطنطنیہ جو صقلیہ کی مہمون کی خبر رکھتا، اور حسب ضرورت امداد کرتا رہتا تھا، انتقال کر چکا تھا،

اور اس کا جانشین تھیوفلس (۸۲۹ء تا ۸۴۲ء) عیش و عشرت مین مصروف تھا، اور خود صقلیہ مین جو بیزنطی فوج تھی، وہ برباد ہو چکی تھی، اس لئے گورنر بلرم کو کسی طرف سے کوئی امداد نہین ملی، لیکن اس کے باوجود شہر خود اس قدر مستحکم، اور وہان سامان رسد کی اس قدر فراوانی تھی، کہ گورنر نے کامل ایک سال تک جم کے مقابلہ کیا،

فتح بلرم لیکن جب محصورین کی تمام قوتین صرف ہو گئین، اور گرسنگی و فاقہ کشی سے صدہا جانین تلف ہو گئین، اور اس کے ساتھ مجاہدین کسی طرح محاصرہ سے دستبردار ہونے پر آمادہ نظر نہین آئے، تو ایک دن اچانک بلرم کا صدر دروازہ کھلا، اور گورنر دست التجا بڑھائے اسلامی سپہ سالار کی خدمت مین حاضر ہوا، اور شرائط صلح پیش کین، جو درحقیقت صلح کی درخواست کے بجائے محاصرین کی فتح وظفر کا اعتراف اور محصورین کیلئے رحم وکرم کی درخواست تھی، چنانچہ گورنر کی درخواست کے بموجب حسب ذیل امور منظور کئے گئے،

(۱) گورنر اور اس کے اہل وعیال کی جان بخشی کی گئی،

(۲) گورنر کو اپنی دولت و ثروت یہان سے منتقل کرنے کی اجازت دیگئی،

(۳) فوج کے سپاہیون کو گرفتار کرنے کے بجائے یہان سے چلے جانے کی اجازت دی گئی،

ان شرائط کی تکمیل کے بعد مجاہدین فتح وظفر کے شادیانے بجاتے بلرم مین داخل ہوئے،

بلرم کی بے رونقی لیکن جب مسلمان شہر مین پہنچے، تو شہر کی آبادی کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا، چنانچہ جسوقت مسلمانون نے اس کا محاصرہ کیا تھا، اسکی آبادی ستر ہزار تھی، لیکن جب مسلمان شہر مین داخل ہوئے، تو تین ہزار آدمیون سے بھی کم تھے، عرب مورخین کا خیال تو یہ ہے کہ صرف ایک سال کے محاصرہ مین سب کی سب جانین ضائع ہو گئین لیکن اس موقع پر مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان زیادہ قابل قبول ہو کہ اکثر باشندے گورنر بلرم کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہو گئے، مسٹر اسکاٹ بلرم کی فتح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین، :-

پلرمو کے قبضے مین آجانے سے چونکہ موقع جنگ اچھا مل گیا اس لئے مسلمانون کی حالت مین روز افزون ترقی ہونے لگی، اب اُن کو یہ ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، کہ وہ چھوٹے چھوٹے کمزور قلعون اور پوروون مین اپنا سر چھپاتے پھرتے، قطع نظر اس کے اب وہ بندر ان کے قبضہ مین تھا جس کو ہر فاتح قوم ترقی دیتی چلی آئی ہی، اس بندر پر قابض ہوجانے مین وہ فائدہ تھا، جو تمام فوائد پر فوقیت رکھتا تھا اسکی وجہ سے افریقیہ کے ساتھ رسل و رسائل مین آسانی اور سرعت پیدا ہوگئی قسطنطنیہ سے اتنی جلد امداد نہین آسکتی تھی جتنی کہ افریقیہ سے سامان رسد اور کمک پہنچ سکتی تھی،

اس نئی فتح سے ایسا بہتر علاقہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا کہ اگر نا مکمل طریقہ زراعت بھی اختیار کیا جاتا، تو بہ ادنی محنت ایسی فصلین اٹھائی جاسکتی تھین، کہ ابھی خاصی فوج کیلئے کافی تھین علاوہ اور فوائد کے جو فی نفسہ کچھ کم نہ تھے یہی اثر کیا کم تھا کہ پلرمو جیسا مقام مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا، سواحل بحر روم پر اس شہر سے زیادہ کوئی شہر مشہور نہ تھا، اہالی فونیشیا نے اس کی بنیاد رکھی تھی، زمانہ قدیم کا سب سے بڑا بازار یہی تھا اگر زمانہ قدیم قرون وسطیٰ کے تمام تجارتی شہرون پر اوسکو فوقیت دیجاتی تو بالکل بجا تھا، اس کی جائے وقوع ایسی تھی، کہ جس قوم کے ہاتھ مین یہ مقام ہوتا، اس کے لئے تمام صقلیہ پر قبضہ کرلینا آسان تھا"

تشکیل حکومت کا خیال | بلرم کی اسی جغرافی و تاریخی اہمیت سے اسکی فتح مسلمانون کے لئے نمایان نتائج پیدا کرنے کا ذریعہ بنی، کیونکہ اولاً اوسکے زیر اقتدار آجانے سے مازر وغیرہ کا علاقہ ملاکر مسلمانون کے حدود حکومت مین اس قدر رقبہ آگیا جو کسی زمانہ مین قرطاجنہ وغیرہ کی حکومت صقلیہ کے زیر اقتدار تھا، اور اس کی وجہ سے حکومت بزنطی کو بھی صقلیہ مین اسلامی حکومت کے قیام و وجود کو تسلیم کرنا پڑا، اور اسی کے بعد رومیون کی آیندہ جو کوششین ہوئین، وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے استیصال کی نہین، بلکہ مزید فتوحات کے روکنے کیلئے، اور اسی کے ساتھ اب مسلمانون کے لئے بھی وہ وقت آپہنچا کہ صقلیہ کی اسلامی حکومت

کی باضابطہ تشکیل کی جائے، اور فتوحات مین اضافہ کرنے کے علاوہ ملکی نظم ونسق کا سلسلہ بھی قائم کیا جائے، چنانچہ فوج کے اصحاب حل وعقد اس مرحلہ کے طے کرنے مین مصروف ہوگئے،

افریقیون اور اندلسیون مین نزاع باہمی

جب تشکیل حکومت کا وقت آیا، اور وقتی طور پر گورنر کا انتخاب ہونے لگا، تو بدقسمتی سے خود اسلامی لشکر مین اختلاف رونما ہوگیا، یہ باہمی نزاع افریقیون اور اندلسیون کے درمیان پیدا ہوئی، کیونکہ فوج مین اوس اندلسی جماعت کی کافی تعداد ابھی تک موجود تھی، جو اصبغ بن وکیل کی سرکردگی مین آئی تھی، اور جس نے محصورین مینآؤ کی مصائب کے خاتمہ مین افریقیہ کی فوج کے دوش بدوش خدمات انجام دئے تھے، اور چونکہ مینآؤ اور غلولیہ کا معرکہ اصبغ بن وکیل کی سرکردگی مین سر ہوا تھا، اور اسکے بعد بلرم کی فتح ظہور پذیر ہوئی، اس لئے یہ جماعت یہ تمام کارنامے اسی طرف منسوب کرتی تھی، اور صقلیہ کی اسلامی حکومت کو حکومت اموی اندلس کا ایک جزو بنانا چاہتی تھی، اس لئے اس موقع پر اگر اغلبی تاجدار زیادۃ اللہ کے علان شارون مین سخت برہمی پیدا ہوگئی تو یہ کچھ خلاف توقع نہ تھا، کیونکہ افریقیون کو جزیرہ مین نہ صرف غلبہ حاصل تھا، بلکہ اغلبی حکومت ہی نے فتوحات کی ابتدا کی تھی، ہزارون افریقی اسی راہ مین شہید ہوئے تھے، اغلبی سکہ یہان رواں ہوچکا تھا، اور فتح بلرم مین بھی افریقیون کو غلبہ حاصل تھا،

اس لئے اندلسیون کے اون احسانات کے باوجود افریقی اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہوسکتے تھے کہ وہ صقلیہ کی حکومت سے دستبردار ہوجائین، لیکن حسن اتفاق کہ یہ باہمی نزاع صرف باتون تک محدود رہی، اور بالآخر رفتہ رفتہ اندلسیون کو اپنے دعوی سے دستکش ہونا پڑا،

اور اسکے بعد زیادۃ اللہ نے شاہی خانوادہ اغلبیہ کے ایک ممتاز رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لئے نائب السلطان مقرر کیا، جس نے صقلیہ پہنچ کر زمام ولایت سنبھالی[1]

[1] نہایۃ الارب ص ۳۰ ہ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، البیان المغرب (ترجمہ اردو)

محمد بن عبد اللہ بن الاغلب والی صقلیہ اول

سنہ ۲۱۷ھ سنہ ۸۳۲ء تا سنہ ۲۲۱ھ سنہ ۸۳۵ء

محمد بن عبد اللہ پہلا اغلبی شاہزادہ ہے، جو سنہ ۲۱۷ھ/۸۳۲ء کے اوائل مین صقلیہ پہنچا، یہ ابراہیم بانی دولت اغلبیہ کا پوتا اور زیادۃ اللہ موجودہ فرمانروائے وقت کا سگا بھتیجا تھا، افریقیہ مین خانوادہ اغالبہ کی کامیابی کا اصل راز تمام افراد خاندان کا نظام حکومت سے وابستہ رہنا تھا، اگر اغلبیون کی ایک شاخ اورنگ حکومت پر تھی تو کوئی دوسری عہدۂ سپہ سالاری پر، اور اسی طرح مختلف سلسلۂ خاندان مختلف اہم صوبون کی ولایت کے اہتمام پر مامور تھے، اور اسی سلسلہ مین محمد بن عبد اللہ کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونے سے اغالبیہ کی ایک شاخ کے سپرد صقلیہ کی ولایت بھی ہوگئی، چنانچہ اسی وجہ سے ابن الابار صاحب الحلۃ السیرا کا بیان ہے کہ اغالبیہ مین سے بنو عبد اللہ صقلیہ کی ولایت پر مامور تھے[1] چنانچہ عبد اللہ کے ساتھ ساتھ اس کا پورا خاندان صقلیہ مین آکر سکونت پذیر ہوگیا،

صقلیہ مین بنو عبد اللہ کے برسر اقتدار آجانے کے بعد ایک اہم تغیر یہ ہوا کہ صقلیہ کا والی بہ نسبت پہلے کے خود مختار ہوگیا، اور اس کا تعلق افریقیہ سے گویا محض ایک رسمی طور پر باقی رہ گیا، ورنہ درحقیقت اب یہ سمجھا جانے لگا کہ جس طرح ابراہیم کے ایک لڑکے کو افریقیہ مین حق فرمانروائی حاصل ہے، اسی طرح اس کے دوسرے لڑکون کو صقلیہ پر حق فرمانروائی عطا کیا گیا ہے،

اس لئے صقلیہ مین بنو عبد اللہ کے عہد حکومت کے آغاز سے صقلیہ کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، ابو عبد اللہ اسد بن فرات سے زہیر بن غوث تک اگرچہ تین والی گذر چکے تھے لیکن

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱) ص ۱۳۹، و تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامار ی ص ۱۶۶، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۰ تا ۲۳ والحلۃ السیراء درامار ی ص ۳۲۷ [1] الحلۃ السیراء درامار ی ص ۳۲۷،

بیان مضمون مین صقلیہ کا سب سے پہلا والی ہے کہ اسی کے عہد حکومت سے صقلیہ مین تشکیل حکومت کے بعد اسلامی حکومت کا نظم ونسق جاری ہوا، اور اسی لئے ہم نے اسکو والی صقلیہ اول کا خطاب دیا ہے،

صقلیہ مین اسلامی نظام حکومت کی تشکیل

بلرم کے مفتوح ہونے کے بعد زیادۃ اللہ نے کچھ دنون کے لئے فتوحات کا مزید سلسلہ روک دیا، اور عمال حکومت کی تمام قوتون کو حکومت کے نظم ونسق مین صرف کرنے کا حکم دیا، چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہد حکومت سے صقلیہ مین سب سے اہم تغیر جو پیش آیا، وہ یہ تھا کہ اب صقلیہ مین سول اور فوجی نظام کے دو جداگانہ محکمے قائم کردئے گئے، حکومت کا نظم ونسق والی کے سپرد ہوا، اور فوج کی نگرانی امیر لشکر کو دی گئی، جو والی صقلیہ کے ماتحت تھا،

اس کے دور حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی بلرم اسلامی حکومت کا پایۂ تخت قرار پایا، اس لئے والی صقلیہ کا یہی مستقل مستقر بن گیا، بلرم کے ماتحت ایک نہایت زرخیز وسیع علاقہ تھا، وہ سب اس وقت اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، اسی طرح مازرا اور اس کے مضافات پر بھی اسلامی اقتدار تھا، اب اسلامی حکومت کے قیام وبقا مین انھی دونون مقامات کے زرخیز علاقے معاون ثابت ہوئے، والی صقلیہ نے قدیم اصول کے ماتحت یہ پورا علاقہ مجاہدین اور قائدین فوج کو دے دیا، فوج کے قائد اور سپاہی اسکی زمینداریون اور کاشتکاریون کے مالک بن گئے، اور یہی ان کی فوجی خدمت کا صلہ قرار پایا، یعنی ان کی تنخواہین بصورت زر ادا کرنے کے بجائے بصورت زمین دی گئین اور جب فوجی خدمت کی ضرورت پیش آتی، قائدین لشکر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فوجین لئے ہوئے دار الحکومت مین حاضر ہوجاتے،

چنانچہ صقلیہ مین جب تک اسلامی حکومت قائم رہی، فوجی تنخواہون کی ادائی اور حسب ضرورت فوج جمع ہوجانے کا یہی طریقہ جاری رہا،

دار الحکومت کی تمدنی ترقی

والی صقلیہ کے پیش نظر اس فوجی نظم ونسق کے ماسوا اسلامی دار الحکومت کی

تمدنی ترقی بھی تھی چنانچہ بلرم جب سے دار الحکومت قرار دیا گیا، اس کی آبادی مین بھی نمایان تغیر ہوتا گیا، بلرم اسلامی دورِ حکومت مین جس شان و شوکت کا عظیم الشان شہر تھا، اس کا نقشہ دوسری جلد مین تفصیل سے آئے گا، سردست ہم یہان پر مسٹر اسکاٹ کے ایک بیان کو نقل کرتے ہین جسمین اختصار و جامعیت سے ان تبدیلیون کا خوش اسلوبی سے تذکرہ کیا گیا، وہ لکھتے ہین:۔

"مسلمانون نے اپنی رسم کے مطابق ہر ایک مذہب والون کے لئے الگ الگ محلے مخصوص کر دیئے اور مختلف قسم کی تجارت کے لئے بازار جدا جدا کر دئے، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو یورپ کا شہر نہین ایشیا کا ہے، اٹلی اور بربر نطی بے ڈھنگے بدصورت لباس کی جگہ ڈھیلے ڈھالے ہوا مین اڑتے ہوئے لباس اور اونچے اونچے عمامے نظر آنے لگے، حرم سراؤن کی برقعہ پوش خواتین پُر تکلف لباس پہنے ہوئے خواجہ سراؤن کے ساتھ بازارون مین چلتی پھرتی دکھائی دیتی تھین، یا جھروکون مین سے نہایت شرمگین آنکھون سے جھانکتی نظر پڑ جاتی تھین، وہ بارکش جانور جو صرف ایشیا ہی مین نظر آتے تھے، قطار در قطار شہر مین گذرتے دکھائی دیتے تھے، اور صحرا کے قافلون کا نظارہ پیش کرتے تھے، یہ نظارے اب کچھ ایسے عام ہو گئے تھے کہ کوئی ان کی طرف اعتنا بھی نہ کرتا تھا، ہر جگہ نہرین، پل، فوارے پھیل گئے، کھجورون کے درخت اتنے بڑھ گئے، کہ بلرمو کے مضافات وادی نیل و فرات کی تصویرین گئے، افسرانِ فوج کے مکانات اور دولتمند تاجرون کے محلات، اور باغون کو دیکھ دمشق و اشبیلیہ یاد آجاتے تھے، عربی جوہر قابل کو اپنی تہذیب پھیلانے اور اپنی قابلیت دکھانے کے لئے بلرمو سے بہتر کوئی میدان نہین ملتا تھا،

چند مہینون کے قبضے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو ہمیشہ ہی سے مسلمانون کے قبضہ مین چلا آتا ہے، وقت و موقع کے لحاظ سے بلرمو ایک طاقتور اسلامی دار السلطنت بننے کے لئے نہایت موزون تھا، یہین ایسی سلطنت کی داغ بیل پڑی کہ جس سے زمانہ آیندہ مین دنیائے مسیحی کی سب سے بڑی سلطنتون کی تہذیب متاثر و مستفیض ہونے والی تھی،" (ج ۲ ص ۴۴)

فوجی پیشقدمیون کا آغاز اور میدانِ قصریانہ کی معرکہ آرائیان

محمد بن عبد اللہ والی صقلیہ کامل دو سال تک تشکیلِ حکومت اور ملکی نظم و نسق مین مصروف رہا جب حکومت کی تمام چولین اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئین تو پھر فوجی پیشقدمیون کے سلسلہ کا آغاز ہوا،

مسلمانون کی پچھلی ہزیمت کا سلسلہ قصریانہ سے شروع ہوا تھا، اور شدید محاصرہ کے باوجود وہ مفتوح نہ ہوسکا تھا، علاوہ ازین اس وقت اسلامی حدودِ حکومت سے صقلیہ کے اہم شہرون مین سب سے قریب مرکزی شہر بھی تھا، اس لئے فوجی پیشقدمی کا آغاز بھی یہین سے کیا گیا، اور ۲۱۹ھ مین اسلامی لشکر قصریانہ پہنچا، رومیون نے شہر سے نکل کر قصریانہ کے سامنے میدان مین صف آرائی کی، اس وقت دونون فوجین کامل دو سال تک آرام کرنے کے بعد میدان مین اوتری تھین، اس لئے دل کھول کے لڑین، بالآخر نہایت سخت کشت و خون کے بعد رومیون کو پسپا ہونا پڑا، اور ہزیمت خوردہ فوج قلعہ مین پناہ گزین ہوگئی اور شہر کے دروازے بند ہوگئے،

مسلمانون نے شہر کا محاصرہ کرلیا، قصریانہ کے قدرتی فوجی استحکام ایسے نہ تھے کہ محاصرین انھین نقصان پہنچا کر شہر پر قبضہ کرسکتے، ایک زمانہ تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے جب فصلِ بہار آئی تو رومیون نے خود پیشقدمی کی، اور شہر سے نکل کر میدان مین صفین جمائین دونون مین دوبارہ مقابلہ ہوا اور اس مین بھی مسلمان ہی فتحیاب ہوئے[۱]

اس جنگ کے بعد غالبًا اسلامی لشکر پلرم لوٹ آیا، اور اس کے بعد ہی دوسرے سال ۲۲۰ھ ۸۲۵ء مین پھر ایک عظیم الشان لشکر قصریانہ روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ مین تھی، رومی بھی اوسی حیثیت کے ساز و سامان کے ساتھ باہر نکلے، دونون فوجین صف آرا ہوگئین، اور ایک خونریز جنگ کے بعد رومیون کو اس مرتبہ بھی پسپا ہونا پڑا، اسی گھمسان کی جنگ مین مجاہدین رومیون

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸،

کے لشکرگاہ تک پہنچ گئے، وہ بدحواس ہوکے قلعہ مین بھاگ گئے، لشکرگاہ کا سارا خیمہ وخرگاہ وساز وسامان مجاہدین کے ہاتھ آیا، اور اتفاق سے اسی دار وگیر مین قصریانہ کے کسی معزز بطریق کی بیوی اپنے بچے سمیت مسلمانون کے ہاتھ اسیر ہوگئی، اور لشکر بلرم واپس چلا آیا[1]

اس عہد مین رومی صقلیہ کی حالت اور مسلمانون کے نقشۂ جنگ مین تبدیلی، والیِ صقلیہ کو قصریانہ کی ان تاختون سے ایک اہم تجربہ حاصل ہوا، وہ یہ کہ اب صقلیہ کی اسلامی حکومت کو اسقدر استحکام حاصل ہوگیا تھا، کہ یہان کوئی دوسری ایسی منظم طاقت باقی نہین رہ سکتی، جو اپنا نظام قائم رکھ کر کسی چھوٹے سے علاقہ کو بھی حدودِ حکومت قرار دیسکے، اور کسی باضابطہ قانونی حکومت کا سکہ روان رکھے، کیونکہ اب صورتِ حال یہ پیدا ہوگئی کہ صقلیہ کے ہر بڑے شہر مین ایک حکومت قائم تھی اور ہر شہر اپنی اپنی حفاظت کا واحد ذمہ دار تھا، صرف دار الحکومت سرقوسہ مین حکومت بیزنطی برائے نام قائم تھی اور رومی گورنر وہین قیام پذیر تھا، لیکن یہان کے ہر ایک شہر مین کچھ قدرتی حفاظت کے سامان اور کچھ مختلف فاتح قومون کے جنگی استحکامات ایسے تھے کہ رومی سالہا سال تک قلعہ بند رہ کر منظم سے منظم طاقت کا مقابلہ کرسکتے تھے، اسلئے اس صورتِ حال کے قائم ہوجانے کے باوجود شہرون کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا جب مسلمانون نے یہ حالت دیکھی تو اپنے نقشۂ جنگ مین تبدیلی پیدا کی، اور ایک جدید حکمتِ عملی اختیار کی، کہ وہ اپنی بے پناہ فوج کو پورے جزیرہ مین مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جہان چاہتے بھیج دیتے، اور جس شہر کا محاصرہ کرنا چاہتے کرلیتے، جب جنگ کا یہ نقشہ قائم ہوا تو لشکرِ اسلام کے سامنے پورے جزیرہ مین بجز اتفاقی حوادث کے کوئی قوت سدِ راہ نہین ہوتی، وہ جہان چاہتے چلے جاتے، اور جس علاقہ کو چاہتے زیر کرتے، لیکن جب کسی شہر کے محاصرہ کی نوبت آتی، تو وہان کے رومی باشندے قلعہ سے نکل کے جم کر مقابلہ کرتے،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸ و تاریخ مغرب ابن عذاری ترجمہ ص ۱۴۱،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ والی صقلیہ اسی حکمت عملی پر گامزن ہوگیا، گویا بہ الفاظ دیگر صقلیہ کے تمام زرخیز علاقے اس کے دسترس مین تھے، تمام دیہی آبادیان اسکے زیر حکم تھین، جن پر وہ اپنی معمولی تاختون کے بعد سالانہ خراج بھی آسانی سے وصول کرلیتا،

چنانچہ صقلیہ مین اس کے بعد یہی صورت حال قائم ہوگئی، کہ اسلامی حدود حکومت کے باہر جا بجا مختلف سمتون مین فوجی دستے روانہ کئے جاتے، اگر وہ جزیہ بطور خراج دینا منظور کرتے تو انھین امان ملتی، اور اگر مقابلہ کرتے، تو بزور شمشیر زیر نگین کئے جاتے، اسی کے ساتھ اگر کسی شہر کا محاصرہ کیا جاتا، اور شہر مفتوح ہوجاتا، لیکن اثنائے فتح مین زیادہ دشواریان پیش آتین تو حسب ضرورت شہر کے فوجی استحکامات کو منہدم کردیا جاتا، اور باشندگان شہر کو پرامن شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہد حکومت سے اسی قسم کا سلسلہ تقریباً ربع صدی تک جاری رہا، اور آیندہ صفحات مین اسی کی تفصیل نظر آئے گی،

نواح طبرمین پر فوج کشی، اسی حکمت عملی کے بموجب محمد بن عبد اللہ نے ۲۲۵ھ مین قصریانہ سے مراجعت کے بعد بلرم سے دور افتادہ ایک اہم شہر طبرمین کے مضافات پر تاخت کرنے کیلئے ایک لشکر مرتب کیا، سپہ سالاری کے عہدہ پر محمد بن سالم سرفراز تھا، اور اسی کی کمان مین یہ لشکر طبرمین کے نواح مین روانہ کیا گیا، طبرمین کے متعلق بتایا جاچکا ہے، کہ یہ صقلیہ کے مشرقی ساحل پر لب سمندر آباد تھا، اس کے آس پاس کی سرزمین نہایت زرخیز تھی، اور نہایت اچھی زراعت ہوتی تھی، امیر محمد بن سالم کی تاخت اسی نواح مین جاری ہوئی، اور اسکو ان تمام مہمون مین نہایت اچھی کامیابی حاصل ہوئی، اور مال غنیمت کا وافر حصہ اسلامی لشکر مین جمع ہوگیا،

اسلامی سپہ سالار کا قتل لیکن امیر محمد بن سالم کی مہمین جاری تھین کہ اسلامی لشکر مین اختلاف برپا ہوگیا، اور ایک جماعت سپہ سالار کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی، اور موقع پا کر اس کو قتل کر ڈالا قاتلون

کی یہ ناسزا وار حرکت حد درجہ قابلِ گرفت تھی، پھر اس شوریدہ سر جماعت سے اس سے بھی زیادہ ننگِ اسلام حرکت یہ سرزد ہوئی کہ پاداشِ عمل کے خوف سے اسلامی لشکر کے خیمہ سے فرار ہو گئی، اور رومیوں کے کیمپ میں پناہ لی۔[1]

افریقیہ سے سپہ سالار کی آمد

جب محمد بن سالم کی شہادت کی خبر افریقیہ پہنچی۔ تو زیادۃ اللہ والیِ افریقیہ نے اس کے بجائے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کر کے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔[2]

نواحِ سرقوسہ پر متعدد فوج کشیاں

فضل بن یعقوب کو آتے ہی نواحِ سرقوسہ کی مہم سپرد ہوئی، وہاں پہنچ کے اس کے قرب و جوار میں مختلف مقامات پر چھاپے مارے، اور کثیر مالِ غنیمت لیکر بلرم واپس آگیا،

لشکر کی مراجعت کے بعد اسی سال ۲۲۰ھ ۸۳۵ء میں ایک دوسرا لشکر اسی نواح میں روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ میں تھی، چنانچہ یہ لشکر سرقوسہ کے نواح میں پہنچا، اور اس کے قرب و جوار کے متعدد قلعوں پر چھاپے مارے، اور جو کچھ ملا مالِ غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیا،

باشندگانِ سرقوسہ کا جوابی حملہ

نواحِ سرقوسہ میں مسلمانوں کے ان دونوں سپے در پے حملوں نے اس علاقہ میں عام تباہی

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، مسٹر اسکاٹ نے غلطی سے اس واقعۂ قتل کو محمد بن سالم کے بجائے ابو فہر محمد بن عبد اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہو، یہ صحیح نہیں ہے، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہیں، ثم سیر محمد بن عبد اللہ عسکرا الی ناحیۃ طبرمین، علیہم محمد بن سالم۔

[2] ہم اس سے پیشتر سول و فوجی صیغوں کے جداگانہ نظام قائم ہونے کا تذکرہ کر آئے ہیں، کہ اب سپہ سالار کا تقرر بھی بالعموم افریقیہ ہی سے ہونے لگا، چنانچہ محمد بن سالم کی وفات کے بعد فضل بن یعقوب کا یہ تقرر اسی حیثیت سے عمل میں آیا، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہیں، فقتلوہ ولحقوا بالروم فارسل زیادۃ اللہ من افریقیۃ فضل بن یعقوب عوضاً منہ،

پھیل گئی اور سرقوسہ کی شہری فوج مجبور ہو کے میدان مین نکل آئی، چنانچہ جب مجاہدین مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس جارہے تھے، تو دوسری طرف سے رومی لشکر نمودار ہوا، اسکی کمان خود بطریق صقلیہ کے ہاتھ مین تھی، جو حکومت بیزنطی کی طرف سے والیِ صقلیہ تھا،

مسلمانون کی ایک کامیاب جنگی حکمت عملی،

مسلمانون نے اس موقع پر ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اتفاقِ وقت سے دونون فوجون کا آمنا سامنا ایسے مقام پر ہوا کہ مسلمانون کے سامنے ایک وسیع رقبہ مین گھنا جنگل لگا ہوا تھا، مسلمان اسی جنگل مین گھس کے روپوش ہوگئے، یہ جنگل اسقدر گنجان اور گھنا تھا کہ رومیون کے لئے یہ قطعًا ناممکن تھا کہ وہ اس مین گھس کے مسلمانون سے فردًا فردًا نبرد آزما ہوتے، اسلئے رومیون نے وہین پر انتظار مین ڈیرے ڈالدئے،

اسی انتظار مین شام کا وقت آپہنچا، آخر پوری فوج کبتک مسلّح رہ سکتی تھی، رومی گورنر نے سہپر کے وقت اپنی فوج کو کمر کھولنے کی اجازت دیدی، اور سب لوگ غیر مسلّح ہوکے ادھر ادھر پڑ رہے،

ادھر مجاہدین رومیون کی نقل و حرکت کی پوری دیکھ بھال کررہے تھے یہ موقع تاک کے نہایت جوش وخروش سے یکبارگی جنگل سے ٹڈی دل کی طرح رومی لشکرگاہ پر ٹوٹ پڑے، ان کے لئے یہ ناگہانی مصیبت تھی، اتنا وقفہ نہ تھا کہ مسلح ہوسکتے، اسی سراسیمگی مین عام بھگدڑ پڑ گئی تشنہ لب عربی تلوارون کی سیرابی کا موقع آیا، ہزارون سورما سپاہی قتل کئے گئے، اسی اثنا مین رومی گورنر فرار ہونے کیلئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا دکھائی دیا، اور ابھی چند ہی قدم جانے پایا تھا کہ نیزہ باز مجاہدین نے آلیا، اور ایسا تاک کے نشانہ لگایا کہ زخم کھا کر گھوڑے سے نیچے گرا مسلمان جھپٹنے ہی والے تھے کہ چند جانباز رومی پیشقدمی کرگئے، اور جانون پر کھیل کر گورنر کی جان بچالی، اور اسکو گھوڑے پر لاد کے فرار ہوگئے، اور جنگل کے سامنے فوج کا جو نیا جنگل آباد ہوگیا تھا، وہ دم کے دم مین صاف ہوگیا،

اسلامی لشکر مظفر و منصور بلرم واپس آیا، رومی لشکرگاہ کے تمام خیمہ و خرگاہ اور آلات جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے، عرب مورخین اس واقعہ کو نہایت اہمیت دیتے ہیں، اور اسکو "واقعۂ عظیمہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔[۱]

امیر محمد بن عبداللہ کی معزولی اور اس کی جانشینی

لیکن اسکے بعد ہی محمد بن عبداللہ والیٔ صقلیہ کو اپنے عہدہ سے دستکش ہونا پڑا، مگر اوس نے یہ جگہ کسی غیر کے لئے نہیں خود اپنے حقیقی بھائی ابوالاغلب ابراہیم کے لئے خالی کی تھی، محمد کے معزول ہونے کا سبب عرب مورخین نہیں بتاتے، لیکن غالباً مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان صحیح ہوگا، کہ صقلیہ میں قبائل کی باہمی کشمکش شروع ہوگئی تھی،[۲] خصوصاً امیر محمد بن سالم کا واقعۂ قتل اس کا کچھ کم ثبوت نہیں ہے، اس لئے اس وقت صقلیہ میں کسی آزمودہ تجربہ کار شخصیت کی ضرورت تھی، اور اسوقت افریقہ میں ابوالاغلب سے زیادہ موزوں کوئی دوسری شخصیت موجود نہ تھی، اس لئے اسی کا انتخاب عمل میں آیا۔[۳]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹ [۲] اخبار اندلس ج ۲ ص ۵ [۳] مسٹر اسکاٹ نے ابوالاغلب کو فضل بن یعقوب کے بجائے بتایا ہے، کیونکہ ان کے خیال میں محمد بن سالم کے بجائے محمد بن عبداللہ والیٔ صقلیہ قتل کیا گیا تھا، فضل اسی کی جگہ پر افریقہ سے آیا تھا، مسٹر اسکاٹ کے اس بیان کی تغلیط ہم اس سے پیشتر کر چکے ہیں، فضل ابوالاغلب کے عہد میں بھی سپہ سالاری کے عہدے پر بدستور سرفراز رہا چنانچہ متعدد مہمیں اس عہد میں بھی اسکی سرکردگی میں انجام پائیں، ہمارے عرب مورخین کو محمد بن عبداللہ اور ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ کی شخصیتوں میں کافی التباس ہوگیا ہے، اور بجز چند کے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ دلچسپ غلطی ہوگئی ہے،

ابن اثیر اور اس کے تبعین ابن خلدون اور ابوالفداء وغیرہ نے اگرچہ سنہ ۲۲۰ھ میں ابوالاغلب کے عہدۂ ولایت پر مقرر ہونے کا تذکرہ کیا ہے، لیکن جب صقلیہ میں اس کی وفات ہوتی ہے اور اس کا زمانۂ ولایت ختم ہوتا ہے تو اس کے نام کے بجائے محمد بن عبداللہ سابق والی کا نام لیتے ہیں، گویا اس بیان سے محمد بن عبداللہ سنہ ۲۱۶ھ یا سنہ ۲۱۷ھ سے سنہ ۲۳۶ھ یا سنہ ۲۲۳ھ تک والی رہا، ان کا یہ دونوں متناقض بیان یہ ہے، ابن اثیر سنہ ۲۲۰ھ

ابوالاغلب ابراھیم بن عبداللہ بن الاغلب والی صقلیہ (۲)

۲۲۱ھ ۸۳۵ء - ۲۳۶ھ ۸۵۰ء

افریقیہ سے ابوالاغلب کی روانگی اور ایک رومی بیڑے کا اچانک حملہ

ابوالاغلب ابراھیم سابق والی صقلیہ محمد کا حقیقی بھائی تھا، یہ رمضان ۲۲۱ھ ۸۳۵ء مین افریقیہ سے روانہ ہوا، ابھی اثنائے راہ مین تھا، کہ مشکلات سے اس کو دوچار ہونا پڑا، اولاً سمندر مین اتفاقاً ایک سخت طوفان آگیا، اور اس کے جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے اڑگئے اور دوسرا جہاز بدلنا پڑا، اور پھر اس مصیبت سے پوری طرح نجات حاصل نہین ہوئی تھی، کہ دوسری ناگہانی افتاد آپڑی، اور اس کے بیڑے کو رومی قزاقون کے ایک بیڑے نے اچانک آکر گھیر لیا، اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰) کے سلسلہ مین لکھتا ہے:-

ثم سار واسنة عشرين ومأتين و اميرهم محمد بن عبد الله الى قصريانه

پھر ۲۲۰ھ مین یہ لشکر قصریانہ روانہ ہوا، اور اس کا امیر محمد بن عبداللہ تھا،

اس کے بعد لکھتا ہے،

وسير زيادة الله من افريقية الى صقلية ابا الاغلب ابراهيم بن عبد الله اميرا عليها (ج ۶ ص ۲۲۹)

اور زیادۃ اللہ نے افریقیہ سے ابراھیم بن عبداللہ کو صقلیہ کا امیر بنا کے بھیجا،

اور پھر والی صقلیہ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:-

وكان الامير على صقلية للمسلمين محمد بن عبد الله بن الاغلب فتوفى في رجب سنة ست وثلاثين ومأتين فكان مقيما بمدينة بلرم لم يخرج منها انما كان اخرج الجيوش والسرايا (ج ۷ ص ۲۴)

اور صقلیہ کی امارت پر محمد بن عبداللہ بن اغلب سرفراز تھا، اس نے رجب ۲۳۶ھ مین وفات پائی، یہ برابر شہر بلرم مین مقیم رہا، خود کبھی فوج کے ساتھ نہین نکلا، لشکر اور فوجی دستے برابر بھیجتا رہتا تھا،

اس کے چند جہاز جلا ڈالے، اس نے ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا، اور اس کے ایک فوجی افسر محمد بن سندی نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، اور رومی قزاق جان بچا کر فرار ہو گئے، محمد بن سندی ان کے تعاقب مین دور تک چلا گیا، آخر جب شب کی سیاہ چادر درمیان مین حائل ہو گئی، تو یہ سلسلہ ختم ہوا، اور والیِ صقلیہ کا بیڑا بخیر و خوبی بلرم پہنچا،

ابوالاغلب کی خود مختاری

ابوالاغلب ابراہیم نہایت ہوشمند فرمانروا تھا، زیادۃ اللہ نے اس کو اس کے بھائی محمد سے بھی زیادہ خود مختار بنا کر صقلیہ بھیجا تھا، اور گویا اوسکو صقلیہ کی عنان حکومت ایک مطلق العنان خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے تفویض ہوئی تھی، اور اسی حیثیت سے اس نے زمام

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۱) ابن اثیر کے یہ سب بیانات صحیح ہین، جو کچھ غلطی ہے وہ صرف یہ کہ تذکرۂ وفات مین ابوالاغلب کا نام لکھنے کے بجائے محمد بن عبداللہ کا نام لکھ گیا ہے، ورنہ ابوالاغلب کے پورے دورِ حکومت کے حالات مین وہ برابر والیِ صقلیہ کی حیثیت سے ابوالاغلب ہی کا نام لکھتا رہا ہے، اور محمد بن عبداللہ کا کسی ایک جگہ بھی تذکرہ نہین آیا ہے،

ابن عذاری کی دلچسپ غلطی دوسری ہے، وہ پہلے ۲۱۶ھ کے حوادث مین محمد بن عبداللہ کے ولایتِ صقلیہ پر مقرر ہونے کا تذکرہ کرتا ہے لیکن اسکی کنیت کے ساتھ یعنی،

"ابو فہر صقلیہ کا والی مقرر ہوا"،

اس کے بعد ۲۱۷ھ کے حوادث مین لکھتا ہے :-

"۲۱۷ھ مین ابو فہر محمد بن عبداللہ تمیمی صقلیہ گیا، اور عثمان بن قرہب وہان سے بھاگ گیا"،

یہین سے اس کی غلطی شروع ہو جاتی ہے، غالباً "ابو فہر کی کنیت یا محمد بن عبداللہ تمیمی" کے نام سے افریقیہ کا کوئی دوسرا قائد تھا اور وہ افریقیہ کی بغاوتون کے فرو کرنے پر مامور ہوا، اسی کو اس نے صقلیہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، ورنہ ابھی تک صقلیہ مین "عثمان بن قرہب" نامی کوئی شخص روشناس نہین ہوا تھا، لیکن ابن عذاری نے ان دونون شخصیتون مین التباس پیدا کر دیا، اور محمد بن عبداللہ کو ۲۱۲ھ سے ۲۱۹ھ تک افریقیہ کی بغاوتون مین

حکومت سنبھالی،

بحری حملہ کا آغاز اور اس کے وجوہ

ابوالاغلب نے اثنائے سفر مین رومی قزاقون کی حملہ آوری سے متاثر ہوکر عنان حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلے بحری تیاری شروع کی، تاکہ اولاً صقلیہ کے ساحلی علاقہ پر جو رومی قزاقون کے بیڑے منڈلا رہے ہین، ان کا خاتمہ کرے، علاوہ ازین اس بحری حملہ سے اس نتیجہ تک پہنچا، کہ بحر روم کے اون تمام جزائر کو جو صقلیہ و افریقیہ کے درمیان واقع ہین، اسلامی حکومت کے زیر اقتدار رہنا چاہیئے، تاکہ ان دونون ممالک مین رسل و رسائل اور آمد و رفت مین اس قسم

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۲) مشغول دکھایا ہے، حالانکہ افریقیہ کی بغاوتون مین ۲۱۲ھ سے ۲۱۹ھ تک جو شخص مشغول رہا ہے، وہ ابوفہر یا محمد بن عبداللہ تمیمی ہے، ورنہ محمد بن عبداللہ بن اغلب تو اس پورے دور مین افریقیہ کے بجائے صقلیہ مین موجود تھا،

اس کے بعد ابن عذاری ۲۲۰ھ کے حوادث مین لکھتا ہے، :-

"اسی سال صقلیہ کے امیر محمد بن عبداللہ بن اغلب نے فوجکشی کی"

اور پھر ابوالاغلب کی ولایت کا تذکرہ اسی ذیل مین یون کرتا ہے، :-

"اسی سال ابن اغلب صقلیہ کا امیر ہوکر ماہ رمضان مین وہان کے صدر مقام بلرم پہنچا"

ابن عذاری کے یہ دونون بیانات اپنی اپنی جگہ صحیح ہین، لیکن تاریخ ابن عذاری کے اردو کے مترجم مولوی محمد جمیل الرحمن ایم اے نے ۲۱۶ھ سے ۲۱۹ھ تک کے حوادث افریقیہ اور ابن عذاری کے اسی تسامح کی وجہ سے اس عبارت مین "ابن اغلب" کے پہلے "محمد بن عبداللہ" قوسین مین بڑھا دیا ہے، یہ صحیح نہین ہے اسکی بجائے (ابراہیم بن عبداللہ) ابن اغلب ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ "ابن اغلب" سے ابن عذاری کی مراد ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ ہی ہے، چنانچہ اس کے بعد اسکے عہد حکومت تک والی صقلیہ کا جہان تذکرہ آیا ہے، اس نے "ابوالاغلب" ہی لکھا ہے، ملاحظہ ہو حوادث ۲۲۳ھ اور اسی طرح اس کی وفات کے متعلق حوادث ۲۳۶ھ مین لکھتا ہے :-

"ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ بن اغلب صاحب صقلیہ کی وفات پر اہل صقلیہ نے عباس بن فضل کو امیر بنا لیا"

کے مشکلات و موانع پیش نہ آئین،

سب سے پہلی بحری جنگ

چنانچہ اس نے سب سے پہلے ایک عظیم الشان بیڑا تیار کر کے اپنے او سی حملہ آور بیڑے کے تعاقب مین روانہ کیا، اسلامی بیڑا کچھ دور نکلا تھا کہ وہ بیڑا نظر آ گیا، اور بحری جنگ شروع ہو گئی، یہ اسلامی بیڑا اوس عہد تک کے ترقی یافتہ ساز و سامان سے آراستہ تھا، چنانچہ ناریونانیہ سے جس سے دشمنون کے جہازون اور قلعون پر آگ برساتے تھے، آتش باری کی گئی، رومی بیڑا تاب مقاومت نہ لایا، اور مسلمانون کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور اسلامی بیڑا مظفر و منصور صقلیہ واپس آیا، ابوالاغلب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۳) اس لئے ابن عذاری کو اگرچہ محمد بن عبد اللہ اور ابراہیم بن عبد اللہ ان دونون بھائیون کے نام مین التباس نہین ہوا ہے اور اپنی اپنی جگہ اس نے ان دونون کا صحیح صحیح تذکرہ کیا ہے، تاہم محمد بن عبد اللہ کا نام افریقیہ کے دوسرے قائد کے نام سے ملتبس ہو گیا ہے،

ابن اثیر اور ابن عذاری کیطرح دوسرے عرب مورخین سے بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت غلطی ہوتی گئی ہے لیکن ہم طول بیان کیوجہ سے سب کو نظر انداز کرتے ہین البتہ ان تمام عرب مورخین مین سب سے صحیح بیان کتاب الحلۃ السیراء کا ہے، اسمین خانوادۂ اغالبہ کے تفصیلی شجرۂ نسب کی تحقیق کیگئی ہے، اسمین یہ دونون شخصیتین عبد اللہ کے دو لڑکون کی حیثیت سے جداجدا ہین پہلے محمد کے ۲۱۷ھ مین صقلیہ کے والی ہونے کا ذکر ہے پھر ابراہیم کی ولایت صقلیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اسی کے طویل عہد حکومت کا خاص طور پر بتصریح ذکر ہے اور یہی بیان مورخین کی تمام التباسات کی حقیقت کھول دیتا ہے، (الحلۃ السیراء در امار ی ص ۴) ان سطور کو لکھنے کے بعد ایک جدید التیبوع" کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام کا اقتباس نظر سے گذرا، اس بیان سے صاحب الحلۃ السیراء کے بیان کی پوری پوری تائید ہوتی ہے وہ لکھتا ہے،

ولی زیادۃ اللہ بن ابراہیم ابن اخیہ ابا الاغلب ابن عبد اللہ بن ابراہیم علی صقلیۃ.... فوصل الی صقلیہ فی شہر رمضان سنۃ احد و عشرین ومائتین (یادگاری مضامین اماری ج ۲ ص ۴۲۷)	امیر زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابوالاغلب بن عبد اللہ کو صقلیہ کا والی بنایا..... وہ ماہ رمضان ۲۲۱ھ مین صقلیہ پہنچا،

نے جوش انتقام مین تمام اسیر قزاقون کی گردنین اڑادین[۱]،

جزائر پر حملے رومی بیڑے سے انتقام لینے کے بعد اوس نے اُن جزائر پر توجہ کی جو افریقیہ اور صقلیہ کے درمیان واقع تھے، چنانچہ سب سے پہلی نظرِ انتخاب جزیرہ قوصرہ پر پڑی، یہ جزیرہ افریقیہ اور صقلیہ دونون کے وسط مین واقع تھا، یہ اس سے پہلے بھی مسلمانون کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اور امیر معاویہ کے عہد سے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک اس پر اسلامی پرچم لہراتا رہا[۲]، اب ۲۲۱ھ ۸۳۵ء مین صقلیہ سے یہ بیڑا روانہ ہوا، اور ساحل قوصرہ سے کچھ دور ہی پر ایک رومی بیڑا نظر آیا، جو فوراً گرفتار کر لیا گیا، اس بیڑے مین بہت سے رومی سپاہی سوار تھے، انھی کے ساتھ افریقیہ کا ایک جانا پہچانا عیسائی بھی تھا، سب گرفتار کر کے صقلیہ لائے گئے، اور ان سب کی گردنین بھی اوڑادی گئین،

جزائر پر قبضہ اس کے بعد اسی سال ابوالاغلب نے جزیرہ کی ایک اندرونی مہم سے فارغ ہو کر ایک دوسرا جنگی بیڑا صقلیہ کے قرب و جوار کے تمام جزائر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا، اس مہم مین بحرِ روم کے متعدد اہم جزیرے خاصی تعداد مین زیرِ اقتدار آئے اور اسلامی بیڑا مالِ غنیمت سے لدا پھندا بخیر و خوبی واپس آگیا،

بحرِ روم پر اقتدار اس کے بعد ایک ایسے وقت مین جب ایک اندرونی جنگ مین مسلمانون کو شکست نصیب ہو چکی تھی، ایک بحری جنگ مین نہایت اہم کامیابی حاصل ہوئی، اور مسلمانون نے رومیون کے ۹ عدد بڑے بڑے جنگی جہاز مع سپاہیون کے گرفتار کر لئے[۳]، اور اسی بحری جنگ سے رومی جہازون سے سمندر کی سطح صاف ہو گئی، اور بحرِ روم مین رومیون کی بحری قوت کا گویا اس وقت تک کیلئے خاتمہ ہو گیا جبتک کہ قسطنطنیہ سے نئے جنگی بیڑے نہ آجاتے،

---

[۱] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۷۴، البیان المغرب (ترجمہ) ص ۲۴۲ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، بعض مورخین اسکی آمد ۲۲۰ھ مین لکھتے ہین، [۲] معجم البلدان ج ۷ ص ۱۰۴ [۳] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۰،

ان جزائر کے مفتوح ہونیکو بھی بعض یورپین مورخین عجب انداز مین بیان کرتے ہین کہ "قرب وجوار کے جزائر جواب تک صقلیہ کی سی حالت کو نہین پہنچے تھے، جنگل و بیابان بنادئے گئے"

لیکن سسلی کی پوری قدیم تاریخ شاہد ہے کہ یہ جزائر بالعموم اسی طاقت کے زیر اثر رہے، جو صقلیہ مین فرمانروا رہی اور جب صقلیہ مین دو دو حکومتین قائم ہین۔ تو مشرقی ساحل کی حکومت بحر روم کے مشرقی جزائر پر قابض رہی، اور مغربی ساحل کی حکومت مغربی جزائر پر حکمرانی کرتی رہی، اسلئے جب صقلیہ مین اسلامی حکومت کو اقتدار حاصل ہوا تو ایک نہ ایک دن جزائر کو بھی تہ زیر نگین ہونا تھا، اور مسلمانون نے کوئی ایسا اقدام نہین کیا، جو اس سے پہلے نہین کیا جا چکا ہے، انھون نے اپنے پیشرو حکمران سلطنتون کے نقش قدم کی پوری پوری پیروی کی،

جزیرہ مین پیشقدمیان

ابوالاغلب نے اس بحری مہم کے ساتھ ساتھ اندرون صقلیہ کی طرف بھی توجہ کی، چنانچہ قوصرہ سے اسلامی بیڑے کی واپسی کے بعد اسی سال ۲۲۱ھ ۸۳۵ء مین کوہ آتش فشان اٹنا کے نواح مین ایک فوج روانہ کی، جس نے متعدد قلعون پر قبضہ کرلیا، اور پھر کثیر مال غنیمت کے ساتھ بلرم لوٹ آئی،

اسکے بعد پھر اسی نواح مین دوسری مرتبہ فوجکشی کی گئی، اور اسمین اس نواح کے کچھ اور قلعے زیر کئے گئے، اور اس مرتبہ بھی کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج مظفر و منصور بلرم واپس آگئی،

یہ علاقہ ان پے درپے حملون مین بہت کچھ تباہ و برباد ہوا، کیونکہ قلعون اور دیہی آبادی کے رومیون نے اسلامی لشکر سے مقابلہ کیا، اور اسی پاداش مین ان کو سخت سے سخت سزائین بھگتنی پڑین، چنانچہ پہلے حملہ مین ایک وسیع علاقہ کی ہری بھری کھیتی برباد کر دی گئی تھی، اور پھر اس دوسری مہم مین ان کے مصائب اور زیادہ دردناک ہوگئے، مال و دولت کا ایک وافر حصہ انکے ہاتھ سے ضائع ہونے کے علاوہ مسلمانون نے اس نواح کے ہزارون باشندون کو گرفتار کرلیا، جو نہایت

سستے سستے داموں پر بلرم وغیرہ میں فروخت کئے گئے،

نواحِ کوہ اٹنا کی بربادی کے بعد ایک غیر معروف مقام قسطلیاسہ کی طرف فوج کشی کی گئی، فوج کا یہ دستہ عبد السلام بن عبد الوہاب کی زیر سر کردگی تھا، حملہ آوروں کو یہاں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی، اور مالِ غنیمت اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے، لیکن واپسی کے وقت کسی طرف سے کوئی رومی لشکر نکل آیا، اور معمولی آویزش کے بعد مسلمانوں نے شکست کھائی اور امیرِ لشکر رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا، جسکو بعد میں فدیہ دیکر رہا کرایا گیا[1]

محاصرۂ قصریانہ اس کے بعد ۲۲۲ھ میں اسلامی لشکر پھر بلرم سے روانہ ہوا، اور قصریانہ کے دامن میں خیمہ زن ہو گیا، رومی شہر سے باہر نکلے، اور دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، مگر یہ تجربہ بھی حوصلہ شکن ثابت ہوا، اور مسلمانوں کو سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی اور مسلمان نبرد آزما بہادروں کی ایک جماعت کام آئی لیکن اس شکست کے باوجود اسلامی لشکر محاصرہ سے دستبردار نہیں ہوا، اور پراگندہ جمعیت یکجا کرکے محاصرہ جاری کر دیا،

حوالیِ شہر پر قبضہ اور مصالحت اسی حالتِ محاصرہ میں ایک طویل مدت گذر گئی، اور جاڑوں کا موسم آگیا، اتفاقاً ایک دن اندھیری رات میں ایک مسلمان سپاہی نے ایک رومی کو شہر کی طرف جاتے دیکھا، مسلمان سپاہی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا، اور فصیل کے قریب پہنچ کر اس کو ایک مخفی راستہ سے شہر میں داخل ہوتے دیکھا، اور واپس آکر اس واقعہ کی اطلاع اپنے امیرِ لشکر کو دی جس نے اوسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا، اور پوری فوج اسی مسلمان سپاہی کی رہبری میں روانہ ہوئی، اور اسی مخفی راستہ سے سب لوگ فصیل کے پار ہو گئے، اور پہنچتے ہی نعرۂ تکبیر مارا، اور بعض شہر پر قابض ہو گئے، جو اندرون شہر اور بیرونی فصیل کا درمیانی حصّہ تھا، لیکن اس کی فتح قصریانہ کی فتح نہیں تھی،

---

[1] ابن عذاری میں یہ واقعہ ۲۲۳ھ میں مذکور ہے،

رومی فوج شہر مین محصور ہوگئی، اس کی فصیل بھی کسی مستحکم قلعہ کی فصیل سے کم نہ تھی، لیکن جب ربض شہر مسلمانون کے قبضہ مین آچکا تھا، تو اندرون شہر مین کبتک قلعہ بند رہ سکتے تھے، اس لئے طالب امان ہوئے، اور امیر لشکر نے ان کو امان دی، اور اس کے معاوضہ مین بہت کچھ مال و دولت ہاتھ آیا، اور لشکر اسلام بلرم واپس چلا آیا،

جفلوذی کا محاصرہ اور بیزنطی بیڑے سے مقابلہ

مہم قصریانہ کے بعد اسلامی لشکر نے ۲۲۳ھ مین ایک ساحلی شہر جفلوذی کا محاصرہ کیا، لیکن اسی اثنا مین حکومت بیزنطی کا ایک عظیم الشان بیڑا قسطنطنیہ سے آکر ساحل پر لنگر انداز ہوگیا، اسلامی لشکر جفلوذی کا محاصرہ اٹھا کر اس تازہ دم رومی لشکر کو روکنے کیلئے روانہ ہوگیا، اور دونون فوجون مین کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا،

والی افریقیہ زیادۃ اللہ کا انتقال،

اسی اثنا مین مسلمانان صقلیہ پر ایک ناگہانی افتاد پڑی یعنی بروز سہ شنبہ ۱۴ رجب ۲۲۳ھ کو افریقیہ و صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا دار الحکومت قیروان مین انتقال ہوگیا،

والی افریقیہ کے انتقال سے صقلیہ مین سراسیمگی

اس حادثہ کی خبر سے مسلمانان صقلیہ پر ایک بجلی گر پڑی، اور حالت اضطراب مین فوجکشی چھوڑ کر بلرم مین سراسیمہ ہوکر بیٹھ رہے، یہ وقت مسلمانان صقلیہ کے لئے نہایت نازک تھا، ۲۲۱ھ کے بعد سے مسلمانون کو افریقیہ سے کوئی کمک نہین پہنچی تھی، اور اس وقت سے اس وقت تک متعدد معرکۃ الآرا لڑائیان ہوچکی تھین، اور فوراً رومیون کا زبردست تازہ دم لشکر قسطنطنیہ سے آیا تھا، اس لئے ایسے نازک موقع پر ایک ایسے فرمانروا کا سانحۂ ارتحال، جو خود حملۂ صقلیہ کا بانی تھا، نہایت اندوہگین ثابت ہوا، کہ معلوم نہین افریقیہ کا نیا فرمانروا بھی ان بحری مہمون سے ویسی ہی دلچسپی لیتا ہے، جیسی کہ زیادۃ اللہ کو تھی، یا جدید والی کوئی نئی حکمت عملی اختیار کرتا ہے،

زیادۃ اللہ کا زمانہ اور جانشینی

زیادۃ اللہ نے ۲۱ سال ۷ مہینہ حکومت کی، اور خلیفہ معتصم عباسی کے عہد میں ۵۱ سال ۹ ماہ اور ۸ دن کی عمر میں انتقال کیا، اور اس کے بجائے اس کا بھائی ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب افریقیہ کی ولایت پر سرفراز ہوا۔[1]

ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب والی افریقیہ،

۲۲۳ھ – ۲۲۶ھ / ۸۳۷ء – ۸۴۰ء

صقلیہ میں عام بغاوت

ابو عقال والی افریقیہ عنانِ حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے نظم و نسق میں ایسا مشغول ہوا، کہ صقلیہ کی طرف کوئی توجہ نہ کرسکا، اور زیادۃ اللہ کی وفات کا صقلیہ پر جو گہرا اثر پڑا تھا، ابو عقال کی عدم توجہی سے اوس کو مزید تقویت پہنچ گئی،

اور اس لئے مسلمانانِ صقلیہ میں زیادۃ اللہ کی وفات سے عام سراسیمگی پھیلنے، اور ابو عقال کی غفلت سے بیزنطی بیڑے کے مقابلہ میں افریقیہ سے کسی کمک کے نہ آنے سے اولاً تو مسلمانانِ صقلیہ کی پیشقدمیاں ملتوی ہوگئیں، دوسرے ان حالات سے صقلیہ کے رومیوں نے فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے سرکشی کرکے اکثر جگہ علمِ بغاوت بلند کردیا،

افریقیہ سے کمک اور صقلیہ میں امن و امان

لیکن یہ حالت کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی، ابو عقال نے افریقیہ کے معاملات سے فرصت پاتے ہی صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور ۲۲۴ھ / ۸۳۸ء میں ایک عظیم الشان کمک روانہ کی، اس لشکر کے ساحل پر قدم رکھتے ہی حالات بدلنے لگے، اور اس کمک کی خبر جزیرہ میں جیسے ہی پھیلی، اس کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا، کہ وہ تمام قلعہ نما شہر جو موقع پاکر سرکش ہوگئے تھے، طالبِ امان ہوئے، اور ۲۲۵ھ / ۸۳۹ء میں ان سب پر پھر سے اسلامی پرچم لہرانے لگا، ان میں سے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، ۲۴۰، ۳۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۱۴۲، ۱۴۳،

قلعہ بلوط، ابلاطنو، قرلیون، اور مرو وغیرہ کے نام تاریخون مین مذکور ہین۔ ؎

جنوبی اٹلی

یہ قلعے زیر نگین ہو رہے تھے کہ اسی سال ۲۲۵؁ھ مین اتفاقاً ابوالاغلب کو بیرون جزیرہ کی سیاسیات مین الجھ جانا پڑا، صقلیہ کے شمال مین آبنائے میسنا کے اس پار جنوبی اٹلی کی جو جغرافیانہ حیثیت ہے، وہ اس سے پہلے گذر چکی ہے، اس وقت یون تو یہان چھوٹی چھوٹی متعدد خودمختار حکومتین قائم تھین، لیکن اگر ان کو عمومی حیثیت سے تقسیم کیا جائے تو شاہزادگان لمبارڈیں سے بینیونٹم (BENEVENTUM) زیادہ تر اٹلی کے جنوبی حصہ پر حکمران تھے، اور پھر نیپلیس گے اٹیا، سارینٹو، اور املفی کی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین الگ الگ قائم تھین، نیز حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کے قبضہ مین بھی ملک کا ایک حصہ تھا، مسٹر الیور تھیچر پی ایچ ڈی نے ایک سلسلۂ بیان مین اس عہد کے اٹلی کی سیاسی حالت کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، یہی حالات اس وقت سے جب کہ مسلمانون کا اٹلی سے تعلق پیدا ہوا، اور اُس وقت تک جب یہ سلسلہ منقطع ہوگیا، یہان قائم رہے، اس لئے اس کو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے، جس سے یہان کی سیاسی حالت کا ایک عام خاکہ سامنے آجاتا ہے، وہ لکھتے ہین:-

"نوین صدی کے وسط مین اہل اسلام سسلی پر قابض ہوگئے تھے، اور اصلی اٹلی کے بعض مقامات بھی ان کے تصرف مین آگئے تھے، (جس کا تفصیلی تذکرہ آیندہ صفحات مین آتا ہے) جنوبی اٹلی کا اہم حصہ اب تک شہنشاہ قسطنطنیہ کے زیر نگین تھا، اور اسی کے عمال اس پر حکمران تھے، مشرقی ساحل پر اس کے یہ علاقے شمالاً کوہ گارگنو تک پھیلے ہوئے تھے، اور مغرب مین سلرنو تک اس علاقہ کے شمال مین بعض خودمختار یا نیم خودمختار ریاستین قائم تھین، مثلاً سلرنو، امالفی، نیپلیس، کیپوا، بینیونٹم، اور اسپولیٹو وغیرہ جن پر اب تک (یعنی عہد اسلامی کے آخر تک) نہ شہنشاہ جرمنی کا قبضہ ہونے پایا تھا، نہ شہنشاہ یونان کا، ان ریاستون کے والی یا تو باہم جنگ آزمائی

؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۰ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰ وغیرہ

کرتے رہتے تھے، اور یہ اپنے ہمسایہ یونانیون اور مسلمانون سے معروف پیکار رہتے تھے، ان کے قلمرو مین سخت ابتری و بدنظمی پھیلی رہتی تھی، اور ان کا کوئی سیاسی وجود قائم نہین تھا،

حکومت نیپلس اور اسلامی حکومت صقلیہ مین رشتۂ اتحاد

یہان کے ان حکمرانون مین سے بینیونٹم مقامی حکومتون مین سب سے زیادہ طاقتور تھے، اور وہ اپنی دوسری ہمسایہ ریاستون پر دندان آز تیز کرتے رہتے تھے،

اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ ان ریاستون کی توجہ صقلیہ کی نوخیز اسلامی حکومت کی طرف ہوئی اور ان مین سے حکومت نیپلس نے اسلامی حکومت صقلیہ کے سامنے دست مصالحت بڑھایا، اور دونون مین رشتۂ اتحاد قائم ہوگیا، اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پایا،

جب اٹلی مین اس معاہدہ کی خبر پھیلی، تو مسیحی طاقتون نے اس کے فسخ کرنے پر زور دیا، اور خصوصًا کلیسائے رومانے اس کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کردین لیکن نیپلس اپنے معاہدہ پر قائم رہا جس سے ایک طرف حکومت نیپلس کی بنیادین استوار ہوئین، اور دوسری طرف مسلمانون کو صقلیہ کے شمالی ساحل خصوصًا آبنائے میسینا پر قبضہ کرلینے مین آسانیان پیدا ہوگئین،

حکومت نیپلس کی مدد

چنانچہ جب حکومت لمبارڈ کے فرمانروا سیکارڈس نے اسی سال ۲۲۵ھ ۸۳۹ء مین نیپلس کا محاصرہ کیا، تو ابوالاغلب نے نیپلس کی امداد کیلئے صقلیہ سے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے وہان نمایان خدمت انجام دی، اور سیکارڈس کو محاصرہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور مجبور ہوکر اس شرط پر صلح کی کہ نیپلس کے تمام قیدی بغیر زرفدیہ ادا کئے رہا کردئے جائین گے،

جنوبی اٹلی کے مقبوضات

اسلامی بیڑا نیپلس کی جنگ کے بعد حکومت بیزنطی کے مقبوضات جنوبی اٹلی

کی طرف روانہ ہوا جنوبی اٹلی کا مشہور صوبہ قلوریہ (کلبریہ) اس وقت حکومت بیزنطی کے ماتحت تھا چنانچہ اسلامی بیڑے نے یہان تاختین کین، اور اس مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اسی اثناء مین حکومت بیزنطی کا بیڑا، اس کی مدافعت کے لئے قسطنطنیہ سے آپہنچا، دونون مین سخت بحری جنگ ہوئی، اور بیزنطی بیڑا نقصان اوٹھا کر قسطنطنیہ واپس گیا،

بیزنطی اور اسلامی بیڑون کی یہ معرکہ آرائی اٹلی کے مشرقی ساحل پر بحر ایونین (IONIAN SEA) مین ہوئی تھی، اور اس فتحمندی کا اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جنوبی اٹلی کے شمالی ساحل کا مشہور شہر برینڈیزی (BRINDISI) پر عربی پرچم لہرانے لگا، پھر آگے بڑھکر مسلمان بندرگاہ باری (BARI) پر بھی قابض ہو گئے۔

اس کے بعد اسلامی بیڑا صوبہ اپولیا مین داخل ہوا، اور بحر اڈریاٹک (ADRIATIC SEA) کی ایک اہم بندرگاہ پر قابض ہو گیا، عربون کا یہ قبضہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت اہم تھا، اب ایک طرف بائین ہاتھ پر اون کے سامنے اٹلی کا مشرقی صوبہ تھا، اور دوسری طرف یونانی جزائر اور ڈلماشیا کے سواحل ان کا انتظار کر رہے تھے،

چنانچہ ان کامیابیون کے بعد اٹلی کے مشرقی صوبے پورے طور پر اون کے مطیع ہو گئے، پھر انھون نے آگے قدم بڑھایا، اور ڈلماشیا (ساحل اسٹریا) پہنچے، اور یہان تاخت وتاراج کیا،

دوسری طرف جزائر یونان سیلینسی وغیرہ سے حکومت بیزنطی نے اپنی توجہ ہٹالی تھی اس لئے یہ بھی ان کے تاخت وتاراج کے میدان بنے،

اور پھر کپوا (CAPUA) مین پہنچے، اور اس کو غارت کیا، اور اس کے بعد گیرگلی آنو (GARIGLIANO) پر ایک نئی آبادی قائم کی تاکہ ان مقبوضات کی حفاظت ہو سکے، اور اٹلی کی

ریاستون پر اسلامی طاقت کا سکہ جما رہے،

اور انہی فستمند یون پر ۲۲۵ھ ۸۳۹ء مین اس مہم کا خاتمہ ہوا، ابن اثیر اس کو "فتح عظیم" سے تعبیر کرتا ہے،[۱]

اندرون جزیرہ مین فتوحات،

ابو الاغلب بیرونی مہمون سے فرصت پا کے پھر اندرون جزیرہ کی طرف متوجہ ہوا، ۲۲۳ھ ۸۴۲ء کے دور اختلال مین قصریانہ نے اپنی پچھلی مصالحت کا خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے اسلامی مہمون کا پھر یہیں سے آغاز ہوا، اور اسلامی لشکر نے ۲۲۶ھ ۸۴۰ء مین قصریانہ کا رُخ کیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن رومی شہر کے باہر نہین نکلے، اس لئے مسلمان چند دن انتظار کے بعد مقابلہ سے مایوس ہو گئے، اور محاصرہ اٹھا کر تاخت و تاراج کیلئے آگے نکل گئے،

قصریانہ سے کوچ کر کے کوہ اٹنا کے دامن مین پہنچے، اور یہان کے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا، منجملہ انکے ایک مقام بتیاج تھا، جو کوہ اٹنا کے جانب شمال ۵ میل پر آباد تھا، اور دوسرا علاقہ غیران تھا، جو چالیس غارون پر مشتمل تھا، اس فوجکشی مین یہ پورا علاقہ عربون کے زیر نگین آگیا، اور اسطرح عرب تقریبًا جزیرہ کے تہائی حصہ پر قابض ہو گئے،

اس کے بعد ابو الاغلب نے تھوڑے سے وقفہ کیلئے جنگ کا سلسلہ روک دیا، اور اسی اثنا مین مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کئے گئے، جن سے صقلیہ مین تجارت، صنعت اور حرفت کو روز افزون ترقی حاصل ہوئی، مسٹر اسکاٹ اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین :-

۸۴۲ء ۲۲۸ھ کے آخر مین جزیرہ صقلیہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہو گئے، اور اس کی وہ حالت نہین

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶، ۲۹، تاریخ یورپ لیورتھیچر فرڈیننڈ حصہ اول (شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) ص ۱۴۹، تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۱، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، عرب مورخین حملۂ قلوریہ کو ۲۲۵ھ مین لکھتے ہین، اور یورپین مورخین ۸۳۹ء مین یہ دونون سنہ ایک دوسرے کے مطابق ہین،

رہی، کہ گویا یہ لوگ صرف قتل وغارت ہی کے لئے آئے تھے، بلکہ نظر آنے لگا، کہ ان کا قبضہ و تصرف مستقل ہے چند روز تک لڑائی ملتوی رکھنے کا معاہدہ ہوگیا، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ معاہدہ بزنطی حکومت سے خائف ہوکر کیا گیا تھا، بہرحال اس سے طرفین کو گونہ اطمینان ہوگیا، خاص کر رعایا کو، کیونکہ وہ کم ازکم عارضی طور سے آئے دن کی مصیبت سے بچ گئی۔ ادھر مصر و افریقیہ اور اندلس سے جو تجارت بڑھی تو یہ معلوم ہونے لگا کم سے کم تجارت کے لحاظ سے تو اس جزیرے کے دن پھرنے والے ہین، اور اس قلیل عرصہ مین حکومت صقلیہ کی طاقت و رعب داب مین بھی اتنا اضافہ ہوگیا کہ اوس کے قدیم اور قدرتی دشمن والیان آنزو آبنائے مسینا نے بڑی خوشامد سے ان کے حلیف بننے کی خواہش کی[1]،،

والی افریقیہ کی وفات اسلامی فوج مناج کی مہم سر کرچکی تھی کہ افریقیہ سے ابوعقال اغلب والی افریقیہ کی وفات کی خبر پہنچی، اس نے یوم پنجشنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۲۲۶ھ کو وفات پائی، مدت ولایت صرف ۲ سال ۷ مہینہ اور ۷ دن ہے، اگرچہ اس کا زمانہ ولایت بہت ہی کم رہا لیکن اس نے اس قلیل عرصہ مین اپنی اوس کمک سے جو ۲۲۴ھ مین صقلیہ بھیجی تھی، صقلیہ کو اسقدر اہم فوائد پہنچے کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی بنیاد استوار کرنے مین اس کا حصہ بہت نمایان ہوگیا، اور اس نے اپنے اسی قلیل زمانہ حکومت مین صقلیہ کی مہمون کی کامیابی اور ان کے نتائج بھی اپنی آنکھون سے دیکھ لئے،

جانشین اسکی وفات کے بعد اس کا لڑکا ابوالعباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا[2]،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۵۱، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶،

[2] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۶۹،

ابو العباس محمد بن اغلب والی افریقہ

۲۲۶ھ تا ۲۴۲ھ
۸۴۰ء تا ۸۵۶ء

ابو الاغلب ابراہیم کی ولایت صقلیہ پر برقراری

جدید والی افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب، والی صقلیہ ابو الاغلب ابراہیم کا چچا زاد بھائی تھا، اوس نے ابو الاغلب کو صقلیہ کی ولایت پر بدستور برقرار رکھا،

فتح مسینا

اور جب معاہدہ کی وہ عارضی مدت پوری ہوگئی، تو ۲۲۸ھ ۸۴۲ء مین صقلیہ کی فتوحات کے لئے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی مین افریقہ سے روانہ کیا، اور فضل اپنے لشکر کو براہ راست مسینا لایا،

مسینا مشرقی ساحل کے شمالی زاویہ مین ساحل پر واقع تھا، اور مغرب کی طرف پہاڑیون کا سلسلہ قائم تھا جس سے اس کی قدرتی حدبندی ہوگئی، آبنائے مسینا کو عبور کرکے اس کے بالمقابل دوسری طرف جنوبی اٹلی کا مشہور شہر ریو اپنی فلک بوس عمارتون کے ساتھ کھڑا تھا، گذشتہ زمانہ مین ساحل مسینا یورپ و افریقہ کے تاجرون کا نقطۂ اتصال تھا، ایک طرف یورپ کے جہاز کھڑے ہوتے تھے، اور دوسری طرف افریقہ کے جہاز لنگرانداز دکھائی دیتے تھے، ساحل نہایت گہرا تھا اور جہاز اس قدر قریب آکر ٹھہرتے تھے، کہ جہاز سے ہاتھ بڑھا کر ساحل کی چیزین آسانی سے لیجا سکتی تھین، اس لئے جو رومی جہاز یہان کھڑے رہتے تھے، وہ اس شہر کی پوری حفاظت کرتے تھے، اور خشکی کی طرف پہاڑون کی حدبندی اور ساحل پر رومی جہازون کے حصار سے اس پر کسی دشمن کا حملہ آور ہونا نہایت دشوار تھا، اگر حملہ کی کوئی ممکن صورت تھی تو صرف یہی کہ بحری جنگ سے رومی بیڑون کو راستہ سے ہٹایا جائے، اسی لئے فضل بن جعفر ہمدانی افریقہ سے بلرم جانے کے بجائے اپنے بیڑے سیدھے اسی طرف لے آیا،

اسلامی بیڑا بندرگاہ مسینی پر لنگر انداز ہوا، تو خلاف توقع رومی جہازون نے ساحل پر کوئی مزاحمت نہین کی، اور رومیون نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ فصیل کے تمام دروازے بند کر دئے گئے،

فضل نے سب سے پہلے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اور سامان رسد کی فراہمی کیلئے مضافات مسینی مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کے روانہ کر دئے، جو اطراف وجوانب مین پھیل گئے، ان دستون نے اولاً ان مقامات اور نیز شہر کے ہر چہار طرف کے فوجی استحکام پر نظر غائر ڈالی، علاوہ ازین نہایت کثیر مقدار مین مال غنیمت ساتھ لائے جو بہت دنون تک فوجی ضروریات کیلئے کافی تھا،

فضل بن جعفر ہمدانی نے محاصرہ کی مکمل تیاری اور شہر کی جغرافی حیثیت کا معائنہ کرنے کے علاوہ جنوبی اٹلی کی حلیف عیسائی سلطنت نیپلس سے بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا، اور حکومت نیپلس کی فوج اسلامی لشکر سے اشتراک عمل کیلئے مسینی آگئی،

حکومت نیپلس کے شریک جنگ ہو جانے کی وجہ سے اسلامی لشکر کو جنوبی اٹلی سے کسی اچانک حملہ کا جو اندیشہ تھا، وہ دور ہو گیا، کیونکہ خطرہ تھا کہ اسلامی لشکر پر جنوبی اٹلی کی کوئی حکومت ایسے وقت مین عقب سے حملہ آور نہ ہو جائے، جب وہ اہل مسینی سے مصروف جنگ ہون، ایسی صورت مین اسلامی لشکر دو طرف سے گھر جاتا،

فضل نے ان ابتدائی انتظامات سے فارغ ہو کر جنگ کا سلسلہ شروع کیا، اہل مسینی شہر کی تمام سمتون سے مطمئن ہو کے لب ساحل مورچہ جمائے ہوئے تھے، مسلمانون نے بھی اپنا مورچہ جما لیا، اور جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسلمان جوش وخروش سے حملہ کرتے، اور رومی بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے، روزانہ اسی طرح مسلمانون کے حملے ہوتے، اور رومی اسی جوش وخروش سے مدافعت کرتے، اس اثنا مین متعدد خونریز معرکہ آرائیان ہوئین، لیکن مسلمانون کے داخلہ کے لئے شہر کا کوئی دروازہ نہ کھل سکا،

جب جنگ کا سلسلہ اس طرح بڑھ گیا، تو اسلامی امیرِ لشکر نے ایک جدید جنگی حکمتِ عملی اختیار کی، وہ خود اپنے لشکرِ جرار کے ساتھ اسی طرح رومیون سے لبِ ساحل مصروفِ پیکار رہا، اور فوج کے ایک مختصر دستہ کو شہر کے بالا بالا پہاڑیون کے دامن سے گذارتے ہوئے شہر کی پشت پر پہونچا دیا، کہ وہ مردانہ وار پہاڑیون پر چڑھ کے شہر مین داخل ہوجائے،

چنانچہ اس اسلامی دستہ نے سالارِ فوج کے حکم کے مطابق مسینیٰ کی پہاڑیون کی بلند و بالا چوٹی کو سرفروشانہ عبور کرلیا، اور شہر مین عین اس وقت پہنچا جب رومیون اور مسلمانون مین لبِ ساحل نہایت گھمسان کی جنگ ہورہی تھی، اہلِ شہر پہاڑی جیسے قدرتی محافظ پر بھروسہ کرکے ادھر سمت سے بالکل بےخبر تھے، کہ اچانک اسلامی دستہ کے نعرۂ تکبیر سے مسینا کی تمام پہاڑیان گونج اٹھین اور ساری شہر مین ایک بھگدڑ مچ گئی، اسی شورِ محشر سے محاذِ جنگ کے رومی ایسے بدحواس اور سراسیمہ ہوکے لوٹے کہ بجز ہتھیار رکھنے کے کوئی دوسری صورت باقی نہین رہ گئی، اور فضل اپنے لشکر کو لئے شہر مین فاتحانہ داخل ہوگیا، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

مسینیٰ پر اسلامی قبضہ ہوجانے سے صقلیہ کی اسلامی حکومت مین ایک نئی جان آگئی، مسینیٰ صقلیہ کا نہایت جنگی و مرکزی شہر تھا، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ شمالی صقلیہ کا یہ صدر مقام تھا، اس کے زیر ہوجانے سے شمالی صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ نہایت آسان ہوگیا فضل بن جعفر ہمدانی صوبہ مسینیٰ کے والی کی حیثیت سے یہان مقیم ہوگیا،

اور فتحِ مسینیٰ کے بعد اب بیک وقت دو علاقون مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیان جاری ہوگئین، ایک فضل بن جعفر کی سرکردگی مین انتہائی شمالی زاویہ مین اور دوسری ابوالاغلب کی مرکزی حکومت کے زیرِ اہتمام، انتہائی جنوبی حصہ مین،

جزیرہ کے جنوبی حصہ مین فتوحات، چنانچہ فتحِ مسینیٰ کے بعد ہی اسی سال ابوالاغلب والیِ صقلیہ نے فضل بن

یعقوب سابق سپہ سالار صقلیہ کے لڑکے عباس کی سرکردگی مین صقلیہ کے جنوبی علاقہ مین ایک لشکر روانہ کیا، عباس بن فضل سب سے پہلے شہر محکان پہنچا، یہ جرجنت کے علاقہ مین اس سے کچھ دور پر واقع تھا عباس نے اس پر بآسانی قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ابو الاغلب نے اسی علاقہ کے بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کیلئے فوجین روانہ کین، اس سلسلہ مین سب سے پہلے ۲۲۹ھ ۸۴۳ء مین عباس کی سرکردگی مین ایک لشکر شہر بثیرہ کی طرف روانہ کیا[1]، جو جنوب مین لنتیاذہ اور رغوص کے درمیان ساحل سمندر سے سات میل پر واقع تھا، اور رومیون کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا، جب اسلامی لشکر بثیرہ پہنچا، تو رومی سپہ سالار نے قلعہ کی تمام فوج لاکر سامنے کھڑی کردی، مسلمان فتحمندی کے نشہ سے سرمست تھے، بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا، کہ رومیون کو جوابی حملہ کا موقع بھی نہ ملسکا، اور تھوڑے وقفہ مین دس ہزار سے زیادہ رومی کھیت ہوگئے، اور اسلامی لشکر شہر مین داخل ہوگیا، مسلمانون مین سے صرف تین مجاہد کسی طرح تلوار کے جھٹکے مین پڑکے شہید ہوئے، طرفین کے مقتولین کی تعداد بظاہر تعجب انگیز ہے لیکن ابن اثیر کہتا ہے "صقلیہ مین ایسی جنگ اس سے پیشتر کبھی نہین دیکھی گئی"[2]

جنوبی اٹلی کی مہمین | ادھر مرکزی حکومت بلرم کی سرکردگی مین صقلیہ کے جنوبی ساحل پر فتوحات ہورہے تھے، اسی زمانہ مین ادھر جنوبی اٹلی مین مسلمانون کی جنگی کاروائیان جاری تھین، کیونکہ ۲۲۵ھ ۸۳۹ء مین عربون نے وہان جو ملک فتح کئے تھے، وہ ان کے قبضے سے چند ہی سال مین ایک ایک کرکے نکل گئے، اور عربون نے اون پر نئے سرے سے تاخت شروع کی، چنانچہ ۲۳۲ھ ۸۴۶ء سے پیشتر ایک اسلامی بیڑا حیات مولی اغلب کی سرکردگی مین افریقیہ سے روانہ ہوا، اور باری پر حملہ آور ہوا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا[3]

---

[1] ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ مین محکان کا نام "مسکان" اور بثیرہ کا نام "شرہ" اور "سرہ" چھپ گیا ہے،
[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۰۳ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۷، و نزہتہ المشتاق (ذکر مسینا)
[3] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۷،

مگر اب فتح میسینا کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم مسلمانوں کے لئے نہایت آسان ہوگئی تھی، اب تک وہ بحر طارنین اور آئی اونین کو عبور کرکے اٹلی پہنچتے تھے لیکن اب وہ صرف آبنائے میسینا کو عبور کرکے جدھر چاہتے تیزی سے رخ کرسکتے تھے چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:-

"۸۴۳ھ میں عربوں نے میسینا فتح کرلیا، جس سے وہ ایطالیہ وصقلیہ کے درمیانی راستہ پر کھڑے ہوگئے"[1]

جنوبی اٹلی میں فتوحات

چنانچہ فضل بن جعفر میسینا کے نظم ونسق کے بعد اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، اور ۲۳۱ھ یعنی ۸۴۵ھ میں ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا، اور یہاں کے ایک مشہور شہر طارنت (TARANTO) پر حملہ آور ہوکر اس کو فتح کرلیا، اور اس کے بعد اسلامی لشکر اندرون ملک میں داخل ہوا، ڈیوک بونی فانتو نے مقابلہ کی ناکام کوشش کی، اور نقصانات اوٹھائے، اور عربوں کو کثیر دولت ہاتھ آئی، اور اسی سلسلہ میں ایک مشہور گرجے دیر کوہ قسیس کا قیمتی ساز وسامان بھی ہاتھ آیا، اور ان فتوحات کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر میسینا لوٹ آیا،

طارنت میں اسلامی نوآبادی

اس مہم میں کثیر مال و دولت کے علاوہ طارنت پر مستقل اسلامی قبضہ ہوگیا، اور مسلمانوں نے جنوبی اٹلی میں اپنے قدم ٹیکنے کے لئے یہاں اسلامی نوآبادی قائم کرلی، ابن اثیر کے بیان کے مطابق یہ اسلامی نوآبادی ۲۳۲ھ میں سب سے پہلی مرتبہ قائم ہوئی[2]

اٹلی میں ایک اسلامی حکومت کی تشکیل

اس کے بعد اسی زمانہ میں مسلمانوں کی ایک دوسری حملہ آور جماعت افریقہ سے اٹلی آئی، اس جماعت کو نہ حکومت افریقہ سے تعلق تھا، اور نہ حکومت صقلیہ سے، یہ مجاہدین کی ایک خود رو جماعت تھی، جو خلفون بربری کی سرکردگی میں جو قبیلہ ربیعہ کے موالی میں سے تھا، ملک گیری کے خیال سے افریقہ سے نکلی، اور اٹلی آئی، اور شہر باری پر حملہ آور ہوکر قابض ہوگئی،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۲۰۳، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۴، [3] تاریخ عرب، موسیو سدیو، ط ۲۴۵،

اس کے بعد اسی زمانہ مین اسی قسم کے مجاہدین کا ایک دوسرا گروہ مفرج بن سالم کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا، اس نے بھی یہان حیرت انگیز کامیابی حاصل کی، اور فتوحات حاصل کرتے کرتے ۲۴ قلعون پر قابض ہوگیا،

اسکے بعد یہ دونون جماعتین باہم مل گئین، مفرج سردار تسلیم کیا گیا، اور باری کو صدر مقام بنا کر ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم کرلی،

لیکن چونکہ مفرج افریقہ سے ایک "بحری مجاہد" کی حیثیت سے اوٹھا تھا، اور اسکو حکومت اغلبیہ سے کوئی باضابطہ تعلق نہ تھا، اس لئے اسلامی اصطلاح کے روسے وہ اٹلی مین ایک "متغلب" کی حیثیت رکھتا تھا، جس کی وجہ سے اس کو اقامتِ جمعہ کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا، اس لئے اوس نے تشکیل حکومت کے بعد اوس کو "جائز حکومت" تسلیم کرانے کیلئے بارگاہِ خلافت بغداد سے سندِ حکومت کے حصول کیلئے والیِ مصر سے سلسلہ جنبانی شروع کی، چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

فکتب الی والی مصر یعلمہ خبرہ وانہ لا یری لنفسہ ومن معہ من المسلمین صلاۃ الا بان یعقد لہ الامام علی ناحیتہ ویولیہ ایاھا لیخرج من حد المتغلبین،	فتوحات کے بعد اس نے والیِ مصر سے خط و کتابت شروع کی اور اسکو اپنے تمام کارنامون سے آگاہ کیا، اور پھر اپنی اس حیثیت کو واضح کیا کہ جب تک اسکے لئے کسی امام کا باضابطہ تقرر نہ ہو، اور جب تک کہ اس حکومت کا وہ باضابطہ والی نہ مقرر کردیا جائے، وہ نماز جمعہ بھی قائم نہین کرسکتا، اس لئے اس کو یہ حقوق عطا کرکے متغلبین کی حیثیت سے نکال لیا جائے،

چنانچہ اس کے بعد اس کی حکومت کو ایک جائز حکومت تسلیم کرلیا گیا، اور اُسی نے اٹلی مین

سب سے پہلی جامع مسجد تعمیر کی،

اس کے بعد اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا اور اٹلی کے شہرون اور دیہاتون پر تاختین شروع کر دین جنمین اوسکو وقتاً فوقتاً صقلیہ اور افریقہ کے اسلامی بیڑون سے امداد ملتی رہی، اس کی تاختین مختلف مقامات پر ہوتین، اور اس سلسلہ مین اوسی زمانہ مین غیطہ (GAETA) اور ملفی (MALFI) وغیرہ پر حملہ آور ہوئی، پھر دریائے جاریلیون پر ایک قلعہ بنایا، اور دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک مین داخل ہونا چاہا، لیکن انہین مزاحمت ہوئی، اور پوپ کے حکم سے شہر کے حصار زیادہ بلند کر دیے گئے تو مجاہدین شہر روما پر ٹوٹ پڑے اور یہان سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے دو مشہور گرجون کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور شہر بھی برباد کیے،[۱]

مسٹر اسکاٹ اٹلی مین اسلامی پیشقدمیون کا تذکرہ ایک دلچسپ انداز بیان مین کرتے ہین، اگرچہ اس مین مبالغہ آمیزی بھی شامل ہے، وہ لکھتے ہین:۔

"جن سپاہیون نے افریقہ اور اندلس کی خانہ جنگیون مین اپنے بے رحم پیشے کی وجہ سے نام پیدا کیا تھا، ان کی آزاد بستیان جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوب مین قائم ہو گئین، اون کو وہی شہرت حاصل ہو گئی جو یورپ کے ازمنۂ مظلمہ مین بڑی بڑی سلطنتون کو حاصل تھی نیپلس کی کشتیان بحر اڈریاٹک کے سواحل پر ان کے بحری قزاقون کو لئے پھرتی تھین،

والی افریقہ کے بیڑے نے کئی مرتبہ وینس والون کو بحری جنگ مین شکستین دین، انھون نے اپنی فوجون کو دریائے پو کے دہانہ پر اوتارا، اور یہان سے حدود اسٹریا تک پہنچ گئے، اور جمہوریۂ اٹلی کی تجارت کا رخ دریا سے خشکی کی طرف پھیر دیا، پھر شہر روم کے دروازے تک پہنچ گئے، سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے گرجون کو جو فصیل شہر کے باہر تھے جا کر ویران و برباد کیا، پاپائے مقدس کی سخت توہین و بے ادبی کی، مسیحی اولیاء کے

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷۰، ۲۷۱، ۲ تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵،

تبرکات کے ساتھ وہ گستاخیاں کین، کہ نا قابل بیان ہین، راہبون کو سخت بیرحمی کے ساتھ ذبح کرڈالا، یا صقلیہ کے دلدلون مین کام کرانے کیلئے جوق درجوق لیگئے، اچھوتی راہبات کو پلرمو اور قیروان کے بازارون مین بیچنے کیلئے پکڑ لے گئے،

اگر شہر روم اتنا مضبوط نہ ہوتا کہ اس کا محاصرہ کامیابی کے ساتھ وہ فوج نہ کرسکتی کہ جس کے پاس ایسے شہر کو فتح کرنے کیلئے کلین نہین تھین، تو وہ مقام جو آج مذہب مسیحی کا مرکز بنا ہوا ہے، موذنون کی اذانون سے گونجتا ہوتا، وہان کے گرجاؤن مین عشاء ربانی کے بجائے مسلمانون کی نماز ہوتی، یہ پہلا موقع تھا کہ پوپ کے تقدس کی اس طرح سخت توہین ہوئی تھی،

ان اسلامی فتوحات کے روکنے کے لئے اس زمانہ مین شہنشاہ جرمنی سے بھی مدد لیگئی، مگر کوئی فائدہ نہ پہنچا، اس نے جو کچھ تدبیرین سوچی تھین، وہ اس کے حلیفون کی باہمی مخالفت و معاندت سے پیش نہ گئین، اور جو فوجین شہنشاہ جرمنی نے اٹلی کے لئے بھیجی تھین، وہ چھوٹے چھوٹے بادشاہون اور سلطنت بیزنطی کے باہمی مناقشون مین مشغول رہین، حالانکہ مسلمان جیسے چالاک اور بہادر دشمنون کے مقابلہ کیلئے ان سب کا متفق ہونا سب سے زیادہ ضروری تھا[1]

اٹلی کی اسلامی حکومت کی ایک قدیم مسیحی تصدیق

اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک مسیحی راہب برنارڈ ۲۵۳ھ مطابق ۸۶۷ء مین اٹلی کی اسلامی حکومت مین آیا، اور یہان کے مسلمان والی تک رسائی حاصل کی، اس نے اپنے سفر کے حالات بھی قلمبند کیے ہین، جو چشم دید واقعات پر مبنی ہین، اس سے اس عہد مین اٹلی کی اسلامی حکومت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے، مولانا عبد الحلیم شرر مرحوم نے برنارڈ کا یہ بیان اپنے رسالہ مین نقل کیا ہے، وہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے:-

"مین کوہ گرگانون سے سفر کرکے اور ۱۵۰ میل کی مسافت طے کرکے باری نام ایک شہر مین پہنچا، جو مسلمانون

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۴۶، ۲۴۷،

کے قبضہ مین ہے، یہ اس سے پہلے علاقہ بنی ونٹم مین شامل تھا، یہ شہر سمندر کے کنارے ہے، جنوب کی جانب یکے بعد دیگرے دو بہت ہی چوڑے آثار (؟) کی فصیلون سے اس کی قلعہ بندی کی گئی ہے، مگر شمال کی جانب سمندر سے آنے والون کے سامنے کھلا ہوا ہے، یہان کے حاکم نے جو سلطان کہلاتا ہے، (؟) ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کر دیئے،

ہم باری سے شہر ٹارنٹم (طارنت) کی بندرگاہ مین پہنچے، جو وہان سے ۹۰ میل کی مسافت پر ہے، یہان ہمین چھ جہاز ملے جنھین علاقہ بنی ونٹم کے ۹ ہزار مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، ان مین سے دو جہازون مین جنھون نے پہلے روانہ ہو کر افریقیہ کی راہ لی، تین ہزار قیدی تھے، اس کے بعد جو دو جہاز لنگر اوٹھا کر ٹیونس کو گئے، ان مین بھی اتنے ہی مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، باقی ماندہ دو جہاز جو سب کے بعد روانہ ہوئے ان مین بھی اتنے ہی گرفتاران ایطالیۂ (؟) تھے، ان دونون نے اسکندریہ کی راہ لی، انھی جہازون پر ہم نے بھی سفر کیا، اور ۳۰ دن سفر کر کے وہان پہنچ گئے[1]"

میناکے مضافات مین پیشقدمی اور فتح لنتینی،

فضل بن جعفر نے اٹلی سے واپسی کے بعد اسی سال ۲۳۲ھ مین مینا کے مضافات مین پیشقدمی کی اور سب سے پہلے ایک اہم شہر لنتینی پر حملہ آور ہوا، لنتینی مختلف حیثیات سے ایک مرکزی شہر اور مختلف شہرون کا مرکزی قلعہ تھا، کیونکہ یہ اگرچہ صقلیہ کے شمال مشرق ساحل کے کنارے پر آباد تھا، لیکن اہم شہرون کے وسط مین پڑتا تھا، مثلاً ایک طرف سرقوسہ اس سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، دوسری طرف قطانیہ بھی ۲۵ ہی میل پر تھا، پھر مینا و ۳۴ میل سے زیادہ نہ تھا، انھی وجوہ سے رومیون نے بھی نہایت مضبوط مورچہ بندی کر رکھی تھی، اور پورا شہر ایک قلعہ کی حیثیت مین تھا،

فضل بن جعفر نے یہان پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، لیکن یہ محاصرہ بے سود ثابت ہوا، فصیل کے باہر

---

[1] سفرنامہ برنارڈ در رسالہ صقلیہ مین اسلام، ص ۴۲، ۴۳، ۴۴،

اسلامی لشکر مورچہ قائم کئے ہوئے کھڑا تھا، اور اہل شہر مطمئن طریقہ سے فصیل کے اندر اپنے کاروبار مین مصروف تھے، اور اسلامی لشکر کے محاصرہ کو لائق التفات ہی نہین سمجھتے تھے،

اہل شہر کا یہ طرز عمل فضل بن جعفر کے لئے حیرت انگیز تھا، آخر جاسوسون نے اصل حقیقت کا سراغ لگایا، کہ اہل شہر کے بیرونی تعلقات محاصرہ کے باوجود قائم ہین، اور سالہا سال تک اگر اسی طرح محاصرہ جاری رہے، تو بھی اونکو کوئی گزند نہین پہنچ سکتا، اس لئے فضل خفیہ کوششون مین مصروف ہوگیا، چنانچہ اسی سلسلہ مین اوسکو اہل شہر اور رومی گورنر صقلیہ کے درمیان نامہ وپیام جاری ہونے کی اطلاع ملی، اس کی راز دارانہ طور پر نگرانی کرتا رہا، جس سے رومیون کے تمام آیندہ طرز عمل اور طریق کار کا پتہ چلتا گیا، چنانچہ ان مین باہم یہ خفیہ سازش ہوئی کہ رومی گورنر ایک لشکر لیکر ایک معین دن لینتنی آئے گا، لیکن سرقوسہ سے رومی لشکر کی روانگی کا حال نہایت پوشیدہ رکھا جائے گا، جب یہ لشکر مسلمان محاصرین پر حملہ آور ہو اوسی وقت لینتنی کی محافظ فوج شہر سے نکل کر مسلمانون پر ٹوٹ پڑے، اور اس دو طرفہ حملہ سے اسلامی لشکر کو برباد کردیا جائے، اس خفیہ نامہ وپیام مین شاہی لشکر کے حملہ کا دن اس طریقہ سے مقرر کیا گیا، کہ جس دن وہ لینتنی پہنچے گا، اوس سے تین دن پیشتر سے فلان پہاڑی پر جسکی چوٹی لینتنی مین نظر آتی ہے، شب کے وقت متواتر آگ جلائی جائے گی، اس کے بعد چوتھا دن شاہی فوج کی آمد کا ہوگا، اور اسی صبح کو شہر کی محافظ فوج سامانِ جنگ سے مسلح رہے، اور جس وقت طبل جنگ سنائی دے شہر کے دروازے کھول کے باہر نکل آئے،

فضل نے جاسوسون کی ان اطلاعون سے حسب موقع فائدہ اوٹھایا، اور سب سے پہلے اوسی موعودہ پہاڑی پر اسی ترتیب سے متواتر تین دن آگ جلائی گئی، اور اسی کے ساتھ محاصرین جس مقام پر پڑے تھے، اوس سے کسی قدر پیچھے ہٹ کر ایک کمین گاہ تیار کرائی، ان انتظامات کے بعد جو تھے دن اودھر اہل شہر جوش وخروش سے جنگ کی تیاری مین مصروف ہوگئے، اور ادھر فضل نے ایک مضبوط دستہ

کو کمین گاہ مین چھپا دیا، اور فوج کو ہدایت کردی کہ جب رومی شہر سے باہر آکر حملہ آور ہون تو آہستہ آہستہ پسپا ہوتی جائے،

وقت موعودہ پر رومی شہر سے باہر نکل پڑے مسلمان امیر لشکر کی ہدایت کے بموجب پسپا ہونا شروع ہوئے، یہانتک کہ دونون فوجین اس کمینگاہ سے آگے بڑھ آئین جسمین اسلامی دستہ چھپا ہوا تھا چنانچہ معًا اسلامی دستہ کمینگاہ سے نکل کے رومیون پر اچانک ٹوٹ پڑا، اور ادھر پسپا ہونے والی فوج بھی قدم جماکے پلٹ پڑی اور اس زور کا دو طرفہ حملہ ہوا کہ سینکڑون لاشین زمین پر گر پڑین، رومی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ ہوگیا جب ایک مختصر جمعیت باقی رہ گئی، توانھین ہوش آیا، اور ہتھیار رکھ کر جان و مال کی سلامتی چاہی، فضل نے سب کی جان بخشی کی، معاہدہ مرتب ہوا، اور مسلمان بزور شمشیر فتحیاب ہونے کے باوجود شہر کے مال و دولت سے دستکش رہے، رومیون نے شہر حوالہ کردیا، مسلمان منظفر و منصور شہر مین داخل ہوئے، اور شہر اسلامی حکومت کے قبضۂ و اقتدار مین داخل کرلیا گیا،

صقلیہ مین ایک رومی بیڑے کی آمد اور بربادی حکومت بیزنطی نے مسلمانون کو صقلیہ کے مشرقی حصہ اور جنوبی آٹلی وغیرہ مین مشغول پاکر ۲۲۳ھ/۸۸۲ء مین دس بڑے بڑے جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جو یہان کے بندرگاہ طین (پورٹ فونگو) مین بلرم سے ۷ میل کے فاصلے پر آکر لنگر انداز ہوا، رومی یہان سے پیشقدمی کے لئے روانہ ہوئے مگر یہ ایک غیر معروف بندر تھا، انھین یہان کوئی ایسا راستہ نہین ملسکا، جو مسلمانون کی قیامگاہ یا کسی اسلامی شہر تک انھین پہنچا دیتا، اس لئے واپسی کے قصد سے قسطنطنیہ روانہ ہوگئے، لیکن ابھی راستہ ہی مین تھے کہ سمندر مین سخت طوفان آیا، اور سات جہاز غرقاب ہوگئے، اور باقی تین جہاز خستہ حال قسطنطنیہ پہنچے،

فتح رغوس شمال مشرقی علاقہ مین لینتنی کے زیر ہونے کے بعد حکومت بلرم نے جنوب مشرقی علاقہ مین پھر پیشقدمی کی اور سشیرہ اور سکلہ کے ہمسایہ درمیانی شہر رغوس مین اسلامی لشکر جمع ہوا، رغوس شہر بھی ساحل سمندر سے سات میل اور شہر سشیرہ سے ۱۵ میل پر آباد تھا چنانچہ ۲۲۴ھ/۸۴۸ء مین اس کا محاصرہ کیا گیا اہل

مین تابِ مقاومت نہ تھی، اس لئے مقابلہ کی جرأت نہین کی، اور شہر کو مع تمام مال و متاع مسلمانون کے حوالہ کردینے اور یہان سے ہجرت کرجانے پر آمادہ ہوئے امیرِ لشکر نے ان کی یہ شرط منظور کرلی، اور شہر پر قبضہ کرلیا، شہر مین جو کچھ دولت و ثروت تھی معاہدہ کے مطابق مسلمانون کے ہاتھ آئی، اور اس کے بعد شہر کے استحکامات منہدم کرکے یہان کی جو جو چیزین منتقل کیجاسکتی تھین منتقل کرلی گئین، اور بسا بسایا شہر چند لمحون مین ویران کھنڈر بنگیا،

رومی پایۂ تخت قصریانہ مین سنہ ۲۲۸ھ سے سنہ ۲۳۴ھ تک رومی مقبوضاتِ صقلیہ مین اہم تغیرات ہوگئے، ان کے ممتاز مرکزی شہر اسلامی اقتدار مین آگئے، اور اب ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین آگیا، اور دوسری طرف ولایت مسینی پر مکمل اقتدار حاصل ہوگیا، اس جدید تغیر سے رومیون کا پایۂ تخت سرقوسہ اسلامی مقبوضات سے گھر گیا، شمالی علاقہ مین طبرمین اور قطانیہ اگرچہ رومی مقبوضات مین موجود تھے، لیکن لنتنی پر اسلامی اقتدار کے باعث سرقوسہ سے ان مقامات کا راستہ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا تھا، اسلئے رومی گورنرِ صقلیہ نے حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایۂ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کردیا[1]، قصریانہ کے پایۂ تخت ہوجانے سے حکومت اسلامی صقلیہ اور حکومت بیزنطی صقلیہ کے دارالحکومت بلرم اور قصریانہ دونون باہم متصل ہوگئے،

قصریانہ پر تاخت اسکے بعد سنہ ۲۳۵ھ (۸۴۹ء) مین بلرم سے ایک اسلامی لشکر قصریانہ بھیجا گیا لیکن رومی گورنر شہر پناہ سے باہر نہین نکلا، لشکر نے قرب و جوار کو تاخت و تاراج کیا جو لوگ مزاحم ہوئے، انھین آبِ شمشیر کا مزہ چکھایا گیا، اور اسی سلسلہ مین قتل و غارتگری اور آتش زدگی کے واقعات پیش آئے، جو کچھ مالِ غنیمت ملسکا، اسکو لئے ہوئے اسلامی لشکر بلرم واپس چلا آیا،

والیِ صقلیہ کی وفات قصریانہ سے اسلامی لشکر کی واپسی کے بعد صقلیہ مین ایک اہتم بالشان واقعہ پیش آیا یعنی والیِ صقلیہ ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ نے ۲۰ رجب سنہ ۲۳۶ھ (۸۵۰ء) کو وفات پائی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۳، نزہۃ المشتاق ادریسی، (ذکر شہر لنتنی) اور رغوص وغیرہ و تاریخ تونس حسین بن محمد حوادث سنہ ۲۲۶ھ،

ابو الاغلب کا عہد حکومت

اس نے تقریباً ۱۶ سال حکومت کی، اور مختلف حیثیات سے اس کا عہد حکومت صقلیہ کے زرین عہد مین شمار کیا جاتا ہے ابن الآبار صاحب الحلۃ السیراء لکھتا ہے:-

"ابو الاغلب صقلیہ مین ۲۲۱ھ سے والی تھا، اوس کا نظم و نسق قائم کیا، اور عمر بھر یہ نظم و نسق صحیح حالت مین قائم رہا"

صقلیہ کی مہین اس کے زیر حکومت نہایت تیزی سے جاری رہین، اس کے علاوہ قرب و جوار کے جزیرون کو مطیع کیا، جنوبی اٹلی پر فوجکشی کی، اور فتوحات حاصل کئے، اس کے عہد مین اقتصادی حیثیت سے بھی جزیرہ مین نمایان ترقیان ہوئین، اور اس نے مختلف ممالک سے صقلیہ کے تجارتی تعلقات قائم کئے جب تک صقلیہ مین رہا، خود دار الحکومت مین مقیم رہا، حالانکہ اس کے عہد مین بہ کثرت فوجکشیان ہوئین، اور ہر سال متعدد فوجین مختلف سمتون مین روانہ ہوئین، اور بہت سے اہم مقامات مفتوح ہوئے لیکن لشکر کی کمان خود بہت کم ہاتھ مین لی، اور مدبرانہ شان و شوکت سے زمام حکومت سنبھالے ہوئے فتوحات کے دائرہ کو وسیع کرنے کے ساتھ ملک کی عام ترقی و فلاح و بہبودی مین برابر مشغول رہا، ابن اثیر لکھتا ہے:-

"شہر بلرم مین برابر مقیم رہا، یہان سے کبھی نہین نکلا، اطراف ملک مین لشکر اور فوجی دستے بھیجتا رہا، فتوحات اور مال غنیمت حاصل ہوتے رہے[1]"

اس کے اس شاہی رعب و داب کا اصل باعث جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے یہ تھا کہ وہ والی افریقیہ زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا حقیقی بھتیجا تھا، جو اس کو دل سے عزیز رکھتا تھا، زیادۃ اللہ اسی کے باپ عبد اللہ بن ابراہیم کی وفات کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اگر افریقیہ کی ولایت خاندان کے سن رسیدہ رکن مین منتقل ہونے کے بجائے نسلاً

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۴، الحلۃ السیراء، در اماری ص ۱۳۳، البیان المغرب ابن عذاری، ترجمہ ۱۴۹، ابن اثیر نے مذکورۂ بالا اقتباس اگرچہ محمد بن عبد اللہ کے نام سے لکھے ہین، لیکن جیسا کہ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے، اسکو ابو الاغلب ہی کی ذات سے متعلق سمجھنا چاہئے۔

بعد نسل چلتی تو یہی اپنے باپ کی وفات کے بعد افریقیہ کا جائز وارث قرار پاتا، پھر زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد
اس کا دوسرا چچا ابو عقال فرمانروائے افریقیہ ہوا، اور پھر اس کا چچازاد بھائی ابو العباس محمد بن اغلب سریر
آرائے حکومت ہوا، انھی تین فرمانروایان افریقیہ کے عہد میں یہ صقلیہ کا مستقل والی رہا، اور اگر یہ ولایت صقلیہ پر
سرفراز نہ ہوتا، تو بہت ممکن تھا کہ زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اسی کے ہاتھ میں افریقیہ کی عنان حکومت آتی،
ورنہ اپنے دوسرے چچا ابو عقال کی وفات کے بعد تو ہر حیثیت سے یہی جائز فرمانروا تھا، اور اس وقت تاریخ کے
صفحون مین اس کا نام صقلیہ کے ایک ماتحت گورنر کے بجائے افریقیہ کے ایک خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے
نظر آتا، کیونکہ ابو العباس، بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کا پرپوتا، اور یہ پوتا تھا، یا یون کہا جائے کہ بانی دولت
اغلبیہ ابراہیم کے تمام لڑکون مین سے بڑے لڑکے کا یہ لڑکا تھا، اور یہی اسوقت خاندان مین سب سے سن رسیدہ تھا
اس کے ہوتے ہوئے ابو العباس ولایت افریقیہ کا حقدار نہین ہوسکتا تھا،

یہی اسباب تھے کہ اسکے عہد حکومت مین صقلیہ اور افریقیہ کی حکومتون کے باہمی تعلقات تمام پچھلے اور آئندہ
دورون سے بالکل مختلف رہے گو اصولاً حکومت صقلیہ حکومت افریقیہ کی ماتحت تھی، اور ان دونون کی یہ حیثیت اس
زمانہ مین بھی یہی قائم رہی لیکن پھر بھی عملاً اس کے عہد مین حکومت صقلیہ قطعاً آزاد و خود مختار تھی، اور گویا بانی دولت
اغلبیہ ابراہیم کے لڑکون مین ممالک محروسہ کو تقسیم کر دیا گیا، افریقیہ دوسرے اور تیسرے لڑکے کے لئے اور صقلیہ
بڑے لڑکے عبد اللہ کے لڑکون محمد اور ابراہیم کے لئے وقف کر دیا گیا تھا، چنانچہ مورخین بہ تصریح لکھتے ہین کہ
جب یہ افریقیہ سے ولایت صقلیہ کے لئے روانہ ہوا تو زیادۃ اللہ نے اسکو ایک مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت سے
عنان حکومت تفویض کی تھی، صاحب کتاب اعمال الاعلام کا بیان ہے:-

پس زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابو الاغلب بن عبد اللہ بن ابراہیم کو صقلیہ کا قطعی طور
پر خود مختار فرمانروا بنا دیا، چنانچہ اس کی وفات تک وہان کا تمام جزو کل سب اوسی کے
ہاتھ مین تھا،

ابوالاغلب کی پرورش گہوارۂ شاہی مین ہوئی تھی، اسلئے صفاتِ شاہانہ بھی اوس مین پائے جاتے تھے، خصوصًا جود وسخا اسکے نمایان اوصاف تھے، جب یہ افریقہ سے چلنے لگا، تو اس کے جود و کرم اور سخاوت و فیاضی کے شہرے سے مختلف نواحیِ افریقہ کی ایک خلقت اسکی ہمرکابی کے لئے تیار ہوگئی، اور اسی لئے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، متعدد جہاز اس کے جہاز کے ساتھ صقلیہ پہنچے تھے، صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے:۔

مؤرخ کہتا ہے، اور جب یہ صقلیہ کیلئے روانہ ہونے لگا، تو سوسہ سے بہت سے جہازون کی معیت مین سوار ہوا، کیونکہ مختلف نواحیِ افریقہ سے سوار و پیدل سپاہ اسکے ساتھ ہوگئی تھی، کیونکہ لوگ اوس کے جود و کرم سے بخوبی آگاہ تھے، یہ اپنے عطایا مین اسراف کی حد تک فیاض تھا،

صقلیہ مین بھی یہ اپنے تمام دورِ حکومت مین اسی قسم کی فیاضیان کرتا رہا، ایک معمولی واقعہ اسکی فیاضی کا یون نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ ایک مرتبہ صقلیہ مین اپنے دارالامارۃ کے جھروکہ سے جھانک رہا تھا، سامنے ایک مکان مین ایک عورت کھانا پکاتی ہوئی دکھائی دی، اوس دن اتفاق سے اس نے دو چوزے ذبح کرکے پکائے، اور دیگچی چولھے سے اوتار کر نیچے رکھ دی، ابوالاغلب یہ سب دیکھ رہا تھا، جب وہ عورت کسی طرف چلی گئی، تو ابوالاغلب نے اپنے ملازم کو بلا کر عورت کا مکان دکھایا، اور چپکے سے دیگچی اٹھوالی، جب خوب سیر ہوکر کھا چکا تو دینار کی تھیلی منگوائی اور دیگچی اشرفیون سے بھر کر اوس کے مکان پر پہنچوا دی، اور جب عورت سالن نکالنے بیٹھی، تو وہ اشرفیون سے لبالب تھی[1]،

جانشین | ابوالاغلب ابراہیم کی وفات کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے مجلس شوری منعقد کی، عباس بن فضل امیرِ لشکر کو عارضی طور پر اپنا والی منتخب کرلیا، ابوالاغلب کی وفات اور اس جدید عارضی انتخاب کی اطلاع فرمانروائے افریقہ ابوالعباس محمد بن اغلب کو بھیج دی، اور اسکے ساتھ اس عارضی والی کو اس عہدہ پر مستقل کردینے کی درخواست بھی پیش کی[2]،

[1] کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام دریا دگاری مضامین ج ۲ ص ۱۷۲ و ۲۷۲ [2] ابن اثیر ج ۶ صفحہ ۲۰۴

عباس بن فضل والی صقلیہ (۳)

۲۳۷ھ تا ۲۴۷ھ
۸۵۱ء تا ۸۶۱ء

عباس بھی شاہی خانوادۂ اغالبہ کا ایک رکن تھا، صاحب اعمال الاعلام نے اس کو ابن بربر لکھا ہے[1] اگر اس سے مراد اس کا نسلاً بربری ہونا ہے، تو یہ صحیح نہیں، یہ خانوادۂ اغالبہ کی مشہور شاخ بنو یعقوب کا چشم و چراغ تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، عباس بن فضل بن یعقوب بن المضا بن سوادہ بن سفیان الخ بنو یعقوب ولاۃ اغالبہ کے عالی تباروں میں تھے. ابو العباس موجودہ فرمانروائے افریقیہ عباس کے دادا یعقوب کی کوششوں سے سریر آرائے حکومت ہوا تھا[2] اور جیسا کہ معلوم ہے ۲۲۰ھ میں اس کا باپ فضل بن یعقوب، محمد بن سالم کے بجائے امیر لشکر ہو کر صقلیہ آیا، پھر باپ کی جگہ بیٹے نے امارت لشکر ہاتھ میں لی، اور عباس تقریباً دس

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۹) موجودہ زمانہ کے بعض مورخین اس واقعہ کو مسلمانان صقلیہ کی غداری اور خود رائی سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ اس عہد میں یہی عام طریقہ رائج تھا کہ اگر کسی عہدہ دار کی کوئی جگہ اچانک خالی ہو جاتی، تو فوراً وہ کسی عارضی انتخاب سے پر کر دی جاتی، صقلیہ افریقیہ کے ماتحت تھا، ۱۰۹ھ میں بشر بن صفوان والی افریقیہ نے وفات پائی، تو فوراً ایک عارضی والی منتخب کیا گیا، جس نے وقتی طور پر زمام حکومت سنبھال لی، اسوقت صقلیہ میں بھی یہی پیش آیا تھا، بلکہ آج کل بھی جب سلسلۂ رسل و رسائل میں اسقدر آسانیاں حاصل ہیں ایسے موقعوں پر بھی یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے لیکن اس زمانہ میں مرکزی حکومت کو بروقت اطلاع نہیں پہنچ سکتی تھی، اسلئے مجلس شوریٰ نے یہ عارضی انتخاب کیا، اگرچہ دربار قیروان سے اس کے مستقل کر دینے کی استدعا کی گئی تھی، لیکن اس کے باوجود جب تک قیروان سے فرمان تقرر نہیں آیا، عباس نے بھی اپنے کو عارضی والی تصور کیا، ابن اثیر یہ تصریح لکھتا ہے:-

"فکان العباس الی ان وصل عھدہ لا یغیر و یرسل السرایا و یاتیہ الغنائم فلما قدم الیہ عھدہ بولایتہ خرج بنفسہ"

عباس کو جب تک فرمان تقرر نہیں ملا نظم و نسق کرتا رہا، اور فوجی دستے ادھر ادھر بھیجتا رہا، اور اسکے پاس مال غنیمت آتا رہا، اور جب فرمان تقرر آ پہنچا، تو خود بنفس نفیس لڑائیوں میں نکلنے لگا،

۱؎ اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۲، ۲؎ الحلۃ السیراء در اماری ص ۳۲۸،

برس تک صقلیہ مین اپنی فوجی خدمات انجام دیتا رہا مسلمانانِ صقلیہ نے اسی صلہ مین ولایت صقلیہ کے عہدہ پر اسکو پسند کیا،

افریقہ سے جب تک سندِ ولایت نہین پہنچی یہ عارضی طور پر زمامِ حکومت سنبھالے رہا، البتہ سلسلۂ پیشقدمی کو جاری رکھنے کے لئے برابر ادھر اودھر فوجین بھیجتا رہا، لیکن خود بلرم سے باہر نہین نکلا، کیونکہ اگرچہ مسلمانانِ صقلیہ نے اسکو اتفاقِ عام سے اپنا عارضی امیر منتخب کر لیا تھا لیکن حیلہ جو طبائع ہر جگہ موجود ہوتے ہین، ممکن تھا کہ افریقہ سے تصدیق نہ ہونے کا حیلہ بنا کر لوگ فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے،

فرمانِ ولایت یہان تک کہ ۲۳ شعبان ۲۳۶ھ مین افریقہ سے فرمانِ ولایت آپہنچا، جسمین فرمانروائے افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے مسلمانانِ صقلیہ کے انتخابِ ولایت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور اس کے نام سندِ ولایت لکھکر بھیج دی تھی،

فوجکشی اور فتوحات قلعہ ابی ثور وغیرہ چنانچہ اس فرمان کے پہنچتے ہی اوس نے فوجی نظم و نسق کی طرف توجہ کی، فوج کو دو بری و بحری حصون مین تقسیم کیا، بری فوج کی سپہ سالاری اپنے چچا رباح بن یعقوب کے سپرد کی، جو ایک آزمودہ کار افسر تھا، اور بحری فوج کیلئے اپنے بھائی علی بن فضل کو منتخب کیا،

پھر صقلیہ کے رومی مقبوضات مین عام تاخت و تاراج کے لئے فوجی دستے مرتب کئے، سب سے پہلے مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک دستہ رباح کی سالاری مین روانہ کیا، پھر ایک عظیم الشان لشکر خود اپنی کمان مین لیکر بلرم سے روانہ ہوگیا، اور ایک جگہ خیمہ زن ہو کر فوج کو مختلف حصون مین تقسیم کیا، اور رومی مقبوضات کے مختلف اطراف و جوانب مین چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کر دئے، چنانچہ اسی سلسلہ مین ایک دستہ قلعہ ابی ثور پہنچا، جو اندرونِ صقلیہ مین ایک مستحکم اور پائدار قلعہ تھا، قلعہ بآسانی قبضہ مین آگیا، اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج واپس آگئی،

اس کے بعد عباس نے رومی مقبوضات کے صدر مقام قصریانہ کی طرف پیشقدمی کی، مگر کوئی

مقابلہ کے لئے نہین نکلا، آخر اس کے مضافات سے بہت سامال غنیمت اور قیدیون کو لیکر واپس چلا آیا، یہ واقعات اسی سال ۱۵۲۲۶ھ مین پیش آئے، پھر ۲۲۳ھ ۸۵۸ء مین ایک لشکر کے ساتھ پھر فوجکشی کی، اور قصریانہ آکر ڈیرے ڈال دئے لیکن اس مرتبہ بھی رومی مقابلہ کے لئے نہین نکلے، تو فوج کو لیکر دوسرے رومی مقبوضات کی طرف نکل گیا، جابجا معرکہ آرائیان ہوئین، اور سینکڑون رومی تہ تیغ کئے گئے، جن کے سر تشہیر عام کے لئے بلرم بھیج دئے گئے، نیز رومی مقبوضات کی زراعت نہایت بیدردی سے برباد کیگئی، جو رومی ملگیا، وہ گرفتار ہوا اس طرح عام تاخت و تاراج کے بعد لشکر بلرم واپس آیا،

اسکے بعد ۸۵۹ھ کے موسم گرما مین عباس نے پھر ایک فوجکشی کی، اور رومی مقبوضات کے مشہور شہرون مین پہلے قطانیہ کا رخ کیا، پھر سرقوسہ پہنچا، اس کے بعد نوطس اور پھر وہان سے اپنے مفتوحہ شہر رغوس مین داخل ہوگیا، اس یورش مین بھی ان تمام مقامات اور ان کے مضافات کو بیدردی سے غارت کیا،

اسی اثنا مین اس کو اطلاع ملی کہ باشندگان بثیرہ نے جو ۸۴۴ھ ۲۲۹ مین مطیع ہوئے تھے، علم بغاوت بلند کردیا ہے، عباس نے فوراً بثیرہ کی طرف رُخ کیا، اہل بثیرہ اسلامی لشکر دیکھ کر قلعہ بند ہوگئے، عباس نے فصیل کے نیچے ڈیرے ڈال دئے، اہل بثیرہ نے بھی پامردی سے مقابلہ کیا، اور مسلسل پانچ مہینون تک محاصرہ کی سختیان جھیلتے رہے لیکن بالآخر مقابلہ سے عاجز آگئے، اور حلف اطاعت لیکر شہر حوالہ کرنے پر تیار ہوگئے، عباس نے اہل بثیرہ سے بروایت ابن اثیر ۵ ہزار اور بروایت ابن عذاری ۷ ہزار آدمی بطور تاوان جنگ طلب کئے، باشندون نے شرط قبول کرلی، اور شہر اسلامی مقبوضات مین داخل ہوگیا، اس کے بعد ایک دوسرے غیر معروف مقام سہرینہ پہنچا، اور وہ بھی مفتوح ہوا،

پھر ۸۵۹ھ مین اس نے دوسری پیشقدمی کی، اور مختلف اطراف مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کردئے، جنھون نے رومی مقبوضات کو تہ وبالا کیا، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ فوج واپس آئی،

پھر دوسرے سال ۲۴۱ھ / ۸۵۵ء مین دوبارہ اوٹھا، اور کھیتون کو پامال کیا، فوجی دستون نے اندرونِ ملک مین غارت گری کی، اور خود عباس کسی دشوار گذار پہاڑی مین مقیم رہ کر روزانہ قصریانہ کے گرد حملہ آور ہوتا، اور آبادی کو تباہ و برباد کرتا،

علاوہ ازین انھی دنون صقلیہ کا اسلامی بیڑا علی بن فضل کی قیادت مین بحری جنگ مین مصروف رہا، یہ بیڑا بھی اپنے مقصد مین کامیاب رہا، اور بکثرت مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے[1]،

والی افریقیہ ابو العباس کی وفات

فوجکشیون اور فتوحات کا یہ سلسلہ جاری تھا، کہ والیِ افریقیہ ابو العباس محمد بن اغلب نے یوم دوشنبہ ۱۰ محرم الحرام ۲۴۲ھ / ۸۵۶ء کو وفات پائی، اس نے افریقیہ پر پندرہ سال آٹھ مہینے دس دن حکومت کی، یہ جنگی قوتون کا دلدادہ تھا[2]، جس کی وجہ سے صقلیہ مین بھی اسکے عہد مین فوجی پیشقدمیان بکثرت جاری رہین،

ابو العباس محمد بن اغلب کے بعد اس کا لڑکا ابو ابراہیم احمد اس کا جانشین ہوا،

ابو ابراہیم احمد بن محمد والیِ افریقیہ

۲۴۲ھ - ۲۴۹ھ
۸۵۶ء - ۸۶۳ء

عباس بن فضل کی عہدۂ ولایت پر برقراری

ابو ابراہیم احمد ۲۰ سال کی عمر مین تختِ حکومت پر بیٹھا، اس نے صقلیہ کی ولایت پر عباس بن فضل کو بدستور برقرار رکھا، اور عباس نے اپنی پیشقدمی کا سلسلہ جاری رکھا،

فوجکشی اور قصر جدید و حصن شفلودی وغیرہ کی فتوحات

چنانچہ ۲۴۲ھ / ۸۵۶ء مین بلرم سے ایک فوج لیکر رومی مقبوضات کی طرف روانہ ہوا، اور لوٹ مار کرتا ہوا بہت سے قلعون پر پہنچا، جن مین سے اکثر مفتوح ہوگئے، اور

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۰ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۰، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۷ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۱،

بعض نے مختلف شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد بلرم لوٹ آیا،

پھر ۲۵۲ھ میں اسی طرح قصریانہ پہنچا، اس مرتبہ رومی گورنر خلاف معمول شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوا، جنگ شروع ہوئی، بہت سے رومی کام آئے، اور پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو گئے،

عباس قصریانہ میں رومیون کے قلعہ بند ہو جانے کے بعد حسب معمول رومی مقبوضات میں نکل گیا اور اس سلسلہ مین سرقوسہ اور طرمین کے نواح مین تاخت کی، فصلین تیار تھین جسقدر لوٹ سکا لوٹ لیا، اور جو کھیت باقی رہ گئے، اون مین آگ لگا دی،

اسکے بعد ایک مقام قصر حدید پہنچا، یہان رومیون کی بہت بڑی آبادی موجود تھی، جو عباس کے پہنچتے ہی قلعہ بند ہو گئی، عباس نے محاصرہ کر لیا، اہل قلعہ دو مہینے مین عاجز آگئے، اور ۱۵ ہزار دینار دیکر صلح کرنی چاہی، لیکن عباس نے اسکو مسترد کر دیا، پھر کچھ دنون محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا، اہل قلعہ بھی جرأت سے محاصرہ کی سختیان برداشت کرتے رہے، آخر تاب مقاومت باقی نہین رہی، اور رومیون کو اندیشہ ہوا کہ اگر قلعہ مین اسلامی لشکر اپنے زور بازو سے داخل ہوا تو ایک سپاہی بھی زندہ نہ چھوڑا جائیگا، اسلئے انھون نے صلح کی دوبارہ درخواست پیش کی کہ محصورین مین سے دو سو آدمیون کی جان بخشی کیجائے، ان کے علاوہ پورا قلعہ اپنے تمام محافظ سپاہیون کے ساتھ پیش ہے،

عباس نے یہ شرط منظور کر لی، اور اسلامی لشکر قلعہ مین داخل ہو گیا، اور دو سو منتخب رومیون کو مستثنیٰ کر کے قلعہ مع محافظ فوج کے مسلمانون کے قبضہ مین آگیا، اسکے بعد عباس نے قلعہ کو مسمار کر دیا، اور قیدیون کو بلرم لے آیا، اور یہین وہ فروخت کئے گئے،[1]

اس کے بعد حصن شفلودی پہنچا، یہان اہل قلعہ سے اس شرط پر صلح ہوئی، کہ تمام باشندے قلعہ سے نکل جائینگے، اور وہ قلعہ منہدم کر دیا جائے گا، چنانچہ عباس نے قلعہ کے خالی ہونے کے بعد

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۱، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۱

اس کو بھی مسمار کردیا،

پھراس کے دوسرے سال ۲۴۴ھ ۸۵۸ء مین عباس نے حسب معمول نئی فوجکشی کی، اور قصریانہ اور سرقوسہ کے نواح مین غارت گری کی، اسی کے ساتھ اسکو بحر روم مین ایک رومی بیڑے کے منڈلانے کی اطلاع ملی، چنانچہ علی بن فضل امیر البحر کی سرکردگی مین ایک بحری مہم بھی انجام پائی، اسلامی بیڑے نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، رومیون کا یہ بیڑا چالیس جہازون پر مشتمل تھا، اور اس کا امیر البحر جزیرہ اقریطیس کا کوئی رومی سردار تھا، دونون مین گھمسان کی جنگ ہوئی، اسلامی بیڑا فتحیاب ہوا، اور رومیون کے دس جہاز مع رومی سوارون کے گرفتار کرلئے گئے[1]،

فتح قصریانہ عام فوجکشی کا یہی سلسلہ جاری تھا، کہ اسی سال ۲۴۴ھ ۸۵۹ء کے موسم سرما مین ایک اسلامی دستہ قصریانہ گیا، اور ایک اتفاقی واقعہ سے قصریانہ کی ناقابل تسخیر مہم سرانجام پائی،

یہ دستہ قصریانہ کے مضافات مین لوٹ مار کر واپس آرہا تھا کہ راستہ مین چند رومی مل گئے، اور انھین گرفتار کرلیا، اور ان کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ یہ قیدی مقتل مین باری باری لائے جاتے، اور قتل کئے جاتے، ان گرفتاران بلا مین قصریانہ کا ایک معزز باشندہ بھی تھا، جب اوس کے قتل کی باری آئی، اور سر مقتل لایا گیا، تو اوس نے چلاّ کر کہا "مجھے قتل نہ کرو، مین تم لوگون کو ایک مفید مشورہ دون گا" سپاہیون نے اس راز کو معلوم کرنا چاہا، لیکن ناکام رہے، آخر اوسکو عباس کے پاس لے آئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۰، ونہایۃ الارب نویری درامار ی ص ۴۳۱، وابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری نے اس بحری حملہ کو دوسرے رنگ مین لکھا ہے اسکے بیان کے مطابق علی بن فضل جزیرۂ اقریطس پر حملہ آور ہوا، اور ناکام ہوکر ۲۰ جہاز ضائع کردئے، ہوسکتا تھا کہ یہ کوئی جداگانہ واقعہ اسی سال پیش آیا ہو لیکن اقریطس ۲۱۱ھ سے ۳۵۰ھ تک دولت عباسیہ کا ایک مقبوضہ جزیرہ رہا ہے، رومیون نے ۳۵۰ھ مین ۹ مہینے کے محاصرے کے بعد اسکو زیر کیا ہے (دیکھو معجم البلدان ج ۱ ص ۳۱۱ طبری ج ۳ ص ۱۰۹۲ وابن اثیر ج ۸ ص ۲۸۲) اسلئے اس عہد مین وہ ممالک محروسہ اسلامیہ مین داخل تھا، اس پر حملہ آوری کے کیا معنی ہوسکتے ہین؟

عباس سے اوس نے کہا اگر جان و مال اور اہل و عیال کی جان بخشی ہو تو ایک مفید مشورہ پیش کرون، پوچھا گیا وہ کیا؟ کہنے لگا "مین قصریانہ پر قبضہ کرا دونگا، آج کل موسم سرما ہے، برف باری شدت سے ہو رہی ہے، اسوقت یہان کے لوگ اسلامی حملہ کے خطرہ سے مطمئن ہو کر بالکل غیر مسلح ہین، اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کر دیجائے، تو اس کو شہر مین پہنچا دون"

قصریانہ کے قدرتی جغرافی حدود اور اس کی ناقابل تسخیر فصیل سد سکندری سے کم نہ تھی، عباس نے اس معزز رومی کا بیان سنتے ہی اس کی جان بخشی کی، اور اس کو ایک محافظ دستہ کے سپرد کیا، اور خود فوجکشی کی تیاری مین مصروف ہو گیا، اور مجاہدین مین سے دو ہزار سپاہی اور ایک دوسری روایت کے رو سے ایک ہزار سات سو سپاہی منتخب کئے، جنمین ایک ہزار سوار اور سات سو پیدل تھے، اور ہر دس سپاہی پر ایک افسر مقرر کیا، اور اسی ترتیب سے اس لشکر کو اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہو گیا، لیکن فوج کے کسی سپاہی کو اس کی خبر نہین کہ یہ سفر کس قصد سے ہے، اور اس کوچ کی آخری منزل کہان ہے، اور خصوصاً فوج کو زیادہ حیرت اس لئے تھی کہ اس وقت موسلا دھار پانی برس رہا تھا، اور اور نہایت شدت سے پالا بھی پڑ رہا تھا، لیکن منتخب لشکر نہایت تیزی سے کوچ کرتا رہا، آخر سفر کی ایک منزل پہنچی، عباس نے یہان پہنچکر قیام کیا، یہان رات اچھی طرح سے آچکی تھی، یہان پہنچکر اس نے ان بہادرون مین سے بھی چند نہایت کارآزمودہ شجاع منتخب کئے، اور ان کو صقلیہ کے سپہ سالار رباح بن یعقوب کے زیر علم دیا، اور رباح اسی رومی کو دلیل راہ بنا کے اصل مہم پر روانہ ہو گیا،

رباح نے سب سے پہلے اس رومی کی نگرانی کا مکمل انتظام کیا، پھر اسی کی رہنمائی مین آگے بڑھا، قصریانہ جیسے جیسے قریب آتا گیا، یہ مختصر دستہ بھی آہستہ آہستہ بالکل ہلکے ہلکے قدم اوٹھاتے ہوئے قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پہنچ گیا،

اب رومی سردار کی رہبری کا وقت آیا، اس نے پہاڑی کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کرکے اس پر چڑھنے کی ہدایت کی، پہاڑی کا وہ حصہ نہایت دشوار گذار تھا چٹانین بالکل سیدھی سپاٹ اور کھڑی تھین، رباح نے سیڑھیون کا انتظام کیا اور پوری جمعیت اوپر پہنچ گئی، اوپر کچھ ناہموار چٹانین تھین، وہ راستہ آسانی سے طے ہوا، اور پھر اوسی طریقہ سے سیڑھیون کے ذریعہ سے پہاڑی کے دوسری جانب اوتر پڑے، اور تقریبًا صبح کاذب کے وقت داخلی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گئے، یہ دشوار گذار راستہ اس قدر سکون سے طے ہوا، کہ شہر پناہ کی محافظ فوج کی خوشگوار نیند مین کوئی خلل نہین پڑا، اور مجاہدین ان کو اسی حال مین چھوڑکر آگے گذر گئے،

اس کے بعد داخلی شہر پناہ کے مرحلہ کو طے کرنا تھا، رومی سردار نے ایک نالہ دکھایا جس سے شہر بھر کی غلاظت بہ کر باہر نکلتی تھی، مجاہدین کے لئے یہ نہایت کٹھن منزل تھی، رباح جرات سے خود آگے بڑھا، اور دفعتًہ پو پھٹتے ہی پوری اسلامی جمعیت صبح صادق کے وقت شہر کے اندر پہنچ گئی، سارا شہر غافل سو رہا تھا مسلمانون نے پہنچتے ہی نعرۂ تکبیر مارا، اور تلوارین علم کرلین، اور بڑھ کر شہر کے دروازن کے محافظ سپاہیون کو موت کے گھاٹ اوتارا، اور دروازے کھول دئے، اودھر عباس سارے لشکر کے ساتھ باہر کھڑا انتظار مین تھا، دروازہ کھلتے ہی سب اندر گھس پڑے، اور کشت وخون کا بازار گرم ہوگیا، اور اس کے ختم ہونے کے بعد قصریانہ کی کنجی عباس کے ہاتھ مین آگئی، یہ واقعہ یوم پنجشنبہ ۱۵ شوال ۲۴۴ھ مین پیش آیا، جس وقت لڑائی ختم ہوئی، صبح کی نماز دوگانہ کا وقت باقی تھا، جوش وخروش سے اذان پکاری گئی، اور مجاہدین عجز ونیاز سے بارگاہ ایزدی مین حاضر ہوکر اسی نماز دوگانہ کیساتھ سجدۂ شکر بجا لائے، جو سرزمین قصریانہ پر خدائے واحد کا سب سے پہلا سجدہ تھا،

مقتولین اور اسیران جنگ

قصریانہ حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت تھا، اور اسی پایۂ تخت مین صقلیہ کے چیدہ معززین، بطارقہ، امراء، رؤسا، اور بیزنطی شہزادے موجود تھے، جو قصریانہ کی اس آخری معرکہ آرائی

مین سرفروشانہ میدان مین آئے اور مسلمانون کے آب شمشیر سے سیراب ہوئے،

ان مقتولین کے علاوہ بہت سے معززین روم گرفتار کئے گئے جنمین ایسے نوعمر شہزادے شاہزادیان بھی تھین جنھین سلطنت روما کے شاہی خاندان نسے نسلی تعلق تھا، اور جنھون نے روما کی بہترین گہوارۂ تہذیب مین ناز ونعم سے پرورش پائی تھی، جس وقت وہ اسلامی لشکر مین گرفتار ہوکر آئی ہین، نہایت پرتکلف لباس اور قیمتی زیورون سے آراستہ تھین،

مال غنیمت اسی کے ساتھ پورے جزیرۂ صقلیہ مین قصریانہ ایک ناقابل تسخیر شہر شمار کیا جاتا تھا، اسلئے یہ رومیون کا ایک محفوظ خزانہ بھی تھا، تمام رومی وبیزنطی عمائدین، بطارقہ، رؤسا، اور امرا اسی محفوظ قلعہ مین اپنے تمام زر وجواہر کے انبار کے ساتھ قلعہ بند تھے، اور چونکہ مسلمانون کی آمد بالکل ناگہانی تھی اس لئے یہ لوگ اپنی دولت وثروت کہین منتقل نہ کرسکے تھے، اور یہ تمام انبار مسلمانون کے ہاتھ آیا جس کے متعلق عرب مورخین کا یہ آخری فقرہ ہے کہ "اسکی فراوانی کی کوئی حد ونہایت ہی نہین تھی"، اور اسی پر مسٹر اسکاٹ بادیدۂ پرنم لکھتے ہین:-

"شہر کی فصیل کو محفوظ دیکھ کر تمام مسیحی عمایدو رؤسا جزیرۂ صقلیہ کی باقی دولت لے کر جمع ہوگئے تھے یا دریون کا وہ جمع جتھا، جو صدیون سے اونھون نے اپنے معتقدون کو ڈرا دھمکا کر وصول کیا تھا، یا خود معتقدین سے نذرین لیکر جوڑا تھا، اس شہر کو محفوظ سمجھکر یہان لاکر رکھا تھا، تمام وکمال فاتحین کے ہاتھ آگیا، مال غنیمت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہین لگ سکتا صقلیہ بھر مین کوئی نجیب و شریف خاندان ایسا باقی نہ تھا جو اپنے کسی عزیز دوست کی گرفتاری یا موت سے سوگوار نہ ہوا ہو، ان امرا کے نیٹے جن کا سلسلہ نسب اراکین سلطنت روم تک پہنچتا تھا، نہایت بیرحمی سے یا تو قید خانون مین پہنچا دئے گئے تھے، یا کسی مسلمان فوجی افسر کے حرم سرا مین بطور غلام کے داخل کر لئے گئے، قصریانہ کا ہاتھ سے نکل جانا وہ مصیبت تھی کہ جب سے شرقیین (مسلمانون) نے جزیرۂ صقلیہ مین قدم

رکھا تھا، اتنی بڑی مصیبت کبھی نہین پڑی تھی،،

اس وافر مال غنیمت اور ان بیشمار اسیران جنگ مین سے حسب اصول پانچوان حصہ حکومت اغلبیہ افریقیہ کو بھیجا گیا، اور باقی تمام مال غنیمت اور اسیران جنگ حکومت صقلیہ کے قبضہ مین آئے، حکومت صقلیہ نے اوس کو کچھ مجاہدین مین تقسیم کیا، اور کچھ حصہ صقلیہ کے خزانۂ عامرہ مین داخل ہوا، اور کچھ تحائف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے پاس دار الخلافت بغداد بھیجے گئے، جن مین ایسی نوجوان شاہزادیان بھی تھین، جن کے شاہانہ اعزاز واکرام عزت وتمکنت اور نسلی وخاندانی امتیازات اسی کے شایان شان تھے کہ وہ بارگاہ خلافت مین شرفیاب کیجائین[1]،

تعمیر جامع مسجد فتح قصریانہ کے بعد عباس نے یہان ایک جامع مسجد کی بنیاد ڈالی، کہاجاتا ہے، کہ مسلمانون نے قصریانہ کے گرجے کو مسجد بنالیا، لیکن ہمارے عرب مورخین اس معاملے مین خاموش ہین، یون اگر کوئی گرجا مسجد بنایاجاتا، توسب سے پہلے وہان کے سب سے بڑے گرجے کو جامع مسجد مین منتقل کیاجاتا، لیکن عباس نے تمینا دتبر کا جامع مسجد کی بنیاد اس میدان مین ڈالی، جہان یوم

---

[1] اگرچہ صقلیہ کی ان فتوحات کو خلافت عباسیہ سے براہ راست کوئی خاص تعلق نہین لیکن حکومت اغلبیہ افریقیہ خلفائے عباسیہ کی باجگذار تھی، اور صقلیہ کے یہ فتوحات اسی کی سرکردگی مین انجام پاتے تھے، علاوہ ازین خلفائے عباسیہ کو تمام عالم اسلامی مین مذہبی تفوق حاصل تھا، اس لئے ان مناسبتون سے صقلیہ کو بھی خلافت عباسی سے ایک لگاؤ قائم تھا، اس لئے حکومت صقلیہ نے یہان کے دواہم موقعون پر جو فتح صقلیہ کے یادگار مواقع ہین، فتوحات کے ہدیے دار الخلافت بغداد بھی بھیجے، جن مین پہلا ہدیہ مامون کی خدمت مین اس وقت پیش ہوا، جب اسد بن فرات نے یہان پہلی کامیابی حاصل کی اور یہ دوسرا ہدیہ اس وقت بھیجا جارہا ہے، جب حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایہ تخت مفتوح ہوا ہے، ورنہ صقلیہ کی ان مہمون مین عملاً خلفائے عباسیہ کو کوئی دخل نہیں تھا، صرف حکومت اغلبیہ افریقیہ خودمختارانہ طریقہ سے یہان کی سیاسیات کی نگران تھی، اور وہی یہان کے منافع حکومت اور مال خمس کی بھی حقدار تھی، خلفائے عباسیہ اپنے خراج کی رقم براہ راست حکومت اغلبیہ سے وصول کرتے تھے،

فتح مین صبح کی نماز ادا کی گئی تھی، مسلمان وہان پنجشنبہ کو پہنچے تھے، اس کے دوسرے ہی دن ۱۷ شوال یوم جمعہ تھا، چنانچہ اسی میدان مین مصلائے امام کے نزدیک منبر بنا کر خطیب نے خطبہ دیا اور پھر اسی مصلے پر کھڑے ہو کر نماز جمعہ ادا کی گئی، اور اسی مقام پر اس وقت تک جامع مسجد قائم رہی جبتک کہ قصریانہ پر اسلامی پرچم لہراتا رہا[1]

حکومت بیزنطی کا انتقامی حملہ اور ناکامی حکومت بیزنطی قسطنطنیہ اگرچہ ابتک صقلیہ مین اسلام کی روز افزون طاقت کا اپنی بساط کے مطابق مقابلہ کر رہی تھی، اور صقلیہ کے رومیون کو بوقت ضرورت قسطنطنیہ سے برابر کمک آتی رہی، لیکن قصریانہ کے نکل جانے سے قسطنطنیہ مین عام تہلکہ مچگیا اور اس کا انتقام لینے کیلئے تین سو جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحل باسفورس سے صقلیہ روانہ ہوا اور سرقوسہ کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا، جو قصریانہ کے مفتوح ہونیکے بعد پھر صقلیہ کی حکومت بیزنطی کا دار الحکومت قرار پایا تھا،

اودھر عباس جو قصریانہ کے ابتدائی انتظامات مین مصروف تھا، خبر لگتے ہی روانہ ہوا، بیزنطی لشکر ساحل پر ابھی اوترا ہی تھا، کہ عباس نے وہین سرقوسہ کے میدان مین اس کا راستہ روک لیا اور لڑائی شروع ہو گئی، جنگ کا خاتمہ رومیون کی ہزیمت پر ہوا، بہت سے رومی قتل ہوئے، جو بچ رہے بدحواس ہو کر فرار ہوئے، عباس نے تعاقب کیا، اور فوج کا کثیر حصہ کاٹ کے میدان مین ڈال دیا، رومی جان بچا کر جہاز پر سوار ہوئے، عباس نے جہازون کا تعاقب کیا اور سو جہاز گرفتار کر لئے اس طرح رومیون کا یہ پورا بیڑا تہ وبالا ہو گیا، مجاہدین مین سے تو صرف تین آدمی بیزنطی تیراندازون کا نشانہ بنے، لیکن رومی فوج کے دستے کے دستے تباہ ہو گئے، اور جو باقی بچے بے نیل مرام قسطنطنیہ لوٹ گئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۰، ۲۰۲، اعمال الاعلام دریاد گاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب نویری درامار ی حوادث ۲۴۴ھ ص ۳۴۴، کتاب المونس ص ۴۹، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۹،

حکومت اسلامی کی مدافعانہ تیاریاں

جب عباس نے حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا یہ جذبۂ انتقام دیکھا تو مدافعانہ تیاریاں بھی شروع کر دین، سب سے پہلے قصریانہ کی جو نو مفتوح شہر تھا، فوجی طاقت مستحکم کی، اور شہر پناہ کے نیچے جا بجا مضبوط محافظ دستے متعین کر دئے کہ ہمہ وقت تیار رہین،

فوجکشی

شہر کی حفاظت کے بعد پھر بقیہ رومی مقبوضات کی طرف از سر نو توجہ کی، اور عام پیشقدمی کا سلسلہ جاری کرنا چاہا، چنانچہ ۲۴۶ھ سے پھر یہ سلسلہ شروع ہوا، اور اس سال چند قلعے شطر، ابلا، ابلا طنو، بلوط، اور قلعہ عبد المومن وغیرہ قبضہ مین آئے،

اگرچہ ان مین سے بعض قلعے اسلامی اقتدار مین پہلے داخل ہو چکے تھے، لیکن موقع پا کر سرکشی اختیار کر لی تھی، چنانچہ عباس ان مین سے جہان پہنچا، رومیون نے مقابلہ کیا، اور سب بزور شمشیر مفتوح ہوئے،

ایک اور بیزنطی بیڑا

فوجکشی کا یہ سلسلہ جاری تھا، اور اسلامی لشکر قلعہ عبد المومن مین مصروف کار تھا، کہ عباس کو ایک دوسرے بیزنطی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی، یہ بیزنطی لشکر بھی قسطنطنیہ سے آیا تھا، اور اپنی پہلی ہزیمت کا انتقام لینا چاہتا تھا، اور اسی لئے یہ لشکر بھی قسطنطنیہ سے بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا اور عام معززین روم نے اپنے باہمی اندرونی اختلافات کو مٹا کر مجموعی حیثیت سے اس مین شرکت کی تھی، عباس نے پھر بڑھکر راستہ روکا، اور مقام جفلودی پر دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، یہ جنگ پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ رومیون نے بھی داد شجاعت دی، اور بڑی پامردی سے لڑے، لیکن نوجوانان عرب کے بڑھتے ہوئے حوصلون کا مقابلہ نہ کر سکے، اور اگرچہ دونون مین اس قدر کشت و خون ہوا کہ ساری سرزمین جفلودی لالہ زار بن گئی، لیکن بالآخر اس جنگ کا خاتمہ بھی رومیون کی ہزیمت پر ہوا، اور پسپا ہو کر دار الحکومت سرقوسہ مین پناہ گزین ہو گئے، اور ادھر عباس اپنی فوج لیکر قصریانہ لوٹ آیا،

قصریانہ کا دوبارہ استحکام اگرچہ تازہ دم بیزنطی لشکر کو نہایت ذلت آمیز شکست ہوئی تھی، لیکن اس کا جسقدر حصہ بچ رہا تھا، اور رومیون کی جسقدر فوج صقلیہ مین موجود تھی، عباس کو ان سے قصریانہ کے حملہ کا اندیشہ ہوا، اس لئے یہان پہنچتے ہی نئے سرے سے فوجی استحکامات کی دیکھ بھال کی اور جو جو غیر محفوظ مقام سمجھے جا سکتے تھے، نہایت عجلت سے ان کی از سر نو تعمیر کی، اسکے علاوہ اور خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی، اور جا بجا فوج متعین کی جو پورے شہر کی حفاظت کیلئے کافی ہو سکتی تھی،

عباس کا آخری سفر اس کے بعد ۲۴۷ھ ؁ ۸۶۱ء مین عباس بیزنطی لشکر سے نبرد آزمائی کیلئے سرقوسہ روانہ ہوا، نواحِ سرقوسہ مین کچھ مالِ غنیمت حاصل کیا، پھر عیدان قرقنہ کو تاخت و تاراج کرنے چلا لیکن ابھی راہ ہی مین سفرِ آخرت پیش آگیا، اور صرف تین دن کی علالت مین ۳ر جمادی الاخری ۲۴۷ھ ؁ ۸۶۱ء یوم جمعہ کو اس اولوالعزم والی نے آنکھین بند کرلین مسلمانون نے نماز جنازہ پڑھ کر وہین پر سپردِ خاک کردیا، اور پھر اسلامی لشکر وہان سے بلرم واپس چلا آیا،

عباس کا دورِ حکومت عباس نے گیارہ سال فرمانروائی کی، وہ خود ایک فوجی جنرل تھا، اس لئے اس کے عہد حکومت کی نمایان خصوصیت بھی فوجی پیشقدمیان رہین، اس کا دستور تھا کہ تقریباً ہر سال گرمی اور سردی کے دونون موسمون مین دو مرتبہ پیشقدمیان کرتا، صقلیہ ایک زرعی ملک تھا، اسلئے یہ دونون موقع ایسے ہوتے تھے کہ سال کی دو فصلین کھیتون مین تیار رہتین، اور یہ اپنی فوجکشی سے رومی علاقہ کی تمام زراعت حاصل کرلیتا، اور جو غلے کھیتون مین باقی رہ جاتے، انھین برباد کردیتا، اور اسکی اسی حکمتِ عملی کے باعث صقلیہ کے رومی مقبوضات کے باشندے اس سے تھرا اوٹھے تھے، اور اسی لئے ہر موقع پر اسکو نمایان کامیابیان بھی حاصل ہوتی گئین اگرچہ یہ افسوسناک امر ہے کہ اسکی سخت گیر حکمت عملی مین غارتگری آتش زدگی اور قتلِ اسارٰی سب داخل تھے،

عباس کی لاش سے رومیون کا بزدلانہ انتقام

اور اس کی اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ صقلیہ کے رومیون کو اس سے شدید بغض و عناد پیدا ہو گیا تھا، اور جب وہ اس کی زندگی مین اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو اس کی موت کے بعد اس کے جسد بے روح سے انتقام لینا چاہا، اور ایسی بزدلانہ حرکت کا ثبوت پیش کیا، کہ یورپ کے اہل قلم بھی رومی تہذیب کے اس مظہر پر سرنگون ہین،

چنانچہ عباس کے مدفن سے اسلامی لشکر کی مراجعت کے بعد ان مہذب رومیون کی ایک جماعت پہنچی، اور قبر سے اس کی لاش نکالی اور آگ مین جلا کر خاکستر کر دیا[1]

جانشین

مسلمانان صقلیہ نے عباس کی وفات کے بعد اس کے چچا احمد بن یعقوب کو عارضی طور پر اپنا امیر منتخب کر لیا، اور اس کی اطلاع دربار افریقیہ کو دیدی،

احمد بن یعقوب والی صقلیہ (۴)

سنہ ۲۴۷ھ

ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب فرمانروائے افریقیہ نے مسلمانان صقلیہ کی خواہش کے مطابق احمد بن یعقوب کو عہدۂ ولایت پر نامزد کر دیا، اور فرمان ولایت لکھ کر بھیجدیا، احمد بن یعقوب اگرچہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب اور دربار قیروان کے فرمان تقرر سے عہدۂ ولایت پر سرفراز ہوا تھا لیکن

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۲، ۴۳، ۳۴۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲ نہایۃ الارب حوادث سنہ ۲۴۷ھ درامارمی ص ۳۴۳ و اخبار الاندلس و کتاب المونس وغیرہ عباس کی تاریخ وفات مین ان مورخین کا متفقہ بیان ہے لیکن بعض مورخین کے بیانات ان سے مختلف ہین، جنھین ہم نے نظر انداز کر دیا، کیونکہ ان مین جزوی اختلافات ہین، مثلاً ابن عذاری نے [2] جمادی الاولی لکھا ہے، اسی طرح حسین بن محمد بن وادران کی تاریخ تونس مین سنہ وفات سنہ اربعین و مائتین سنہ ۲۴۰ھ ہے، مگر یہ غالبًا کتابت کی غلطی ہے، اور لفظ "سبع" چھوٹ گیا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب مین یہ واقعات حوادث سنہ ۲۴۲ھ مین درج کیے ہین، جنمین سنہ ۲۴۲ھ سے سنہ ۲۵۸ھ تک کے واقعات ہین [2] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۲ و نہایۃ الارب حوادث سنہ ۲۴۷ھ درامارمی صفحہ ۳۴۳

اس کی اور مرحوم والی عباس کے لڑکے عبداللہ کی باہمی چشمک سے اس کو اس خدمت سے مجبوراً عبداللہ بن عباس کے حق مین بہت جلد سبکدوش ہو جانا پڑا، چنانچہ اوس کو عنانِ امارت سپرد کرکے واقعہ کی اطلاع افریقیہ بھیج دی،

عبداللہ بن عباس قائم مقام والی

عبداللہ بن عباس نے اپنے اس قائم مقامی کے زمانے مین فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ شروع کرنا چاہا، اور امارتِ لشکر پر رباح کو بدستور باقی رکھا،

فوجکشی اور فتوحات

چنانچہ اسی کی سرکردگی مین فوجین روانہ ہوئین، اور اکثر مقامات پر کامیاب ہوئین اور ان مہمون مین کثیر تعداد میں مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، لیکن اسی سلسلہ مین کسی مقام پر یہ واقعہ پیش آیا، کہ رباح اپنی فوج کے ساتھ رومیون سے برسرپیکار تھا، کہ اسلامی لشکر کے قدم اوکھڑ گئے، اور اس کا ایک دستہ رومیون کے ہاتھ گرفتار ہو گیا، اور پھر رومیون نے ایسی یورش کی کہ رباح کا علم اور فوجی طبل چھن گئے اور خود پسپا ہونے پر مجبور ہوا،

اس کے بعد ایک شہر جبل ابی مالک پر حملہ آور ہوا، اور یہ حملہ کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قبضہ مین آ گیا، ابھی اس کو اپنی پچھلی شکست بھولی نہ تھی، جوشِ انتقام مین شہر کے تمام باشندون کو گرفتار کر لیا، اور پورا شہر جلا کر خاکستر کر دیا،

اس کے بعد مختلف اطراف مین فوجین روانہ ہوئین، اور بعض مقامات قبضہ مین آئے، جنہین سے قلعہ ارنیین اور قلعہ مشارعہ کے نام تاریخون مین ملتے ہین،

عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی کا خاتمہ اور اسکے اسباب

عبداللہ بن عباس کو عنانِ حکومت ہاتھ مین لئے ہوئے پانچ مہینے گذرے تھے کہ اس کی قائم مقامی کا زمانہ ختم ہو گیا، اس نے اپنے مختصر دورِ حکومت مین صقلیہ مین جو خدمات انجام دئے تھے، اس کے لحاظ سے یہ ممکن تھا کہ فرمانروائے افریقیہ مسلمانانِ صقلیہ کی خواہش کا لحاظ کرکے عبداللہ بن عباس کو مستقل والی بنا دیتا، لیکن احمد بن یعقوب دربارِ قیروان

کا نامزد والی تھا، عبداللہ بن عباس نے اوس کو عملاً معزول کر کے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تھی، اس لئے[1]

والیِ افریقیہ نے عبداللہ کے مستقل تقرر کو منظور نہیں کیا، اور شاہی خاندان اغلبیہ کے ایک دوسرے

آزمودہ کار ممتاز رکن خفاجہ بن سفیان کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا[1]،

خفاجہ بن سفیان والیِ صقلیہ (۵)

۲۴۸ھ - ۲۵۵ھ / ۸۶۲ء - ۸۶۸ء

خفاجہ شاہی خاندان اغلبیہ کا ممتاز رکن تھا، اس کا سلسلہ نسب یوں ہے، ابن سفیان بن

سوادہ بن سفیان، یہ سفیان، غلب کا بھائی تھا، چنانچہ خفاجہ کا سلسلہ نسب سفیان سے پھر یوں چلتا ہی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۸ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۳ و نہایۃ الارب فی فنون الادب حوادث ۲۴۷ھ و اماری ص ۳۴۳

احمد بن یعقوب اور عبداللہ بن عباس کے متعلق مورخین کے بیان میں اضطراب ہی، ابن اثیر، ابن خلدون، ابو الفدا، محمد بن حسین اور ابن ابی دینار کا متفقہ بیان ہی کہ عباس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ کو جانشین منتخب کیا گیا، اور ابن عذاری کا بیان ہی کہ احمد بن یعقوب جانشین ہوا، اور دربار قیروان سے اسکی منظوری ہوئی، پھر نویری کا بیان ہی وہ ان دونوں واقعوں کو جمع کر دیتا ہی، اور ہم نے اوسکے بیان کو ابن عذاری کی تائید کے ساتھ اخذ کیا ہے، کیونکہ گو اس طرف بہ کثرت مورخین کے بیانات ہیں، لیکن اس کے ساتھ سب کے سب یہ بھی لکھتے ہیں، کہ عبداللہ نے صرف پانچ مہینے قائم مقامی کی اور پھر جمادی الاخری ۲۴۸ھ میں نئے والی خفاجہ نے آکر عبداللہ سے عنانِ حکومت لیلی، اس لئے اگر ان بیانات کو صحیح باور کیا جائے، تو بھی پانچ برس مدت حکومت سے اون کے بیان کی تغلیط ہوتی ہی، اور دوسری طرف اگرچہ ابن عذاری نے عبداللہ کی قائم مقامی کا ذکر نہیں کیا ہی لیکن نویری کی تصریح سے یہ خود بخود حل ہو جاتا ہی، اور اسی بیان سے ان سب مورخین کے بتائے ہوئے مدت ولایت کی بھی تصدیق ہوتی ہی، کیونکہ عباس کی وفات کے بعد سے خفاجہ کی آمد تک کامل ایک سال کا زمانہ ہوتا ہی، اسمیں پانچ مہینے عبداللہ نے فرمانروائی کی اور بقیہ شروع کے مہینوں میں احمد کی فرمانروائی رہی، احمد کو ہم نے مستقل والی اس لئے تسلیم کیا کہ دربار قیروان سے اس کے تقرر کا فرمان صادر ہو چکا تھا، اور عبداللہ نے اسی کی قائم مقامی کی پھر اسکے بعد نئے والی خفاجہ کا عہد حکومت شروع ہوگا،

ابن سالم بن عقال بن خفاجہ بن عبداللہ بن عبّاد بن محرب بن سعید بن عقال،

یعنی خفاجہ، اغالبہ کے بنواُخ کے خاندان سے تھا، یہ بنواخ بھی حکومت اغلبیہ کے اعلیٰ نشاروں میں تھے، امیر زیادۃ اللہ کے عہد میں خفاجہ کے باپ سفیان بن سوادہ نے خانہ جنگیوں کا خاتمہ کرکے امیر زیادۃ اللہ کی حکومت قائم کی، چنانچہ ابن الآبار نے اسکی حکومت کے قیام کا سبب اسی کو قرار دیا ہے اور خفاجہ بھی ولایت صقلیہ کے تقرر سے پیشتر حکومت کی نمایاں خدمات انجام دیچکا تھا، چنانچہ ابوالعباس محمد بن اغلب والی افریقیہ اور اسکے بھائی کے درمیان جو خونریز جنگ برپا ہوئی تھی، اس میں اس نے بھی اپنے بھائی احمد بن سفیان اور اپنے ابن عم یعقوب بن مضار کی معاونت کے ساتھ ابوالعباس کا ساتھ دیا تھا، اور انھی کوششوں سے ابوالعباس کی حکومت قائم ہوئی تھی[۱]،

خفاجہ جمادی الاولی ۲۴۸ھ ۸۶۲ء میں صقلیہ پہنچا اور عنان حکومت سنبھال لی، اور سپہ سالاری کے عہدے پر اپنے لڑکے محمود کو مقرر کیا اور فوجی پیشقدمی کا سلسلہ شروع کر دیا، خفاجہ کے عہد میں سب سے پہلا لشکر سرقوسہ روانہ ہوا، لشکر کی کمان محمود بن خفاجہ کے ہاتھ میں تھی، یہ لشکر سرقوسہ کے نواح میں پہنچکر حملہ آور ہوا، رومیوں نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، لیکن ہزیمت اٹھائی اور محمود مال غنیمت لیکر بلرم واپس آگیا[۲]،

والی افریقیہ کی وفات خفاجہ کو آئے ہوئے ابھی ایک ہی سال کا زمانہ گزرا تھا، کہ والی افریقیہ ابوابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے اٹھائیس ۲۸ سال کی عمر میں بماہ ذیقعدہ ۲۴۹ھ ۸۶۳ء وفات پائی، اس کی ولایت کا زمانہ ۷ سال، ۱۰ مہینے اور چند دن رہا، اس کے عہد حکومت میں صقلیہ کا سب سے اہم واقعہ قصریانہ کی فتح ہے، اس کے بعد صقلیہ کی قسمت اس کے بھائی ابومحمد زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب کے ہاتھوں میں چلی گئی[۳]،

---

[۱] الحلة السیراء ابن الآبار، در امار ی ص ۳۲۸ [۲] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۸ [۳] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۰،

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب والی افریقہ

۲۴۹ھ — ۲۵۰ھ
۸۶۳ء — ۸۶۴ء

ولایت صقلیہ پر خفاجہ کی برقراری کا فرمان اور خلعت

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی نے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی بقول ابن عذاری سب سے پہلا کام جو کیا، وہ والی افریقہ خفاجہ کی ولایت صقلیہ پر برقراری تھی چنانچہ اس نے خفاجہ کو اسکی ولایت کا فرمان لکھ کر بھیجا نیز اوس کے ساتھ زیادہ لطف و کرم کے اظہار کیلئے اس کو خلعتِ فاخرہ سے بھی سرفراز کیا۔[1]

رومی مقبوضات صقلیہ کی عام حالت اور اسلامی حکومت کیطرف میلان

اسی زمانہ مین صقلیہ کے رومی و اسلامی سیاسیات مین ایک نئی فضا پیدا ہوگئی جس سے صقلیہ کے سیاسی حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا، اس وقت صقلیہ مین اگرچہ رومیون کا اصل مرکز سرقوسہ تھا، اور اسی کے قرب وجوار کے چند شہرون مین بیزنطی سکہ روان تھا، لیکن صقلیہ کے اس بیزنطی علاقہ کے رومی باشندے حکومت بیزنطی سے بددل نظر آنے لگے، کیونکہ اولاً اسلامی لشکر کی پے درپے یورش سے وہ روز بروز برباد ہوتے جاتے تھے، علاوہ ازین حکومت بیزنطی کے عمال اپنی چیرہ دستیون سے اون کو جداگانہ پریشان کررہے تھے پھر اس بیزنطی علاقہ کے یہ محکوم عیسائی اپنے پہلو مین اسلامی حکومت کے عیسائیون کی مرفہ الحالی کو دیکھتے تھے، جو ان سے زیادہ بہتر حالت مین زندگی گذار رہے تھے، کیونکہ اولاً وہ اسلامی یورش سے محفوظ تھے، اس کے علاوہ اسلامی و بیزنطی حکومت کے قوانین اور طریقِ حکومت مین جو نمایان فرق تھا، وہ انھین حکومت بیزنطی سے اور زیادہ بددل کررہا تھا، کیونکہ اسلامی حکومت ایک مقررہ اصول کے ماتحت عیسائیون سے خراج وجزیہ کی رقم سالانہ وصول کرلیتی، اس کے معاوضہ مین باشندون کو زرعی، صنعتی، اور تجارتی آسانیان بہم

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۳۱۵، ابن اثیر ج ۷ ص ۸۲۔

پہنچاتی، دوسری طرف بیزنطی حکومت کے عمال تھے، جو خراج سے دوچند رقمیں وصول کرتے اور اون سے کچھ جیب بھرتے اور کچھ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کو روانہ کرتے یہی اسباب تھے جنکی بناپر صقلیہ کے بیزنطی علاقہ کے عام باشندون مین حکومت بیزنطی سے بددلی پیدا ہوئی، اور پھر قدرۃً اسلامی حکومت کی طرف میلان پیدا ہوگیا، اور مسلمانون کی فوجی پیشقدمیون مین اسکے اثرات ظاہر ہونے لگے،[۱]

نوطس کی فتح اور دیگر فتوحات

چنانچہ جب ماہ محرم سنہ ۲۵۰ھ ۸۶۴ء مین اسلامی لشکر ایک اہم تاریخی شہر نوطس (نوٹو) پہنچا، جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا، اور اوسکے شہر پناہ کے نیچے خیمہ زن ہوا تو شہر کے چند رومی پوشیدہ طریقہ سے از خود اسلامی سپہ سالار کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور شہر مین داخلہ کا ایک مخفی راستہ بتا گئے، اور اسلامی لشکر اوسی راستہ سے شہر مین داخل ہوگیا، اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، اور اس کے ساتھ کافی مال غنیمت ہاتھ آیا[۱]

نوطس پر قبضہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر نے شکلہ کی طرف پیشقدمی کی اور اسی سال سنہ ۲۵۰ھ ۸۶۴ء مین یہان پہنچا، اور محاصرہ کے بعد اس پر قابض ہوگیا،[۱]

والی افریقہ کی وفات اور اس کا جانشین

صقلیہ کی فوجی کارروائی یہین تک پہنچنے پائی تھی کہ ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی والی افریقہ نے صرف ایک برس ۶ دن حکومت کرکے یوم شنبہ ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۲۵۰ھ ۸۶۴ء کو وفات پائی، اسکے بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب تخت حکومت پر آیا،[۲]

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقہ

سنہ ۲۵۰ھ ۸۶۴ء — سنہ ۲۶۱ھ ۸۷۴ء

ابو عبداللہ محمد بن احمد نے سر آرائے حکومت ہونے کے بعد صقلیہ کے نظام مین کسی قسم کا کوئی

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۴، [۲] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۹، [۳] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲،

[۴] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۷۰، بعض مورخین نے اس کی کنیت ابو عبداللہ کے بجائے ابو الغرانیق لکھی ہے،

تغیر و تبدل نہین کیا، خفاجہ بن سفیان بدستور اپنے عہدۂ ولایت پر فائز رہا، اور اسی طرح اوسکی جنگی کاروائیان جاری رہین،

سریۃ الف فارس

چنانچہ ۲۵۱ھ (۸۶۵ء) مین[1] خفاجہ قصریانہ ہوتا ہوا[1] سرقوسہ پہنچا، رومی مقابلہ کیلئے نکلے، اور ایک معمولی آویزش کے بعد خفاجہ نے وہان سے کوچ کر دیا، اور ایک کمین گاہ مین اپنے لڑکے محمود کی سرکردگی مین تھوڑی سی فوج چھوڑدی، محمود نے موقع پاکر رومیون پر حملہ کیا، اور دم بھر مین ان کے ایک ہزار سپاہیون کو تہ تیغ کرڈالا اسلئے یہ جنگ "سریۃ الف فارس" سے موسوم ہے،

فتح طبرمین

سریۃ الف فارس کے دوسرے سال ۲۵۲ھ (۸۶۶ء) مین فوجکشی ہوئی، پہلے یہ لشکر سرقوسہ آیا، یہان کوئی خاص مہم پیش نہین آئی، اسلئے یہان سے طبرمین کی طرف رخ کیا، جب باشندگان طبرمین کو مسلمانون کی اس فوجی نقل و حرکت کی اطلاع ملی، تو چند معززین شہر خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور باشندگان شہر کی وفاداری کا یقین دلایا، اور شہر کو بغیر کسی خونریزی کے اسلامی مقبوضات مین داخل کر لینے کی استدعا پیش کرکے طالب امان ہوئے،

خفاجہ اس زمانہ مین رومیون کی جو عام ذہنیت تھی، اوس سے آگاہ تھا، اور اس کو ابھی تو طبرمین مین اس کا عملی ثبوت ملچکا تھا، اس لئے اوس نے ان نمایندگان شہر پر اعتماد کیا، اور شہر کو اسلامی مقبوضات مین شمار کرکے اس کے نظم و نسق کے احکام صادر کر دئے، کچھ مسلمان انھی نمایندگان شہر کے ساتھ شہر مین چلے گئے، انھی مین خفاجہ کے لڑکے وغیرہ بھی تھے، اور وہ خود کسی دوسری طرف فوج لیکر روانہ ہوگیا،[2]

---

[1] یہ واقعہ البیان المغرب مین ہے اور قصریانہ کی فوجکشی اور زراعت کی پامالی کا ذکر ہے، لیکن یہ قطعاً بعید از قیاس ہے، قصریانہ اس وقت اسلامی مقبوضات مین تھا، ابن عذاری نے فتح قصریانہ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، اس لئے غالباً خفاجہ قصریانہ آیا ہو اور یہان سامان رسد فراہم کیا ہو، اس کو اس نے اس رنگ مین پیش کر دیا ہے، ۲۵۱ھ کی اس مہم کا تذکرہ ابن عذاری کے علاوہ کسی دوسرے مورخ نے نہین کیا ہے، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۹،

باسل مقدونی کی سیاسیات صقلیہ سے دلچسپی

اس طرف رومی مقبوضات مین حکومت اسلامی کے موافق جو فضا پیدا ہوگئی تھی اس سے وہ زمانہ روز بروز قریب آتا جاتا تھا، جسمین حکومت بیزنطی صقلیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہوجانے والا تھا، لیکن اسی موقع پر قسطنطنیہ کی سیاسیات مین ایک اہم تغیر پیش آجانے سے یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ ایک مرتبہ پھر روشن ہوگیا، اور جدید قیصر روم باسل مقدونی (۸۶۷ء تا ۸۸۶ء) نے صقلیہ کی سیاسیات مین بیزنطی عظمت و سطوت کیلئے آخر طور پر ایک نہایت بامو قع مداخلت کی۔

باسل مقدونی اور اس کی حکومتین،

باسل مقدونی کی تمام زندگی اگرچہ نہایت تاریک گذری تھی لیکن خود اپنی قوت بازو سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور نہایت مدبر فرمانروا ثابت ہوا لیکن اس کے ساتھ عیسائیت مین نہایت شدت سے غلو رکھتا تھا، اور مزید برآن مورتی پوجا کا قائل تھا، اسلئے تمام گرجون مین حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کی مورتیان رکھوا دین، جس سے ممالک محروسہ بیزنطی مین عام طور پر مذہبی مداخلت اور مذہب کے نام پر مظالم کا دور شروع ہوگیا، اور لوگ اس نئی افتاد سے گھبرا کر ممالک محروسہ بیزنطی سے بھاگ بھاگ کر اسلامی ممالک مین آنے لگے جنھین مسلمانون نے خندہ جبینی سے خوش آمدید کہا، اور اسلامی ممالک مین انھین آباد کیا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اسلامی ممالک کے ان نوآباد عیسائیون کی اس قدر تعداد ہوگئی، کہ وہ جماعت بندی کرکے بیزنطی حکومت کے گرد و نواح مین لوٹ مار کرنے لگے۔[۱]

اس واقعہ سے باسل کو خصوصیت سے عام مسلمانون سے دشمنی پیدا ہوگئی تھی، اور اس کیلئے اپنے زیر حکومت صوبہ سسلی مین اسلامی حکومت کا قیام دیکھنا سخت ناقابل برداشت تھا، اس لئے اس نے اپنے مقصد زندگی، اور مشاغل حکومت مین صقلیہ کو مسلمانون کے وجود سے پاک کرنا بھی داخل کرلیا، اور ان تمام اسلامی حکومتون کا انتقام جنھون نے بیزنطی مفرورین کو اپنے اپنے ملک مین جگہ دی تھی، صقلیہ کے مسلمانون سے لینا چاہا، اور سرگرمی سے اولاً حکومت اسلامی صقلیہ کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون اور سازشون مین

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳ بیزنٹائن ایمپائر مولفہ مسٹر اومن صفحہ ۲۱۳۔

مصروف ہو گیا، اسلامی مقبوضات کے بیشتر حصون مین اپنے آدمی بھیجے، اور انھین بغاوت پر آمادہ کیا، جس مین اس کو نمایان کامیابی ہوئی، اور اس کی انھی کوششون سے صقلیہ مین بغاوتون اور سرکشیون کا آغاز ہو گیا[1]

بغاوتین اور ان کا استیصال اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے نو مفتوح شہر طبرمین نے علم بغاوت بلند کیا، خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین فوراً ایک لشکر روانہ کیا، جس نے یہان پہنچکر بغاوت کا استیصال کیا، اور غداری و بدعہدی کی پاداش مین بہت سے باشندون کو گرفتار کر لیا، اور ۲۵۲ھ کے ختم ہونے سے پہلے اس شہر پر اسلامی پرچم دوبارہ لہرانے لگا، لیکن چند ہی دن کے بعد یہ شہر پھر ہاتھ سے جاتا رہا،

اسی طرح رغوس نے بھی سر اوٹھایا، یہان خفاجہ خود لشکر لیکر پہنچا، اور محاصرہ کر لیا، اہل شہر ایک مرتبہ مسلمانون سے مقابلہ کرنے کا مزا اوٹھا چکے تھے، چنانچہ محاصرہ کے بعد کسی قسم کا کوئی فوجی مظاہرہ ہونے سے پیشتر ہی شہر کے چند معززین خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہو کر بغاوت سے تائب ہوئے، اور اس شرط پر امان طلب کی کہ باشندگان شہر مین سے صرف ایک شخص کو مع تمام مال و متاع اور سامان باربرداری شہر سے جانیکی اجازت دی جائے، اور پھر پورے شہر پر قبضہ کر لیا جائے، خفاجہ نے یہ شرط منظور کر لی، اور اسلامی لشکر شہر مین داخل ہو گیا، اور شہر کی تمام دولت و ثروت جائداد منقولہ و غیر منقولہ اسلامی ملکیت مین داخل کر لیگئی،

خفاجہ رغوس کی مہم سے فارغ ہو کر دوسرے باغی قلعون کی طرف متوجہ ہوا، اس سلسلہ مین سب سے پہلے قلعہ غیران پہنچا، اور یہان کامیاب ہونے کے بعد اسی علاقہ کے دوسرے سرکش قلعون کا رخ کیا، اور ہر جگہ کامیاب ہوتا گیا،

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۴ - ۳۵،

چنانچہ پورے سرکش علاقہ کی بغاوت فرو ہوگئی، اور تمام مقامات اسلامی مقبوضات میں از سرِ نو داخل ہوئے،

خفاجہ کی علالت اس کے بعد کچھ دنوں کیلئے فوجی پیشقدمی رک گئی، کیونکہ خفاجہ اسی اثنا میں ایسا بیمار پڑا کہ صاحبِ فراش محمل میں سوار بلرم واپس آیا،

فوجکشی پھر ۲۵۳ھ میں اوس نے صحتیاب ہونے کے بعد فوجی پیشقدمیوں کا آغاز کیا، اور حسب دستور رومی مقبوضات میں آیا، یہاں سرقوسہ اور قطانیہ کے میدان میں غلہ کی فصل تیار تھی، فوج کو غلہ جمع کرنے کا حکم دیا، اور خود بلرم چلا آیا، اور لشکر اوسی علاقہ میں مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف رہا،

بیزنطی بیڑے کی آمد اور بربادی اسی اثنا میں باسل مقدونی نے بغاوت پیدا کرانے کی حکمت عملی کی ناکامی اور خفاجہ کی اس عام یورش کے جواب میں ایک جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، اسلامی فوج کا وہ دستہ سرقوسہ کے نواح میں موجود تھا، اس نے اس جنگی بیڑے کی آمد کی خبر خفاجہ کو پہنچائی وہ سنتے ہی پیشبندی کیلئے ۲۰ ربیع الاول ۲۵۴ھ کو بلرم سے روانہ ہوا، اور ایک جگہ کو صدر مقام قرار دیکر قیام کرلیا، پھر اپنے لڑکے محمد کو امیر البحر بنایا، اور اس کو ایک بیڑے کے ساتھ بحری نقل وحرکت کی نگرانی پر مقرر کردیا، اور ایک دوسرا دستہ سرقوسہ روانہ کیا، جو رومیوں کی عام نقل وحرکت کی نگرانی کرتا رہا،

آخر بیزنطی بیڑا ایک بطریق کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا، جہاز سے فوج کی کثیر تعداد ساحل پر اوتری، خفاجہ نے بڑھ کر راستہ روکا، مقابلہ نہایت سخت ہوا، جنگ کا خاتمہ رومیوں کی ہزیمت پر ہوا، جو کثیر تعداد میں مقتول ہوئے، اور مسلمانوں کو بیشمار خیمہ وخرگاہ ہاتھ آیا،

خفاجہ اس فتحیابی کے بعد سرقوسہ آیا، باشندگانِ سرقوسہ اپنے شاہی لشکر کے استقبال کیلئے چشم براہ تھے کہ عمامہ بند مسلمان سامنے نظر آئے، اسلامی لشکر کیلئے شہر کے دروازے بند تھے لیکن کھیتوں

مین جو غلہ تیار تھا، مالِ غنیمت کے طور پر اکٹھا کر لیا گیا، اور اس کے بعد لشکر ماہ رجب ۲۵۴ھ مین بلرم واپس آیا۔[1]

اٹلی مین معرکہ آرائیان اسی زمانہ مین ادھر اٹلی مین مسلمانون اور عیسائیون کی جداگانہ جنگ جاری تھی، وہان اسلامی فتوحات کو روکنے کے لیے ۲۴۴ھ ہی سے مقدس پوپ لیو چہارم کی سرکردگی مین عیسائی فوجین مسلمانون کے سامنے صف درصف کھڑی ہوگئین، چنانچہ دریائے ٹائبر سے عرب مجاہدین واپس آگئے، اور اس کے بعد لوئی ثانی کی سرکردگی مین صوبہ اپولیا مین مسلمانون اور عیسائیون کی مسلسل معرکہ آرائیان جاری رہین، جن کا سلسلہ ۲۵۶ھ تک قائم رہا۔[2]

چنانچہ اس سلسلہ مین خفاجہ نے ۲۵۴ھ مین بیرنطی بیڑے کی شکست کے چند ہی دن بعد ماہ رجب ۲۵۴ھ مین ایک عظیم الشان بیڑا اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین اٹلی روانہ کیا۔

محمد بن خفاجہ اٹلی کے ساحلی شہر غیطہ (GAETA) مین پہنچا، اور اس کا محاصرہ کر لیا، اور اپنی فوجین اسکے مضافات مین پھیلا دین، اور جب جہاز مالِ غنیمت سے بھر گئے، تو یہ بیڑا شہر کا محاصرہ اٹھا کر ماہ شوال ۲۵۴ھ مین بلرم واپس چلا آیا۔[3]

مفرج بن سالم کا قتل اور اٹلی کے اسلامی مقبوضات صقلیہ کے تحت مین اسی اثنا مین مسلمانانِ اٹلی کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا اور وہ باہمی کشت و خون مین ایسے مصروف ہوئے کہ اپنے اولوالعزم سردار مفرج بن سالم کو قتل کر ڈالا، اور اسکے بعد صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اٹلی کے تمام منتشر اسلامی مقبوضات کو اپنی نگرانی مین لے لیا۔[4]

فوج کشی اس کے بعد اسی زمانہ مین اندرون جزیرہ کی مہمون مین سے طبرمین کی ایک مہم پیش آئی، یہ شہر د

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۹، ۸۰۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲۔ [2] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۵، نہایۃ الارب درماری ص ۴۳۳، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۵۔ [3] تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلھا المسلمون درماری ص ۱۶۵۔ [4] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ۲۴۶۔ [3] ابن اثیر ج ۷، ص ۸۰، ۸۵۔ ج ۶ ص ۳۲۷، ۱۷۷ و نہایۃ الارب حوادث ۲۵۶ھ درماری ص ۴۳۳، ۴۴۹۔

مرتبہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور پھر ہاتھ سے نکل گیا تھا، اس مرتبہ طبرمین کا حملہ یہان کے رومی باشندون کی تحریک سے ہوا، چنانچہ ماہ صفر ۲۵۵ھ مین طبرمین کے چند باشندے بلرم پہنچے، اور خفاجہ کو طبرمین پر فوجکشی پر آمادہ کیا، اور شہر مین پہنچا دینے کی ذمہ داری خود قبول کی، خفاجہ نے ایک لشکر محمد کی سرکردگی مین انھی رومیون کے ساتھ طبرمین روانہ کردیا،

محمد طبرمین کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر ٹھہر گیا، اور تھوڑی سی پیدل فوج انھی رہبرون کی معیت مین روانہ کردی، چنانچہ مسلمانون کی یہ مختصر جمیعت ایک مخفی راستہ سے شہر مین پہنچ گئی، اور شہر کے دروازون اور شہر پناہ پر قابض ہوگئی، اور پھر قیدیون کی گرفتاری اور مال غنیمت کی فراہمی شروع کردی،

یہ پیدل فوج اسی طرح رومیون کو گرفتار کرتی رہی، اور اسی داروگیر مین خاصہ وقت گذر گیا، اور ادھر سوء اتفاق سے محمد کسی وجہ سے وقت موعودہ پر طبرمین نہین پہنچ سکا، جس سے اون لوگون کی طرف سے تشویش لاحق ہوگئی، اور اس فوج مین ایسی سراسیمگی پھیل گئی، کہ گرفتاریون کا سلسلہ موقوف کرکے شہر سے باہر نکل آئی، ادھر یہ فوج نکلی، اور ادھر محمد اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے دروازے پر پہنچا، لیکن یہ بعد از وقت تھا، آخر سب لوگ بےنیل مرام بلرم واپس آگئے،

اس کے بعد خفاجہ ماہ ربیع الاول ۲۵۵ھ مین بلرم سے روانہ ہوا، فوج کے دو حصے کئے، ایک بڑی فوج محمد کی سرکردگی مین دیدی، جو سرقوسہ روانہ ہوئی خود ایک مختصر جمیعت کے ساتھ کسی دوسری طرف ایک غیر معروف مقام کی جانب نکل گیا، جب محمد بن خفاجہ سرقوسہ پہنچا، تو رومیون کی ایک فوج شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوئی، اور دونون مین خونریز لڑائی ہوئی، اس مرتبہ رومیون کا پلہ بھاری رہا، مسلمانون پسپا ہونے لگے، رومیون کو مدت کے بعد انتقام کا موقع ملا تھا، نہایت بےجگری سے ٹوٹ پڑے، مسلمانون کی کثیر تعداد کام آئی، اور جو بچے وہ فرار ہوکر خفاجہ کی جمیعت سے جا ملے، خفاجہ پراگندہ جمیعت

یکجا کر کے جوشِ انتقام مین پھر سرقوسہ پہنچا لیکن رومیون نے شہر کے دروازے بند کر لئے، اوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا، اور آس پاس کی تمام رومی آبادیون کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا، اور زراعت پامال کر ڈالی، اور اس کے بعد محاصرہ اٹھا کر بلرم روانہ ہو گیا[1]

خفاجہ کا قتل — لیکن خفاجہ کا یہ سفر بھی عباس بن فضل کی طرح سفر آخرت تھا، سفر منزل بہ منزل طے کرتا ہوا یکم رجب ۲۵۵ھ کو وادی الطین سے شب کی تاریکی ہی مین کوچ کیا کہ اچانک ایک مسلمان سپاہی اس پر ٹوٹ پڑا اور اپنے زہر آلود نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اوس کی روح اوسی لمحہ قفس عنصری سے پرواز کر گئی،

قاتل کا نام خلفون بن ابی زیاد ہوازی تھا، وہ اوسی وقت فرار ہو گیا اور سرقوسہ کے رومیون کے دامن مین پناہ لی، یہ حادثہ مسلمانانِ صقلیہ کے لئے نہایت جانگداز تھا، خصوصاً اسلئے کہ خفاجہ کا قاتل ایک مسلمان سپاہی تھا،

خفاجہ کی لاش بلرم لائی گئی، کیونکہ عباس کو اثنائے راہ مین دفن کر کے تلخ تجربہ ہو چکا تھا چنانچہ بلرم ہی مین مراسم تجہیز و تکفین ادا ہوئے، اور یہین پیوند زمین ہوا[2]

خفاجہ کا عہدِ حکومت — خفاجہ کے عہدِ حکومت کی یادگار نوطس اور شکلہ وغیرہ کی فتوحات ہین، نیز اوس نے باسل مقدونی کی خفیہ بغاوت انگیزیون کا قلع قمع کیا، پھر بیزنطی لشکر کو میدانِ جنگ سے ہٹایا، نیز جنوبی اٹلی مین تو جلکشیان کین، اگرچہ اوس کے فتحِ سرقوسہ کی تمنا پوری نہ ہو سکی، اور اسی مہم سے واپسی مین سازش کا شکار ہو گیا،

جانشین — خفاجہ کی شہادت کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو اس کا جانشین منتخب کیا،

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۵۸، البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ) صفحہ ۱۵۵ [2] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۷۸ و نہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ دراماری صفحہ ۲۳۴ و اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۱۷۳،

اور ان حالات کی مفصل کیفیت دربار قیروان کو بھیج دیگئی،

محمد بن خفاجہ والی صقلیہ (۶)

۲۵۵ھ تا ۲۵۷ھ
۸۶۹ء تا ۸۷۱ء

محمد اپنے باپ کے عہد حکومت مین جس قدر خدمات انجام دے چکا تھا، وہ اسکی ولایت صقلیہ کے لئے پرزور سفارش تھے، اس لئے والی افریقیہ نے اس انتخاب کو بہ نظر استحسان دیکھا، اور اسکے لئے فرمان ولایت اور خلعت روانہ کیا، جو یوم شنبہ ۲۴ رمضان ۲۵۵ھ کو صقلیہ پہنچا،

فوجکشی محمد نے اپنے چچا عبداللہ بن سفیان کو امارت لشکر سپرد کیا، عبداللہ بن سفیان نے اسی سال سب سے پہلے سرقوسہ پر فوجکشی کی، اور اسکے نواح کو تاخت وتاراج کرکے بلرم واپس چلا آیا،[۱]

مالٹا پر کامل اسلامی اقتدار اسکے بعد ۲۵۶ھ مین مالٹا کی ایک مہم پیش آئی، جزیرہ مالٹا ۵۹۵ء کی تقسیم کی رو سے حکومت بیزنطی کے ماتحت آگیا تھا، عرب اس پر اس سے پہلے دو مرتبہ حملہ آور ہو چکے تھے، آخری حملہ ۲۲۱ھ مین ابوالاغلب نے کیا تھا، مالٹا اوسی زمانہ سے حکومت بیزنطی کے اقتدار سے نکل کر اسلامی حکومت کی سیادت مین داخل ہو چکا تھا،

حکومت بیزنطی نے ۲۵۶ھ مین اس کے بازیافت کی ایک کوشش کی، اور والی صقلیہ محمد کو اطلاع ملی کہ رومی مالٹا کا نہایت سخت محاصرہ کئے ہوئے ہین، اوس نے یہ سنتے ہی ایک لشکر مالٹا روانہ کیا،

رومیون کا یہ محاصرہ اہل مالٹا کو بھی جو زیادہ تر فنیقی قوم تھے، ناگوار تھا، اسلئے انھون نے اس کا سخت مقابلہ کیا، اور بیزنطی لشکر کے تین ہزار سپاہی مارے گئے، لیکن محاصرہ جاری رہا، اس اثنا

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۵ واعمال الاعلام و یادگاری مصنفین ج ۲ ص ۳۳ ۲۴ سطر ۵ رص ۱۴۹ س ۵

مین اسلامی لشکر مالٹا پہنچا، اور رومی اس بیڑے کی خبر سنتے ہی محاصرہ سے دستبردار ہو کر وہان سے فرار ہو گئے،

اسکے بعد اسلامی لشکر یہان کے پایہ تخت مین مستقل طور پر ٹھہر گیا، لیکن چونکہ خود یہان کی قدیم باشندہ فنیقی قوم مسلمانون کی طرف مائل تھی، اسلئے مسلمانون نے یہان اپنا دار الحکومت قائم کرنے کیلئے جزیرہ مالٹا کے پایہ تخت شہر مالٹا پر اپنا اقتدار رکھا، اور جزیرہ کے بقیہ حصص بدستور اپنی حالت پر قائم رہے، اور جزیرہ کا تعلق صقلیہ سے وابستہ ہو گیا،

انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے مالٹا مین اس طرز کے اسلامی اقتدار کو اس رنگ مین پیش کیا ہے، کہ چونکہ مسلمان جزیرہ کی حفاظت کسی بڑی فوجی طاقت سے نہین کر سکتے تھے، اس لئے انھون نے صرف اس کے پایہ تخت اور اس کے رباط و مضافات پر قبضہ کر لینے پر اکتفا کیا تھا کہ ممالک محروسہ کی حفاظت کا کام انجام پاتا رہے،

لیکن درحقیقت جب اسلامی حکومت خود باشندگان جزیرہ کی خواہش سے وہان قائم ہوئی تو پھر کسی ایسی طاقت کی چندان ضرورت نہین تھی، جو خود انھی اہل مالٹا پر مسلط رہے، البتہ ایسی طاقت کی ضرورت تھی، جو وہان کے باشندون کی امداد سے اجنبی حملہ آورون کا مقابلہ کر سکے، اس لئے جسقدر فوجی قوت وہان قائم کیگئی، وہ کافی تھی، علاوہ ازین حکومت اسلامی صقلیہ کا ان جزائر مالٹا و قوصرہ وغیرہ پر قبضہ کرنے سے یہ مقصود بھی نہین تھا، کہ ملک گیری کی ہوس پوری کیجائے، ان پر صرف ایسی نگرانی کی ضرورت تھی کہ وہ دشمنون کے قبضہ مین جا کر اسلامی حکومت صقلیہ و افریقیہ کے خلاف اونکی فوجی چھاونی کا کام نہ دیسکین، اور یہ مقصود محض انکو اپنی نگرانی مین کر لینے سے حاصل ہو گیا تھا،

چنانچہ جیسا کہ خود انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کا بیان ہے صقلیہ کی اسلامی حکومت نے مالٹا کی حکومت کے نظم و نسق مین یہ خاص اصول مدنظر رکھا کہ حکومت کے تمام مقامی ادارے (MUNI CIPAL INSTITUTION) خود یہان کے باشندون کے ہاتھ مین دیدیئے، اور حکومت کے اعلی عہدہ دار

کو یہان کے باشندون کے سپرد کیا، اور اسکی وجہ سے حکومت اور رعایا کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم رہے،

چنانچہ جب سے مالٹا اسلامی حکومت کے زیرِ اقتدار آیا، اس وقت سے اسلامی حکومت کے زوال تک کوئی ایسی بغاوت برپا نہین ہوئی جس سے حکومت کے خلاف رعایا کی بیدلی کا اظہار ہوتا ہو، اور اسی مذکورہ بالا نظم ونسق کے ساتھ مالٹا مین اسلامی حکومت قائم ہوگئی،[۱]

محمد بن خفاجہ کا قتل صقلیہ مین عباس کی وفات کے بعد سے مسلمانون کی باہمی سازش اور ولاۃ صقلیہ کے عزل ونصب کی جو ریشہ دوانیان شروع ہوگئی تھین، اونھون نے اب خوفناک شکل اختیار کرلی تھی، چنانچہ ابھی خفاجہ کے قتل کو چند ہی دن گذرے تھے کہ مخالفینِ حکومت نے محمد بن خفاجہ کو بھی قتل کرڈالا، محمد کے قاتل خود اس کے خواجہ سرا تھے جنھون نے ۳ رجب ۲۵۷ھ کو صبح کے وقت اس کا کام تمام کیا، اور دوسرے دن اون کے فرار ہونے کے بعد یہ راز افشا ہوا، اربابِ حکومت نے ان شوریدہ سرون کی گرفتاری کے انتظامات کئے، اور پوری جماعت گرفتار ہو کر پابہ زنجیر بلرم آئی جن مین سے بعضون کی گردن مار دی گئی، اور بعض جیل خانون مین ڈال دئے گئے،

جانشین مسلمانانِ صقلیہ نے قدیم طرزِ عمل کے بموجب اس موقع پر اہالیانِ صقلیہ مین سے ایک شخص محمد بن ابی الحسین کو عارضی طور پر اپنا والی مقرر کرلیا، اور واقعات کی تمام تفصیل افریقیہ بھیج دی،

رباح بن یعقوب والی صقلیہ

۲۵۷ھ تا ۲۵۸ھ
۸۷۰ء تا ۸۷۱ء

عباس کی وفات کے بعد احمد بن یعقوب پھر اوس کے معزول ہونے کے بعد عبد اللہ نے زمام

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۵۰، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۹، آثار البلاد قزوینی ص ۲، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، طبع یازدہم ج ۱۷ ص ۵۱۱،

حکومت ہاتھ مین لی تھی، لیکن ابو ابراہیم احمد بن محمدؒ نے صقلیہ کی زمام حکومت اس خانوادہ سے چھین کر اغالبہ کی ایک دوسری شاخ یعنی بنی سفیان مین سے خفاجہ کے ہاتھ مین دیدی تھی، حالانکہ بنو یعقوب یعنی خانوادۂ عباس مین احمد و عبداللہ کے علاوہ رباح جیسی شخصیت بھی موجود تھی، رباح عباس کے عہد مین عہدۂ سپہ سالاری پر فائز رہا تھا، پھر اپنے بھائی اور بھتیجون کے زمانہ مین بھی اسی خدمت پر مامور رہا، لیکن بنو سفیان کے برسراقتدار آجانے سے سپہ سالاری کا علم خفاجہ کے لڑکے محمد کے ہاتھ مین چلا گیا لیکن صقلیہ مین خانوادون کی موجودہ باہمی کشمکش کو دور کرنے کے لئے موجودہ فرمانروائے افریقہ نے ایک مرتبہ پھر بنو یعقوب کے ہاتھ مین صقلیہ کی قسمت دیدینی چاہی، چنانچہ سابق سپہ سالار صقلیہ رباح بن یعقوب موجودہ قائم مقام والی صقلیہ محمد بن ابی الحسین سے زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لیلی،

ولایت جنوبی ایطالیہ

اسی کے ساتھ فرمانروائے افریقہ نے صقلیہ کی ولایت کے عمل کرنے مین ایک جدید شاہراہ بھی اختیار کی یعنی صقلیہ اور اٹلی کی اسلامی نوآبادیون کو دو مستقل جداگانہ صوبے قرار دیا، اور رباح کو ولایت صقلیہ پر مامور کرنے کے ساتھ اوس کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضات ایطالیہ کا والی بنا کر اٹلی روانہ کیا، اور اب جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات حکومت صقلیہ سے الگ ایک جدید حکومت کے ماتحت آگئے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

لیکن اگرچہ ایطالیہ و صقلیہ مین یہ دو جداگانہ ولایتین قائم ہوگئی تھین، مگر ان دونون ممالک کے اسلامی مقبوضات مین کوئی بے تعلقی پیدا نہین ہوئی، بلکہ والی صقلیہ نے ایطالیہ کے اسلامی مقبوضات کے معاملات پر اوسی طرح اپنی توجہ مبذول رکھی، چنانچہ رباح والی صقلیہ زمام حکومت سنبھالتے ہی ایک فوج لیکر جنوبی اٹلی پہنچا، اور دونون بھائیون نے مل کر سرزمین ایطالیہ کے عیسائیون کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا چاہا، اور سنہ ۲۵۷ھ مین ایک خونریز لڑائی پیش آئی،

رباح اور عبداللہ بن یعقوب کی وفات اور انکی جانشینی،

مگران دونون صوبون کی یہ ولایت ان دونون بھائیون کے لئے بہت [illegible]

ثابت ہوئی، اور معلوم ہوتا ہے کہ دونون اپنی اپنی عمر کا چھلکتا ہوا جام ہاتھ مین لئے ہوئے اپنی اپنی ولایت مین آئے تھے، چنانچہ ابھی چند دن بھی نہین گذرے تھے کہ محرم ۲۵۵ھ مین رباح کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا، اور حکومت صقلیہ کی باگ اس کے لڑکے حسین کے ہاتھ مین آگئی،

اور پھر دوسرے ہی مہینہ یعنی ماہ صفر مین اس کے بھائی عبد اللہ بن یعقوب نے بھی سفر آخرت اختیار کیا،

ولایت جنوبی اٹلی — عبد اللہ بن یعقوب کی وفات کے بعد مقبوضاتِ ایطالیہ کی حکومت کا نظم و نسق ابو العباس بن یعقوب بن عبد اللہ کے ہاتھ مین آیا، لیکن اسکی عمر نے بھی وفا نہ کی، اور ربیع الآخر ۲۵۵ھ مین اس کا بھی انتقال ہوگیا، تو پھر لوگون نے اس کے بھائی کا دامن پکڑا، اور اوسی کو یہ بارِ گران تفویض کردیا،[1]

شہر باری اور سلرنو کا سقوط — ادھر جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات کے نظم مین پے در پے یہ تغیرات ہو رہے تھے، اور اودھر سیسائیون کی متحدہ طاقت لیو ثانی شاہ اٹلی کے زیر علم مسلمانون کے مقابلہ مین مسلسل تین سال سے میدان مین موجود تھی، چنانچہ اسی سال ۲۵۵ھ مین شہر باری مسلمانون کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور پھر چند سال گذرنے کے بعد ۲۶۲ھ مین مشہور شہر سلرنو بھی مسلمانون کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور اب مسلمانون کا مرکزی شہر طارنت قرار پایا،[2]

حسین بن رباح والی صقلیہ (۸)

۲۵۵ھ – ۲۵۹ھ

صقلیہ مین حسین بن رباح کو فرمانروائے افریقہ نے اس کے باپ کی جگہ ولایت کے

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ در اماری ص ۴۳۳ و ۴۹۴ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۶، [2] تاریخ عرب ابو سعید سدیو،

مستقل عہدے پر سرفراز کردیا، اور اسکی تصدیق افریقہ سے صقلیہ آگئی[۱]

سرقوسہ پر ایک فوجکشی اور ہنگامی صلح

حسین بن رباح نے برسرِ حکومت ہونے کے بعد سرقوسہ پر چڑھائی کی اور حسب دستور نواح سرقوسہ کو تاخت وتاراج کرنا چاہا، لیکن رومیون نے اس مرتبہ خلافِ معمول صلح کی درخواست کی، اور اس کے معاوضہ مین ان مسلمان قیدیون کو رہا کردینے کا وعدہ کیا جو وقتاً فوقتاً رومیون کے ہاتھون مین گرفتار ہوتے گئے تھے،

مسلمانون نے یہ شرط منظور کرلی، اور حسب معاہدہ تین سو ساٹھ مسلمان سرقوسہ کے دروازے سے باہر کردئے گئے، اسلامی لشکر ان کو لیکر بلرم لوٹ آیا،[۲]

حسین بن رباح کا عزل

اس کے بعد صقلیہ کے عہدۂ ولایت مین پھر ایک تغیر ہوا، اور افریقہ سے حسین بن رباح کے عزل کا حکم آگیا، اور اس کے بجائے عبداللہ بن محمد کو اس عہدہ پر مقرر کیا گیا،

عبداللہ بن محمد والی صقلیہ (۹)

۲۵۹ھ
۸۷۲ء

عبداللہ سابق والیِ صقلیہ محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب کا لائق فرزند تھا، اس لئے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۰) صفحہ ۲۴۱ موسیو سدیلو کا بیان ہے، کہ اب صرف طارنت مسلمانون کے قبضہ مین رہ گیا، یہ صحیح نہین جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، [۱] نہایۃ الارب نویری درامارہی ص ۴۴۲، ادھر چند سال کے اندر صقلیہ کے ولاۃ مین زیادہ رد وبدل ہوا ہے، اسکو نویری نے جدا جدا تفصیل سے درج کیا ہے، ورنہ دیگر مورخین ابن اثیر، ابن عذاری، ابوالفداء، اور ابن ابی دینار وغیرہ کے بیانون مین اضطراب پیدا ہوگیا ہے، کسی نے کسی ایک موقع پر کسی ایک والی کا نام لیا ہے، کسی دوسرے نے کسی دوسرے موقع پر کسی دوسرے کا نام لے لیا ہے، اس لئے لائقِ استناد نہین ہے، اگرچہ نویری سے بھی ایک آدھ مقام پر تسامح ہوگیا ہے، لیکن اس کی تصحیح اپنی جگہ بعض دوسرے مستند ماخذ سے کردیگئی ہے، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۸۳ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۶۔

اس کے والیِ صقلیہ مقرر ہونے کے بعد صقلیہ کی حکومت کی باگ پھر بنوعبداللہ کے ہاتھ میں چلی گئی، جو صقلیہ پر سب سے زیادہ خود مختار فرمانروائی کر چکے تھے عبداللہ ماہ شوال ۲۵۹ھ میں صقلیہ پہنچا[1] لیکن فوراً ہی اوس کے عزل کا پروانہ آیا، اور یہاں سے منتقل کر کے طرابلس الغرب کی ولایت پر بھیج دیا گیا[2]،

اسکے بعد اسی خانوادۂ بنوعبداللہ کا ایک دوسرا رکن ابو مالک احمد بن عبداللہ اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا

ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ والیِ صقلیہ (۱۰)

۲۵۹ھ – ۲۶۴ھ

ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم المعروف بہ حبشی شوال ۲۵۹ھ میں صقلیہ آیا، یہ بھی افریقیہ کے اکابر اغالبہ میں تھا، اس نے یہاں پہنچ کر اپنی پیشقدمیاں جاری کر دیں[3]،

والیِ افریقیہ کی وفات ابو مالک کے ورودِ صقلیہ کے چند ماہ بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد والیِ افریقیہ نے دس سال پانچ مہینہ سولہ دن ولایتِ افریقیہ پر سرفراز رہ کر یوم چہار شنبہ ۲ جمادی الاولی ۲۶۱ھ کو وفات پائی

جانشین، اس نے اپنی وفات سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، اور اپنے بھائی ابراہیم سے بھی اس کی تصدیق کرائی تھی جو اسکے بعد حکومت کا جائز حقدار تھا، لیکن ابراہیم نے اسکی وفات کے بعد ابو عقال کی جانشینی کے محضر کو رد کر دیا، اور تختِ حکومت پر بیٹھ گیا[4]،

ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب والیِ افریقیہ

ابراہیم ایک بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، خود صاحبِ علم و فضل تھا اسکے ساتھ نظمِ مملکت کی بہترین

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ در اماری ص ۴۳۳ [2] الحلۃ السیراء اماری ص ۳۲۷ [3] نویری نے "احمد بن یعقوب بن عمر" لکھا ہے لیکن "یعقوب" کا اضافہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، ابن اثیر نے اس کا اس کے عزل کے موقع پر ذکر کیا ہے اس میں "احمد بن عمر بن عبداللہ" ہے، [4] نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۳۳ و ابن اثیر ج ۷ ص ۱۹۵ و ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۷،

صلاحیت و قابلیت رکھتا تھا، اس نے حکومت کے ہر شعبے کی طرف بذاتِ خود توجہ کی، اور نہایت مستعدی سے جزوی جزوی معاملات کی نگرانی کی خصوصاً صیغہ فوج اور صیغہ عدالت کی نگرانی اپنی ذات سے نہایت خصوصیت کے ساتھ متعلق رکھی چنانچہ ہر پنجشنبہ اور سہ شنبہ کو جامع قیروان مین بیٹھ کر دادخواہون کی دادرسی کرتا، اسی طرح اس کے عہد مین اور بھی متعدد نمایان ترقیان ہوئین، سواحل پر حفاظتی چوکیان تعمیر کین، خبر رسانی کا ایسا مکمل انتظام کیا، کہ شب کو نیدرگاہ سوسہ پر آگ روشن ہوتی، اور سلسلہ بہ سلسلہ وہ اسکندریہ تک پہنچ جاتی[1]،

اس کے نظم و نسق کی اس فطری استعداد کا اثر صقلیہ پر بھی ہوا، اور یہی وہ فرمانروا ہے جسکے ہاتھون صقلیہ کا چپہ چپہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگیا،

فوج کشی اس نے صقلیہ کی ولایت پر ابو مالک احمد المعروف بہ حبشی کو برقرار رکھا، اور اوسکی پیشقدمیان اس عہد مین بھی برابر جاری رہین، چنانچہ ایک مرتبہ موسم گرما مین ایک لشکر کے ساتھ سرقوسہ کو روانہ ہوا، خود نواح سرقوسہ مین رہا، اور فوج کے مختلف دستے جابجا پھیلا دئے جنھون نے رومی مقبوضات کے مختلف اطراف مین غارتگری کی، اور کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا، اور اس کے بعد لشکر بلرم واپس آگیا، پھر کچھ دنون کے بعد ایک دوسری فوج کشی مین قلعہ نصر پر حملہ آور ہوا، یہان رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی جنھون نے شکست کھائی، قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانون کا مالِ غنیمت بنی، ایک کثیر جماعت تہ تیغ ہوئی، اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے جنکو ابو مالک اپنے ساتھ بلرم لیتا آیا،

عزل و جانشینی ابراہیم کے عہدِ حکومت مین ابو مالک کے یہی چند ہی دن گذرے تھے کہ ۲۶۴ھ مین افریقہ سے اس کی معزولی کا پروانہ آگیا، اور امیر جعفر بن محمد[2] نے آکر حکومت سنبھالی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۷۹ و اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۲۳ [2] اعمال الاعلام مین اس کا نام ابو جعفر بن محمد ہے لیکن دیگر مورخین جعفر بن محمد لکھتے ہین،

جعفر بن محمد والی صقلیہ (۱۱)

سنہ ۲۶۴ھ
۸۷۷ء

جعفر کا تقرر اور صقلیہ میں مجبوبین کی جلاوطنی

جعفر بن محمد ابراہیم بن احمد کے معتمدین میں تھا، یہ ایک لشکر کے ساتھ افریقیہ سے روانہ ہوا، اور سنہ ۲۶۴ھ ۸۷۷ء میں صقلیہ پہنچا، جعفر کا یہ لشکر موالی اغالبہ پر مشتمل تھا، ابراہیم جب سے تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اوسکو دوسرے فرمانروایان اغالبہ کے خلاف ابو عقال کے اوس مصر بلدہ کے باعث بعض ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا کہ افریقیہ کی سیاسیات مین اوس کو مخصوص روش اختیار کرنی پڑی اسی سلسلہ مین موالی اغالبہ سے اس کی آویزش ہوئی، اور بعض صورتین ایسی پیش آگئین کہ بغاوت نمودار ہوگئی جسکی تفصیل ہمارے لئے لاحاصل ہے لیکن ابراہیم نے اوسی زمانہ مین ان موالی کو گرفتار کیا، اوپاداش جرم مین انہین قتل کرنے اور قیروان کے قید خانہ مین دائم الحبس کی سزا دینے کے علاوہ ان کی عام قوت کو منتشر کرنے کیلئے ایک بڑی جماعت کو صقلیہ جلاوطن کردیا، چنانچہ جعفر بن محمد اپنے فرمان ولایت کے ساتھ جس لشکر کی قیادت ہاتھ مین لئے ہوئے صقلیہ مین داخل ہوا، اوس مین اس شورہ پشت جماعت کا غالب عنصر موجود تھا،

اسی کے ساتھ ابراہیم نے خانوادہ اغالبہ کے ان ممتاز شہزادون کو جو اوس کی مخالف جماعت کے سرگروہ تھے، گرفتار کیا، اور انہین صقلیہ بھیج دیا، خانوادہ اغالبہ کے اون ارکان مین سے ایک اس کا حقیقی چچا اغلب بن محمد بن (ابی) اغلب اور اس کا حقیقی بھائی اغلب بن احمد اور ایک وہی بدبخت بھتیجا ابو عقال احمد بن ابی عبداللہ تھا، یہ لوگ صقلیہ لائے گئے، اور والی صقلیہ جعفر بن محمد کے قصر مین قید کردئے گئے، اور وہ جلاوطن موالی صقلیہ کی فوج مین داخل کردئے گئے۔[۱]

ان شاہزادگان افریقیہ و موالی اغالبہ کے صقلیہ مین جلاوطن ہوکر آنے سے یہان اچھے اور برے

---

[۱] نہایۃ الارب باب اخبار افریقیہ والمغرب حوادث سنہ ۲۶۴ھ دراماری صفحہ ۴۴۶، اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۳۰، داعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۱۷

دونون نتائج پیدا ہوئے۔ بڑے نتائج تو بعد مین ظاہر ہوئے لیکن فوری طور پر اس کا خوشگوار پہلو یہ سامنے آیا کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی فوجی طاقت بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ بڑھ گئی، اور امیر جعفر بن محمد نے اسی شوریدہ سر آمادۂ فساد عنصر پر بھروسہ کرکے صقلیہ مین ایک نہایت اولوالعزمانہ اقدام کیا،

محاصرۂ سرقوسہ چنانچہ اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی رومی مقبوضات صقلیہ مین فوجی پیشقدمیان جاری کر دین، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی علاقہ کی مختلف سمتون مین بھیج دیتا، جو کثیر مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس آجاتے[1]

ان ابتدائی مہمون سے فارغ ہوکر فوج کو سرقوسہ کے حملہ کیلئے نئے سرے سے آراستہ کیا، اور پھر ایک عظیم الشان لشکر مرتب کرکے بڑے سازوسامان اور ہر قسم کے نوایجاد آلاتِ جنگ سے مسلح ہوکر بلرم سے روانہ ہوا،

جعفر کی منزل مقصود اگرچہ سرقوسہ تھی لیکن ابتداءً رومی مقبوضات کے اہم شہر سرقوسہ قطانیہ، طبرمین اور رمطہ وغیرہ کے گرداگرد ایک عام گشت لگایا، اور ہر جگہ سے وافر مقدار مین سامان رسد فراہم کیا اور جب رسد کی طرف سے بھی مطمئن ہوگیا، تو سرقوسہ پہنچ کر ڈیرے ڈال دئے،

اب تک سرقوسہ پر عربون کی جو جو کوششین ہوچکی تھین جعفر ان تمام حالات سے ناآشنا نہ تھا، اس لئے اس نے ایسی اہم جنگی تیاریان کین جو اس کے تمام پیشرو ولاۃ کی مساعی سے سبقت لیگئین، مثلاً محاصرۂ سرقوسہ مین قلعہ شکنی کے لئے مسلمان انجینیرون سے ایسی منجنیقین تیار کرائی گئین جن سے عربون کے آلات جنگ مین ایک معتدبہ اضافہ ہوا، ان کے نشانے کج ہونے کے بجائے بخطِ مستقیم فصیل شہر پر پڑتے تھے، اس کے علاوہ قلعون کو برباد کرنے کیلئے ایک خاص قسم کی بارود جو ناریونانیہ (آتش یونانی) کہی جاتی تھی مہیا کیگئی تھی، اسی طرح سرنگ وغیرہ کھودنے کیلئے وافر اوزار فوج کے ساتھ تھے، غرض اوس عہد کی مدنیت

---

[1] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۳،

مین محاصرہ، انہدام قلعہ اور فتح کے لئے جو ضروری سامان ملسکتے تھے، وہ سب اس لشکر کے ساتھ تھے،

اسی کے ساتھ اوس نے اس بری لشکر کے علاوہ بحری محاصرہ کے لئے بھی بلرم سے بیڑا بھیج دیا تھا،

چنانچہ جب مسلمانون کا یہ لشکر سرقوسہ پہنچا، تو اوس نے خشکی کی طرف نہایت سخت محاصرہ کرنے کے علاوہ ساحل

کی طرف سے بھی نہایت مکمل ناکہ بندی کرادی، اور اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی سرقوسہ چہار طرف سے محاصرین

سے محصور ہوگیا،

ربض شہر پر قبضہ اس شدید بحری و بری محاصرہ کا پہلا اثر یہ ہوا کہ بزنطی فوج شہر سرقوسہ کی بیرونی آبادی

سے جسکو عرب ربض مدینہ کہتے ہین، پسپا ہوگئی، مسلمانون کے لئے "ارباض سرقوسہ" پر یہ غیر متوقع قبضہ ایک

فال نیک تھا، وہ نہایت جوش و خروش سے شہر کے بیرونی دروازے سے ربض مین داخل ہوئے یہان

انھین میدان محاصرہ مین خیمے اور قناتین نصب کرنے کے بجائے نہایت سر بفلک محل، شہریون کے خوشنما

مکانات اور خدائے واحد کی پرستش کے لئے مقدس عبادتگاہین مل گئین، اور یہین مقیم ہوکر محاصرہ کی کاروائیان

بڑے اطمینان جاری ہوگئین،

ربض شہر کے بعد تقریبًا سو گز سے کچھ زیادہ عریض ایک خندق تھی، بزنطی لشکر نے خندق کے

اوس طرف مورچہ جمایا، اور ان دونون دشمنون کو بھی سو گز کا فاصلہ ایک دوسرے سے جدا کئے ہوئے تھا، پھر بزنطی

لشکر کی پشت پر اندرون شہر کی آہنی فصیل تھی،

حکومت بزنطی قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا اور اوس کی بربادی لیکن ابھی تیر انداز چلے بھی نہین چڑھانے پائے تھے کہ جعفر کو قسطنطنیہ سے ایک

بزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی یہ باسل مقدونی کی وہ بروقت مدد تھی جو صقلیہ

کے اس قدیم پر عظمت شہر کی حفاظت کے لئے آرہی تھی، لیکن ادھر جعفر کی بحری تیاری بھی پہلے سے مکمل تھی،

اس نے ایک زبردست جنگی بیڑا مدافعت کے لئے روانہ کیا، جس نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، اور پھر اس

اسلامی بیڑے کو اس پر ایسی کامیاب فتحمندی ہوئی کہ رومیون کے تمام جہاز مسلمانون کے قبضہ مین آگئے،

بحری کامیابی کا خوش آیند نتیجہ

یہ دوسرا خوش آیند نتیجہ تھا، جو مسلمانون کو اس محاصرہ کے آغاز ہی مین حاصل ہوگیا، جو درحقیقت اپنے اثرات کے لحاظ سے پورے محاصرہ کی اصل جان ہے، اس واقعہ سے محاصرین و محصورین دونون کو دوجداگانہ حالات پیش آئے، یہ بیزنطی کمک اگر ایک طرف محصورین کے لئے امید کی سب سے آخری کرن تھی، تو دوسری طرف یہ محاصرین کے لئے دشمنون کی سب سے زیادہ پرخطر طاقت تھی، چنانچہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق مسلمانون نے اس بحری فتحمندی کے بعد محاصرہ کے لئے "بہ اطمینان کمال" ڈیرے ڈال دیئے، اور اسلامی لشکر نہایت سکون و اطمینان سے محاصرہ مین مصروف ہوگیا[1]،

جعفر کی دارالحکومت بلرم کو مراجعت

جب جعفر نے مہم سرقوسہ کی یہ اطمینانی شکل دیکھی، تو خود اپنی موجودگی زیادہ ضروری نہین سمجھی، اور کسی ضرورت سے بلرم چلا آیا،

جعفر پر قاتلانہ حملہ اور انقلاب حکومت

لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ یہان اسکی قضا اوسکو کھینچ کر لائی ہے، اگرچہ فوج کا جو فتنہ پرداز عنصر تھا، وہ سرقوسہ کے محاصرہ مین مصروف تھا، لیکن شاہی خاندان کے کینہ پرور معزز شاہزادے اسی کے محل مین مقید تھے، ان لوگون نے اوسکی عدم موجودگی سے پورا فائدہ اوٹھایا، اور جعفر کے غلامون کو مال و زر کی طمع دلائی، اور انھین سے ساز باز کرکے اون کو اوس کے قتل پر آمادہ کرلیا، چنانچہ وہ نماز کے لئے محل سے نکلا تھا کہ اوس کے غلام اوس پر ٹوٹ پڑے، اور ایک ہی حملہ مین تہ تیغ کرڈالا،

جعفر کے مقتول ہونیکے بعد اونہی مقید اغالبہ مین سے فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے چچا اغلب بن محمد نے صقلیہ کی حکومت پر قبضہ کرلیا، اور کچھ دنون کے لئے صقلیہ مین ایک حکومت قائم ہوگئی جس کے قیام مین انھین کوئی دشواری پیش نہین آئی کہ سب کے سب شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اور یہی اون لوگون کی صقلیہ مین جلاوطنی کے بُرے نتائج تھے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۲۲ اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۳۷،

اغلب بن محمد متغلبِ صقلیہ

سنہ ۲۶۴ھ سنہ ۲۶۵ھ
۸۷۷ء ۸۷۸ء

قصر جعفر کی بربادی

اغلب بن محمد ایک متغلب کی حیثیت سے حکومتِ صقلیہ پر قابض ہوا اس نے سب سے پہلے مرحوم والیِ صقلیہ جعفر پر نظرِ عنایت کی، اور اس کے پورے محل کو لوٹ لیا،

محاصرۂ سرقوسہ کا بدستور قائم رہنا

اس وقت مسلمانانِ صقلیہ کی توجہ تمام تر سرقوسہ کی طرف مبذول تھی، فوج کا جو وفادار حصہ تھا، وہ بھی سرقوسہ کے محاصرہ مین لگا ہوا تھا، اس لئے اس انقلابِ حکومت کا کوئی اثر بلرم مین مترتب نہین ہوا، بلکہ اغلب نے اپنے ہواخواہون کو جمع کیا، اور ایک لشکر مرتب کرکے اپنے لڑکے احمد کی سرکردگی مین سرقوسہ بھیج دیا، کیونکہ اغلب نے سیاسی مصالح کے لحاظ سے بھی یہی ضروری سمجھا، کہ سرقوسہ کا محاصرہ بدستور قائم رہے، اور فتحِ سرقوسہ کا قابلِ فخر درخشندہ کارنامہ اسی کے ہاتھون انجام پائے، چنانچہ احمد بن اغلب نے سرقوسہ پہنچکر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ مین لے لی،[1]

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷، جعفر بن محمد کے قتل اور فتحِ سرقوسہ کی تکمیل مین مورخین کے درمیان بظاہر متضاد اختلاف ہے ایک طرف لسان الدین بن خطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے، اس کے روسے جعفر کا قتل حملۂ سرقوسہ سے پہلے ہوا ہے، اور سرقوسہ پر حملہ کا آغاز اغلب بن محمد متغلب کے دور سے شروع ہوتا ہے، جو اغلب کے لڑکے محمد کی سرکردگی مین اتمام کو پہنچا، دوسری طرف ابن اثیر نے سنہ ۲۶۴ھ کے حوادث مین "ذکر ملک المسلمین مدینۃ سرقوسہ" کا عنوان قائم کرکے جعفر کی سرکردگی مین اس کی فتح کے حالات لکھے ہین، اور جعفر کے واقعہ قتل مین خاموش ہے، تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، وہ سنہ ۲۶۴ھ مین فتحِ سرقوسہ کی تکمیل کے بعد جعفر کے قتل کا تذکرہ کرتا ہے اسلئے جعفر کے واقعہ قتل مین صرف دو بیان ہین، ایک ابن عذاری کا اور دوسرا لسان الدین بن خطیب کا، موخر الذکر کا بیان تاریخ و سنہ کے لحاظ سے قطعاً مجمل ہے، اسلئے ابن عذاری کا بیان بغیر کسی رد کے قابلِ قبول ہے، کہ وہ سنہ ۲۶۴ھ مین مارا گیا، لیکن یہ واقعہ قتل سنہ ۲۶۴ھ مین مہم سرقوسہ سے پہلے پیش آیا، یا اس کے بعد، اس مین ابن عذاری کی تائید ابن اثیر کے بیان سے چند در چند وجوہ سے نکلتی ہے، اگرچہ ابن اثیر مین واقعہ قتل مذکور نہین

حصار بندرگاہ کی بربادی

یہان محاذِ جنگ پر بزنطی بیڑے کو جو شکست ہوئی تھی، اوس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا تھا محصورین کی ہمت ایسی پست ہوگئی، کہ شہر کے شمالی حصہ پر جو فوج بندرگاہ کی حفاظت کے لئے متعین تھی، وہ پسپا ہوکر فصیل شہر کے اندر چلی گئی، مسلمانون کو موقع ملا، انھون نے بڑھ کے بندرگاہ کے حصار کو جس سے اوس کی

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۸) بلکہ علاوہ برین ابن اثیر ۲۶۴ھ کے اگلے اور پچھلے چند سال کے صقلیہ کے حالات مین مطلق خاموش نظر آتا ہی، نہ اوس نے صحیح طور پر ولاۃ کے تقرر کو لکھا ہے، اور نہ دوسرے حالات بیان کئے ہین، اس لئے ممکن تھا کہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ کی فتح کے حالات جو اوس نے قلمبند کئے ہین، وہ بھی سرسری ہوتے لیکن اس کے برخلاف اس مہم کے حالات سب سے مفصل اسی نے لکھے ہین، اور جو کچھ لکھے ہین، اون مین جعفر کی سرکردگی کو چھوڑ کر تمام واقعات کی پوری تائید ابن عذاری اور لسان الدین کے بیان سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ان تینون مورخین کے بیان مین کم سے کم قدر مشترک یہ متفقہ طور پر نکلتا ہے،

اول محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا، **دوم** شہر پر قبضہ ماہ رمضان ۲۶۴ھ کی ۱۴ تاریخ کو ہوا **سوم** اسلامی لشکر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ سے واپس آگیا، جب یہ قدر مشترک سب مین تسلیم ہے اور تینون کے یہان یہ تاریخین اپنی اپنی جگہ موجود ہین، تو پھر انھی سے جعفر کے واقعہ قتل کے زمانہ کی تعیین بھی خود بخود ہو جاتی ہی، کیونکہ جب محاصرہ نو ماہ جاری رہا، تو اس کی ابتدا ماہ محرم ۲۶۴ھ سے ماننی پڑیگی کہ جعفر نے زمام حکومت سنبھالتے ہی مہم سرقوسہ کی تیاری کی، اور روانہ ہوگیا، اور نو ماہ کی یہ تعیین خود لسان الدین نے اعمال الاعلام مین کی ہی، اس لئے اگر اس مہم کا آغاز اغلب متغلب کی سرکردگی مین تسلیم کیا جائے تو پھر اوس کے قتل کا واقعہ ۲۶۳ھ مین ماننا پڑے گا، اور یہ وہ زمانہ ہے، جب نہ جعفر صقلیہ آیا تھا اور نہ موالی کی بغاوت ہوئی تھی، اور نیز ابن عذاری کے بیان کے مطابق جعفر ۲۶۴ھ تک بقید حیات تھا، اس لئے واقعہ کی وہی شکل ماننی پڑیگی جو اوپر بیان کی گئی ہی،

اس صورت واقعہ کی تائید ابن اثیر کے ایک بیان سے جو ہوتی ہی اس موقع پر اس کو غور سے دیکھنا چاہئے، اس نے نہ جعفر کے تقرر کا ذکر کیا ہی، اور نہ واقعہ قتل کا صرف ذیل کے اس موقع پر اسکا پہلی اور آخری مرتبہ نام لیتا ہے،

"اسی سال (۲۶۴ھ) کی ۱۴ رمضان کو مسلمانون نے سرقوسہ فتح کیا، اور یہ صقلیہ کے عظیم ترین شہرون مین ہی، اور اسکی فتح کا سبب یہ ہوا کہ جعفر بن محمد والیِ صقلیہ اس پر حملہ آور ہوا، اور اسکی اور قطانیہ،

حفاظت ہوتی تھی، منہدم کر دیا،

اوس کے بعد آبنائے پر دونون فوجین آمنے سامنے تھین، دونون مین مقابلہ ہوا، اور ایک نہایت خونریز جنگ پیش آئی،

محصورین کے آلام و مصائب: آغاز جنگ کے ساتھ ہی مسلمانون نے اپنی منجنیق نصب کر دی، اسکی باڑھ سے فصیل کی دیوار روز بروز کمزور ہوتی گئی، دوسری طرف نار یونانیہ سے آتش باری شروع ہوئی جس کو آبادی مین ایک ہل چل پڑ گئی، اسلامی لشکر کی یہی شعلہ فشانی شبانہ روز جاری رہی جس سے رفتہ رفتہ محصورین مین عام پریشانی پھیل گئی، پھر سامان رسد مین بھی کمی ہوئی، اور جب غلہ کمیاب ہوا، تو گھوڑے اور گدہے کھائے گئے، اور پھر ان کی بھی ایسی کمیابی ہوئی کہ ایک ایک گدہے کا کلہ بیس بیس اشرفیون مین فروخت ہونے لگا، پھر جانورون کی کھالین

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۹) طرمین اور مسطہ وغیرہ رومی مقبوضات صقلیہ کی زراعت برباد کی پھر سرقوسہ پہنچا، اور اس کا بری و بحری محاصرہ کر لیا اور اس نے بعض شہر کے بعض حصہ پر قابض ہو گیا، اور جب روم کے جہاز سرقوسہ کی امداد کے لئے آئے تو اوس نے جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے رومی جہازون پر فتح پائی، اور اسوقت وہ طیتان سی محاصرہ کر سکے، چنانچہ لشکر نے نو مہینے محاصرہ قائم رکھا۔

ابن اثیر یہان تک کے حالات کو جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتا ہی، اس کے بعد ہی جعفر کا تذکرہ موقوف ہوتا ہی، اور صیغہ مجہول "وفتحت" "قتل"، اور اسلامی لشکر کا تذکرہ صیغہ جمع "اقاموا" "ھدموھا" "فاتقوا" "وانصرف المسلمون الی بلدھم" وغیرہ الفاظ سے اپنا مفہوم ادا کیا ہی،

ابن اثیر کا یہی طرز بیان ہے جس نے میرے سامنے ان متضاد بیانون کی تطبیق کی یہ صورت پیدا کر دی، اور مین نے اون سب بیانون کو سامنے رکھتے ہوئے واقعہ کی وہی مرتب شکل تیار کی، جو اوپر پیش ہوئی ہی کہ مہم کا آغاز جعفر کے ہاتھون ہوا، اور اختتام احمد بن اغلب کے ہاتھون،

لسان الدین کی اس مطبوعہ عبارت مین جعفر کا نام "ابو جعفر بن محمد" ہی، اور آگے چل کر اوسکو "ابو محمد" کے نام سے موسوم کیا ہی، غالبًا یہ نسخہ کی غلطی ہے، ورنہ ممکن ہی جعفر کی کنیت "ابو محمد" ہو، اور شروع مین جو "ابو جعفر" چھپا ہی وہ "ابو محمد جعفر بن محمد" ہو (ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۲ ، اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷۵، وابن عذاری دار دو، صفحہ ۱۵۸ و ۱۵۹)

اور ہڈیان خوراک بنین، پھر دیوار سے کائی کھرچ کھرچ کر چبانے لگے اور بالآخر یہ دردناک و الم انگیز لمحہ بھی آپہنچا، کہ اپنے ہی مقتول عزیز و اقارب کی بوٹیان نوچ نوچ کر چبائی گئین، اور پھر محصورین کی اس حالت زار کا اثر قدرۃً شہر کی آب و ہوا پر پڑا، اور سارے شہر مین عام وبا پھیل گئی، جس سے شہر کی ایک خاصی آبادی نذر اجل ہوگئی،

برج کا انہدام جنگ

لیکن ان تمام آلام و مصائب کے باوجود محصورین کمال پامردی و اولوالعزمانہ ہمت سے محاذ سے پیچھے نہین ہٹے لیکن دوسری طرف مسلمان بھی آخری فیصلہ کے انتظار مین وہین جمے ہوئے تھے، آخر محاصرہ کو کامل آٹھ مہینے اسی طرح گذر گئے، اور ادھر فصیل پر منجنیق کی پیہم باڑھ پڑ رہی تھی، گولے بخط مستقیم ایک ہی نقطہ پر پہنچ پہنچ کر فصیل کو کمزور کر رہے تھے، اور پھر مسلمانون نے ایک نقب زن آلہ دبابہ کو فصیل کی ایک برج سے لگا دیا، جس سے اس کی بنیاد روز بروز کھوکھلی ہونے لگی، آخر کامل ایک ماہ کے بعد یہ برج مسمار ہوگیا، اس کو یہ پیکر کا ہٹنا تھا، کہ دونون طرف سے زہر مین بجھی تلوارین نیام سے نکل پڑین، اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی، مسلمان اپنی فاتحانہ حوصلہ مندیون سے سرمست تھے، اور عیسائی اپنے وطن کی آخری مقدس قربانگاہ پر دیوانہ وار نثار ہو رہے تھے،

محصورین کا جوش جنون

ممکن تھا کہ فصیل کے مسمار ہوتے ہی سرقوسہ کی عیسائی آبادی اپنے آپ کو فاتحین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی، اور پھر اسی سلوک کی مستحق ہوتی، جو ایسے موقعون پر مسلمان دریادلی سے مفتوح شہرون کے ساتھ کرتے آئے تھے لیکن سرقوسہ کے مقدس پوپون اور راہبون نے حضرت مسیحؑ کے ان معصوم بچون کو کچھ ایسا جنون آمیز سبق پڑھا دیا تھا کہ مسیحیت کا ہر نام لیوا شہر پناہ سرقوسہ کے نیچے مسلمانون کے آب شمشیر سے سیراب ہونے کو ابدی سعادت کا مستحق سمجھتا تھا، یہانتک کہ جنون آمیز جوش و خروش سے عورتین اور بچے بھی حسب استطاعت جنگ مین شریک ہو کر حصول ثواب مین مصروف تھے، اور مقدس پادری اپنے مقدس لباس زیب تن کئے دعائین پڑھ پڑھ کر مسیحیون کے دل بڑھا رہے تھے، اسلئے جب مسلمانون نے فصیل ٹوٹنے کے

بعد یہ رنگ دیکھا کہ عاجزی و درماندگی کے بجائے جنون آمیز جوش و خروش سے خونچکان تلوارین بلند ہین، تو وہ بھی بے جگری سے ٹوٹ پڑے اور فصیل کا مسمار شدہ حصہ مردون کے تودہ سے پٹ کر دہ چند بلند ہوگیا، لیکن باا ینہمہ محصورین پامردی سے محاذ جنگ پر قائم رہے، چنانچہ باوجودیکہ فصیل منہدم ہو چکی تھی، لیکن کہا جاتا ہے کہ بیزنطی لشکر اس پامردی سے مورچے قائم کئے رہا کہ مسلمان بیس دن تک ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے،

جب اسلامی سپہ سالار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو ایک دوسری حکمت عملی اختیار کی، فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا، بیزنطی سپہ سالار بیس دن کی متواتر جنگ سے تھک کر چور ہو گیا تھا، اس لئے اس موقع پر اوس نے منہدم فصیل کے گرد فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا، اور خود آرام لینے چلا گیا،

فتح سرقوسہ اسلامی سپہ سالار کی یہ حکمت عملی کامیاب ہوئی، مسلمانون نے پھر منجنیق کی باڑھ نشانہ پر لگا دی اور چشم زدن مین اوس محافظ بیزنطی لشکر کا خاتمہ ہوگیا، پھر منجنیق کے گولے عالیشان مکانون کو زمین بوس کر نے لگے اور اوس کے بعد ہی مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر مین گھس پڑے،

اب سرقوسہ کی تمام آبادی مسلمانون کے رحم و کرم پر تھی، لیکن عیسائیون نے مسلمانون کے حسن سلوک سے فائدہ اوٹھانے کے بجائے دیوانگی سے مجنونانہ طرز عمل اختیار کیا، یہ مذہبی دیوانے مسلمانون کے سامنے آآکر رسول اکرم صلعم کو سب وشتم کرتے اور حیات جاوید کے خواہان ہوتے، اسلامی فوج مین بھی افریقہ کے وحشی موجود تھے، ان کی بھی مذہبی فریفتگی ضرب المثل ہے، جب آنحضرت صلعم پر (خاکم بدہن) گالیون کی بوچھار ہونے لگی، تو اون مذہبی مجنونون پر یہ مذہبی دیوانے بھی ٹوٹ پڑے اور تھوڑے ہی وقفہ مین فصیل، قلعے، اور عالیشان مکان کے تودون کے گرد ہزارون کشتون کے پشتے قائم ہوگئے، اور عرب مورخین کی تصریح کے بموجب صرف چند شہری زندہ باقی بچ گئے۔

اس موقع پر بیزنطی حکومت کے ایک وفادار صوبہ دار کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی ہوگی، کہ اوس نے حیرت انگیز اولوالعزمانہ بہادری کی مثال قائم کی، وہ سترچیدہ سپاہیون کو لیکر فصیل کی ایک برج پر چڑھ گیا، اور چوبیس گھنٹے

تک مقابلہ کرتا رہا، اس کے سر ہوتے ہی سرقوسہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا اور **فتحِ سرقوسہ** کی یہ مہم نو ماہ کے محاصرہ کے بعد یوم چہارشنبہ ۱۴ رمضان المبارک ۲۶۴ھ کو اتمام کو پہنچی،

مقتولین کی تعداد نو ماہ کی اس طویل جنگ مین رومی مقتولین جنگ کی تعداد عرب مورخین کی تصریح کے مطابق چار ہزار سے زیادہ ہے[1]

مالِ غنیمت سرقوسہ صقلیہ کے دولتمند ترین شہرون مین تھا، اس لئے یہان حسب موقع مالِ غنیمت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، عام عرب مورخین لکھتے ہین کہ

"یہان اسقدر دولت و ثروت حاصل ہوئی کہ کسی دوسرے شہر مین حاصل نہین ہوئی تھی"۔

اور ایک چشمدید گواہ تھیودوسیئس کا بیان ہے کہ مالِ غنیمت کی تعداد دس لاکھ بیزنطی سکہ تھی، اور اسی کو غالباً صاحب الہلال مصر نے ...... ۲۰۰۰۰۰۰ ریال سے موسوم کیا ہے[2] اس کے علاوہ مسلمانون نے سرقوسہ کے رئیس الاساقفہ اور تین دوسرے راہبون کے ذریعہ گرجا کے مقدس طلائی و نقرئی مرصع ظروف کا سراغ لگایا، جن کا وزن پانچ ہزار پونڈ بتایا جاتا ہے، اب ان کی قیمت صنعت و ندرت کے لحاظ سے جو کچھ بھی قرار پائی ہو،

انہدامِ سرقوسہ فتحِ سرقوسہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر دو مہینے یہان مقیم رہا، لیکن شہر قدیم باشندون سے سنسان ہو گیا تھا، سرقوسہ کی شہری آبادی جنگ سے پیشتر ہجرت کر چکی تھی، باشندون مین جسقدر لڑنے والے تھے، اولاً وبا کی نذر ہوے، اور پھر جو باقی بچے وہ جنگ مین کام آئے، اس لئے فتحِ سرقوسہ کے بعد یہان بجز مسلمانون

---

[1] یورپین مورخین کا بیان اس سے مختلف ہے، وہ سرقوسہ مین مسلمانون کے مظالم اور قتل و خونریزی کی ایک طویل داستان لکھتے ہین، جو تمام تر مبالغہ آمیز ہے، عرب مورخین مین سے ابن عذاری اور لسان الدین بن الخطیب نے بتصریح یہی تعداد بیان کی ہے، عرب مورخین مقتولین کی تعداد کو کم دکھانے کے عادی نہین، یہ اون کے نزدیک محاسن مین داخل تھا، کہ ان کے خیال مین مقتولین کی کثرت تعداد بھی جوہرِ شجاعت کا ایک ثبوت تھا، [2] الہلال مصر ج ۲ نمبر ۵،

کے اور کوئی موجود نہ تھا، موجودہ متغلب صقلیہ اغلب بن محمد نے یہاں مسلمانوں کو آباد کرنا مناسب نہ سمجھا، پھر اس لئے کہ آیندہ بیزنطی لشکر شہر میں آکر نئے استحکامات کے ساتھ اوس کو دوبارہ کام میں نہ لاسکے اوس نے اوس کے ڈھا دینے کا فیصلہ کیا، اور فتح سرقوسہ کے دو مہینے کے بعد احمد کے پاس جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں مقیم تھا شہر کے انہدام کا فرمان پہنچا، اور اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں اس پرعظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی جسکی ایک ایک اینٹ صقلیہ میں یونانی اور رومی تہذیب کی آخری یادگار تھی[۱]،

بیزنطی بیڑے کی آخری کوشش۔ انہدام سرقوسہ کے بعد مسلمان ابھی واپس بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ وہی خطرہ سامنے آگیا، جسکی بناپر اغلب نے اس کے انہدام کا آخری فیصلہ صادر کیا تھا چنانچہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک عظیم الشان بیڑا سرقوسہ کی بازیافت کے لئے آتا دکھائی دیا، اسلامی بیڑے نے بڑھ کے مقابلہ کیا، یہ بحری جنگ اس پرعظمت تاریخی شہر کے سلسلۂ محاربات کی آخری کڑی تھی، اسلامی بیڑا اس میں بھی فتحیاب ہوا، چار جہاز قبضہ میں آگئے، اور اوس کے تمام سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور جو باقی رہ گئے، وہ تباہ و برباد ہوکر قسطنطنیہ واپس گئے[۲]،

اسلامی لشکر کی مراجعت اسلامی لشکر اس بحری جنگ کے بعد اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں سرقوسہ سے بلرم واپس گیا[۳]،

فتح سرقوسہ اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ یہ عجب اتفاق ہے کہ مرکزی حکومت بیزنطی قسطنطنیہ نے موجودہ فرمانروا باسل مقدونی ہی کے عہد میں صقلیہ کے معاملات سے گہری دلچسپی لی، اور خصوصاً سرقوسہ کے بچانے کے لئے دو دو بیڑے روانہ کئے، لیکن صقلیہ میں حکومت بیزنطی کا آخری زوال اسی کے عہد میں پورا ہوا، اور اسی وجہ سے عیسائی مورخین کی طرف سے یہ سب وشتم کا نشانہ بنا، اور کہا گیا کہ فتح سرقوسہ کا کارنامہ

---

[۱] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۴۷ ہم [۲] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۲۲ [۳] ، واعمال الاعلام یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۴۷ ہم، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۸،

مسلمانون نے اپنی شجاعت سے انجام نہین دیا، بلکہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کے بزدل شہنشاہ باسل مقدونی کی مجرمانہ سستی و تساہل سے وقوع پذیر ہوا،

حالانکہ باسل ہی قسطنطنیہ کا وہ آخری فرمانروا تھا جس نے صقلیہ پر سب سے زیادہ توجہ کی، وہ ۲۵۳ھ مین تختِ حکومت پر آیا، اور فوراً ایک زبردست جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جسکو ۲۵۴ھ مین مسلمانون نے اپنی محیر العقول جوانمردی سے شکست دی، پھر باسل نے اندرونِ صقلیہ مین حکومتِ اسلامی کے خلاف بغاوت کی عام لہر ڈال دی جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، پھر اوس نے سرقوسہ کو اس قدر مستحکم کر لیا، اور بیزنطی لشکر صقلیہ کے حوصلے اس قدر بڑھائے کہ ۲۵۵ھ مین اس نے اسی سرقوسہ کی دیوار کے نیچے مسلمانون کو نہایت زبردست شکست دی لیکن پھر واقعہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانون نے بحرِ روم پر کامل اقتدار حاصل کر لیا، اور باسفورس کے اوّل و آخر بیڑے کی شکست پر فتحِ سرقوسہ کے آغاز و انجام کا تماشہ ختم ہوا،

فتحِ سرقوسہ سے صقلیہ مین گویا حکومتِ بیزنطی کا وہ پرشکوہ علم جو کئی صدیون تک یہان نہایت جاہ و جلال اور شان و شوکت سے لہراتا رہا، ہمیشہ کیلئے سرنگون ہو گیا، چنانچہ مسٹر اومن باسل کے عہدِ حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین:

"اس کے عہدِ حکومت کے وقائع مین قابلِ اعتنا، واقعہ صقلیہ کا آخری زوال" ہے، افریقہ کے عرب جنھون نے میکائل دوم کے عہدِ حکومت مین جزیرہ پر قدم رکھا تھا، اب ان کی تمام تگ و دو ۸۷۸ء مین سرقوسہ پر حملہ سے اتمام کو پہنچ گئی[1]"

اسلامی پیشقدمی کا عارضی التوا

مسٹر اومن کا یہ بیان اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن ابھی جزیرہ مین حکومت بیزنطی کا کچھ نہ کچھ نام و نشان باقی رہ گیا تھا، اور ان اطراف کے چند شہر طبرمین اور قطانیہ وغیرہ حکومتِ بیزنطی کے علم بردارون مین باقی رہ گئے تھے، لیکن فتحِ سرقوسہ کے بعد کچھ دنون کے لئے خود عربون نے اپنی پیشقدمی ملتوی کر دی، ورنہ ان شہرون مین سے کسی مین بھی ایسی قوت نہ تھی، کہ وہ اسلامی

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج، بیزنطائن ایمپائر) صـ ۲۱۴

حکومت کی پوری طاقت کا مقابلہ کرکے بیزنطی علم کو سربلند رکھتے،

سرقوسہ کی نئی آبادی سرقوسہ اگرچہ تباہ و برباد کردیا گیا تھا لیکن مسلمانون نے اوسکی تاریخی عظمت برقرار رکھنی چاہی اور اسی غیر مسلح بے فصیل شہر مین آکر آباد ہوگئے جس نے رفتہ رفتہ پھر ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت اختیار کرلی جسمین مسلم وغیر مسلم تمام قومین آباد تھین، یہان کے باشندون مین اہل علم کی بھی ممتاز جماعت پیدا ہوئی، جنکے تذکرے دوسری جلد مین نظر آئین گے،

باغیانہ حکومت کا خاتمہ محاصرۂ سرقوسہ کے اثنا مین صقلیہ کی حکومت مین جو اہم انقلاب ہوگیا تھا، اوس سے مسلمانان صقلیہ غافل نہ تھے لیکن اثنائے محاصرہ مین اس جانب توجہ کرنے مین زمانہ جنگی برپا ہوجانے کا اندیشہ تھا، جس سے اس مہم کو نقصان پہنچتا، اس لئے خاموشی سے سرقوسہ کی مہم کے انجام پانے کا انتظار کرتے رہے، چنانچہ جب سرقوسہ کی یہ مہم انجام پاگئی، تو دو مہینہ کا وقفہ بھی نہین گذرنے پایا تھا، کہ اون متغلبین کے خلاف شورش پیدا ہوئی، اور خود باشندگان صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵؁ھ مین اغلب بن محمد، ابو عقال، اور ان کے تمام ساتھیون کو گرفتار کرلیا، اور لوہے کی زنجیرون مین جکڑ کر افریقیہ بھیج دیا، جہان اونھین سزائے موت دیدی گئی،[1]

صقلیہ کے نظام حکومت مین ابتری، ۲۶۵؁ھ سے ۲۸۹؁ھ تک دور اختلال اور اوس کے اسباب ونتائج، اگرچہ صقلیہ کی اس باغیانہ حکومت کا ان سرکشون کے استیصال سے بظاہر خاتمہ ہوگیا لیکن یہان افریقیہ کے مجرمون کا مستقر بنجانے سے فتنہ و فساد کی ایسی تخم ریزی ہوگئی تھی کہ ایک مدت تک حکومت اغالبہ یہان کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب نہ ہوسکی، کیونکہ اوس جلاوطن گروہ کے افراد کو جنمین وہان کے معززین و ذی اثر باشندے بھی تھے صقلیہ کے باشندون مین بہت جلد ہردلعزیزی حاصل ہوگئی، یہ لوگ بغاوت کی چنگاریان افریقیہ سے اپنے ساتھ لائے تھے، جلاوطن موالی کی ایک کثیر تعداد ان کے ساتھ تھی، اس لئے انھین اپنے مقصد مین

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صـ ۲۷۴ البیان المغرب (ترجمہ اردو) صـ ۱۵۹،

یہان بھی بہت جلد کامیابی حاصل ہوگئی ان لوگون نے اولاً موالی و دیگر جلاوطن لوگون سے مخالفین حکومت کی ایک مستحکم جماعت تیار کرلی اور پھر مسلمانان صقلیہ کے درمیان مختلف جذبات برانگیختہ کرکے اپنی تفرقہ اندازی سے انھین ٹکڑون ٹکڑون مین تقسیم کردیا،

ادھر صقلیہ مین یہ بغاوت انگیزی ہورہی تھی، اور ادھر افریقیہ مین بھی بعض ایسے حالات پیش آگئے کہ ان کا اثر صقلیہ پر نہایت ناخوشگوار پڑا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کو عنان حکومت سنبھالے ہوئے چند سال گذرے تھے کہ وہ ایک دماغی مرض مین مبتلا ہوگیا، اور اسکی طبیعت پر مراق کا اثر پیدا ہوگیا لیکن اسکے باوجود وہ عنان حکومت ہاتھ مین لئے رہا، اور اس کے ادنیٰ اشارے پر بڑے بڑے اکابر سلطنت امراء، روساء علماء، اور خود اس کے عزیز واقارب قتل ہونے لگے، جس سے یہان کے نظام حکومت مین بھی اختلال آگیا، اور جگہ جگہ علم بغاوت بلند ہوگئے، چنانچہ صرف ۲۸۲ھ ۸۹۵ء مین تونس، جزیرہ اربس، باجہ وغیرہ نے کچھ ہی دنون آگے پیچھے باری باری بغاوت کا اعلان کیا، اور پھر اسی طرح سارے افریقیہ مین ایسی بغاوت پھیل گئی، کہ حکومت افریقیہ کے قبضہ واقتدار مین سمندر کا صرف ساحلی علاقہ اور مشرق مین طرابلس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا، اس سے صقلیہ کے باغیون کو مزید تقویت پہنچی،

علاوہ ازین افریقیہ کے نظام حکومت مین حکومت صقلیہ کی نگرانی ایک خاص حاجب (وزیر) کے سپرد تھی، جب افریقیہ کی وزارت مین ردوبدل ہونے لگا، تو صقلیہ کے عہدۂ ولایت مین بھی عزل ونصب کا سلسلہ جاری ہوگیا، آج ایک حاجب نے صقلیہ پر ایک والی کو مقرر کیا، تو کل کسی دوسرے نے اوس کے عزل کا پروانہ لکھ بھیجا، یا کبھی ایک ہی حاجب نے ایک کا تقرر کیا، پھر کبھی دوسرے حالات سے متاثر ہوکر اوس کی معزولی کا حکم لکھ بھیجا،

نیز انھی دنون حدود حکومت اغلبیہ مین دعوت اسمٰعیلی کی سیاسی تحریک ۲۸۶ھ ۸۹۹ء مین شروع ہوچکی تھی، ان کے دعاۃ مختلف شہرون مین پھیل گئے، ابراہیم کے اس طرز عمل سے اوسکو مزید تقویت پہنچی، حکومت

اغلبیہ کے خلاف مختلف شہروں میں پروپیگنڈا جاری ہوگیا اور آخر آیندہ چل کر انھی وجوہ سے حکومت اغالبہ کا آفتاب اقبال ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

مرکزی حکومت افریقیہ کے ان حالات کا صقلیہ پر نہایت گہرا اثر پڑا، اوّلاً تقریباً ہر سال صقلیہ کی ولایت میں عزل و نصب ہوا، مختلف قبائلی دشمنیاں قائم ہوگئیں، ایک شہر کے مسلمان دوسرے شہر کے مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوگئے، اور صقلیہ کا پورا انتظام حکومت اس قدر درہم برہم ہوگیا کہ ابراہیم کو ان تیاریوں کے ساتھ اپنے لڑکے ابوالعباس کی سرکردگی میں افریقیہ سے یہاں فوج بھیجنی پڑی، کہ گویا وہ نئے سرے سے صقلیہ کو فتح کرنے آیا ہے، صقلیہ کا یہ دور اختلال ۲۶۵ھ ۸۷۸ء سے ۲۸۷ھ ۹۰۰ء تک بائیس برس تک قائم رہا اگرچہ اس اثنا میں یہاں کے مختلف ولاۃ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، رومی علاقوں پر فوجکشیاں بھی ہوئیں اور بعض مواقع پر غیر معمولی کامیابیاں حاصل ہوئیں، جنوبی اٹلی پر بھی ایک آدھ مہم روانہ ہوئی اور حکومت بزنطی سے بحری معرکہ آرائی ہوئی تاہم ان تمام امور کے باوجود صقلیہ میں فتح سرقوسہ کے بعد جو امن و امان قائم ہونا چاہئے تھا، غیر مفتوح علاقہ کو جس آسانی سے زیر ہوجانا تھا، اور نظام حکومت کو جس مضبوطی سے قائم رہنا تھا، وہ اسی شر انگیز فسادی عنصر کی فتنہ پردازیوں، سازشوں اور بغاوتوں سے مفقود رہا، اور یہی حالات تقریباً بائیس برس تک قائم رہے،

ابوالاغلب بن ابراہیم والی صقلیہ (۱۲)

۲۶۵ھ
۸۷۸ء

چنانچہ ابراہیم نے صقلیہ کے سرکش متغلبین کے قلع قمع کے بعد یہاں کی ولایت پر خود اپنے لڑکے ابوالاغلب کو ۲۶۵ھ میں روانہ کیا، لیکن مخالفین حکومت بہت جلد اس کے خلاف شورش پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے، اس لئے ابراہیم نے صقلیہ کے سابق والی حسین بن رباح کو فرمان ولایت دیکر

یہان بھیج دیا، اور ابو الاغلب یہان صرف نو ماہ کے قیام کے بعد افریقہ واپس چلا گیا[۱]

حسین بن رباح والی صقلیہ (۱۳)

۲۶۵ھ تا ۲۶۷ھ
۸۷۸ء تا ۸۸۰ء

فوجکشیان اور بری و بحری معرکہ آرائیان

حسین بن رباح اواخر ۲۶۵ھ مین صقلیہ پہنچا، یہ ایک آزمودہ کار والی تھا، اس نے برسر حکومت آنیکے بعد مسلمانون سے کسی قسم کا تعارض کئے بغیر رومی علاقہ پر فوجکشی کا سامان کیا، اور ۲۶۵ھ کے موسم گرما مین ایک فوج اپنی سرکردگی مین لیکر طبرمین وغیرہ کی جانب روانہ ہوا، وہان رومی مقابلہ کے نکلے، اور جنگ شروع ہو گئی، اسلامی لشکر کی پیشقدمی کسی جوش و ولولہ کے ساتھ تو تھی نہین، رومیون نے اون کو پسپا کرنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا کر فرار ہو جائین، کہ یکایک قدم سنبھل گئے، اور مسلمانون کے ایک سخت حملہ کے بعد رومیون کو ہزیمت اوٹھانی پڑی، ان کی ایک کثیر تعداد کام آئی، اور سپہ سالار بھی مارا گیا[۲]

اس کے بعد اسی زمانہ مین ایک سو چالیس جہازون کا ایک بزنطی بیڑا صقلیہ آیا، حسین بن رباح نے ایک اسلامی بیڑا مدافعت مین روانہ کیا، اور ایک خونریز جنگ ہوئی، مسلمانون نے شکست کھائی، اور ان کے چند جہاز بھی رومیون کے قبضہ مین چلے گئے، اور جو باقی بچ گئے بلرم واپس چلے آئے، اور بزنطی بیڑا قسطنطنیہ چلا گیا،

حسین بن رباح نے اس ہزیمت کے جواب مین مختلف دستون کو رومیون کی مختلف سمتون مین

---

[۱] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۲۴، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹، ابن عذاری نے ابو الاغلب کے تقرر کا تذکرہ نہین کیا ہے، اسکے بجائے حسین بن رباح کا تقرر متغلب صقلیہ کے واقعہ قتل کے بعد لکھا ہے اور ادھر لسان الدین ابن الخطیب نے اسکے نو ماہ کے قیام کے ذکر کے بعد چند سال کے واقعات چھوڑ دیے ہین، ہم نے حسین کے ورود صقلیہ کا زمانہ دونون بیانات سامنے رکھکر متعین کیا ہے۔ [۲] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹

بھیج دیا، جو چند مہینوں تک رومی علاقہ کو تاخت و تاراج کرتے رہے[۱]،

عزل و جانشینی — تا آنکہ سیاسی آویزشوں کی بنا پر ۲۶۷ھ میں افریقیہ سے حسین بن رباح کی معزولی کا پروانہ آگیا اور اس کے بجائے حسن بن عباس والی مقرر کیا گیا،

حسن بن عباس والی صقلیہ (۱۴)

۲۶۷ھ - ۲۶۸ھ
۸۸۰ء - ۸۸۱ء

رومی مقبوضات پر اسلامی حملے، اور اسلامی مقبوضات پر رومی حملے، — حسن بن عباس ۲۶۷ھ میں صقلیہ آیا[۲]، اور فوجکشی کا سلسلہ جاری کر دیا، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات میں بھیج دیے، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر قطانیہ پہنچا، اور یہاں سے طبرمین کا رخ کیا اور کھیت کے غلوں اور باغ کے درختوں کو نقصان پہنچایا، پھر یہاں سے ایک غیر معروف مقام بقارہ پہنچا، اور یہاں کی زراعت بھی پامال کی اور اسی قسم کی تاخت و تاراج کے بعد بلرم لوٹ آیا،

اگرچہ حسن بن عباس کی اس مہم سے رومی علاقہ کو نقصان پہنچ گیا تھا، لیکن اسلامی حکومت میں جو ابتری پیدا ہو گئی تھی، اوس سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے، چنانچہ ادھر اسلامی لشکر رومی علاقہ سے واپس آیا، اور ادھر بالکل خلاف معمول اسکے جواب میں رومی دستے بھی اسلامی حدود حکومت میں گھس آئے، اور یہاں کے باغوں اور کھیتوں کو اسی قسم کے نقصانات پہنچائے، جیسے ابھی وہ نقصانات اوٹھا چکے تھے،

حسن بن عباس نے اوس کے تدارک کے لئے فوجی دستے متعین کئے، چنانچہ ۲۶۸ھ ۸۸۱ء میں ایک مختصر دستہ ابو ثور نامی ایک قائد کی سرکردگی میں جا رہا تھا، کہ ایک رومی لشکر اس پر حملہ آور ہوا مسلمانوں کی

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۳ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۹ [۲] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۵۲ و اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۲۷ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۹،

تعداد بہت تھوڑی تھی، رومی غالب آئے؛ اور دستہ کے ایک ایک سپاہی کو قتل کر ڈالا، صرف سات مسلمان کسی طرح جان بچا کر بلرم پہنچے[1]

اور اس کے بعد ہی حسن بن عباس کی معزولی کی باری آگئی، اور اوس کے بجائے ابوالحسین محمد بن فضل فرمانِ ولایت لیکر صقلیہ پہنچا،

ابوالحسین محمد بن فضل والیِ صقلیہ (۱۵)

۲۶۸ھ
۸۸۱ء

فوجکشی

ابوالحسین محمد بن فضل ۲۶۸ھ ۸۸۱ء مین صقلیہ پہنچا، اوس کو بھی دوگونہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ایک طرف اوسکے خلاف مخالفینِ حکومت کی خفیہ سازشین، اور دوسری طرف اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی بڑھتی ہوئی حوصلہ مندیان تھین،

اس نے بھی اول امر کو نظر انداز کیا، کہ جب وقت آئے گا عہدہٗ ولایت سے سبکدوش ہوجائے گا اور اپنی تمام توجہ رومیون کے خلاف مبذول کی، رومی گذشتہ سال اسلامی حکومت کے حدود مین تاخت و تاراج کر چکے تھے، علاوہ ازین اپنی منظم کوششون سے طرمین وغیرہ کے علاقہ مین ایک منظم حکومت کی تشکیل مین مصروف تھے، اور اسی سلسلہ مین ان لوگون نے کسی دور افتادہ مقام پر کسی ایک قلعہ کو مستحکم کر کے اپنی فوجی تیاریان شروع کر دی تھین، اور اوسی قلعہ کو صقلیہ مین حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت (مدینۃ الملک) قرار دیا تھا اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے بھی امدادی بیڑے آنے لگے تھے،

محمد بن فضل انھی حالات کی بنا پر اسی سال ۲۶۸ھ ۸۸۱ء مین ایک فوج لیکر قطانیہ روانہ ہوا، اور تاخت و تاراج مین مصروف ہوگیا، اسی اثنا مین قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا پہنچا، اور اوس سے معرکہ آرا ہوا، اس بحری

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۵۲ و صفحہ ۲۵۹،

جنگ مین مسلمان فتحیاب ہوئے، اور بہت سے رومی کام آئے، جنگ کے خاتمہ کے بعد محمد بن فضل طبرمین چلا آیا، اور یہان کی زراعت وغیرہ کو نقصان پہنچا کر جدید پایہ تخت کی جستجو مین روانہ ہوا، کہ سامنے سے رومیون کی ایک ٹڈی دل فوج آتی دکھائی دی، دونون فوجین صف آرا ہوئین، اور دونون مین شدومد کا مقابلہ ہوا، آخر رومیون کی صفین ٹوٹین، اور انھین کی ہزیمت پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا، رومی مقتولین کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی، محمد بن فضل مقتولین کے سر بلرم لے آیا،

جدید رومی پایہ تخت پر قبضہ اس کامیاب جنگ سے مراجعت کے بعد اس نے رومیون کے جدید مرکز مدینۃ الملک (شاہی شہر) کا رخ کیا، اس شہر کی فتح مین کوئی دشواری پیش نہین آئی، رومیون کی مرکزی قوت کا اوسی جنگ مین خاتمہ ہو چکا تھا، جو کچھ بچی کھچی فوج رہ گئی تھی، اوس نے مقابلہ کیا، اور اس جنگ مین کام آئی، قلعہ پر قبضہ ہو گیا، جو لوگ زندہ بچ گئے تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور ۲۶۸ھ/۸۸۱ء کے اختتام سے پہلے حکومت بزنطی کے اس جدید دار الحکومت کا خاتمہ ہو گیا،

اس کے بعد پھر دوسرے سال ۲۶۹ھ/۸۸۲ء مین رومی علاقہ پر حملہ آور ہوا، فوج کی پہلی منزل قلعہ مطہ قرار پائی، پھر یہان سے قسطانیہ روانہ ہوئی، یہان رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی، رومی یہان بھی کثیر تعداد مین مقتول ہوئے، محمد بن فضل اختتامِ جنگ کے بعد اسیرانِ جنگ اور مالِ غنیمت لیکر ماہ ذی الحجہ مین بلرم واپس آگیا،

عزل و جانشینی اس کے بعد محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز نہ کرنے پایا تھا کہ ماہ ربیع الاول ۲۷۰ھ/۸۸۳ء مین اوس کی معزولی کا پروانہ دربارِ قیروان سے آگیا، اور اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس عہدۂ ولایت پر آیا[1]،

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۲، ۹، ۱۲۷، اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۷، ونہایۃ الارب درامارہی صفحہ ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۳۰، البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۲، اعمال الاعلام مین اس کا نام علی بن ابی الفوارس ہے، ہم نے علی بن محمد بن ابی الفوارس نویری کی تصریح کے مطابق لکھا ہے،

علی بن محمد والی صقلیہ (۱۶)

سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء

علی بن محمد خاندانِ اغالبیہ کا ایک رکن تھا، سلسلہ نسب علی بن محمد بن ابی الفوارس بن عبداللہ بن اغلب ہے، یہ یوم دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء مین صقلیہ آیا،

لیکن اس کا دورِ حکومت بھی محض چند روزہ ثابت ہوا، اور چند ہی مہینے بعد اسی سال ماہِ رمضان مین اوس کی معزولی کا پروانہ قیروان سے آگیا، اور صقلیہ کی باگ حسین بن احمد کے ہاتھ مین آگئی[۱]،

حسین بن احمد والی صقلیہ (۱۷)

سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء – ۲۷۱ھ / ۸۸۴ء

فوجکشی حسین بن احمد سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء مین صقلیہ آیا، اور اسی سال رمطہ پر فوجکشی کی، اور مالِ غنیمت اور قیدی لیکر بلرم واپس آیا،

والیِ صقلیہ کی وفات پھر کچھ دنون کے بعد بیمار پڑا، اور ماہِ شعبان سنہ ۲۷۱ھ / ۸۸۴ء مین وفات پائی، اور اسکے بعد سوادہ بن محمد کو ولایتِ صقلیہ پر بھیجا گیا[۲]،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۹۲ و اعمال الاعلام دریاد کا منضاین ج ۲ صفحہ ۴۷۰ البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۶۲ عجب اتفاق ہے، کہ لسان الدین ابن الخطیب نے حسین بن احمد کے بجائے حسین بن رباح لکھا ہم نے ابن عذاری اور ابن اثیر کی روایت قبول کی ہے، اس لئے کہ حسین بن رباح ۲۶۵ھ مین آیا، اور ۲۶۷ھ مین معزول ہو چکا ہے، لسان الدین نے اس موقع پر اس کا ذکر نہین کیا ہے اس لئے خیال ہوا، کہ شاید اسی سے اوسکو التباس ہوا ہو، اور حسین بن احمد کے بجے حسین بن رباح لکھ گیا ہو، [۲] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۹۲ ،

سوادہ بن محمد والی صقلیہ (۱۸)

۲۷۱ھ - ۲۷۳ھ
۸۸۴ء - ۸۸۶ء

سوادہ سابق مقتول والی صقلیہ خفاجہ بن سفیان کا پوتا اور محمد بن خفاجہ کا لڑکا تھا، ۲۷۱ھ ۸۸۴ء مین صقلیہ پہنچا،

فوجکشی اور رومیوں سے صلح

عنان حکومت سنبھال کر رومی علاقہ پر فوجکشی کی، اور طرمین پر حملہ آور ہوا، یہان اس علاقہ کو تخت و تاراج کر رہا تھا، کہ حاکم طرمین نے ایک پیغام بھیج کر کچھ دنون کے لئے فوجکشی ملتوی کر دینے کی درخواست پیش کی اور معاوضہ مین تین سو مسلمان قیدی رہا کرنے کا عہد کیا، سوادہ نے شرط منظور کر لی، اور تین مہینہ کے لئے فوجکشی ملتوی ہو گئی، اس معاہدہ سے رومیون کو ایک فصل کا غلہ گھر مین مل گیا، اور اسلامی حکومت کو تین سو مسلمانون کو رہا کرانے کا موقع ملگیا،

اس کے بعد سوادہ نے تین مہینہ کی وقفہ کے بعد دوبارہ فوجکشی کی، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات مین پھیل گئے، اور قتل و نہب مین مصروف ہو گئے اور جب مال غنیمت اور قیدی جمع ہو جاتے، تو بلرم لوٹ آتے،

جنوبی اٹلی کے دو اسلامی شہرون پر بیزنطی قبضہ

اس کے بعد اسی سال ۲۷۲ھ ۸۸۵ء مین ایک بیزنطی بیڑا قسطنطنیہ سے ایک امیر البحر نجفور (NICEFORO) کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا، اور ایک اسلامی شہر سبرینہ (SEVERINA) کا محاصرہ کیا مسلمان اس شہر مقابلہ سے عاجز تھے، اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کی درخواست کی، کہ انھین امن و امان سے صحیح و سالم صقلیہ چلے جانے کی اجازت دیدیجائے، نجفور نے شرط منظور کر لی، مسلمان شہر خالی کر کے صقلیہ چلے آئے اور شہر پر بیزنطی علم لہرانے لگا،

اس کے بعد اوس نے ایک دوسرے شہر نقیبیہ (AMAN TEA) کا رخ کیا، یہان بھی مسلمانون نے معمولی محاصرہ کے بعد شہر حوالہ کردیا، اور امن و امان سے بلرم چلے آئے، اور اس پر بھی بزنطی علم لہرانے لگا۔[۱]

والیِ صقلیہ کی گرفتاری | اس کے بعد صقلیہ مین حسبِ معمول، والی کے خلاف بغاوت ہوئی، اور باغی، سوادہ پر قابو پانے مین کامیاب ہوگئے اس مرتبہ ان لوگون نے پہلے سے کسی قدر زیادہ جرأت کی اور سوادہ اور اسکے عزیز و اقارب اور اوس کے حاشیہ نشین امرائے صقلیہ یعقوب بن بکر وغیرہ کو گرفتار کرلیا، اور سب کو ماہ رجب ۲۷۳ھ ۸۸۶ء مین افریقہ روانہ کردیا، اور صقلیہ کی حکومت کا نظم و نسق عارضی طور پر ابو العباس بن علی کے ہاتھ مین آگیا۔[۲]

ابو مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی والیِ صقلیہ (۱۹)

۲۷۴ھ ۸۸۷ء تا ۲۷۸ھ ۸۹۱ء

ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب سوادہ کے بجائے صقلیہ کی ولایت پر بھیجا گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی اس عہدہ پر مامور ہوچکا تھا، اب دوبارہ ماہ صفر ۲۷۴ھ مین یہان پہنچا،

فوجکشی اور فتوحات | اس نے موسم گرما مین طبرمین قطانیہ اور سمطہ وغیرہ پر فوجکشی کی، اور سلب و نہب اور زراعت کے پامال کرنے مین کامیابی حاصل کی۔[۳] پھر ۲۷۵ھ ۸۸۸ء مین رومی مقبوضات مین ایک دوسری فوجکشی کی اس مین برّی و بحری دونون لڑائیان پیش آئین، رومیون کو ہزیمت ہوئی، ان کے سات ہزار سے زیادہ آدمی برّی جنگ مین کام آئے، اور اسی طرح بحری جنگ مین تقریباً پانچ ہزار رومی غرقاب ہوئے، اور اسلامی لشکر رومی مقبوضات مین مالِ غنیمت اور قیدی جمع کرنے مین مصروف رہا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۹۵، [۲] اعمال الاعلام، دریا گاری ج ۲ ص ۴۷۴، و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۳، [۳] اعمال الاعلام دریا گاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۷۵،

ابومالک کی یہ پہلی فوجکشی نتیجہ خیز ثابت ہوئی، دشمنوں کی اس قدر کثیر فوج کی بربادی کے علاوہ رومی مقبوضات کا ایک وسیع علاقہ اسلامی قبضہ و اقتدار میں داخل ہوگیا، ابن عذاری لکھتا ہے،

حتی اخلا الروم کثیرا من المدائن	یہان تک کہ رومیون نے ایسے بہت سے شہر اور قلعے
الحصون التی تجاور المسلمین	خالی کردئے جو اسلامی سرحد کے قریب واقع تھے،

اس کے بعد اوس نے جنوبی اٹلی پر بھی توجہ کی، اور سبرینہ و ملنتیہ کے زوال کا انتقام لینا چاہا، لیکن کسی شہر پر اقتدار حاصل نہین ہوا، صرف مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا،[۱]

پھر دوسرے سال طرمین پر دوبارہ فوجکشی ہوئی، لیکن معمولی محاصرہ کے بعد فوج واپس آگئی،[۲]

صاحب افریقیہ کا قتل اور ولایت صقلیہ مین عزل و نصب

اسی اثنا مین ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے نصر بن صمصامہ حاجب (وزیر) کو اس کے عزیز و اقارب سمیت کسی سبب سے قتل کرادیا، اور اوس کے بجائے حسن بن نافذ کو اس عہدہ پر مقرر کیا، اور ولایت صقلیہ کی نگرانی اسی کے سپرد ہوئی،

حسن بن نافذ نے ولایت صقلیہ کے اہتمام کا جائزہ لینے کے بعد سب سے پہلے والی صقلیہ ابومالک کی معزولی کا پروانہ لکھا چنانچہ ۲۷۶ھ مین وہ معزول کیا گیا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابوالحسین محمد بن فضل کو اس عہدہ پر مقرر کرکے صقلیہ روانہ کیا گیا،[۳]

---

[۱] البیان المغرب دارالماری حوادث ۲۷۵ھ و ترجمہ اردو ص ۱۶۳ [۲] البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۱۴۶ ابن عذاری نے سوادہ بن محمد کو اس زمانہ مین امیر صقلیہ بتلایا ہے لیکن یہ صحیح نہین ہے خود ابن عذاری سوادہ بن محمد کے خلاف بغاوت پھیلنے اور اوسکے افریقیہ بھیجے کی روایت ۲۷۳ھ مین لکھ چکا ہے، ابن عذاری کے اس بیان کے روسے اسکے بعد علی بن ابی العباس باشندگان صقلیہ کے انتخاب سے والی ہوا تھا، لیکن پھر صحیح روایت کے روسے ۲۷۴ھ مین ابومالک افریقیہ سے بھیجا گیا اور وہی اس وقت تک اس عہدہ پر تھا، [۳] نہایۃ الارب نویری باب اخبار افریقیہ و المغرب حوادث ۲۷۶ھ دارالماری ص ۴۲۵، نویری نے واقعہ قتل کو ۲۷۶ھ مین لکھا ہے، اور اسی سال ولایت صقلیہ مین اس تبادلہ کا تذکرہ کیا ہے اور اسی طرح ابن عذاری نے اگرچہ واقعہ قتل کو ۲۷۵ھ مین بیان کیا ہے لیکن محمد بن فضل کے تقرر کو ۲۷۶ھ مین لکھا ہے، اور لسان الدین ابن الخطیب نے صرف ابومالک کی معزولی اور محمد بن فضل کے تقرر کا تذکرہ کیا ہے، کسی سنہ کی تعیین نہین کی ہے۔

ابوالحسین محمد بن فضل والیٔ صقلیہ (۲۰)

۲۷۹ھ تا ۲۸۴ھ / ۸۹۲ء تا ۸۹۷ء

محمد بن فضل ۲ صفر ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء کو دارالحکومت بلرم میں داخل ہوا، اس کے تقرر سے صقلیہ کے رومیوں میں انتشار پیدا ہوا، اوس نے اپنے پچھلے دورِ حکومت میں بری طرح ان کا قلع قمع کیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ بھی اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر رومی علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا، اور رومیوں نے اس سے پناہ مانگ کر صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور ۲۸۲ھ / ۸۹۵ء میں ایک معاہدہ پر طرفین کی رضامندی ثبت ہو گئی، جس کے روسے تین برس چار مہینے کیلئے فوجی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، اور اوس کے معاوضہ میں ایک ہزار مسلمان قیدی آزاد ہوئے، اور اسلامی حکومت نے بطور ضمانت تین تین مہینے کے لئے عرب و بربر کے چند اشخاص باری باری طرفین میں بطور یرغمال بھیجنے کا عہد کیا،[1]

باشندگانِ صقلیہ کی سرکشی اور والی کا عزل و نصب

رومیوں نے اسلامی حملہ سے بچنے کے لئے صلح کی سلسلہ جنبانی کی تھی، لیکن محمد بن فضل نے اس کو بطیبِ خاطر اس لئے منظور کر لیا، کہ اس زمانہ میں صقلیہ کے داخلی سیاسیات کا مطلع نہایت غبار آلود ہو گیا تھا، چنانچہ معاہدۂ صلح کے منعقد ہوتے ہی یہاں کے شورش پسندوں کی فتنہ پردازی و بغاوت انگیزی کے روکنے کی کوشش کرنے لگا، اور تقریباً ڈیڑھ دو سال امن و امان سے گذارے گیا، کہ موجودہ حاجب افریقیہ احمد بن نافذ نے اوس کو معزول کر کے صقلیہ کی عنانِ حکومت اپنے لڑکے حسن کے سپرد کر دی،

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۴۶ ۔

حسن بن احمد والی صقلیہ (۲۱)

۲۸۴ھ تا ۲۸۵ھ
۸۹۷ء تا ۸۹۸ء

بغاوت اور قبائلی جنگ کا آغاز

حسن بن احمد نے ۲۸۴ھ ۸۹۷ء مین عنانِ حکومت سنبھالی صقلیہ مین بغاوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس کے فرو کرنے مین کامیاب نہین ہوا اور ۲۸۵ھ ۸۹۸ء مین حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند ہو گیا، اور اوسی سے مسلمانون مین باہمی قبائلی جنگ بھی چھڑ گئی،

مقابل کی دو جماعتین دو قومون اور قبیلون کا علم اپنے اپنے ہاتھ مین لئے ہوئے کھڑی ہو گئین، ایک طرف قبائل بربر ابراہیم فرمانروائے افریقہ کے کشتگانِ ظلم سے اظہارِ ہمدردی مین مجبور مین حکومت کی قوت و شہ سے حکومتِ اغلبیہ کے الٹنے کی فکر مین مصروف تھے، اور دوسری طرف قبائلِ عرب اغالبہ کی حمایت مین شمشیر بکف میدان مین تھے،

باغیون کے اصل سرغنہ ابو الحسن بن یزید اور اوس کے فتنہ پرداز لڑکے تھے، اور انھی کے ساتھ ایک شخص حضرمی نامی بھی تھا، چنانچہ انھی کی سرکردگی مین عرب و بربر کی باہمی تیغ آزمائی شروع ہو گئی،

ابراہیم اگرچہ مرضِ مراق مین مبتلا تھا، تاہم ہوش و خرد کا دامن ہاتھ سے نہین چھٹا تھا، اوس نے بغاوت کی خبر سن کر باشندگانِ صقلیہ کے نام ایک فرمان صادر کیا، جسمین اولاً تمام باغیون کو مطیع ہو جانے کی دعوت دی، اور اس کے صلہ مین عفوِ عام کا اعلان کیا اور نیز باغیون کے سرغنہ ابو الحسن اور حضرمی اور ابو الحسن کے لڑکون کو گرفتار کر کے افریقہ طلب کیا،

قیامِ امن

ابھی تک پورے طور پر باغیون مین باہمی تنظیم نہین ہوئی تھی، اور نہ ابو الحسن وغیرہ نے اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کی تھی کہ بطل پرستی کے جذبہ سے فرمانِ سلطانی کو رد کر دیا جاتا، چنانچہ لوگون نے مسرت سے

فرمان سلطانی کو قبول کرلیا، اور ابوالحسن وغیرہ گرفتار کرکے افریقیہ بھیج دیئے گئے،

ان مین سے ابوالحسن کو زہر کا پیالہ پلا کر ہلاک کیا گیا، اور درس عبرت کے لئے اوسکی لاش مصلوب کردیگئی، پھر اوس کے دونون بیٹے قتل کئے گئے، حضرمی کچھ دنون ابراہیم کی مصاحبت مین رہ چکا تھا، اوس نے اس موقع پر اوس سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور کوئی ہنسنے ہنسانے کی حرکت کی ابراہیم نے ڈانٹ کر کہا، "یہ مذاق کا موقع نہین، اور پھر اس جرم کی پاداش مین یہ حکم دیا کہ ڈنڈون سے پیٹ کر ہلاک کیا جائے[۱]۔

عزل وجانشینی

اسی اثنار مین ابراہیم نے موجودہ والی صقلیہ حسن بن احمد کو برقرار رکھنا مناسب نہین سمجھا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابومالک احمد بن عمر کو مامور کیا[۲]،

ابومالک احمد بن عمر والی صقلیہ (۲۲)

۲۸۵ھ تا ۲۸۷ھ ۸۹۸ء تا ۹۰۰ء

بغاوت اور حکومت کی شکست،

اگرچہ اوس فرمان سلطانی سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہوگئی تھی، لیکن جب ابومالک نے تیسری مرتبہ عنان حکومت ہاتھ مین لی، تو باغیون نے پھر سر اوٹھایا، اور یہ بغاوت پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ دارالحکومت بلرم پر بھی باغیون کا قبضہ ہوگیا، اور ابومالک بے دست

۱؎ البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۷۵، ۲؎ ابن اثیر ج ۷، ص ۳۴۹، ابومالک کے تقرر کا تذکرہ صرف ابن اثیر نے کیا ہے، لسان الدین ابن الخطیب جو تمام ولاۃ کے عزل ونصب کو مفصل لکھتا آیا ہے، خاموش ہے، لیکن بالکل اسی طرح ابن اثیر نے بجز ابومالک کے اس زمانہ کے دوسرے ولاۃ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، اور پھر ابومالک کا زمانہ بھی صحیح طور پر مقرر نہین کیا جاسکتا، ہم نے صرف قیاس سے تمام روایتون کو سامنے رکھ کر اس کا زمانہ قیام متعین کیا ہے، کیونکہ لسان الدین ابن الخطیب جو تمام بیان کے روسے حسن بن احمد ۲۸۴ھ مین صقلیہ آیا، اور ابن اثیر کے بیان کے روسے ابومالک ۲۸۰ھ تک صقلیہ کی ولایت پر مامور تھا، اور صقلیہ کی بغاوت ۲۸۵ھ مین ہوئی ابومالک اسی کے بعد یہان آیا ہو اس لئے اس کا زمانہ قیام قیاساً ۲۸۵ھ سے ۲۸۷ھ قرار دیا ہے۔

ویا وہاں سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، بغاوت کی لہر اکثر شہروں میں دوڑ گئی، صرف چند شہر حکومت کے وفادار رہے، انھی میں ایک جرجنت تھا، چنانچہ بلرم سے حکومت کے جو ہوا خواہ فرار ہوئے، اونھوں نے یہیں آ کر پناہ لی، اور اسی شہر کو حکومت کا مرکز قرار دیا، اس لئے باغیوں نے اس کا رخ کیا، اور ان دونوں شہروں کے باشندوں میں جرجنت کے سامنے معرکۂ کارزار گرم ہو گیا،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس مرتبہ باغیوں کو یہ قوت محض ابو مالک کی نااہلیت سے حاصل ہوئی، اس لئے ابراہیم نے بہت جلد اوس کو وہاں سے بلا لینے کا فیصلہ کیا، اور اوس کے بجائے اپنے اولوالعزم شاہزادے ابوالعباس کو نامزد کیا، جو افریقیہ کا ہونے والا تاجدار تھا، اور ابھی افریقیہ میں بغاوت فرو کرنے کی اہم خدمات انجام دے چکا تھا، چنانچہ وہ اعلی پیمانہ پر صقلیہ کی روانگی کی تیاریاں کرنے لگا،[1]

ابوالعباس بن ابراہیم والی صقلیہ (۲۳)

۲۸۷ھ – ۲۸۹ھ / ۹۰۰ء – ۹۰۲ء

صقلیہ کی روانگی کی تیاریاں

ابوالعباس صقلیہ کے نازک ترین لمحہ میں عہدۂ ولایت کی اس مشکل خدمت کو انجام دینے کیلئے مامور ہوا تھا، اسی مناسبت سے اس کے لئے نہایت اہم جنگی تیاریوں کا اہتمام کیا گیا، اور فوج بہم پہنچانے اور بیڑے تیار کرنے میں اس شان و شوکت کا اظہار ہوا گویا وہ نئے سرے سے فتح صقلیہ کیلئے جا رہا ہے،

ورود طرابنش

چنانچہ اس لشکر میں افریقیہ کے بہترین کارآزمودہ سپاہی یکجا کئے گئے، جو ایک سو بیس[120] جہازوں پر افریقیہ سے سوار ہوئے، علاوہ ازیں چالیس[40] جنگی جہاز ان کے ماسوا تھے، یہ عظیم الشان بیڑا ماہ شعبان ۲۸۷ھ میں صقلیہ کے مشہور بندرگاہ طرابنش میں لنگر انداز ہوا،

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ ص ۲۷۰، وابن اثیر ج ۷، ص ۲۴۹،

بغاوت کی لہر صقلیہ کے تمام شہرون مین دوڑ گئی تھی، اس لئے طرابنش کا بھی محاصرہ کرنا پڑا،
لیکن بغیر کسی قسم کی خونریزی کے شہر پر قبضہ ہوگیا، اور چند دن کے لئے یہی شہر اسلامی حکومت صقلیہ کا
عارضی دار الحکومت بنگیا،

باغیون کا وفد ابو العباس کی خدمت مین

بلرم کے باغی اسوقت اہل جرجنت سے معرکہ آرا تھے، شاہی فوج کی آمد کی
خبر سنتے ہی سراسیمہ بلرم لوٹ آئے، باشندگان بلرم مین ابو العباس کے لشکر جرار سے
مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی، اسلئے ابو العباس کو فوری طور پر کسی طرح بہ لطائف الحیل راضی کرنا چاہا، کہ
شاہی فوج سے صف آرائی کا موقع نہ آنے پائے، اور اوس کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر عام
معافی کا فرمان حاصل کرلیا جائے، اور پھر جو حالات پیش آئین، اونھین کے مطابق کوئی حکمت
عملی اختیار کیجائے، چنانچہ اسی غرض سے بلرم کے معززین و اکابرین کا ایک وفد قاضی صقلیہ کی سرکردگی
مین ترتیب دیا گیا، جسنے ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنے معروضات پیش کئے، اور اپنی بغاوت، غداری
اور جرجنت پر فوجکشی وغیرہ پر معذرت کی، اور آئندہ کے لئے کامل اطاعت و انقیاد اور وفاداری
کا یقین دلایا، ابو العباس یہ معروضات سن کر خاموش ہو رہا اور کسی دوسرے وقت
جواب دینے کا وعدہ کیا، کیونکہ اسی اثنا مین اہل جرجنت کے پرامن شہریون کا ایک وفد بھی پہنچ چکا تھا، اسلئے
اوس سے بھی تبادلہ خیالات کرلینا ضروری تھا،

چنانچہ بلرم کے وفد کی باریابی کے بعد اہل جرجنت رازدارانہ طور پر ابو العباس کے پاس پہنچے
اور اہل بلرم کے اصل مقصد سے اوسکو آگاہ کیا، کہ یہ باغیون کی وقتی حیلہ جوئی ہے، ان مین ابھی تک
حکومت کی اطاعت و انقیاد کا کوئی جذبہ پیدا نہین ہوا ہے، اور اس وفد کی ساری کاروائی تمامتر سازش
و نمائش پر مبنی ہے اسی کے ساتھ جرجنت والون نے اہل بلرم کے حسن نیت کا پتہ چلانے کیلئے ابو العباس کو یہ
مشورہ دیا کہ ارکان وفد سے بطور آزمایش بلرم کے فلان فلان اشخاص یہان طلب کئے جائین،

اگر وہ لوگ بلاتامل یہان آجائین تو ان کی عام اطاعت قبول کرلی جائے، ورنہ سازش کا راز خود افشا ہوجاتا ہے، چنانچہ ابوالعباس نے اسی مشورہ کے مطابق اہل وفد کو جواب دے دیا، اور رؤسا چند اشخاص بلرم سے طلب کئے گئے،

باغیون کی سرکشی

بابستگان حجت کا گمان صحیح نکلا، بلرم کے وہ سربرآوردہ اشخاص طرابنش آنے کے بجائے وہین علانیہ مخالفت پر کمربستہ ہوگئے، جب ابوالعباس کو اس کی خبر ملی تو بطور حفظ ماتقدم بلرم کے اوس وفد کے تمام ارکان کو حراست مین لے لیا، اور پھر اسی وفد کے رئیس قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین افریقیہ کے چند معززین کو بلرم روانہ کیا، کہ وہ اہل شہر کو راہ راست پر لائین لیکن اس جماعت کی کوششین بھی ناکام رہین، بلکہ باغیون نے ان اکابر بلرم کی گرفتاری کے انتقام مین افریقیہ کے اوس صلح جو گروہ کو گرفتار کرلیا، اور ابوالعباس کے خلاف طرابنش پر حملہ آوری کی تیاریان کرنے لگا،

ابوالعباس کے خلاف فوجکشی،

باغیون کا لشکر ۱۰ شعبان ۲۸۷ھ (۸۹۹ء) کو بلرم سے روانہ ہوا، لشکر کی کمان مسعود باجی نامی ایک سرخیل جماعت کے ہاتھ مین تھی، ان باغیون کے ساتھ صقلیہ کی ایک شورہ پشت جماعت بھی بڑی تعداد مین رکموتیہ نام ایک شخص کی سرکردگی مین شریک تھی،

طرابنش گو صقلیہ کا ایک حصہ تھا، لیکن جغرافی حیثیت سے وہ جزیرہ سے بالکل جدا تھا، صرف زمین کی ایک پتلی سی چٹ دونون کو ملائے ہوئے تھی، ان جغرافی حالات کی بنا پر باغیون نے اپنا لشکر دو حصون مین تقسیم کیا، تینتیس ۳۳ جہازون کا ایک بیڑا ساحل ساحل ہوتا ہوا طرابنش بھیجا گیا، اور لشکر کا بقیہ حصہ جو کثیر تعداد پر مشتمل تھا خشکی کے راستہ سے روانہ ہوا، لیکن تائید ایزدی سے باغیون کا بیڑا بلرم سے کچھ ہی دور نکلا تھا کہ سمندر مین طوفان آگیا، اور اکثر جہاز غرقاب ہوگئے، اور جو باقی بچے وہ نامراد بلرم لوٹ آئے، لیکن بری فوج نہایت تیزی سے کوچ کرتی ہوئی طرابنش پہنچی، یہان شاہی فوج بھی پہلے سے تیار تھی، باغیون کے پہنچتے ہی دونون کی بالمقابل صفین قائم ہوگئین،

معرکہ آرائی اور باغیون کی پسپائی،

ان دونون فوجون کا پہلا مقابلہ ۱۲ شعبان کو پیش آیا، دونون طرف کے مسلمان سپاہی کام آئے لیکن یہ جنگ کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکی، پھر دوسرے دن ۲۲ شعبان کو علے الصباح میدان کارزار گرم ہوگیا، دیر تک لڑائی کا سلسلہ قائم رہا جب عصر کا وقت آیا، تو باغیون مین کچھ سراسیمگی پیدا ہوئی، اور پسپا ہو کر فرار ہوے، ابو العباس نے تعاقب کا حکم دیا، اور شاہی فوج نقش قدم پر چل کھڑی ہوئی، اور ادھر سمندر کے راستہ سے شاہی بیڑے نے بھی بلرم کا رُخ کیا، اور بلرم پہنچ کر بری و بحری محاصرہ کر لیا گیا،

بلرم کا محاصرہ

باغی قلعہ بند ہو گئے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر کچھ دیر لڑتے، اور پھر شہر کے دروازے بند کر لیتے یہی سلسلہ ۱۰ رمضان تک جاری رہا، دسوین تاریخ کی فیصلہ کن جنگ مین دونون طرف سے سہ پہر تک بے پناہ تلوار چلی اور سہ پہر کے بعد باغیون مین انتشار پیدا ہوا، اور پسپا ہونا شروع ہوے، شاہی فوج آگے بڑھی اور تعاقب کرکے مغرب تک تہ تیغ کرتی رہی، بہت سے باغی کام آئے اور شاہی لشکر بعض شہر پر قابض ہو کر بلرم کے باغات اور نزہت گاہون مین پھیل گیا، اور ان مقامات مین باغیون کا جو کچھ سرمایہ تھا، اوسکو لوٹ لیا،

باغیون کی ناکامی اور سرغناؤن کا فرار ہونا،

اب باغیون کو اپنی کامیابی کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی، اس لئے ان مین کے جو سرغنہ اور ممتاز افراد تھے کسی طرح موقع پا کر اپنے تمام اہل وعیال کو لے کر بلرم سے فرار ہو گئے، اور ان مین سے اکثر رومی مقبوضات کے صدر مقام طبرمین مین جا کر پناہ گزین ہوے، اور بعضون نے صقلیہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا، چنانچہ رکمونیدا اور اُسکے سات سقدر جنگجو اور شورہ پشت اشخاص تھے وہ سب کے سب صقلیہ سے نکل کر حکومت بزنطی کے پایہ تخت قسطنطنیہ چلے گئے،

بلرم مین داخلہ

ان لوگون کے فرار ہونے کے بعد بلرم کے پر امن شہری ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہوے، اور اہل شہر کے لئے امن وامان کا فرمان حاصل کیا، اور اوس کے بعد وہ ۲۰ رمضان ۲۸۷ھ کو

شہر مین داخل ہوگیا،

باغیون کے سرغناؤن کی گرفتاری۔

شہر مین پہنچنے کے بعد اوس نے سب سے پہلے باغیون کے سرغناؤن کو تلاش کیا، اگرچہ اصل مجرم فرار ہوچکے تھے، تاہم معززین ورؤساے شہر مین ایسے اشخاص اب بھی باقی رہ گئے تھے، جنھون نے بغاوت مین کچھ نہ کچھ حصہ لیا تھا، ابو العباس نے ان سب کو گرفتار کرکے اپنے باپ ابراہیم کے پاس افریقیہ بھیج دیا،

مفرورین کا تعاقب

اس کے بعد ابو العباس نے دیگر مفرورین کے تعاقب مین طبرمین پر لشکر کشی کی، رومیون نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، اور شہر پناہ کے نیچے معرکہ آرائی ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، پھر اسلامی لشکر اس علاقہ کے باغون کے درختون کو برباد کرتا قطانیہ چلا گیا، اور پھر وہان سے بے نیل مرام بلرم واپس آیا،

جزیرہ مین کامل امن و امان

ابو العباس جس مقصد کے لئے صقلیہ گیا تھا، اس مین اسکو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اس نے فتنہ و فساد کی پورے طور پر بیخکنی کردی، اور اب سارے جزیرہ مین امن و امان کا کامل دار دورہ ہوگیا،

اس کے بعد ابو العباس چند ماہ کے لئے دار الحکومت بلرم مین مقیم رہ کر ملکی نظم و نسق مین مصروف ہوگیا[۱]،

جنوبی اٹلی پر تاخت،

جب جزیرہ مین سخت خونریزی کے بعد کامل امن و امان ہوگیا، اور پھر چند ماہ مین ملکی نظم و نسق بھی درست ہوگیا، تو ابو العباس نے جنوبی اٹلی کی اسلامی نو آبادی اور مقبوضات کی طرف توجہ کی جو روز بروز مسلمانان صقلیہ کی باہمی خانہ جنگی اور یورپ کی حکومتون کے حملون سے تباہ ہورہے تھے، اور ان مین سے اکثر مقام شہر ریو. باری، سلرنو، سبرنیہ، اور منتیہ وغیرہ ۲۵۸ھ سے ۲۷۲ھ تک مین اسلامی قبضہ و اقتدار سے نکل چکے تھے،

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۷۹، ۲۸۰، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۷۹، اعمال الاعلام و ریاد گاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۵،

چنانچہ ابو العباس نے یکم ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں ایک عظیم الشان بیڑا بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا جو اولاً صقلیہ کے ایک رومی، ساحلی شہر دمنش (DEMONE) پہنچا، اور کسی بنا پر اس کا محاصرہ کرلیا گیا، اور فصیل شہر کو نشانہ بنا کر منجنیقین نصب کردی گئین لیکن پھر چند ہی دن مین خود ابو العباس آپہنچا، اور شہر کا محاصرہ اوٹھا کر بیڑے کو مسینا لے آیا، تاکہ یہان سے جنوبی اٹلی کا رُخ کر سکے،

فتح ریو، اس کے بعد یہ بیڑا مسینا سے روانہ ہوا، اور اوس کے بالمقابل شہر ریو کا محاصرہ کرلیا، ریو مین عیسائیون کی ٹڈی دل فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی، چنانچہ شہر کے دروازہ پر نہایت خونریز جنگ ہوئی، جس مین مسلمان کامیاب ہوئے، اور ماہ رجب ۲۸۹ھ مین شہر مین فاتحانہ داخل ہو گئے، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

چونکہ شہر بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا، اس لئے قدیم اصولِ جنگ کے مطابق سارے شہر مین سلب و نہب کا بازار گرم ہو گیا جس مین بے حساب دولت ہاتھ آئی، اسلامی لشکر مین سونے اور چاندی کا ایک انبار لگ گیا، شہر سے روانگی کے وقت ابو العباس نے شہر کو غیر مسلح کرنے کے لئے فصیل کو منہدم کردیا،

اس عہد مین اٹلی کی داخلی سیاسیات ویسے ہی پراگندہ حالات مین تھی، جس کا تذکرہ گذر چکا ہے،

ابو العباس نے یہان کی اس طوائف الملوکی سے فائدہ اوٹھایا، اور ہر ایک سے صلح اور جنگ کے جداگانہ معاہدے کئے، اور اسی کے مطابق اپنی پیشقدمی اندرون ملک مین جاری کی، اور انہین معاہدون کے مطابق نیپلیس، اَلفی، اور سالرنو سے صلح قرار پائی، اور پاپاے روما کے حدودِ حکومت اسلامی لشکر کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنے[۱]

چنانچہ ابو العباس پیشقدمی کرتا ہوا کلیساے روما کے حدود مین داخل ہوا، جو مقدس شہر رومہ کے ارد گرد کے چند میلون پر مشتمل تھا، تمام علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روند ڈالا گیا، یہ دوسرا موقع تھا

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۳۵ ، و تاریخ عرب موسیو سدیو صفحہ ۲۴۶،

کہ عرب حدودِ سلطنت کلیسا مین داخل ہوئے تھے لیکن اس مرتبہ شہر روما کی شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے اور قریب تھا کہ روما کا محاصرہ شروع کر دین، کہ پوپ نے دستِ مصالحت بڑھایا،

مسیحی نقطۂ نظر سے عربون کے اس حملہ سے سلطنتِ روما کے ارضِ پاک کی سخت بے حرمتی ہوتی تھی، چنانچہ ان کے فرضی مظالم کی مبالغہ آمیز داستانین عیسائیون کی تاریخ مین بیان کیجاتی ہین

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

"مسلمانون نے حسب معمول اپنا غصہ پادریون کے اوپر نکالا، گرجا اور خانقاہین تباہ کر دی گئین، پادری قتل کر دیئے گئے، اچھوتی راہبات اور ننون کو امرا کے محلون مین پہنچا دیا گیا، جو پناہ گزین روم مین آئے، اون سے تمام بازار گلیان اور گرجا وغیرہ بھر گئے تھے، .... اور روما مین ایک عام اختلال دہشت اور مایوسی پھیل گئی، اور ہر وقت دشمنون کے حملہ کا اندیشہ لگا رہنے لگا"

پوپ کا جزیہ کی ادائی قبول کرنا ابو العباس نے سلطنت کلیسا کے فرمانروا پوپ یوحنا کے دستِ مصالحت کے جواب مین جزیہ کی شرط پیش کی، جس کو اوس نے خوشی سے منظور کر لیا، اور جزیہ مین پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) رطل چاندی دینے کا وعدہ کیا،

اس طرح جنوبی اٹلی کی اس تاخت مین مجاہدینِ اسلام مسیحی دنیا کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو اپنا باجگذار بنا کر مسینا لوٹ آئے،

ایک بیزنطی بیڑے کی بربادی ابو العباس نے واپسی کے بعد اپنے قدیم حریف حکومت بیزنطی کے ایک بیڑے کو آبنائے مسینا مین منڈلاتے دیکھا، اسلامی بیڑا بڑھ کر حملہ آور ہوا، رومیون کو ہزیمت ہوئی، اور اون کے تیس جہاز مجاہدین کے قبضہ مین آ گئے، ابو العباس اس مہم کے بعد دارالحکومت بلرم لوٹ آیا[۱]۔

ابو العباس کی مراجعتِ افریقیہ ابو العباس بلرم مین امورِ مملکت کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک ۲۸۹ھ مین یہ

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۳، اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۱۴۹، و تاریخ عرب موسیو سدیو صفحہ ۲۴۶،

فرمان سلطانی پہنچا کہ وہ افریقہ واپس چلا آئے،

قائم مقامی

چنانچہ وہ صقلیہ کی حکومت اپنے لڑکون ابومضر اور ابومعد کے سپرد کر کے خود پانچ جہازون کے ایک مختصر بیڑے پر سوار ہو کر افریقہ روانہ ہو گیا[1]،

ابوالعباس کا عہد حکومت

ابوالعباس جس مقصد کے لئے صقلیہ آیا تھا اس مین کامیاب ہوا، بغاوتین فرو ہو گئین، ملک مین امن وامان قائم کیا، پھر اٹلی مین اسلامی پیش قدمیون کو منتہائے کمال تک پہنچایا، اور عالم عیسائیت کے پیشوائے اعظم پوپ جنا کو ادائے جزیہ پر مجبور کر دیا،

تاہم ابھی صقلیہ مین چند دنون اوسکے قیام کی ضرورت باقی تھی، اولاً یہان کے باقی ماندہ رومی مقبوضات کو اسلامی حکومت کے حدود مین داخل کرنا تھا، علاوہ برین اٹلی مین بھی بعض ایسی ریاستین باقی رہ گئی تھین جو اسلامی حکومت صقلیہ سے سرکشی اور مخالفت پر قائم تھین لیکن افریقہ مین اوسکی طلبی بعض ناگزیر اسباب کے باعث پیش آگئی، جنکی تفصیل آگے آتی ہے،

ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی اور ابوالعباس کی سریر آرائی

افریقہ مین ابوالعباس کی مراجعت کا سبب اوس کے باپ ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی تھی، چنانچہ ابوالعباس ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ مین ٹیونس پہنچا، اور ابراہیم اس کے حق مین حکومت سے دستبردار ہو گیا،

ابراہیم کا عہد حکومت اور کنارہ کشی کے اسباب اور اوسکا اثرات صقلیہ پر

ابراہیم نے اٹھائیس[2] سال فرمانروائی کی، اس کی سیرت وکردار اور عہد حکومت کے محاسن ومعائب مین مورخین کے متضاد بیانات ہین، لیکن سب کو سامنے رکھ کر ہم اجمالی طور پر اس نتیجہ تک پہنچے ہین، کہ جب اوس نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، ایک بہترین فرمانروا ثابت ہوا، اور نہایت بیدار مغزی تندہی جفاکشی اور عدل وانصاف سے حکومت شروع کی،

---

[1] ابن اثیر، صفحہ ۲۵،

اس کے عہد حکومت کے چھ سات سال گذرے تھے کہ وہ خلط سودائی کے غلبہ سے مراق مین مبتلا ہوگیا، اور اس مرض سے اوسکی طبیعت رفتہ رفتہ ایسی بدلی، کہ اوس کے تمام اوصاف حمیدہ عادات رذیلہ مین تبدیل ہوگئے، عمّال کا عزل ونصب بار بار کرنے لگا، اور ذرا ذرا سی بات پر قتل کے واردات سرزد ہونے لگے اور اس خونین دور مین بہ کثرت ارکین دولت، عمّال، کتّاب، حجّاب اور خدّام وغیرہ قتل کیے گئے، اور ان مظالم کی طویل داستانین تاریخون مین مذکور ہین، اسلیے جن مورخین نے اوس کے اوصاف ومحامدبیان کیے ہین وہ اس کے پہلے دور سے متعلق ہین، اور جن لوگون نے اوس کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے تو وہ اوسکے مرض مراق مین مبتلا ہونے کے بعد کے واقعات ہین،

دعوت اسمٰعیلی کی ابتدا، ابراہیم کے اس طرز حکمرانی سے افریقہ مین دولت اغالبہ سے بددلی پیدا ہوگئی، لوگ خائف ہو ہو کر دارالحکومت سے فرار ہوگئے، اور ملک کے گوشہ گوشہ مین اوسکے مظالم کی داستانین پہنچ گئین،

اتفاق وقت کہ انہی دنون افریقہ مین تحریک اسمٰعیلی کا علمبردار ابو عبداللہ اپنی مذہبی وسیاسی دعوت کی نشر واشاعت کر رہا تھا، اوس کو ابراہیم کی اس روش سے تائید حاصل ہوئی، اور دعوت اسمٰعیلی کو روز بروز نمایان فروغ حاصل ہوتا گیا، اور پھر انہین اثرات سے افریقہ مین جا بجا بغاوتین برپا ہوگئین، اور پھر اسی سلسلہ مین جیسا کہ گذر چکا ہے، صقلیہ مین بغاوت کے اثرات پہنچے، اور ایک مدت دراز تک وہان بھی امن وامان مفقود ہوگیا،

جب ابراہیم کی اس روش سے افریقہ کے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے گئے، اور دعوت اسمٰعیلی کو تقویت حاصل ہوتی گئی، تو معززین افریقہ مین جو لوگ حکومت اغلبیہ کے زیادہ جان نثار تھے، اون کے درمیان معاملات کے رویہ اصلاح لانے کی تحریک پیدا ہوئی، اور اون لوگون نے اس موقع پر خلیفہ عباسی المعتضد باللہ کی طرف رجوع کیا جس نے حالات سے باخبر ہو کر ابراہیم کو ایک تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ "یا تو تم اپنے

اخلاق وعادات مین تبدیلی پیدا کرو، ورنہ امرِ ولایت اپنے برادر عم زاد محمد بن زیادۃ اللہ کے سپرد کردو۔

لیکن ابراہیم نے اس فرمان خلافت کی بھی کوئی پروا نہین کی اور اس کا سفاکانہ طرز عمل بدستور جاری رہا، لیکن جب پھر بعض نئے مظالم اس سے سرزد ہوئے، تو بالآخر المعتضد نے ۲۸۹ھ مین ایک نہایت سخت تہدید آمیز مکتوب ابراہیم کے پاس بھیجا کہ "حکومت سے دستبردار ہوجاؤ، اور اپنی جگہ اپنے لڑکے ابوالعباس کو بٹھادو اور خود فوراً بغداد آؤ"،

ابراہیم خلیفہ وقت کے اس آخری فرمان سے سنبھل گیا طبیعت مین انقلاب پیدا ہوا، اور مظالم کی جہان تک تلافی کرسکتا تھا، تلافی کی، اور خود ایک زاہد شب زندہ دار کی زندگی اختیار کی، اور صقلیہ سے ابوالعباس کو طلب کرکے امور مملکت اسکو تفویض کردیئے اور پھر خلیفہ المعتضد کو اطلاع بھیج دی، کہ "حج کا عزم رکھتا ہی اسلئے دربار خلافت مین حاضری سے معذور ہے[1]"

ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم فرمانروائے افریقہ

۲۸۹ھ

ابوالعباس خود صاحب علم وفضل تھا، اس لئے علما و اعیان افریقہ کو امور مملکت مین شریک کیا، اور تخت شاہی پر قدم رکھتے ہی ایک اعلان شائع کیا جس مین رعایا کو لطف واحسان، رفق ومحبت اور عدل وانصاف کا پورا یقین دلایا گیا، اور ابتدائی نظم ونسق سے فارغ ہوکر اپنے بھائی احول کی سرکردگی مین ایک لشکر ابوعبداللہ الداعی کی جماعت کے مقابلہ مین روانہ کیا جس مین شاہی لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی

---

[1] ان حالات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹، اعمال الاعلام دریا دگاری مضامین ج ۲، صفحہ ۴۴، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۲، نہایۃ الارب باب ذکر اعتزال ابراہیم حوادث ۲۸۹ھ ورامار می صفحہ ۴۸، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۷۰، وغیرہ،

اور بظاہر افریقیہ مین حکومت اغلبیہ کے موافق ایک اچھی فضا قائم ہوگئی،

ولایت صقلیہ حکومت افریقیہ مین جو کچھ انقلاب ہوا، اسکے اثرات افریقیہ مین جیسے کچھ ہوئے ہون لیکن صقلیہ کے لئے ایک فال نیک ثابت ہوا، ابراہیم حکومت سے دستبردار ہوکر سوسہ پہنچا، اور یہین سے المعتضد کو اپنا جواب بھیجا، اور پھر چند دن ٹھہر کر اس نے ایک دوسرا قاصد روانہ کیا جس مین المعتضد کو اطلاع دیگئی، کہ اوسکو فرمانروایان مصر بنو طولون کے خوف سے حج کا ارادہ فسخ کرنا پڑا، اور اب وہ صقلیہ جارہا ہے، کہ وہان جو چند شہر اور قلعے عیسائیون کے قبضہ مین باقی رہ گئے ہین، انھین اسلامی حکومت کے زیر علم لے آئے، کہ سارے جزیرہ پر حکومت اسلامی کا دار دورہ ہو، ورنہ اگر وہ حج کو جاتا ہے تو بنو طولون مصر مین مزاحم ہون گے جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے، اسلئے وہ دربار خلافت کی حاضری سے معذور ہے[۱]

[۱] نہایۃ الارب ذکر اعتزال ابراہیم جلد ۱۱ ص ۲۵۱، احمد بن طولون خانوادۂ خلافت عباسیہ کا ایک پروردہ قائد تھا، جو مصر و شام پر مستولی ہوگیا تھا، اس خاندان کی حکومت ۲۵۴؁ھ سے ۲۹۲؁ھ تک خودمختارانہ قائم رہی، اگرچہ کبھی کبھی خلفاء عباسیہ اور امرائے بنی طولون مین خوشگوار تعلقات بھی قائم رہے لیکن پھر بھی حکومت بنی طولون خلفائے عباسیہ کے لئے ایک باغی حکومت تھی، چنانچہ ۲۹۲؁ھ مین جب خلیفہ عباسی مکتفی کو موقع ملا، تو اس کا خاتمہ کردیا (ابن خلدون ج ۴ باب الخبر عن دولت احمد بن طولون)، اور ادھر افریقیہ کی حکومت اغلبیہ خلافت عباسیہ کی سیادت ہمیشہ تسلیم کرتی رہی، اور اسی رشتہ اتحاد کے باعث بنو طولون اور اغالبہ مین برابر مخالفت قائم رہی، چنانچہ ۲۶۵؁ھ مین خود ابراہیم پر احمد بن طولون کے لڑکے عباس نے فوجکشی کی اگرچہ وہ اسوقت خود اپنے باپ طولون سے باغی تھا، لیکن پھر ۲۸۳؁ھ مین ابراہیم نے مصر کی جانب پیشقدمی کی (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۳) اسلئے ابراہیم کی یہ بہانہ جوئی دربار خلافت مین قابل پذیرائی تھی لیکن متن کی روایت نویری کی ہے اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے، کہ ابراہیم نے بنی طولون کے خطرہ سے مصر کا راستہ چھوڑ کر صقلیہ کا راستہ اختیار کیا تاکہ وہ وہان سے حج کو جائے، اور جہاد اور حج دونون فضیلتون کو حاصل کرے، لیکن یہ صحیح نہین ہوسکتا کہ صقلیہ سے حجاز کے دو ہی راستے ہوسکتے تھے، خواہ مصر ہوکر جاتا یا شام ہوکر ابراہیم کیلئے جو خطرہ مصر مین تھا وہی شام مین بھی موجود تھا، کیونکہ اسوقت شام بھی بنو طولون ہی کے ممالک محروسہ مین داخل تھا، ابراہیم کا یہ سفر ۲۸۹؁ھ مین پیش آیا اور شام سے بنو طولون کی حکومت ۲۹۰؁ھ مین قرامطہ کے ہاتھون مین گئی ہے (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۹۷) اسلئے یہ قیاس آرائی بھی صحیح نہین ہوسکتی کہ شام کا راستہ اختیار کیا جاسکتا تھا اسلئے ہم نے نہایۃ الارب نویری کے بیان کو ترجیح دی ہے کہ وہ حج کا ارادہ فسخ کرکے صقلیہ روانہ ہوا،

سابق فرمانروائے افریقہ ابراہیم بن احمد کا ورود صقلیہ پر (۲۴)

۲۸۹ھ / ۹۰۱ء

ابراہیم کا ورود صقلیہ

ابراہیم اپنے ذاتی خزانہ کی تمام دولت و ثروت اور آلاتِ جنگ وغیرہ ساتھ لیکر سوسہ مین صوفیون کے لباس مین داخل ہوا تھا، یہان آتے ہی صقلیہ کی روانگی کا اعلان کیا، کچھ لوگ اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے جس سے ایک مختصر فوج تیار ہوگئی، اور اوسکو ساتھ لے کر ۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ/۹۰۱ء کو یہان سے تونس پہنچا، اور یہان اپنے سپاہیون کے لئے آلاتِ جنگ اور گھوڑے وغیرہ فراہم کئے، اور پھر ہر سوار کے لئے بیس بیس اور پاپیادہ کو دس دس دینار دیدیئے، کہ اپنے اہل وعیال کی خبرگیری کا سامان کرسکین، اور پھر صقلیہ روانہ ہوا، اور طرابنش مین آکر لنگر انداز ہوا، اور یہان سترہ دن ٹھہر کر اٹھارھوین دن بلرم روانہ ہوا، اور ۲۸ رجب ۲۸۹ھ/۹۰۱ء کو شاہانہ شان وشوکت عزت اور تمکنت سے شہر مین داخل ہوا،

ابراہیم جب سے طرابنش پہنچا، اپنے جود وسخا سے داد ودہش کا فیض عام جاری کردیا، مراحم خسروانہ کے طور پر باشندگانِ صقلیہ کی معمولی معمولی شکایتون پر بھی توجہ کی، اور اب تک رعایا کو حکومت اور عمالِ حکومت سے جو کچھ شکایات پہنچی تھین، سب کی تلافی کی، پھر شاہی انعام وعطایا سے لوگون کو مالا مال کیا، اور اس طرح چند ہی دن مین تمام باشندگانِ صقلیہ کے قلوب مسخر کرلئے، اور ہر کس وناکس ابراہیم کے اشارون پر چلنے کے لئے تیار ہوگیا،

طبرمین اور کوزہ پر قبضہ

ان ابتدائی پیشبندیون کے بعد اوس نے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، صقلیہ کے سفر کا مقصد المعتضد کے خط مین ظاہر ہوچکا ہے، صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت مین پہلے سے تیار تھی، چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیر نگین کرنے کیلئے اسلامی لشکر ابراہیم کی سرکردگی مین

رجب ۲۸۹ھ میں بلرم سے روانہ ہو گیا،

فتح برطنیق ابراہیم کی پہلی منزل ایک غیر مفتوحہ رومی شہر برطنیق قرار پائی، یہان پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، اور ۲۳ رجب ۲۸۹ھ کو شہر مین داخل ہوا، شہر اگرچہ بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا، اور اس عہد کے اصول جنگ کے مطابق یہان کے باشندے گرفتار کئے جا سکتے تھے، لیکن ابراہیم نے گرفتاری کی ممانعت کر دی اور باشندون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا[1]

فتح طبرمین ابراہیم فتح برطنیق کی تکمیل کے بعد ۸ شعبان کو طبرمین روانہ ہوا، طبرمین اس سے پہلے ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے اقتدار مین آچکا تھا، لیکن بار بار قبضہ سے نکل گیا، اور پھر فتح سرقوسہ کے بعد تو صقلیہ مین رومیون کا یہی سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا، اسلئے جب ابراہیم یہان پہنچا، تو رومی لشکر صف در صف مورچہ جمائے پہلے سے موجود تھا، کہ اب رومیون کے لئے طبرمین کے سقوط کے دوسرے معنی سرزمین صقلیہ سے رومیون کا آخری زوال تھا،

دونون فوجون مین لڑائی شروع ہو گئی، رومی صف شکن حملہ کرتے نہایت جوش و خروش سے آگے

---

[1] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۱۹۱، ابن اثیر مین اس شہر کا نام برطینوا اور برطینو ہی، لیکن اس کے بجائے ہم نے برطنیق نام اختیار کیا ہے جو جغرافیہ کی کتابون مین مذکور ہے کہ ابراہیم کی اس فوجکشی کا تذکرہ ابن اثیر، ابن خلدون اور نویری نے تفصیل سے کیا ہے، ابن خلدون کا بیان نہایت غلط، نامکمل اور مضطرب ہے جو غالباً اس کے نسخہ کی غلطی کی بنا پر ہے، اور اسمین مطبوعہ اور اماری کے منقولہ نسخہ دونون کا یکسان حال ہے، اسلئے اس موقع پر مینے اوسکو نظر انداز کر دیا ہے، پھر ابن اثیر اور نویری مین بھی بعض جزوی اختلافات ہین، لیکن دقت نظر سے دیکھنے سے ان کی تطبیق ہو جاتی ہے، صرف بعض بعض جزوی فرق رہ جاتا ہے، جو لائق اعتنا نہین، مثلاً نویری نے ابراہیم کے ورود برطنیق کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، لیکن ابراہیم کے داخلۂ بلرم کی تاریخ ۱۰ رجب معین کی ہے، پھر ۱۴ دن قیام لکھا ہے، اور ۲ شعبان کو بلرم سے روانہ ہو جاتا ہے، پھر لکھتا ہے، کہ "۸ شعبان کو طبرمین روانہ ہوا، اسلئے ۲ شعبان سے ۸ شعبان جو وقفہ ہوتا ہے اسی مین فتح برطنیق کا تذکرہ ہونا چاہئے، اور یہی فرق نویری اور ابن اثیر کے بیان مین رہجاتا ہے، کہ ابن اثیر کے بیان سے ۲۳ رجب داخلہ برطنیق ہے اور نویری کے بیان سے وہ ۲ شعبان کو بلرم سے روانہ ہوا،

بڑھے اور قریب تھا کہ مجاہدین کے قدم اکھڑ جائین کہ لشکر کا قاری مسلمانون کا دل بڑھانے کیلئے انا فتحنا لك فتحا مبینا کی آیت تلاوت کر رہا تھا، ابراہیم نے قاری کو پکار کر کہا، پڑھو ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم (یعنی یہ دونون دشمن اپنے پروردگار (کی راہ) مین لڑ رہے ہین)

قاری نے یہ آیت تلاوت کرنی شروع کی اور ابراہیم یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا، اللھم انی اختصم انا والکفار الیك فی ھٰذا الیوم (خدایا! ہم اور یہ کفار تیرے ہی راستہ مین آج لڑ رہے ہین)

ابراہیم کے اس جوش ایمان سی مجاہدین کے ایمان تازہ ہوگئے، ابراہیم ہی رجز پڑھتا فوج کے ایک دستہ کو ساتھ لیکر رومیون کی ایک سمت پر ٹوٹ پڑا، یہ دیکھتے ہی مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھال لین، اور ایسی بے جگری سے ٹوٹ پڑے کہ صفون کی صفین چاک ہوگئین، اور دم بھر مین پورا مطلع صاف ہوگیا، ہزیمت خوردہ رومی پسپا ہوئے ابراہیم انکا تعاقب کرتا شہر کے پھاٹک پر پہنچ گیا، اور پھر تمام مجاہدین طبرمین مین داخل ہوگئے،

ہزیمت خوردہ سپاہیون نے مختلف کوہ و دشت اور وادی کی راہ لی مسلمان ان کا تعاقب کرکے ڈھونڈتے رہے، اور جو جہان ملگیا، وہان قتل کیا گیا، اور اسی طرح اسلامی لشکر کے شہر مین پہنچنے کے بعد شہر کے عام باشندون نے بھی اپنی حفاظت کی تدبیرین کرلین، جن جن لوگون کو موقع ملا، وہ فرار ہوگئے، طبرمین لب ساحل آباد تھا، ساحل پر کشتیان کھڑی رہتی تھین، موقع پاتے ہی کشتیون پر سوار ہوئے، اور جزیرہ کو خیرباد کہہ دیا،

لیکن جو لوگ شہر مین باقی رہ گئے تھے، ان مین سے ناعاقبت اندیش گروہ نے طبرمین کے ایک اندرونی مستحکم قلعہ مین پناہ گزین ہوکر مقابلہ کیا، مسلمانون نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، چند دن کے معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے، جہان کچھ لوگ قتل کئے گئے، اور جو باقی بچے اونھین گرفتار کرکے طوق غلامی اون کی گردن مین ڈالدیا گیا، اور شہر اور قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانون کے قبضہ مین آئی،

یہ واقعہ ۲۴ شعبان ۲۸۹ھ مین پیش آیا،

سقوط طبرمین کا اثر قیصر روم پر،

طبرمین سرزمین صقلیہ مین حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سب سے آخری یادگار شہر تھا، اسکے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطی کا خاتمہ ہو گیا،

اس لئے اوسکے سقوط کی خبر سے قسطنطنیہ مین صف ماتم بچھ گئی، اور خود قیصر روم نے وفور رنج وغم مین سر سے تاج اوتار کر پھینک دیا، یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ تھا، اس سے سارے قسطنطنیہ مین ایک آگ لگ گئی، اور فدائیان تاج و تخت جوق در جوق مسلمانان صقلیہ سے انتقام لینے کے لئے صف لشکر مین داخل ہونے لگے، اور قسطنطنیہ مین بڑے جوش وخروش سے فوجکشی کی تیاریان شروع ہوگئین درباریون نے قیصر کو تاج پہننے پر آمادہ کیا، لیکن وہ کسی طرح تیار نہین ہوا، یہان تک کہ جب مسلمانان صقلیہ سے انتقام کیلئے ایک لشکر تیار ہو گیا تو ساتوین دن تاج اوٹھا کر سر پر رکھا، لیکن ادھر ابراہیم بھی حالات سے بے خبر نہ تھا، اسکے جاسوس قسطنطنیہ مین موجود تھے جب اوس کو رومیون کے حملہ آوری کی خبر ملی، اوس نے جاسوسون سے قسطنطنیہ مین یہ افواہ پھیلائی کہ اب ابراہیم خود قسطنطنیہ پر حملہ آوری کے قصد سے صقلیہ سے روانہ ہونے والا ہے۔

ابراہیم کی یہ حکمت عملی کامیاب رہی، اس خبر کے پھیلتے ہی وہ بیزنطی لشکر جو صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہونے والا تھا، قسطنطنیہ کے جنگی مورچون کی حفاظت پر مامور کر دیا گیا، اور شبانہ روز عربون کے جنگی بیڑے کی آمد کا دہشت انگیز انتظار ہونے لگا،

پھر کہا جاتا ہے، کہ کچھ دنون کے بعد ایک بیڑا قسطنطنیہ سے صقلیہ بھیجا گیا، لیکن پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے صقلیہ پہونچنے کے بعد اوس کا کیا حشر ہوا،[1]

باقی ماندہ شہرون اور قلعون کی تسخیر

اس کے بعد ابراہیم ان شہرون قلعون اور چھوٹی چھوٹی آبادیون کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک اسلامی حکومت کے زیر علم نہین آئے تھے، چنانچہ فوج کا ایک دستہ

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۹، نہایۃ الارب در اماری، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا مین فتح طبرمین کا سال ۹۰۸ء ہے، جسکے رو سے سال ہجری ۲۹۵ھ ہوتا ہے، تعجب ہے کہ انسائیکلوپیڈیا مین صقلیہ کے اسلامی فتوحات کے جسقدر سنین لکھے گئے ہین وہ سب ہجری سنین کے مطابق ہوئے ہین لیکن اس موقع پر یہ اختلاف کیون ہے، لیکن بہرحال انسائیکلوپیڈیا کا یہ بیان صحیح نہین ہے کیونکہ ابراہیم اس سے بہت پہلے وفات پاچکا ہے،

اپنے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کی سرکردگی مین شہر میقش روانہ کیا، جو طبرمین اور مسینا کے درمیان آباد تھا، دوسرا دستہ اپنے دوسرے لڑکے ابوالاغلب کے سپرد کیا، جو دمنش پہنچا، ان دونون مقام کے باشندے اسلامی دستون کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر کو خالی چھوڑ کر فرار ہو چکے تھے، مسلمانون نے شہر پر مع مال و متاع قبضہ کر لیا،

اس کے بعد ابراہیم نے فوج کے مختلف دستے جا بجا مختلف شہرون اور قلعون پر بھیج دیے، جو سب کو زیر علم لاتے گئے، مثلاً ایک دستہ اپنے ایک لڑکے ابو حجر کی سرکردگی مین رمطہ بھیجا، اسی طرح ایک دوسرا دستہ سعدون الجلوی نامی ایک قائد کی سیادت مین لیاج روانہ کیا، اہلِ شہر نے جزیہ کی شرط پر صلح چاہی لیکن اولاً ان اطراف مین جزیہ کی شرط پر جو صلحین ہوئی تھین، وہ قائم نہین رہ سکین، علاوہ ازین جب اس علاقہ کے مرکزی شہر اسلامی اطاعت مین داخل ہو چکے تھے، تو ان چھوٹے چھوٹے شہرون کی خود مختاری برقرار رکھنی مناسب نہ تھی، اسلئے مسلمان قائد نے جزیہ کی شرط نامنظور کر دی، مجبوراً رومی ہتھیار رکھ کر قلعہ سے باہر نکل آئے، اور قلعہ مسمار کر دیا گیا، اور قلعہ کی اینٹ اور پتھر کو سمندر کی لہرون مین ڈال دیا گیا کہ دوبارہ تعمیر نہ ہو سکے،[۲]

پورے جزیرہ پر کامل تسلط

یہی قلعہ لیاج صقلیہ مین رومیون کا سب سے آخری مامن تھا، اسکی تسخیر کے ساتھ ہی جزیرۂ صقلیہ سے نہ صرف حکومت بیزنطی کا نام و نشان مٹ گیا، بلکہ رومی استیلا کا خاتمہ ہو گیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، فتحِ صقلیہ کی اصل مہم ۲۱۲ھ سنہ ۸۲۷ء اسد بن فرات کے ہاتھون شروع ہوئی تھی، وہ آج ۲۸۹ھ سنہ ۹۰۱ء مین ابراہیم بن احمد کے ہاتھون پورے اٹھتر برس مین اتمام کو پہنچی، فالحمد للہ علے ذالک،

---

[۱] بعض مورخین نے ابراہیم کے دور مظالم مین اسکے لڑکے ابوالاغلب کے قتل کا واقعہ لکھا ہو، غالباً وہ مقتول لڑکا کوئی دوسرا ہوگا،

[۲] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۱۹، ونہایۃ الارب نویری درامارمی صفحہ ۴۵۲،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی ابراہیم نے صقلیہ کی مکمل تسخیر کے بعد جنوبی اٹلی پر توجہ کی، کہ یہان کے سلسلہ فتوحات کو بھی کسی اتمام تک پہنچا دے چنانچہ وہ اسی مقصد سے طبرمین سے مسینا پہنچا، اور یہان دو دن قیام کے بعد ۲۶ رمضان المبارک ۲۸۹ھ کو صوبہ قلوریہ (کلبریہ) روانہ ہوگیا،

قلوریہ پہنچکر اسلامی فوج کے دستے جابجا پھیلا دئے، اور خود بھی ایک جانب پیشقدمی کرتا گیا، اور جابجا نصاریٰ کی فوجین مقابلہ مین آئین، اور میدان چھوڑ کر پسپا ہوئین، اسی طرح پیشقدمی کرتے ایک مشہور شہر کسنتہ (کسنٹ)، کی جانب روانہ ہوا جب باشندگان کسنتہ کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی، تو وہ اس لشکر کے کسنتہ پہنچنے سے پیشتر ایک وفد کی صورت مین جزیہ کی شرط پر امان طلب کرنے کے لئے ابراہیم کے پاس پہنچے لیکن ابراہیم نے اٹلی کی اسلامی حکومت کے مصالح پیش نظر رکھکر جزیہ کی رقم قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور فوج کو اپنی پیشقدمی جاری رکھنے کا حکم دیا،

ابراہیم کا مرض موت لیکن ادھر ابراہیم کے لئے قضا و قدر کا فیصلہ کچھ اور صادر ہوا، فوج کوچ کرتی منزل بہ منزل آگے بڑھ رہی تھی کہ خود ابراہیم کے کوچ کا وقت آپہنچا، مرض اسہال مین مبتلا ہوگیا، جب مرض لمحہ بہ لمحہ بڑھتا گیا، تو فوج کو اپنے راستہ پر آگے روانہ کر دیا، اور خود ایک مختصر دستہ کے ساتھ فوج سے پیچھے رہ گیا،

محاصرہ کسنتہ اسلامی لشکر ۲۶ شوال کو کسنتہ پہنچ گیا، اور ایک وادی مین خیمہ زن ہوا، اسی اثنا مین ابراہیم بھی آپہنچا، اور اپنے لڑکون اور فوج کے ممتاز قائدین کو شہر کے مختلف دروازون پر متعین کر دیا، اور قلعہ شکن منجنیقین نصب کر دی گئین، اور محاصرہ جاری ہوگیا،

اگرچہ ابراہیم اپنی بیماری کے باوجود فوجی کارروائیون مین خود عملی دلچسپی لیتا رہا، مگر اوس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا، اور بالآخر ہچکیون کا تانتا بندھ گیا، اور چند لمحون کا مہمان نظر آنے لگا، محاصرین کیلئے یہ موقع نازک تھا، پیام صلح مسترد کرکے شہر کا محاصرہ کر لیا گیا ہے، اہل شہر مدافعت کی تیاریان کر چکے تھے،

اور ادھر سالار فوج بستر مرگ پر پڑا دم توڑ رہا ہے،

ابراہیم کی وفات اور جانشینی

جب قائدین لشکر ابراہیم کی زندگی سے مایوس ہو گئے، تو اوس کی زندگی ہی مین فوج کی قیادت اور صقلیہ کی ولایت اس کے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی ابو مضر سے استدعا بھی نہین کی گئی تھی، کہ شب شنبہ ۱۹ ذلقعدہ ۲۸۹ھ کو ابراہیم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی،

ابراہیم کی وفات کے بعد قائدین نے ابو مضر سے صقلیہ کی ولایت اور مجاہدین ایطالیہ کی فوری قیادت قبول کرنے کی استدعا کی، لیکن اوس نے ان سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا، کہ اُس سے زیادہ حقدار اُس کا چچا ابوالاغلب موجود ہے، اور پھر خود بھی ابوالاغلب سے اصرار کیا، مگر ابوالاغلب نے یہ بار اوٹھانے سے انکار کیا، اور ابو مضر زیادۃ اللہ ہی نے کسنتہ کی دیوار کے نیچے فوج کا جائزہ لے لیا،

ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس والی صقلیہ (۲۴)

۲۸۹ھ ــ ۲۹۰ھ
۹۰۲ء ــ ۹۰۲ء

کسنتہ کا قبول جزیہ

ابو مضر کو سب سے پہلے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا تھا، حسن اتفاق کہ محصورین کو محاصرین کی ان پریشانیون کا کوئی علم نہین ہوا، وہ لوگ اسلامی لشکر کے محاصرہ سے لرزہ بر اندام ہو رہے تھے، اس لئے مقابلہ کرنے کے بجائے باوجودیکہ ایک مرتبہ صلح کا پیغام مسترد کر دیا تھا، مگر اس کی دوبارہ سلسلہ جنبانی کی اور جزیہ کی شرط پر طالب امان ہوئے،

ابو مضر نے محصورین کی درخواست خوشی سے قبول کر لی، اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی محاصرہ اوٹھا لیا گیا،

جنوبی اٹلی سے واپسی

اس کے بعد جو اسلامی دستے ملک کے اطراف و جوانب مین پھیل گئے تھے، وہ کسنتہ طلب کئے گئے، جب پورا لشکر جمع ہو گیا، تو ابو مضر اپنے جد امجد کی لاش کو ایک تابوت مین رکھ کر اسلامی

لشکر کے ساتھ کستنہ سے بلرم واپس آیا[۱]

تجہیز و تکفین مراجعت بلرم کے بعد ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کئے گئے، اور وہ وفات کے تینتالیس دن کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۲۸۹ھ / ۹۰۲ء کو بلرم مین دفن کیا گیا، اور اوس کی قبر پر بطور یادگار ایک عالیشان قصر تعمیر کر دیا گیا[۲]

ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے بعد فوج کے وہ سپاہی جو اوس کی میت مین صقلیہ آئے تھے، افریقیہ واپس چلے گئے[۳]

ابومضر کی نااہلی ابراہیم نے اپنی چند روزہ ولایت مین درحقیقت صقلیہ کی فوجی مہمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور اب والی صقلیہ ابومضر کو اندرون جزیرہ مین کسی پیشقدمی کی ضرورت باقی نہین رہ گئی تھی، اگرچہ جنوبی اٹلی کی مہم موجود تھی، لیکن اس سلسلہ کے دوبارہ شروع کرنے کی بھی چندان کوئی فوری ضرورت نہین تھی اسلئے اب صقلیہ مین اوسکی تمدنی علمی، ادبی اور معاشی ترقی کا حقیقی دور آیا تھا،

لیکن افسوس ہے کہ جب صقلیہ مین فوجی مہمون سے فراغت کے بعد امن و سکون کا دار ودورہ ہوا، اور تمدنی و علمی ترقیون کے معراج کمال پر پہنچنے کا زمانہ آیا تھا، تو صقلیہ کی حکومت ایسے نوجوان شہزادے کے سپرد کیگئی جو اس کا اہل ثابت نہین ہوا، اور فوجی مہمون سے فارغ البالی اور کچھ نشہ شباب کی سرمستیون سے وہ صقلیہ پہنچتے ہی عیش و عشرت مین مصروف ہو گیا، اور قصر حکومت مین دن رات جام شراب کا دور چلنے لگا، اور امور مملکت کی نگرانی کے بجائے لہو ولعب، سیر و تفریح اور عیش و عشرت کی محفلین گرم ہونے لگین،

---

[۱] نہایۃ الارب درامارِی ص۴۵۱، ابن اثیر ج ۷ ص۱۹۷، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲، ص۴۷۵، و ۴۴۳

[۲] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص۴۷۵ و ۴۴۳، نہایۃ الارب درامارِی ص۴۵۱، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص۱۸۱، مورخین نے ابراہیم کا دفن بلرم لکھا ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا، لیکن ابن اثیر نے اس کے بجائے قیروان لکھا ہے اور ابن اور ابن ابی دینار اور ابوالفداء نے اسی موخر الذکر روایت کو نقل کیا ہے، اور ابن خلدون نے اول الذکر روایت پہلے نقل کی ہے اور اوسکو قبول کرنے کے بعد ابن اثیر کی روایت کو بھی درج کر دیا ہے،

ابومضر کی معزولی — جب ابومضر کے باپ ابوالعباس فرمانروائے افریقیہ کو اوسکی رندانہ زندگی اور امور مملکت سے بے پروائی کی اطلاع ملی، تو اوس کو معزول کر دیا، اور افریقیہ بلا کر قید خانہ مین ڈال دیا،

جانشین — اور اوس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی حکومت تفویض کر دی،[۱]

محمد بن سرقوسی والی صقلیہ (۲۵)

۲۹۰ھ ۹۰۲ء

ابوالعباس والی افریقیہ کا قتل — محمد بن سرقوسی نے ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین صقلیہ کی حکومت سنبھالی اس کے عہد حکومت کے چند ماہ گذرے تھے کہ ابومضر نے قید خانہ مین اپنے باپ ابوالعباس کے خلاف سازش کر کے اسکو تین صقلبی غلامون کے ذریعہ سے شب چہار شنبہ ۳۰ شعبان ۲۹۰ھ ۹۰۲ء کو قتل کرا ڈالا، اور اوس کے بجائے خود تخت حکومت پر قابض ہو گیا،

ابومضر کی طبیعت مین یہ عجیب انقلاب تھا، ایک دن وہ صقلیہ کی ولایت از خود اپنے چچا ابوالاغلب کو دے رہا تھا، اور آج اوس نے تخت افریقیہ کے لئے اپنے باپ کو شہید کر ڈالا،

ابومضر زیادۃ اللہ فرمانروائے افریقیہ

۲۹۰ھ ۹۰۲ء — ۲۹۶ھ ۹۰۸ء

والی صقلیہ کی معزولی — اس کے بعد ابومضر نے اپنے باپ کے نامزد کردہ والی صقلیہ محمد بن سرقوسی کو معزول کر دیا اور اسی سال ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو اس عہدہ پر مقرر کیا،

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۳۶، وکتاب المونس فی اخبار افریقیہ وتونس والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۸۳ لیکن لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہو کہ ابومضر نے ابوالعباس کے خلاف افریقیہ پر چڑھائی کی تیاری کی تھی اور اسی لیے اسکو معزول کیا گیا،

علی بن محمد بن ابی الفوارس والی صقلیہ (۲۶)

سنہ ۲۹۰ھ
۹۰۲ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس کو چند دن سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا ابو مضر نے چند دن کے بعد اوس کو بھی معزول کر کے احمد بن ابی الحسین بن رباح کو ولایت صقلیہ سپرد کر دیا[1]،

احمد بن ابی الحسین بن رباح والی صقلیہ (۲۷)

سنہ ۲۹۰ھ تا سنہ ۲۹۶ھ
۹۰۲ء تا ۹۰۸ء

آخری اغلبی تاجدار کا آخری والی صقلیہ، احمد بن ابی الحسین بن رباح، آخری اغلبی تاجدار افریقیہ کا مقرر کردہ آخری اغلبی والی صقلیہ ثابت ہوا، کیونکہ ابو مضر نے اس طرف جو روش اختیار کی، اوس سے دولت اغالبہ کی رہی سہی بنیاد متزلزل ہو گئی،

دولت اغالبہ کا زوال۔ اگرچہ اغلبی حکومت میں اضمحلال واختلال ابراہیم بن احمد کے آخری دور حکومت سے شروع ہو چکا تھا، تاہم ابو العباس نے اپنی چند روزہ حکومت میں حالات بہت کچھ درست کر لیئے تھے، اور اگر اوس کو چند سال اور حکومت کا موقع مل جاتا، تو شاید وہ تحریک دعوت شیعی کے استیصال میں کامیاب ہو جاتا،

ابو مضر نے برسر حکومت آتے ہی افریقیہ میں پھر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، جس سے دولت اغالبہ کی مخالفت ملک میں پیدا ہو گئی کیونکہ اوس نے اپنی شخصی حکومت کے استحکام اور اپنی ہوا و ہوس پوری کرنے کیلئے پہلے خود اپنے عزیز

---

[1] نہایۃ الارب در امار ی صفحہ ۴۳۳،

و اقارب کو قتل کیا، پھر حکومت کے دوسرے عہدیداروں کو تہ تیغ کیا، اور اس طرح اپنی ناعاقبت اندیشی سے وہ اپنا اقتدار قائم کر کے عیش و نشاط مین مصروف ہو گیا،

دعوت اسماعیلی کا عروج

جب افریقہ کے اعیان و علماء نے جو ابراہیم کی معزولی کے بعد حکومت کے نظم و نسق مین شریک ہو گئے تھے، یہ حالات دیکھے تو نظام حکومت سے رفتہ رفتہ علیحدہ ہو گئے، اور ملک مین ابراہیم کے عہد سے بھی زیادہ اختلال اور بدامنی پھیل گئی جس سے دعوت اسماعیلی کی بنیادین قدرۃً مضبوط ہو گئین، اغالبہ کا دست راست احول جو اس تحریک کو اب تک دبائے ہوئے تھا، خود ابو مضر کے ہاتھون قتل ہو چکا تھا، اب کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکتی،

چنانچہ دعوت اسماعیلی کے داعی دعاۃ ابو عبد اللہ نے اپنی کامیابی کے توقعات دیکھ کر فرقہ اسماعیلی شیعی کے امام ابو عبید اللہ المہدی کو افریقہ بلا بھیجا، اور وہ منزل بہ منزل کوچ کرتا، اور شہر بہ شہر فتح کرتا آگے بڑھا، کہین کہین معمولی لڑائیان ہوئین، اکثر مقام بلا مزاحمت قبضہ مین آئے، اغالبہ کا لشکر ابراہیم بن ابی الاغلب کی سرکردگی مین مقابلہ کر رہا تھا، ۲۴ جمادی الاخری کو ایک معرکۃ الآرا جنگ مین ابراہیم بن ابی الاغلب کو شکست ہوئی، یہی سب سے آخری میدان ثابت ہوا،

ابو مضر کا فرار اور دولت اغالبہ کا خاتمہ

کیونکہ ابو مضر ۲۴ جمادی الاخری کی اس شکست سے حواس باختہ ہو گیا، اور باوجودیکہ ابھی حکومت کی فوج مین اچھے اچھے قائدین موجود تھے، اور ابھی اسماعیلی لشکر دار الحکومت سے کافی دور تھا، اور دار الحکومت کے علاوہ چند دوسرے شہرون پر بھی اغلبی علم لہرا رہا تھا لیکن ابو مضر نے تاج و تخت چھوڑ کر فرار ہو جانے کا قصد کر لیا، حکومت کے بہی خواہون نے اسکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا اور ابو عبد اللہ کی بڑھتی ہوئی فوج کو روک لینے کا یقین دلایا، لیکن ابو مضر لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہین ہوا،

چنانچہ ۲۶ جمادی الاخری ۲۹۶ھ کو اغالبہ کا یہ آخری تاجدار قصر شاہی سے جسقدر دولت و ثروت کا

انبار ساتھ لیجا سکتا تھا، اونٹون پر لاد کر اور اپنے تمام اہل وعیال اور عزیز واقارب کو دشمنون کے رحم وکرم پر چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا، وداع کے وقت ایک فاشعار لونڈی آگے بڑھی، اور سینہ پر عود رکھ کر یہ چند شعر گائے،

لم انس یوم الوداع موقفھا وجفنھا فی دموعھا غرق

رخصت کے دن کا میں یہ منظر نہیں بھول سکتی، جب کہ اوس کی آنکھیں آنسوؤن سے تر تھین،

وقولھا والرکاب سائرۃ تترکنا سیدی وتنطلق

اور اوس کا یہ کہنا اوس حالت مین جب کہ اور سوار چل رہے تھے وہ ہمکو چھوڑ کر جا رہے ہین،

استودع اللہ ظبیۃ جزعت للبین والبین فیہ لی حرق

مین اُس ہرنی کو رخصت کر رہا ہون جو جدائی سے پریشان ہے اور مین بھی سوز فرقت سے جل رہا ہون،

ابو مضر کی آنکھون سے آنسوؤن کی جھڑی لگ گئی، اور تن بہ تقدیر تن تنہا، بادیدۂ پرنم محل سے باہر نکل آیا، اور راتون رات مصر کی راہ لی،

ابراہیم بن ابی اغلب نے ابو مضر کے نکلنے کے بعد باشندگان قیروان سے حلف اطاعت لیا، اور اسمٰعیلی فوج کے مقابلہ پر آمادہ کیا، لیکن وہ لوگ بہت جلد منحرف ہوگئے، ابراہیم نے اس کام کوشش کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آخری اغلبی تاجدار افریقہ ابو مضر زیادۃ اللہ سے جا ملا،

اسی کے ساتھ دولت اغالبہ کا آفتاب اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمین افریقہ کو اپنی تابانی ودرخشانی سے منور کرتا رہا، ۲۶ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

غم نصیب ابو مضر طرابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا لیکن کسی جگہ چین نہیں ملا، سرگشتہ تقدیر ادھر اودھر پھرتا رہا، آخر اثنائے سفر مین رملہ پہنچا، اسی کی خاک مین اوس کی خمیر لکھی تھی، چنانچہ ۲۹۶ھ مین یہین آغوش لحد مین سو رہا[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۳۶، وج ۸ ص ۱۵ تا ۱۷، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۰۰ تا ۲۰۲،

صقلیہ سے دولتِ اغالبہ کا خاتمہ

افریقیہ میں دولتِ فاطمی کے قیام کے بعد صقلیہ کا آخری اغلبی والی احمد بن حسین بن رباح پندرہ ۱۵ دن تک اپنی جگہ پر برقرار رہا، اسکے بعد ایسے حالات پیش آگئے کہ صقلیہ میں از خود دولتِ فاطمی کا استقبال کیا گیا، نئے فاطمی تاجدار نے یہاں کی ولایت کیلئے اپنا ایک قائم مقام نامزد کیا، اور ۱۱ رجب ۲۹۶ھ ۹۰۸ء سے صقلیہ میں بھی جدید حکومت قائم ہوگئی جسکی تفصیل آیندہ آئیگی،

دولتِ اغالبہ پر ایک نظر

اغالبہ صرف ایک سو گیارہ ۱۱۱ سال اور چند مہینے افریقیہ کے حکمران رہے اور اس مدت میں گیارہ فرمانرواؤں نے حکومت کی، اگر اس قلیل زمانہ میں سے افریقیہ کی سرکش قوم بربر کی بغاوتوں اور غداریوں کا زمانہ نکال لیا جائے تو مشکل سے پچھتر ۷۵ برس ایسے نکلیں گے جن میں امن و امان قائم رہا، اور انھیں نظامِ حکومت کی تشکیل اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا موقع ملا،

لیکن انھوں نے اسی قلیل ترین عہدِ حکومت میں نہایت نمایاں کارنامے انجام دیے، انھوں نے محض اپنی قوتِ بازو سے تقریبًا تمام شمالی افریقیہ کو زیرنگیں کیا، صرف مختلف گوشوں میں دو چھوٹی چھوٹی حکومتیں بنو مدار کی سلجماسہ میں اور بنو رستم کی تاہرت میں علی الترتیب ایک سوتیس ۱۳۰ اور ایک سو ساٹھ ۱۶۰ سال تک قائم رہیں، لیکن اغالبہ کا عہدِ حکومت اگرچہ ان سے بھی کم ثابت ہوا، اور انھوں نے صرف ایک سو گیارہ ۱۱۱ سال اور تین مہینہ تک فرمانروائی کی لیکن تمام شمالی افریقیہ پر چھا گئے اور ان کے حدودِ حکومت سواحل بحر روم کا احاطہ کرتے ہوئے حدودِ صوبہ مصر تک جا پہنچے،

دولتِ اغالبہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ایک والی کی حیثیت سے افریقیہ کی حکومت سنبھالی تھی، اس سے پہلے تک افریقیہ مرکزی حکومت بغداد کو کوئی خراج دینے کے بجائے قیامِ امن کے لئے اس سے مصارف لیا کرتا تھا، ابراہیم وہ پہلا والی ہے جس نے دولتِ عباسیہ بغداد کو ان مصارف سے سبکدوش کر دیا، اور افریقیہ سے خراج کی ایک متعینہ رقم بھیجنے لگا، اور ابراہیم اور ہارون رشید سے جو کچھ شرائط طے پائے ان کے رو سے افریقیہ

کی حکومت بنو اغلب کیلئے نسلاً بعد نسل وقفت ہوگئی، اور با وجودیکہ اونھین افریقیہ مین اس قدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا، کہ اپنی خود مختاری کا بھی اعلان بھی کر سکتے تھے لیکن فرمانروایان اغالبہ اپنی دانشمندی سے خلافت عباسیہ کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور خطبہ مین خلیفۂ وقت اور فرمانروائے اغلبی کا نام ساتھ ساتھ پڑھا جاتا رہا،

شمالی افریقیہ کا یہ تمام علاقہ جو اغالبہ کے ماتحت تھا، چونکہ بحر روم کے سواحل پر آباد تھا، اس لئے انھون نے بحری طاقت مین نمایان امتیاز حاصل کر لیا تھا، چنانچہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ باب قیادۃ الاساطیل مین اسکی تصریح کی ہے کہ افریقیہ اور اندلس کی اسلامی حکومتون کی بحری طاقتین، اوس زمانہ مین دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقتین تھین،

یہی وجہ تھی کہ بحر روم کے تمام جزائر انھی دونون اسلامی حکومتون کے زیر اقتدار آگئے تھے، جو جزیرے اندلس سے قریب پڑتے تھے، وہ اندلس کے قبضہ مین تھے لیکن اون کی تعداد کم تھی، اور جو جزائر شمالی افریقیہ کے گرد واقع تھے، یا شمالی افریقیہ کے ان جزیرون سے قریب پڑتے تھے وہ اسلامی حکومت اغالبہ افریقیہ کے زیر اقتدار تھے،

بحر روم کے اون جزائر پر مسلمانون کے حملے اگرچہ بہت پہلے شروع ہو چکے تھے جن کی تفصیل کسی گذشتہ باب مین گذر چکی ہے لیکن ان پر ایسے حملے بالعموم انھی اغالبہ کے عہد مین شروع ہوئے جو مستقل طور پر انھین زیر اقتدار لانے کیلئے کئے گئے تھے، چنانچہ اغالبہ جزیرہ سسلی کے علاوہ بحر روم کے اور بہت سے دوسرے جزیرون پر بھی قابض ہوئے، پھر اپنی علو ہمتی سے سواحل اٹلی پہنچے، اس سے آگے بڑھ کر اندرون اٹلی مین داخل ہوئے اور پھر ساحل فرانس سے جا کر ڈانڈے ملا دئے، اغالبہ کی یہ تمام کامیابیان صرف اُن کی بحری قوت کی بنیاد پر تھین، اور بالآخر یورپ کی تمام عیسوی حکومتون اور خصوصاً حکومت بزنطی نے ان کا بحری تفوق تسلیم کر لیا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ شمالی افریقیہ، صقلیہ اور بحر روم کے دیگر جزائر پر قابض ہونے کے علاوہ اٹلی کی ریاستین

بھی ان کے زیرِ اقتدار آگئیں، اور اٹلی میں آبنائے میسیناسے کوہ الپس تک راستہ میں کوئی قوت اون کے سدِّ راہ نہیں ہوسکتی تھی موسیو سدیو اغلبی فتوحات پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"اس بیان مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو فتوحات بحرِ روم پر اغلبیون کو حاصل ہوئی تھیں، وہ افریقہ اور اسپین کے دوسرے عربون کی فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں[1]"

دولتِ اغالبہ صقلیہ کے مختلف دور اور صقلیہ کی مکمل تسخیر میں تاخیر کا باعث

پھر اغالبہ کی بحری طاقت کے اس تفوق کے باوجود سسلی کی مکمل تسخیر میں اس قدر تاخیر کیون ہوئی، کہ اس کا سلسلہ ۲۱۲ھ؁ ۸۲۷ء سے شروع ہو کر ۲۸۹ھ؁ میں جا کر اٹھتر برس میں اختتام کو پہنچا؟ اس کا جواب کسی قدر تفصیل طلب ہے، عہد اغالبہ میں اسلامی حکومت کے مختلف دور گذرے ہیں، اُن کے کل مدتِ حکومت میں ستائیس ولاۃ صقلیہ آئے اور توسیعِ فتوحات کے بارے میں ان مختلف دَوْرون میں مختلف ولاۃ کا نقطۂ نظر مختلف رہا۔

سب سے پہلا دور دولتِ اسلامیہ صقلیہ کے بانی قاضی اسد بن فرات کی آمد سے فتحِ بلرم تک ہے،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ؁ میں مازر پر بلا مزاحمت قابض ہوئے تو اوسی کو اسلامی حکومت کا صدر مقام قرار دے کر انھون نے اپنی توجہ سرقوسہ کی فتح پر مبذول کردی کہ اون کے نقطۂ نظر سے بزنطی دارالحکومت کی فتح ہی گویا پورے جزیرہ کی فتح تھی، اثنائے راہ میں مختلف مقامات پر بھی حملے ہوئے اور قاضی اسد نے اپنی صلح جو طبیعت کی افتاد سے یہی چاہا کہ کہین خونریزی کی نوبت نہ آئے، اور لوگ ادائے جزیہ کی شرط پر امان طلب کرلیں، اور پھر وہ اسی نقطۂ نظر سے سرقوسہ پہنچے کہ اوس کی تسخیر کے بعد وہ پورے جزیرہ کو جزیہ ادا کرنے پر رضامند کرلیں گے، اور جہان معرکہ آرائی کی نوبت آئے گی، وہ مقام اسلامی حکومت کے قبضہ واقتدار میں داخل ہوگا،

قاضی اسد بن فرات اپنے بعد مسلمانانِ صقلیہ کے سامنے یہ نقطۂ نظر قائم کر گئے کہ پیشقدمیون

---

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو صفحہ ۲۴۵؛

کی تمام کوششین مرکزی مقام پر جاری رکھی جائین، اور باقی چھوٹے چھوٹے شہرون اور قلعون سے جزیہ کی شرط پر صلح کی جائے، چنانچہ ان کے جانشین محمد بن ابی الجواری نے اسی نقش قدم کی پیروی کی لیکن جب مسلمانون پر مصائب کا طوفان آیا، اور سرقوسہ کی مہم ناکام ثابت ہوئی، تو انھون نے اپنے زاویہ نگاہ مین تبدیلی کی، اور بعض دوسرے شہرون پر حملہ آور ہو کر قابض ہوئے تاہم مرکزی شہر پر قبضہ کرنے کا تخیل اب بھی موجود رہا، اور اسی سلسلہ مین قصریانہ پر قسمت آزمائی کرنی چاہی، اور مسلسل ڈیڑھ سال تک یہ کوششین جاری رہین، یہانتک کہ ایک مدت دراز کے بعد بلرم پر قبضہ ہوگیا،

بلرم مسلمانون کو ایسے موقع سے مل گیا کہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے مسلمانون کا بہترین صدر مقام بن سکتا تھا، اور اسی لئے مشرق کی فنیقی قوم نے اوس کو دار الحکومت قرار دیا تھا، مسلمانون نے تسخیر بلرم کے بعد اسلامی حکومت کی تشکیل کی، اور مسلسل ڈیڑھ سال تک فوجی مہمون کا سلسلہ موقوف رہا، پھر جب فوجی مہمون کا آغاز ہوا تو اسکی ابتدا قصریانہ سے ہوئی، اولاً یہان کی پچھلی ناکامی کا انتقام اور پھر دار الحکومت سے اسکے قریب ہونے اور اسکے زیر اثر ایک وسیع علاقہ کے ہونیکے باعث مسلمانون کی تمام تر توجہ اسی شہر کی طرف مبذول رہی، تاآنکہ ادائے جزیہ کی شرط پر یہ سلسلہ موقوف ہوا، اس اثنا مین مسلمانون نے ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقیون کی شاہراہ کھول دی، بلرم اور اوس کے زیر اثر علاقہ مین ایسا کاروبار جاری ہوگیا جو ایک مستقل حکومت کے شایان شان ہوسکتا تھا، یہ

صقلیہ کی اسلامی حکومت کا دوسرا دور تھا،

اس کے بعد مسلمانان صقلیہ نے جزیرہ مین دو مستقل حکومتون کا وجود تسلیم کرلیا، ایک طرف صقلیہ کی اسلامی حکومت تھی، اور دوسری طرف رومیون کی بیزنطی حکومت اب اولاً انھون نے بیزنطی حکومت کو نظر انداز کر کے اسلامی حکومت کے بقا و تحفظ کی فکر کی، اور اسی سلسلہ مین افریقیہ و صقلیہ کے مابین جزائر پر تسلط حاصل کیا، اور پھر جزیرہ کے اوس جنوبی علاقہ کو جو دار الحکومت بلرم کے آس پاس تھا اپنے قبضہ مین لائے، اور اوس کے بعد بیزنطی حکومت کے خاتمہ کے لئے اوس کے پایہ تخت پر اقتدار حاصل کرنے کا قدیم تخیل پھر لوٹ آیا،

اور اسی بنا پر بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ کے زیر اثر صوبہ مسینا پر توجہ مبذول کی، کیونکہ یہان سے بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ پر زد پڑتی تھی، اور نیز اسلامی حکومت صقلیہ کی ترقی کے لئے ریاستہاے ایطالیہ سے تجارتی تعلقات وغیرہ قائم ہو سکتے تھے، چنانچہ فتح مسینا کے بعد یہ دونون مقصد حاصل ہوے، لیکن ولایت مسینا کی فتح کے بعد ہی بیزنطی عمال نے اسی بنا پر اپنا پایہ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کر لیا، اور پھر اسی بنا پر مسلمانون کو بھی اپنی پیشقدمی کا نقشہ بدلنا پڑا، اور انھون نے اپنی عنان توجہ قصریانہ پر دوبارہ منعطف کر لی، اور اسی فتح پر اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **تیسرا دور** ختم ہو گیا،

اس کے بعد جب سرقوسہ دوبارہ پایہ تخت قرار پایا، تو مسلمانون نے بھی اپنی تمام تر توجہ پھر سرقوسہ کی مہم پر مبذول کی، اور یہ مہم بھی اتمام کو پہنچی، اور یہ اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **چوتھا دور** تھا،

اس کے بعد دولت اغالبہ صقلیہ کا **پانچوان دور** اوس کے دور اختلال سے شروع ہوتا ہے جس کے وجوہ و اسباب اس سے پہلے بہ تفصیل گذر چکے ہین، لیکن اس دور مین بھی جب کہ اسلامی حکومت مختلف قسم کی خانہ جنگیون مین مبتلا تھی، اور اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ تقریباً موقوف ہو چکا تھا جب صقلیہ کے رومیون نے ایک نئے قلعہ کو درست کر کے اس کو مرکزی حیثیت سے دار الحکومت کا لقب دیا، تو والی صقلیہ نے پیشقدمی کر کے اس جدید دار الحکومت پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح اونھون نے جزیرہ مین گویا اپنی حریف سلطنت کا خاتمہ کر دیا، اور اسی بنا پر جب ابو العباس نے یہان امن و امان قائم کر کے فوجی مہمون کا دوبارہ آغاز کیا، تو اوس نے اندرون جزیرہ مین پیشقدمی کرنے کے بجاے جنوبی اٹلی کا رخ کیا،

اسی کے بعد ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کے قصد سے صقلیہ آتا ہے، اور چند ہی دن مین بغیر کسی زیادہ مزاحمت کے سارے جزیرہ پر قابض ہو جاتا ہے اور یہی دولت اغالبہ صقلیہ کے سلسلہ محاربات کی آخری کڑی ہے جسے **چھٹا دور** کہا جا سکتا ہے،

ملکی فتوحات کے لحاظ سے جزیرہ مین مسلمانون کے یہی چند دور گذرے ہین، ان تمام دورون پر

اجمالی نگاہ ڈالنے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان مین سے ہر ایک دور اپنی جگہ پر اس قدر مستقل ہے کہ لوگون نے ہر ایک دور کے خاتمہ پر گویا اوسکو جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور آغاز ہی مین بلرم کی فتح کے بعد اسلامی حکومت کی بنیاد یہان ایسی مستحکم سمجھ لی گئی، کہ کبھی انہین پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال سر سے پیدا ہی نہین ہوا، البتہ ان مختلف دورون مین سے ہر دور مین یہ قدر مشترک ضرور موجود رہا کہ حکومت بیزنطی کے پایہ تخت پر قبضہ کیا جائے اور مسلمانون کے نقطہ نظر سے پایہ تخت پر قابض ہوجانے کے دوسرے معنی پورے جزیرہ کی تسخیر کے تھے، چنانچہ جب ۲۴۴ھ ۸۵۸ء مین قصر یانہ اسلامی اقتدار مین داخل ہوا، جو اوس زمانہ مین بیزنطی پایہ تخت کی حیثیت رکھتا تھا، تو مسلمانون نے اسکو پورے جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور اسی بنیاد پر ابن ابی دینار کا بیان ہے کہ پورا جزیرہ ۲۵ سال مین تسخیر ہو گیا، حالانکہ اس وقت تک جزیرہ کے تہائی حصہ سے زیادہ اسلامی مقبوضات مین داخل نہین ہوا تھا،

اس لئے اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانون نے پورے جزیرہ کی تسخیر کا تخیل کبھی سامنے نہین رکھا، وہ پہلے دارالحکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اور اسی راستہ سے پورے جزیرہ پر حکمران ہونا چاہتے تھے، اور یہی اس تاخیر کا اصل باعث ہے،

فتح سرقوسہ کے بعد بھی جب پورے جزیرہ کی تسخیر نہایت آسان ہو گئی تھی، جس کا یورپین مورخین کو بھی اعتراف ہے لیکن اونھی حالات کے گردوپیش جنکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اونھون نے خود اس جانب توجہ نہین کی اور اسی لئے جب ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال لیکر صقلیہ آیا تو چند ہی دن مین اسکو اتمام تک پہنچا دیا،

اہم شہرون کی تسخیر لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ بیزنطی پایہ تخت کو نشانہ بنانے کی وجہ سے مسلمانون نے کسی دوسری جانب رُخ نہین کیا، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا اصل محاذ پایہ تخت رہا، اور اسی ضمن مین اونھون نے دوسرے شہرون پر بھی فوجکشیان کین، اور رفتہ رفتہ فتح سرقوسہ سے پہلے تقریباً دو تہائی جزیرہ

پر قابض ہو گئے، اور جزیرہ کے اہم شہر بلرم، موطا ابنش جرجنت، بیناؤ، نوطس مسینا، لیتنی، شکلہ، رغوص، ہیترہ، اور لبنیا ذہ وغیرہ بیزنطی دار الحکومت کے مفتوح ہونے سے پہلے اسلامی اقتدار مین داخل ہو چکے تھے، لیکن جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوا ہو گا، اگرچہ کبھی کبھی توسیع فتوحات کے نقطۂ نظر سے ان پر حملے کئے گئے، تاہم ان مین سے اکثر کی تسخیر پایۂ تخت کی تسخیر کی کوششون کے ضمن مین ظہور پذیر ہوئی،

فوج کشیون اور پیشقدمیون کی کثرت۔

علاوہ ازین دولت اغالبہ صقلیہ کی سرگذشت مین فوجی پیشقدمیون اور فوجکشیون کی بہ کثرت مثالین ملتی ہین، اور در اصل یہ فوجکشیان بھی اصل نقطۂ نظر کے حصول کے ذریعے اور واسطے تھین، جو حسب ذیل مقاصد کے لئے کیجاتی تھین،

(۱) رومی مقبوضات کے شہر اور آبادیان جزیہ قبول کرین،

(۲) جو شہر جزیہ قبول کرنے سے انکار کرین اور مقابلہ کرین، انھین اس قدر تہ و بالا کیا جائے کہ حکومت بیزنطی کے قبضہ سے از خود نکلنا چاہین،

(۳) حکومت بیزنطی کے ذرائع آمدنی کو مسدود کرنے کے لئے اوس کے مقبوضات کی پیداوار سے وہانکے باشندونکو محروم کر دیا جائے، خواہ وہان کی زراعت کو حاصل کر کے یا اوس کو برباد کر کے یہ مقصد حاصل ہو،

اوس عہد کے قانون جنگ و صلح کے رو سے دشمن کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کرنا اصولاً روا بھی سمجھا جاتا تھا، کہ وہ سب علاقے دار الحرب تھے، اور انھین خود دشمنون کے نقطۂ نظر سے حق حاصل تھا، کہ اون کے مقبوضات کی زراعت برباد کر دین، مویشیون کو چھین لین، اگر کسی علاقہ کے باشندے مقابلہ کرین تو اونھین تہ تیغ کرین، اور جو ان مین سے گرفتار ہو جائین، اور ان کے بارے مین متحارب حکومت سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکے تو لونڈی غلام بنا کر فروخت کر دین اور اگر اسی سلسلہ مین کوئی شہر مفتوح ہو جائے، تو زیر علم کر لین، ورنہ ان مصائب سے بچنے کے لئے جزیہ قبول کر کے اسلامی حکومت

کی حفاظت میں آ جائیں مسلمانوں نے اس قسم کی پیشقدمیاں کثرت سے کین چنانچہ ایک سے زیادہ مرتبہ رومیون نے مسلمانون کی اس قسم کی پیشقدمیون کو روکنے کیلئے مختلف شرائط پر کسی محدود مدت تک کیلئے عارضی صلحین کین اور جب تک اوس صلح کی مدت قائم رہی، تو جنگشی ملتوی رہی،

اسی طرح جب رومیون کو موقع ملتا، وہ بھی اسلامی مقبوضات کو تاخت و تاراج کرتے، اور صلح کے موقعون پر تین تین چار چار سو قیدی فدیہ لیکر چھوڑائے جاتے،

دولتِ اغالبہ کے زوال کا سبب

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جہان ابراہیم کی ذات صقلیہ مین فتوحات اسلامی کی تکمیل کا باعث بنی، وہان صرف اسی کی شخصیت دولتِ اغلبیہ کے زوال کا موجب بنی، اگرچہ اس سے جو کچھ سرزد ہوا، وہ ہوش و خرد مین نہین، بلکہ مراق و خفقان مین اس لئے درحقیقت دولت اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اون ارکانِ دولت پر آتی ہے، جو ابراہیم کے عہد مین حکومت کے ذمہ دار عہدون پر فائز تھے، اگر وہ اس کے مراق کی ابتدا ہوتے ہی، اوسکو حکومت سے دستبردار ہونے کی دھمکی دیتے، اور اگر اس صورت مین بھی حالات روبہ اصلاح نہ ہوتے، تو خلافتِ عباسیہ سے رجوع کرنے مین جو کچھ اونھون نے آخر مین کیا وہ ابتدا ہی مین کر گذرتے تو غالبًا دولتِ اغالبہ کو اس قدر جلد یہ تلخ انجام دیکھنا نہ پڑتا، اور ابراہیم شروع ہی سے یا تو حکومت سے کنارہ کش ہو جاتا، اور ابوالعباس کو اپنا جانشین بناتا، یا دلجمعی سے اپنے کو سنبھالنے کی فکر کرتا، جیسا کہ اپنے آخر عہدِ حکومت مین فرمانِ خلافت پاکر دربار خلافت مین حاضری، اور وہان کی جواب دہی کی ذمہ داری قبول کرنے سے خائف ہوا، اور حیلہ جوئی کرکے صقلیہ چلا آیا،

لیکن یہ کنارہ کشی غایت درجہ بہ تاخیر ہوئی، سلسلۂ علت و معلول کی کڑیان اس سے پہلے پوری ہو چکی تھین، صرف نتیجہ کا ظہور باقی تھا، کہ اوس کے طویل دورِ مظالم کے نتائج و عواقب کے طور پر سرزمین افریقیہ مین دعوت اسماعیلی پورے طور پر پیدا اور ہو چکی تھی، اور ابراہیم زیادہ تر اسی لئے اپنی روش بدلکر حکومت سے کنارہ کش ہوا، کہ اس کے باعث افریقیہ مین دعوتِ اسماعیلی کو روز بروز قبولیت حاصل ہوتی جاتی تھی چنانچہ

ابنِ خلدون لکھتا ہے،

وفی ایامہ ظہر ابو عبد اللہ الشیعی	ابراہیم کے زمانہ مین ابو عبد اللہ الشیعی کتامہ مین ظاہر
بکتامہ ..... وھو من الاسباب التی	ہوا .... اور منجملہ دیگر اسباب کے یہ بھی ایک
دعتہ للتوبۃ والاقلاع وخروجہ	سبب ہے جس نے اسکو تائب ہونے تاج وتخت چھوڑنے
الی صقلیہ	اور صقلیہ چلے جانے پر آمادہ کیا،

اس لئے اگر ابراہیم کے دورِ مظالم کے شروع ہوتے ہی اسکو حکومت سے الگ ہونے پر مجبور کیا جاتا

تو دولتِ اغالبہ کا اس قدر جلد خاتمہ نہ ہوتا،

پھر یہ بھی بخت واتفاق کی بات ہے کہ جب ابراہیم کے بعد ابو العباس نے نئے سر سے حکومت

سنبھال لی اور یہ توقع پیدا ہوئی کہ حکومت اغلبیہ کی متزلزل بنیاد کچھ دنون کے لئے سنبھل جائے، اور شاید

وہ دعوتِ اسمٰعیلی کے استیصال مین کامیاب ہو جائے، کہ اچانک اوس کے سرمستِ شباب ناخلف لڑکے

ابو مضر نے رہی سہی امیدون کا خاتمہ کر دیا، اور اپنے باپ ابو العباس کو قتل کر کے دولت اغلبیہ کے زوال

کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر قبول کر لی، اور پھر باغیون سے مقابلہ کی قوت رکھنے کے باوجود حکومت کو دستبردار

ہو کر افریقہ سے نکل پڑا، اور اس طرح خود اپنے ہاتھون اپنی قبر تیار کر لی، اور آوارۂ وطن آغوشِ لحد مین جا

لیٹا، اور اسی کے ساتھ خانوادۂ اغالبہ کی سطوت وعظمت اور جاہ وجلال کا آفتاب بھی غروب ہو گیا،

سنہ ۲۹۶ھ — ۳۲۶ھ
۹۰۸ء — ۹۴۷ء

دولتِ فاطمیہ شیعی تحریک کی اسماعیلی شاخ سے تعلق رکھتی ہی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے، کہ شیعی تحریک جسمین ہمیشہ سے عجمی روح کارفرما رہی ہی اوس نے اول روز سے اپنی کامیابی کا گُر مخفی دعوت و تبلیغ (پروپگنڈا) کو قرار دیا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد مین ابن سبا وغیرہ کی شیعی تحریک اسی تدبیر سے کامیاب ہوئی، اور حضرت عثمانؓ شہید ہوئے، اور مسلمانون مین کشت و خون تک نوبت پہنچی، اور بجائے ایک اسلام کے تین سیاسی اسلام یعنی اہل سنت والجماعۃ، شیعہ اور خارجی ہوگئے،

حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت، اور حضرت امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب بنو امیہ دنیائے اسلام کے تنہا مالک ہوگئے، تو اہل بیت کرام یعنی بنو امیہ کے خلاف بنو ہاشم کی تائید مین ایک متفقہ شیعی تحریک بروئے کار آئی، اور بالآخر ابو مسلم خراسانی کے ہاتھون اوس نے ۱۳۲ھ / ۷۴۹ء مین بنو امیہ کا تخت اولٹ دیا، مگر جب اس ہاشمی تحریک کے چہرے سے پردہ اوٹھا تو ہاشمیہ اور اہل بیت مین سے عباسی خاندان کی کامیابی کی صورت مین وہ نظر آئی،

اب وہ کشاکش جو بنو ہاشم اور بنو امیہ کے باہمی اقتدار کے لئے جاری تھی، وہ عباسیہ اور علویہ (یعنی اولاد علی بن ابی طالب) کی صورت مین قائم ہوگئی، عباسیہ اب برسرِ حکومت تھے اور علویہ اپنی مخفی تحریکون مین مصروف

اور جب کبھی اون کی دعوت کو کہین کامیابی نصیب ہوئی، اونھون نے کھل کر تیغ وسنان سے عباسیہ کا مقابلہ کیا، بالآخر ان علویہ کے بھی دو حصے ہو گئے، یعنی ایک تو وہ جو حضرت علیؓ کی زوجۂ مطہرہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کی اولادِ کرام تھی، اور دوسرے وہ جو حضرت علیؓ کی دوسری بیبیون کے بطن سے تھے، فاطمی کے معنی حضرت علیؓ کی نسل سے حضرت فاطمہؓ کے سلسلہ سے جو اولاد ہوئی،

حضرت علیؓ کی فاطمی نسل مین حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام علی زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق تک تمام شیعیان اہل بیت کا اتفاق رہا، امام جعفر صادق کی اولاد مین دو نامور تھے، ایک اسماعیل دوسرے موسیٰ کاظم، اس لئے شیعی گروہ بھی دو حصون مین منقسم ہو گیا، ایک نے موسیٰ کاظم کو، اور دوسرے نے اسماعیل کو امام مانا، امام موسیٰ کاظم والے، امام موسیٰ کے بعد امام علی رضا، کو، پھر امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری زکی، پھر امام مہدی منتظر کو امام مان کر بارہ اامون پر امامت تمام کر دی، یہ اثنا عشری کہلائے جو آج ایران کا عام مذہب ہے،

اسماعیل کی امامت کے معترف، اسماعیل کے بعد محمد مکتوم بن اسماعیل جعفر مصدق بن محمد مکتوم اور حبیب بن جعفر مصدق ہین، اور انھین کی نسل مین کہا جاتا ہے، کہ ابو محمد عبید اللہ ملقب بہ مہدی ظاہر ہوا، اور یہی دولتِ فاطمیہ کا بانی بنا، جس نے سب سے پہلے شمالی افریقہ مین ظہور کیا، اور اوس کے تیسرے جانشین المعز لدین اللہ نے عباسیون کو نکال کر مصر پر قبضہ کیا، اور اپنے مرکزِ حکومت کو شمالی افریقہ سے ہٹا کر مصر مین منتقل کیا، اور مصر مین دولتِ فاطمیہ کی بنیاد ڈالی[1]،

---

[1] انھی فاطمی خلفا مین سے آگے چل کر ایک خلیفہ الحاکم بامر اللہ پیدا ہوا جس کے دو بیٹے ہوئے، نزار اور علی الظاہر لاعزاز دین اللہ اس طرح فاطمی اسماعیلی امامت دو حصون مین منقسم ہو گئی، ایک نزاری اور دوسرے ظاہری ظاہر لاعزاز دین اللہ مصر خلیفہ ہوا، اور آخر یہ امامت سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھون تباہ ہوئی، اسی سلسلہ کے لوگ آج ہندوستان مین بوہرے کہلاتے ہین، اور نزاری کی بنا حسن بن صباح نے کوہستانِ ایران مین ڈالی، اور قلعہ الموت مین باطنی حکومت کی بنیاد استوار کی جس کا خاتمہ ہلاکو خان تاتار کے ہاتھ سے ہوا، اسی سلسلہ کے امام ہز ہائنس آغا خان ہین،

اس مخفی تحریکِ دعوت کے چلانے کی صورت یہ تھی، کہ کسی مناسب مقام پر جہان امام ہوتا، اوس کا پوشیدہ صدر مقام ہوتا، اور اوس کے تحت تمام ملک مین اوسکے ہشیار مبلغون کی نگرانی مین اوسکی شاخین ہوتین، اور ان مین سے ہر ایک اوس امام کی بیعت لوگون سے لیتا، اور جب کسی حصۂ ملک مین کسی نائب کو معتدبہ افراد کی بیعت حاصل ہوجاتی، وہ ان کو لیکر حکومت کے مقابلہ کے لئے اوٹھ کھڑا ہوتا، اب یا وہ کامیاب ہوجاتا، اور یا مارا جاتا، پھر اوس کا دوسرا جانشین مقرر ہوتا، اور یہ تحریک آگے کو چلاتا، ان مبلغون کا اصطلاحی نام داعی اور جمع کی صورت مین دعاۃ تھا،

ان اسماعیلی دعاۃ اور خصوصًا داعی الدعاۃ کی تعلیم و تربیت صدر مقام کے افاضل کے زیر اہتمام ہوتی، اور جب وہ تعلیم و تربیت مین پورے اوترجاتے تو حسب ترتیب تعلیم و تربیت کی مناسبت سے مختلف مقامات پر بھیج دئیے جاتے، اور یہی دعاۃ اپنی ولایت مین شیعی دعوت کی تبلیغ و اشاعت تحریک کے مخالف افواہون کی تردید و انسداد، اور حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کی منظم جد و جہد کرتے، اور اپنی تمام جد و جہد کی مفصل روداد نیز باشندگانِ ولایت کی ذہنی استعداد و ذہنی انقلاب کی پوری تشریح صدر مقام مین بالالتزام بھیجتے، اور پھر یہان سے اونھی رودادون کے حسب اقتضار مختلف ہدایتین جاری ہوتین،

چنانچہ اسی اصول کے زیر اثر سرزمین افریقیہ مین بھی اسماعیلیون کے دعاۃ نامزد ہوئے، ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ افریقیہ مین اسماعیلی دعوت کا سب سے پہلا داعی ایک شخص حلوانی نامی آیا، اور اسی کی مدد کے لئے ایک اور داعی ابوسفیان نامی بھیجا گیا، یہ دونون حضرت امام جعفر مصدق بن محمد المکتوم بن جعفر صادق کے فرستادہ تھے، ان لوگون نے افریقیہ پہنچ کر حکومت کے پایہ تخت سے دور بنو کتامہ نام ایک مشہور بربری قبیلہ کی سرزمین کو اپنی جد و جہد کی جولانگاہ بنایا،

بنو کتامہ بربریون مین سب سے زیادہ بہادر تھے، اور وہ افریقیہ کی حکومتِ وقت سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہتے تھے، اسماعیلی داعیون نے ان کو بہت جلد اپنے قابو مین کرلیا،

چنانچہ اسماعیلی داعی حلوانی اور ابوسفیان ارضِ کتامہ پہنچ کر ان لوگوں میں اپنی پوری قوت سے تبلیغ شروع کر دی، حلوانی نے اپنا مستقر مرماجنہ [1] کو قرار دیا، اور ابوسفیان نے شہر سوف حمار کو، ان لوگوں نے زہد و ورع، تقویٰ اور مذہبی تقدس کے اظہار سے بنو کتامہ میں بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کر لی، اور لوگ عقیدتمندانہ ان کے پاس آنے لگے، یہ ان کی پہلی کامیابی تھی، اس کے بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا، اور ان شہروں کے آس پاس مذہب کے پیروؤں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا، لیکن ابھی یہ داعی اپنی کوششوں کے ثمرات نہ دیکھنے پائے تھے کہ کچھ دنوں آگے پیچھے دونوں کا انتقال ہو گیا،

ان دونوں کے انتقال کے بعد افریقیہ کے لئے ابو عبداللہ کا انتخاب ہوا، ابو عبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا صنعا کا رہنے والا تھا، امام اسماعیلی محمد الحبیب نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے اوکو کمسنی سے ابن حوشب کے سپرد کیا، ابن حوشب شیعی دعوت کے بڑے مبلغوں میں سے اور امام اسماعیلی محمد کا دستِ راست تھا، چنانچہ عبداللہ کی ہر قسم کی تعلیم و تربیت ابن حوشب ہی کے زیر نگرانی ہوئی، ابن حوشب نے اس کو ان الفاظ میں افریقیہ کی خدمت سپرد کی، کہ

"حلوانی و ابوسفیان مغرب میں ارض کتامہ کو قابل زراعت بنا چکے ہیں، اب اون کے انتقال کے بعد اس سرزمین کے لئے تم سے بہتر کوئی دوسرا موجود نہیں، جلد سے جلد جاؤ کہ صالح اور تیار زمین تمہارے لئے موجود ہے"

اتفاق سے حج کا موسم تھا، ابو عبداللہ اپنے ایک رفیقِ کار عبداللہ بن ابی ملاحف کے ساتھ دولت و ثروت کا ایک انبار ساتھ لئے ہوئے مکہ معظمہ پہنچا، کہ یہاں بنو کتامہ کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے ہوں گے اس کے بعد وہ مکہ معظمہ سے بنو کتامہ کے چند افراد کی معیت میں مختلف حیلوں سے مصر پہنچا، اور پھر صحرا الصحرا

[1] ابن اثیر میں "مرمجنہ" اور ابن خلدون میں اسی کا نام "مرمنہ" ہے، لیکن جغرافیہ کی متداول کتابوں ابن حوقل، مقدسی، اصطخری اور یاقوت وغیرہ میں "مرماجنہ" ہے، اسلئے میں نے ابن اثیر کے لفظ مرمجنہ کو مرماجنہ لکھا ہے [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱، وابن اثیر ج ۸ ص ۲۳

ہوتا ہوا، افریقیہ روانہ ہوا، اور مختلف مقاموں میں ٹھہر کر ۱۵ ربیع الآخر ۲۸۸ھ (۸۹۹ء) کو ارضِ کتامہ کے ایک مرکزی مقام انکجان میں پہنچ گیا،

ابو عبد اللہ کے مکہ معظمہ سے افریقیہ پہنچنے، یہاں تحریک شروع کرنے اور اوس میں رفتہ رفتہ کامیاب ہونے کی ایک طویل داستان ہے، جو دولت فاطمی کی مستقل تاریخ کا ایک باب ہوسکتی ہے، یہاں مختصراً یہ کہنا کافی ہے، کہ ابو عبد اللہ بنو کتامہ کو منظم کرکے بربریوں کا ایک لشکرِ جرار حکومتِ اغلبیہ کے خلاف میدانِ جنگ میں لے آیا، لوائے اسماعیلی اسکے ہاتھ میں امامِ منتظر کے لئے سربلند تھا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے عہد سے کھلم کھلا مقابلہ ہونے لگا، اور بالآخر جب ۲۶ جمادی الاخری ۲۹۶ھ (۹۰۸ء) کو آخری اغلبی تاجدار ابو مضر زیادۃ اللہ افریقیہ سے فرار ہوا تو ابو عبد اللہ نے فوراً ہی تمام افریقیہ میں دولت اسماعیلی فاطمی یا دولتِ عبیدیین کے قیام کا اعلان عام کردیا، اور جمعہ کے دن خطبہ میں ابو عبد اللہ نے اپنے امام منتظر عبید اللہ المہدی کو امیر المومنین المہدی کے لقب سے موسوم کیا، اور اسی دن افریقیہ سے خلافتِ عباسیہ کا قطعی انقطاع ہوگیا،

عبید اللہ المہدی اسماعیلی

سنہ ۲۹۶ھ – سنہ ۳۲۲ھ
۹۰۸ء – ۹۳۴ء

افریقیہ کا دولتِ فاطمیہ کا پہلا فرمانروا فرقہ اسماعیلیہ کا امام عبید اللہ المہدی تھا، اس کا سلسلۂ نسب چند پشتوں سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے، بغداد کے خلفائے عباسیہ نے گو اس کے نسب کی صحت میں کلام کیا، اور علما، اور سادات کی طرف سے سنہ ۴۰۲ھ (۱۰۱۱ء) میں ایک محضر بھی تیار کرایا جسمیں فاطمیہ کی صحتِ نسب کا انکار کیا گیا، مگر محققین اس محضر کو خلفائے عباسیہ کی ایک سیاسی سازش سے زیادہ وقعت نہیں دیتے، چنانچہ ابن اثیر، ابن خلدون اور مقریزی نے بدلائل اس محضر کا پردہ چاک کیا ہے[1]،

---

[1] تاریخ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۸ تا ۲۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱، ومقریزی در خطط مصر ج ۲ ص ۱۵۹،

عبید اللہ کو اوس کے باپ محمد الحبیب نے اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین بنایا، اور مغرب مین جانے کی وصیت کی، جب وہ اس وصیت کے مطابق مغرب روانہ ہوا، تو اوس کی خبر عباسی خلیفۂ وقت تک پہنچی، اور دربارِ خلافت سے اوس کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا، عبید اللہ اپنے لڑکے ابو القاسم کو ساتھ لے کر شام سے مصر کو روانہ ہوگیا، معتضد نے قاصد دوڑائے اور والیِ مصر کو اسکی گرفتاری کے لئے لکھا، یہ قاصد عبید اللہ کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچ گئے، چنانچہ عبید اللہ مصر مین داخل ہوتے ہی گرفتار کر لیا گیا، لیکن عجیب اتفاق کہ وہ شخصی مشابہت سے مصر مین رہا کر دیا گیا، اور وہان سے افریقیہ روانہ ہوگیا،

جب معتضد کو خبر ملی تو والیِ مصر کو تہدید آمیز خط لکھا، اور پھر فرمان والیانِ افریقیہ کو لکھ بھیجا، کہ وہ ڈھونڈ کر گرفتار کر لیا جائے، چنانچہ اوسکی گرفتاری کا حکم افریقیہ کے تمام شہرون مین بھیج دیا گیا،

عبید اللہ مغرب و افریقیہ کے مختلف شہرو مین روپوش مارا مارا پھرا، لیکن بنو کتامہ تک کسی طرح رسائی حاصل نہ ہوئی، بالآخر وہ اپنے رفقا سمیت سلجماسہ مین گرفتار کر لیا گیا،

لیکن قضا و قدر کا فیصلہ اس کے برعکس تھا، بنو فاطمہ کا آفتابِ اقبال طلوع ہو چکا تھا، اسی اثنا مین ابو عبد اللہ الداعی کی قوت کو فروغ حاصل ہوا، آخری اغلبی تاجدار ابو مضر تاج و تخت چھوڑ کر افریقیہ سے بھاگ کھڑا ہوا، ابو عبد اللہ نے دار الحکومت پر قبضہ کرنے کے بعد سلجماسہ پر لشکر کشی کی، اور ۶ ذی الحجہ یوم شنبہ کو شہر مین داخل ہوگیا،

عبید اللہ اور اوس کا لڑکا ابو القاسم مریم بنت مدرار کے مکان مین مقید تھے، قید سے باہر نکلے اور ابو عبد اللہ ادب سے آگے بڑھا، اور فرطِ مسرت سے اوس کے قدمون پر گر پڑا، اور تاج و تخت پیش کئے[1] اور

---

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۳۱ لغایۃ ۳۷، ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳ لغایت ۳۹، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲۹۲ لغایت ۳۲۰، دولت فاطمیہ کا بانی ابو عبید اللہ الداعی بسنتِ جاریہ کے مطابق دولت عباسیہ کے بانی ابو مسلم خراسانی کی طرح تہ تیغ کیا گیا،

فرقۂ اسماعیلیہ کے متبعین نے اپنے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کی، اور پھر یہ پوری جماعت شاہانہ تزک و احتشام سے دار الحکومت مین داخل ہوئی،

پھر رفتہ رفتہ تمام شمالی افریقہ بنو فاطمہ کے زیر اقتدار آگیا، اور بنو اغلب کے ممالکِ محروسہ کے علاوہ بنو مدرار کی ۱۳۰ سالہ حکومت (سلجماسہ) اور بنو رستم کی ۱۶۰ سالہ حکومت (تاہرت) کا بھی خاتمہ ہوا، اور سارے افریقہ مین بنو فاطمہ کی واحد خود مختار حکومت قائم ہوگئی،

انقلابِ حکومت کا اثر صقلیہ پر

افریقہ کے انقلابِ حکومت کے اثرات فوراً صقلیہ بھی پہنچے۔ اور یہان کے معززین اور عام باشندے بھی دو گروہون مین منقسم ہوگئے، ایک گروہ نے افریقہ کی فاطمی حکومت کا استقبال کرنا چاہا، جس کی قیادت علی بن محمد بن ابی الفوارس نے اپنے ہاتھ مین لی جس کو ابو العباس سابق فرمانروائے افریقہ نے ابو مضر زیادۃ اللہ کے بعد صقلیہ کی حکومت تفویض کی تھی، اور دوسرا گروہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کے ساتھ تھا، جس کو ابو مضر نے افریقہ کی حکومت سنبھالنے کے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس کے بجائے نامزد کیا تھا، اور اوس وقت یہی صقلیہ کا وہ آخری والی تھا جس کو سب سے آخری اغلبی تاجدار نے مقرر کیا تھا،

حامیانِ دولتِ فاطمیہ کو اقتدار حاصل ہوا، اور علی بن محمد بن ابی الفوارس کی سرکردگی مین ایک ہی حملہ مین موجودہ والی صقلیہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کو گرفتار کرکے قید خانہ مین ڈال دیا گیا اور اوس کے گھر بار، مال و متاع سب لوٹ لیا، یہ واقعہ ۱۱ رجب ۲۹۶ھ یعنی حکومتِ اغالبہ کے زوال کے ٹھیک پندرہوین دن پیش آیا۔

اسکے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس نے احمد بن ابی الحسین کو پابہ زنجیر عبید اللہ المهدی کی خدمت مین پیغام تہنیت کے ساتھ افریقہ بھیج دیا، اور اس طرح مسلمانانِ صقلیہ نے اس جدید حکومت سے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، اور اسی کے ہمراہ عبید اللہ کی خدمت مین مسلمانانِ صقلیہ کا ایک محضر بھی پہنچا جس مین دستور کے

مطابق علی بن محمد بن ابی الفوارس کو عہدۂ ولایت پر سرفراز کرنے کی استدعا کیگئی تھی، عبید اللہ نے یہ درخواست منظور کرلی، اور وہ دولتِ فاطمی افریقیہ کا صقلیہ مین سب سے پہلا والی مقرر ہوا،

علی بن محمد بن ابی الفوارس فاطمی والی صقلیہ (۱)

۲۹۶ھ ۔ ۲۹۷ھ
۹۰۸ء ۔ ۹۰۹ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس عہدِ اغالبہ مین بھی ولایتِ صقلیہ کے خدمات انجام دے چکا تھا، اور اگرچہ اسی کے ہاتھون صقلیہ مین دولتِ اغلبیہ کا خاتمہ ہوا، اور فرمانروائے فاطمی کو صقلیہ پر تسلط حاصل کرنے کی کوئی خاص زحمت نہین کرنی پڑی، اس لئے یہ علی بن محمد بن ابی الفوارس کا دولتِ فاطمی کے لیے ایک اہم کارنامہ کہا جاسکتا ہی،

لیکن اس کے باوجود علی بن محمد بن ابی الفوارس نے جس حیثیت سے ولایتِ صقلیہ پر قبضہ کیا تھا، سیاسی مصالح کے لحاظ سے اوس کا یہ اقتضا، نہ تھا، کہ یہان کی حکومت اوسکو تفویض کر دیجائے، کہ وہ فاطمی حکومت کے بغیر کسی ایک سپاہی کی موجودگی کے یہان مطلق العنان حیثیت اور باشندگانِ صقلیہ کی پشت پناہی سے حکومت کرے، اس طور پر یہان دولتِ فاطمی کے اثر واقتدار کے قیام کے کم امکانات ہوسکتے تھے، تاہم وقتی مصالح کا یہی اقتضا تھا کہ اسی طور پر اوس کو یہان کا والی نامزد کردیا جائے، چنانچہ عبید اللہ نے اس کو ولایتِ صقلیہ کی سند لکھ کر بھیج دی، اور بری وبحری حملے جاری کرنے کا حکم دیدیا، (۱)

لیکن جب افریقیہ مین انقلابِ حکومت کا قیامت خیز طوفان ختم ہوا، اور ملک مین امن وامان کا دور دورہ ہوا تو ہر ایک صیغہ کے لئے جداگانہ نظام قائم ہوا، اور حکومت کا نظم ونسق نئے سرے سے جاری ہوگیا، تو اسی سلسلہ مین مختلف لوگون کی وفاداری وجان نثاری کے صلہ کا وقت بھی آپہنچا، اور عبید اللہ کے معتمدین افریقیہ کی مختلف ولایتون پر نامزد کردیئے گئے، اس موقع پر قدرۃً صوبۂ صقلیہ کا سوال بھی سامنے آیا لیکن علی

۱؎ نہایۃ الارب ور اماری ص ۴۴۴،

بن محمد بن ابی الفوارس کو معزول کر کے ایک نئے فتنہ کا سامان پیدا کرنا تھا، اس لئے عبید اللہ نے موقع کا انتظار کیا، اتفاق وقت کہ علی بن محمد بن ابی الفوارس نے عبید اللہ سے افریقیہ آنے کے لئے چند دن کی عارضی رخصت طلب کی، شکار خود نشانہ پر آرہا تھا، عبید اللہ نے اجازت بھیجی، اور جب وہ افریقیہ پہنچا، تو آتے ہی دار الحکومت رقادہ کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا، [۱]

اس کے بجائے اپنے ایک معتمد خاص حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا،

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر فاطمی والی صقلیہ [۲]

۲۹۷ھ - ۲۹۹ھ
۹۰۹ء - ۹۱۱ء

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر بنو فاطمہ کے محسن ترین قبیلہ کتامہ کا ایک رکن تھا [۲]، وہ افریقیہ سے روانہ ہو کر سال رواں کے ختم ہونے سے پیشتر ۱۰ ذی الحجہ ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء کو مازر پہنچا، اور یہاں سے دار الحکومت بلرم آیا،

جدید نظم و نسق اور حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا

ابن ابی الخنزیر دولت فاطمی کا وہ پہلا شیعی گورنر تھا، جو افریقیہ سے نامزد ہو کر آیا، اور صقلیہ کی حکومت کا دولت فاطمی کے نقطۂ نظر سے جدید نظم و نسق قائم کیا، اوس نے حکومت صقلیہ کو مختلف صوبوں بلرم، جرجنت، قصریانہ اور سینا وغیرہ میں تقسیم کیا، ہر صوبہ پر جداجدا والی مقرر کئے جن میں سے صوبہ جرجنت کی گورنری اپنے ایک حقیقی بھائی کے سپرد کی،

انقلاب حکومت کے بعد جس طرح افریقیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا، اسی طرح ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب بھی شیعی قرار دیا گیا، اور اسی لئے جس طرح

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۰، و نہایۃ الارب نادر اماری ص ۴۳۵، [۲] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۷،

مذہب کے بدلنے سے افریقیہ کے مذہبی و نیم مذہبی عہدوں میں تغیر و تبدل ہوا، اوسی طرح صقلیہ کے عہدون مین بھی ردّ و بدل ہوا، چنانچہ اسی سلسلہ مین والیِ صقلیہ نے سابق قاضیِ صقلیہ کو معزول کر کے اوس کے بجائے عہدۂ قضاء کے فرائض ایک شخص اسحٰق بن منہال کے سپرد کر دئے[1]،

مشرقی صقلیہ کے رومیوں کی سرکشی اور صقلیہ مین اسلام و عیسائیت کی جنگ کا دوبارہ آغاز

افریقیہ اور صقلیہ کے اس انقلابِ حکومت سے صقلیہ کے اوس مشرقی حصہ نے جس کو ابراہیم نے اپنے آخری حملہ مین زیر کیا تھا، اور جو تمامتر رومی باشندون پر مشتمل تھا، فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے اٹلی کی عیسائی حکومتون سے مدد طلب کی، اور پھر صقلیہ مین اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی اس سرکشی سے حکومت بیزنطی کی امیدین بھی تازہ ہو گئین، اور بیزنطی بیڑے صقلیہ اور جنوبی اٹلی کے سمندرون مین پھر منڈلانے لگے، کہ اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرین، اور اسکی وجہ سے صقلیہ اور اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کا بھی دوبارہ آغاز ہو گیا، اور اس کا سلسلہ صقلیہ مین اسلام کے آخر عہدِ حکومت تک جاری رہا، چنانچہ انسائکلو پیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابراہیم کے فتوحات کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے:-

> "ابراہیم کے بعد خانہ جنگی شروع ہو گئی، اور صقلیہ کے عیسائیون نے دنیائے عیسائیت سے مدد طلب کی، اور مشرقی صقلیہ مین عربون کے اقتدار کو زوال آگیا، اور پھر نہ بیزنطی فرمانروا صقلیہ کے دعویٰ سے کبھی دستبردار ہوئے، اور نہ کبھی اس کے دوبارہ حصول سے نا امید ہوئے، اور جزیرہ مین عیسائیت سے جنگ کے علاوہ خود بیزنطی شہنشاہیت اور مسلمانون مین براہ راست لڑائی شروع ہو گئی، لیکن یہ لڑائیاں بہ نسبت صقلیہ کے ایطالیہ مین زیادہ پیش آئین"،

دمنش کی سرکشی اور استیصال

صقلیہ مین ان لڑائیون کے پیش نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہان رومیون نے جب کبھی سر اوٹھایا اسلامی حکومت نے انھین فوراً زیر کر لیا، چنانچہ اس سلسلہ مین دولتِ فاطمیہ کے عہد

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۰، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰،

ین صقلیہ میں جو سب سے پہلے بغاوت رونما ہوئی، وہ شعبان ۲۹۸ھ/۹۱۰ء میں مشرقی صقلیہ میں اہلِ دمشق کی جانب سے تھی،
ابن ابی الخنزیر نے بغاوت کی خبر سنتے ہی فوجکشی کی، اور بغاوت فرو کی اور قیدیوں کو ساتھ لیکر بلرم چلا آیا، [1]

صقلیہ میں ایک جدید انقلاب کے آثار،

ادھر صقلیہ کے رومیوں میں یہ نقل و حرکت تھی، اور ادھر ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت شیعی قرار پا جانے کے باعث مسلمانانِ صقلیہ کے درمیان بھی ایک حرکت پیدا ہوگئی، کیونکہ دعوتِ شیعی کی تبلیغی کوششیں جو کچھ تھیں، وہ صرف افریقیہ تک محدود رہی تھیں، اسلئے مسلمانانِ صقلیہ تک اس دعوت کی کوئی آواز نہیں پہنچی تھی، اور وہ اسی طرح مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے راسخ العقیدہ پیرو تھے،

پھر مسلمانانِ صقلیہ اپنے نامزد کئے ہوئے اہل سنت والی علی بن محمد بن ابی الفوارس کے معزول کئے جانے پر پہلے سے چین بحبین تھے کہ یہاں کی حکومت کے مختلف شعبوں میں دولتِ شیعی کے اثرات نمودار ہوئے، اور مختلف معزز عہدوں پر شیعیوں کو مقرر کر دیا گیا علاوہ ازیں ابن ابی الخنزیر کا عام طرزِ عمل بھی یہاں کے باشندوں کے ساتھ کچھ اچھا نہ تھا، ان وجوہ سے یہاں دولتِ فاطمی کے خلاف بدگمانیاں پیدا ہوگئیں، جس سے یہاں کے باشندوں اور عمالِ حکومت کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی، اور وہ روز بروز ترقی کرتی گئی، خصوصًا ابن ابی الخنزیر مسلمانانِ صقلیہ کے تمام حلقوں میں بری نگاہ سے دیکھا جانے لگا،

اسی سلسلہ میں ایک اتفاقی حادثہ یوں پیش آیا، کہ والیِ صقلیہ ابن ابی الخنزیر نے دمشق سے واپسی کے تھوڑے دنوں بعد کسی تقریب سے عمائدینِ شہر کو اپنے محل میں کھانے پر مدعو کیا، اور شہر کے معززین و رؤساء قصرِ حکومت میں جمع ہوئے، اتفاق سے قصر میں داخلہ کے بعد ان مہمانوں میں سے کسی نے کمرے کے کسی بیرونی حصہ میں والی کے پیش خدمتوں کو ننگی تلواروں سے مسلح دیکھا، معززینِ صقلیہ و عمالِ حکومت کے

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۲۲، وابن اثیر ج ۸ ص ۳۵،

تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے، ان ننگی تلوارون سے کھٹک پیدا ہوئی، اور لوگ اضطراری طور پر گھر کی کھڑکیان کھول کر "السلاح" "السلاح" ہتھیار ہتھیار چلانے لگے، اس ندائے عام سے سارے شہر مین ایک ہلچل مچگئی، اور لوگ ہر طرف سے تلوارین لیئے ہوئے قصرِ شاہی کے گرد جمع ہوگئے اور پھر جوشِ غضب مین مشتعل مجمع نے محل کی کھڑکیون سے آتش باری شروع کر دی،

لیکن تھوڑے ہی وقفہ مین محل کے مہمانون کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا، اور خطرہ کے انسداد کے لئے سب کے سب محل سے باہر نکل کر مجمع کے سامنے آئے، لیکن مشتعل مجمع کو سمجھانا آگ سے کھیلنا ہے، عمائدین نے مجمع کو لاکھ لاکھ سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہین سنی، اور کسی طرح قابو مین نہ آسکا، اور پھر بڑھتے بڑھتے محل مین گھس آیا، اور والیِ صقلیہ پر جھپٹ پڑا، ابن ابی الخنزیر سے اوسوقت کچھ نہ بن پڑی تو جان بچانے کے لئے اپنے محل کی پشت پر اپنے ایک ہمسایہ کے مکان مین کود پڑا، جس سے پنڈلی کی ایک ہڈی ٹوٹ گئی، اور بھاگ نہ سکا، اس اثنا مین مشتعل مجمع یہان بھی آپہنچا اور اوسکو گرفتار کر لیا، یہ واقعہ ۲۹۹ھ ۹۱۱ء کے آخری مہینون مین پیش آیا،

ابن ابی الخنزیر ابھی شورش پسندون کے ہاتھ مین رہا، اور اس کے بجائے صقلیہ کے محکمۂ خراج کے افسرِ اعلیٰ خلیل نے حکومت کا نظم ونسق عارضی طور پر سنبھال لیا، اور ان واقعات کی تفصیل عبید اللہ فرمانروائے افریقیہ کے پاس بھیج دی، اصل واقعہ کے لحاظ سے ابن ابی الخنزیر کی معزولی کا کوئی سبب موجود نتھا بلکہ سرکشون کی یہ انتہائی فتنہ انگیزی تھی جس کی پاداش مین نہین کیفر کردار تک پہنچانا تھا لیکن حکومت فاطمی کے ابتدائی ایام تھے، کارکنانِ حکومت کو بھی بہت سے امور سے چشم پوشی کرنی پڑتی تھی، اسلئے عبید اللہ نے مصالحِ حکومت کو پیش نظر رکھکر باشندگانِ صقلیہ کی اس حرکت کو نظر انداز کر دیا، اور حکومت کی طرف سے عفوِ عام کا اعلان کیا گیا، اور اس اعلان کے بعد نہ حکومت کے رعب وداب کے لحاظ سے ابن ابی ابی الخنزیر کو ولایتِ صقلیہ پر برقرار رکھا جاسکتا تھا، اور نہ اسکی غیرت اسکو قبول کرسکتی تھی کہ ان حالات

کے بعد اس منصب کو اپنے لئے باعثِ سرفرازی تصور کرتا، اس لئے اس کے بجائے علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا گیا،

علی بن عمر البلوی فاطمی والیِ صقلیہ (۳)

۲۹۹ھ
۹۱۱ء

علی بن عمر البلوی، ۲۰ ذی الحجہ ۲۹۹ھ / ۹۱۱ء کو صقلیہ پہنچا۔[1]

انقلابِ حکومت — لیکن اس اثنا میں صقلیہ میں دولتِ فاطمی کے خلاف منظم جد و جہد ہو چکی تھی، اس لئے عبید اللہ نے حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو معزول کر کے جس طرح آتشِ بغاوت کو فرو کرنا چاہا تھا، اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا، اور باشندگانِ صقلیہ نے علی کے ورود کے ساتھ ہی اختلافاتِ مذہب کے نام پر جس کا تذکرہ ابھی کیا جا چکا ہے، دولتِ فاطمی کے خلاف علانیہ علمِ بغاوت بلند کر دیا،

علی اولاً ایک کمزور فطرت کا انسان تھا، اور پیری میں اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا، اور شاید حکومت کے نظم و نسق کا کوئی سابقہ تجربہ بھی نہیں رکھتا تھا، اور علاوہ ازیں ابھی تک دولتِ فاطمی صقلیہ کی فوجی طاقت تمام تر مسلمانانِ صقلیہ ہی کی اجتماعی طاقت پر مشتمل تھی اس لئے وہ اس متحدہ بغاوت کا چند دن بھی مقابلہ نہ کر سکا اور روپوش ہو کر کسی جانب نکل گیا، اور مسلمانانِ صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگون کر کے صقلیہ سے آناً فاناً دولتِ فاطمی کا خاتمہ کر دیا،

---

[1] نہایۃ الارب درامارى صد ۴۳۵ و ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۶۱۲۴،

طوائف الملوکی

سنہ ۳۰۳ھ تا سنہ ۳۰۴ھ — سنہ ۹۱۲ء تا سنہ ۹۱۵ء

تشکیل حکومت کی کوشش

باشندگان صقلیہ نے دولت فاطمیہ کے خلاف یہ بغاوت محض مذہبی اختلاف کے باعث کی تھی، اس لئے بغاوت کی کامیابی کے بعد اس موقع پر جدید حکومت قائم کرنے کیلئے اون کے درمیان صقلیہ کی گذشتہ اسلامی حکومت دولت اغالبہ کی یاد دفعۃً تازہ ہوگئی، اور جدید حکومت کی تشکیل کے فرائض صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کے سپرد کرنا چاہے، جو صقلیہ مین خانوادۂ اغالبہ کا چشم و چراغ تھا، اور اوس کا خاندان یہان ایک مدت سے سکونت پذیر تھا،

چنانچہ صقلیہ کے مسلمان احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اوس سے صقلیہ مین ایک آزاد و خود مختار حکومت قائم کرنے کی درخواست کی،

لیکن ابن قرہب کی پوری زندگی صقلیہ مین گذری تھی، وہ مسلمانان صقلیہ کے وقتی جوش و خروش اور اطاعت کر کر کے منحرف ہوجانے کی عادتون سے آگاہ تھا، اور ابھی چند دن پیشتر دولت اغالبہ سے انحراف کر کے دولت فاطمیہ کا جس جوش و خروش سے استقبال کیا اور پھر دولت فاطمیہ سے بغاوت کر کے ابن ابی الخنزیر کے ساتھ جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ سب اون کے سامنے تھے اس لئے اوس نے اس اہم ذمہ داری کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور اسی شور و شر سے بچنے کے لئے ایک غار مین جا کر چھپ گیا، لیکن شورش پسندون نے اوسکو وہان بھی جا گھیرا، اور اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا کر اس بار امانت کو اوٹھا لینے پر اس قدر سخت مجبور کیا کہ اوس نے چار و ناچار

سپر ڈالدی، اور بلرم آکر حکومت کی تشکیل مین مصروف ہوگیا،

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب عباسی والی صقلیہ

سنہ ۳۰۰ھ - ۳۰۳ھ ۹۱۲ء - ۹۱۵ء

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب نے ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین خانوادۂ اغالبہ کے اقتدار کو از سرِ نو قائم کر دیا اور ایک آزاد و خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ مین لیلی،

ابن قرہب نے جب عنانِ حکومت سنبھالی صقلیہ کا چپہ چپہ اس کا مطیع و منقاد تھا، البتہ صرف بعض مقامات مین بعض فاطمی والیانِ صوبہ مستولی رہے، ورنہ ملک کے تمام عمالِ حکومت، فوج اور عام باشندون نے اوس کی ہمنوائی کی،

حکومت کا جدید نظم و نسق اور خلافتِ عباسیہ سے تجدید تعلقات

اوس نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لیتے ہی اولاً عمالِ حکومت مین ردّ و بدل کیا، فوج کو اپنے لڑکے کی نگرانی مین دیا، اور عہدۂ قضا پر جو ایک نیم مذہبی عہدہ تھا ایک شخص ابن خامی کو مقرر کیا، پھر عباسی خلیفۂ وقت المقتدر باللہ سے سلسلہ جنبانی کی کہ وہ یہان کا ایک جائز والی تسلیم کیا جائے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

مشرقی صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کے سلسلہ کے آغاز کا جو تذکرہ انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے گذر چکا ہے، اتفاق سے اوس سلسلہ کی ایک کڑی اس زمانہ مین بھی نمودار ہوئی، اور جنوبی اٹلی اور مشرقی صقلیہ دونون مقامون پر رومیون نے سر اٹھایا، اسلئے ابن قرہب نے اپنی گوناگون مصروفیتون کے باوجود ان کے حملون کے جواب مین ایک بیڑا سنہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ء مین صوبہ قلوریہ روانہ کیا، جو وہان کے رومی شہرون کو تاخت و تاراج کرکے دافر مالِ غنیمت ساتھ لیکر واپس آیا،

طبرمین پر فوجکشی

اس کے بعد ابن قرہب کو صقلیہ مین مشرقی صقلیہ کے رومیون کے طبرمین مین

جمع ہونے کی اطلاع ملی، رومیون نے اس شہر کو نئے سرے سے مستحکم کر کے اسکو مشرقی صقلیہ کا مرکز قرار دیا، ابن قرہب نے اس کے انسداد کے لئے اپنے لڑکے علی کی سرکردگی مین ایک لشکر روانہ کیا،

طبرمین اسلامی دار الحکومت سے دور پڑتا تھا جس کی وجہ سے ابھی تک کوئی اسلامی آبادی قائم نہ ہو سکی اسلئے یہان کے عیسائی جب موقع پاتے اطاعت سے منحرف ہو جاتے اور اسی شہر کو مشرقی صقلیہ کا مرکز بناتے، اس لیے ابن قرہب نے اس مرتبہ اوس کو فتح کر کے یہان اسلامی آبادی قائم کرنی چاہی، تاکہ اولاً مشرقی صقلیہ کے عیسائیون کو بار بار سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکے، اور نیز اوس نے اسی شہر کو اپنے اہل وعیال کے لئے بھی مامن قرار دینا چاہا، کیونکہ ابھی تک اوس کو مسلمانان صقلیہ کی اطاعت پر پورا بھروسہ نہین ہوا تھا،

لیکن ابن قرہب کے یہ منصوبے پورے نہ ہو سکے، علی چھ مہینے تک محاصرہ کئے پڑا رہا، اور کامیابی کی کوئی صورت نہین نکلی، اسی اثنا مین اس طویل محاصرہ سے چند نوجوان اُکتا گئے، اور ایک دن کسی بات پر ایسے برگشتہ ہوئے کہ خود اپنے سپہ سالار علی کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسمین آگ لگا دی جب آگ کے شعلے بلند ہوئے اور علی باہر نکل آیا تو ایک جماعت آگے بڑھی، کہ علی کا کام تمام کر دے، لیکن اوس کے چند جان نثارون نے اوس کی جان بچائی، اور علی اپنا ناکام محاصرہ اٹھا کر چلا آیا،

خلافت عباسیہ سے ابن قرہب کو سند حکومت

اس اثنا مین ابن قرہب کا فرستادہ قاصد صقلیہ کی ساری سرگذشت لے کر بغداد پہنچا جسکی بارگاہ خلافت مین پذیرائی ہوئی، اور پھر خلیفہ المقتدر باللہ کی جانب سے چند قاصدون کی معرفت ابن قرہب کے لئے حکومت کی سند، سیاہ علم، سیاہ رنگ کا خلعت اور نیز طلائی طوق اور کنگن صقلیہ روانہ کئے گئے،

ابن قرہب نے خلیفہ عباسی کے ان قاصدون کا اون کے شایان شان خیر مقدم کیا، اور عباسی خلعت کو عقیدت سے قبول کیا،

اب ابن قرہب کی حیثیت صقلیہ مین متغلب کے بجای ایک جائز والی عباسی کی تھی، دربارِ خلافت کی جانب سے ابن قرہب کے ان امتیازات سے سرفراز ہونے سے اسکو صقلیہ مین بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی، اور نیز خلافتِ عباسیہ سے بھی باشندگانِ صقلیہ کو مزید وابستگی ہوگئی،

دولتِ فاطمی سے انقطاع

اسی کے بعد ابن قرہب نے صقلیہ مین خلافتِ عباسی کی عام دعوت کا غلغلہ بلند کر دیا، اور یہان کی تمام مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین عبید اللہ المہدی کے نام کے بجائے المقتدر باللہ عباسی کا نام لیا گیا، اور صقلیہ چند سال کے وقفہ کے بعد ضابطہ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر دولت عباسیہ کے زیر سایہ آگیا، یہ واقعہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ع مین پیش آیا،

افریقیہ اور صقلیہ کی جنگ

یون اگرچہ عملاً صقلیہ سے بنو فاطمہ کی حکومت کا خاتمہ علی بن عمر البلوی پر ہو چکا تھا لیکن ابھی تک ابن قرہب نے عبیدیین سے انقطاع کا کوئی باضابطہ اعلان نہین کیا تھا خطبۂ جمعہ مین یہ پہلا اتفاق تھا کہ خلیفہ فاطمی کے بجائے خلیفہ عباسی کا نام لیا گیا، اور یہی گویا دولت فاطمی سے اعلان جنگ کے مترادف تھا،

اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ عبید اللہ المہدی اپنے دورِ حکومت کے آغاز کے باوجود ابن قرہب کی اس جسارت سے چشم پوشی کرتا، کیونکہ صقلیہ مین بنو عباس کے اثر و اقتدار قائم ہو جانے سے حکومتِ افریقیہ کی زندگی کے لئے مستقل خطرات پیدا ہو جانے کے امکانات تھے، اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ صقلیہ مین ان حالات کے پیدا ہو جانے کے باوجود عبیدیین کا جنگی بیڑا ساحلِ صقلیہ پر لنگر انداز نہ ہو جائے،

صقلی بیڑے کی افریقیہ کو روانگی

اس لئے ابن قرہب نے اسی پیش بینی کے ساتھ خود پیشقدمی مناسب سمجھی اور قبل اس کے کہ افریقیہ کا بیڑا صقلیہ پر حملہ آور ہو، خود صقلیہ کا جنگی بیڑا افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے ۳۰۱ھ ۹۱۳ع مین اپنے ایک لڑکے محمد کی سرکردگی مین روانہ کیا، ابن قرہب کی وہ پیش بینی برمحل ثابت ہوئی، اور افریقیہ کے قریب پہنچتے ہی ساحلِ لمطہ پر ایک مسلح فاطمی بیڑا نظر آیا، جسکی قیادت

سابق والی صقلیہ حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کے ہاتھ مین تھی،

دولتِ فاطمیہ کی شکست

ساحل لمطہ پران دونون بیڑون مین نہایت خونریز جنگ ہوئی، اہل صقلیہ اپنی جدید خود مختار حکومت کے نشہ سے سرشار تھے، دل کھول کر لڑے، اور افریقی بیڑے کو مغلوب کرلیا، فاطمی امیر البحر ابن ابی الخنزیر صقلی امیر البحر محمد کے ہاتھ سے قتل کیا گیا، اور پھر محمد نے اوس کا سر کاٹ کر نوید فتح کے طور پر اوسکو اپنے باپ ابن قرہب کے پاس صقلیہ بھیج دیا، اور چھ سو سپاہیون کو گرفتار کرکے فاطمی بیڑے کو جلا کر خاکستر کردیا،

فاطمی بیڑے کی تباہی کے بعد عبید اللہ کی ایک فرستادہ فوج لمطہ پہنچی، جو اسی بیڑے کی معاونت کے لئے آئی تھی، محمد نے نوجوانان صقلیہ کو خشکی پر اوتار کر صف درصف آراستہ کیا، اور دونون فوجون مین بڑی جنگ شروع ہوگئی، ممکن تھا کہ صقلی فوج کے لئے یہ مقابلہ دشوار ہوتا لیکن دوسری طرف فاطمی لشکر صاحب الدول المنقطعہ کی تصریح کے مطابق لڑائی مین دلچسپی لینے کے بجائے لہو لعب مین مصروف ہوگیا، اور اس جنگ کا نتیجہ بھی فاطمین کے خلاف نکلا اور دست بدست معرکہ آرائی کے بعد انجام کار افریقہ کی فوج کو پسپا ہونا پڑا، اور اوس کے ساتھ جو خیمہ و خرگاہ تھا، وہ نوجوانان صقلیہ کے ہاتھ آیا،

اس کامیاب جنگ سے نوجوانان صقلیہ کے حوصلے بلند ہوگئے، اور امیر لشکر محمد آگے بڑھ کر افریقہ کے ایک دوسرے ساحلی شہر سفاقش کے ساحل پر اوترا، اور شہر کو تاخت و تاراج کیا، اور پھر یہان سے طرابلس الغرب کی جانب روانہ ہوگیا، لیکن وہان عبید اللہ المہدی کا لڑکا القائم پہلے سے مورچہ جمائے موجود تھا، اس لئے وہان اوترنے کی ہمت نہ کرسکا، مالِ غنیمت سے لدے پھندے جہاز لیکر صقلیہ چلا آیا،

جنوبی اٹلی پر تاخت

پھر اوسی زمانہ مین صوبہ قلوریہ پر ایک دوسری فوجکشی کی ضرورت پڑی، اور ایک اسلامی لشکر یہان روانہ کیا گیا، جو یہان کے مختلف شہرون کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد مالِ

غنیمت لے کر پلرم لوٹ آیا،

صقلیہ کی افریقہ پر چڑھائی اور ناکامی

ابن قرہب کے حوصلے ان پے درپے فتوحات سے بڑھ گئے، اور فتح افریقہ کے خواب دیکھنے لگا، اور ایک عظیم الشان بڑا افریقیہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کردیا، لیکن اگرچہ صقلیہ کی بحری طاقت ایسی مستحکم تھی، کہ اوس نے بحر روم کی ناکہ بندی کر رکھی تھی، اور وہ دنیا کی بڑی سے بڑی بحری قوتون کا مقابلہ کرتی تھی تاہم یہ اوسی وقت تک ممکن تھا جب تک افریقیہ کی بحری طاقت اوسکی پشت پناہ ہوتی، اور افریقیہ و صقلیہ کی متحدہ طاقت کسی تیسری طاقت کے مقابلہ مین آتی، لیکن ان دونون کی انفرادی حیثیت مین افریقیہ پھر بھی ایک مرکزی حکومت کا صدر مقام تھا اوسکی عسکری و بحری طاقت مرکزی طاقت کی حیثیت رکھتی تھی، پچھلی جنگ مین صقلیہ کو افریقیہ پر جو فتح حاصل ہوگئی تھی، وہ ایک امر اتفاقی تھا، جو خاص حالات مین پیش آگیا، ورنہ صقلیہ کی عسکری و بحری طاقت اس لائق نہ تھی کہ وہ افریقیہ کے مقابلہ مین میدان مین لائی جاتی، زیادہ سے زیادہ یہ ممکن تھا، کہ وہ ان افریقی بیڑون کا مقابلہ کرسکتی، جو افریقیہ سے مسافت طے کرکے صقلیہ پر حملہ آور ہوتے،

اس لئے ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ جو کچھ ہونے والا تھا، وہ پیش آیا، اور افریقی بیڑے نے صقلیہ کے تمام جہازون کو گرفتار کرلیا،

صقلیہ مین ابن قرہب کے خلاف بغاوت

ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کے نتائج صرف اسی حد تک نہین رہے بلکہ یہی بحری شکست اوس کے زوال کا دیباچہ بنی، صقلیہ مین اوس کے خلاف علم بغاوت بلند ہوئے، اور ابن اثیر وغیرہ بہ اتفاق لکھتے ہین کہ اوسکی اسی ناکامی سے صقلیہ مین اوس کے اثر و اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور جا بجا بغاوت نمودار ہوگئی، اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے اہل جرجنت نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا جرجنت مین خالص اسلامی آبادی تھی، اور عجب کیا کہ ابن ابی الخنزیر کا بھائی اپنی جماعت کے ساتھ یہان ابھی تک موجود ہو، چنانچہ ابن قرہب کے خلاف

خروج کر کے اسکی اطلاع عبید اللہ المہدی کو افریقیہ بھیج دی گئی،

اس کے بعد آناً فاناً ہر جگہ ابن قرہب کی ہوا اوکھڑ گئی، اور جا بجا سے اس کے دست بردار ہوجانے کے مطالبے آنے لگے، ابن قرہب نے معاملات کو روبہ اصلاح لانے کی کوشش کی اور اپنے مخالفین کو لطف و ملائمت سے ہموار کرنا چاہا، انھین اون کے گذشتہ مواعید یاد دلائے، لیکن کوئی تدبیر کارگر ثابت نہین ہوئی، اور دست برداری کا مطالبہ روز بروز بڑھتا گیا،

اس وقت تک علم بغاوت صرف اہل جرجنت کے ہاتھ مین تھا، پھر رفتہ رفتہ دوسرے شہر بھی اس علم کے نیچے آتے گئے، یہان تک کہ عام بغاوت پھیل گئی، لوگون کا میلان طبع بدلا، افریقیہ کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادگی ظاہر ہونے لگی، پھر باغیون کی منتشر جماعت کی شیرازہ بندی ہوئی، اور صقلیہ کے ایک سرآوردہ شخص ابوالغفار نامی کو امیر جماعت قرار دے کر ابن قرہب پر متفقہ حملہ کی تیاریان کی گئین،

ابن قرہب سے دستبرداری کا مطالبہ، اگرچہ یہ بغاوت ابن قرہب کے خلاف ہوئی تھی، لیکن اس کی بجز اوس بحری شکست کے کوئی ایسی خطا نہ تھی، کہ باشندگان صقلیہ یا باغیون کے اس جدید سرگروہ ابوالغفار کے دل مین اوس کے خلاف بغض و عناد ہوتا، اس لئے ابوالغفار نے صقلیہ کے چند اصحاب حل و عقد کی ایک جماعت کو اوس کے پاس بھیجا، کہ وہ حکومت سے کنارہ کشی کے بعد جدھر مناسب سمجھے چلا جائے، لیکن ابن قرہب کی غیرت نے اسکو قبول نہین کیا، اور ایک فیصلہ کن جنگ پر اپنی قسمت کا فیصلہ رکھا ادھر باغی ابوالغفار کی قیادت مین تھے، اور ادھر ابن قرہب اپنی جان نثار جماعت کے ساتھ میدان مین تھا، دونون مین جنگ آزمائی ہوئی اور بالآخر ابن قرہب کو اپنی پوری جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہونا پڑا،

ابن قرہب کا فرار اور گرفتاری جب ابن قرہب اپنی کامیابی سے مایوس ہوگیا، تو اوس نے چند جہازون

کا خفیہ انتظام کیا، اور اندلس فرار ہو جانے کے قصد سے اپنا مال و اسباب جہازون پر لادا لیکن باغیون کو عین موقع پر اطلاع مل گئی، تمام جہاز لوٹ لئے، اور ابن قرہب مع اپنے تمام اعوان و انصار کے جن مین اوس کا لڑکا محمد اور اوس کے عہدِ حکومت کے قاضی ابن خامی بھی تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور پھر پابہ زنجیر عبید اللہ المہدی کے پاس افریقیہ روانہ کر دئے گئے،

ابن قرہب کی افریقیہ کو روانگی، اور عبید اللہ سے دو بدو گفتگو یہ واقعہ اواخر سنہ ۳۰۳ھ (۹۱۶ء) مین پیش آیا، اور محرم سنہ ۳۰۴ھ (۹۱۶ء) مین یہ تمام قیدی طوق و سلاسل سے جکڑے ہوئے، افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ پہنچے، اتفاق وقت کہ عبید اللہ اوس وقت وہین موجود تھا، اوس نے ابن قرہب کو اپنے پاس بلایا، اور بغاوت کے اسباب و علل پوچھے، ابن قرہب نے صرف ان چند لفظون مین اسکو جواب دیا: کہ

"باشندگان صقلیہ نے زبردستی مجھے اپنا فرمانروا بنایا، اور مین اسکو ناپسند کر رہا تھا مین نے ایک غار مین جا کر پناہ لی، اور روپوش ہوا لیکن اونھون نے وہان پہنچ کر نذر آتش کر دینے کی دھمکی دی اور اوس کے بعد پھر زبردستی مجھے معزول کر دیا، حالانکہ اب یہ بھی میرے لئے ناپسندیدہ تھا،"

ابن قرہب کا قتل اس گفتگو کے بعد عبید اللہ ان سب کو لیکر دار الحکومت رقادہ پہنچا، جرم پہلے سے ثابت تھا سزا تجویز ہوئی، پہلے اونھین تازیانے لگائے گئے، پھر سب کو ابن ابی الخنزیر کی قبر پر باب سلم لیجایا گیا، ابن ابی الخنزیر ابن قرہب کے لڑکے محمد کی تلوار کا نشانہ بنا تھا، اور صقلیہ مین باغیون کی یورش سے اوسکی ایک ٹانگ پہلے ٹوٹ چکی تھی، ابن قرہب اسی انتقام مین یہان لایا گیا تھا، چنانچہ پہلے سب کے پیر اور ہاتھ کاٹے گئے، اور اس کے بعد ہر ایک کو باب سلم پر چڑھا کر مصلوب کر دیا گیا،

مدت حکومت ابن قرہب نے صقلیہ پر کل تین برس گیارہ مہینے حکومت کی[1] اور اوس کے خاتمہ کے ساتھ صقلیہ سے خلافت عباسیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا، اور صقلیہ کی فضا مین تین سال گیارہ مہینے کی فرقت کے بعد پیغام مہدویت کی صدائین گونج اٹھین

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۵۲ و ۴۲، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۲، نہایۃ الارب درامار ی صفحہ ۴۳۶، ابن عذاری حوادث سنہ ۳۰۴ھ، الدول المنقطعہ در یادگاری مضامین جلد ۲ صفحہ ۱۳، اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۲۵۶، نہایۃ الارب مین صرف "گیارہ مہینے" ہین جو قسمت کی غلطی ہے

۳۰۴ھ — ۳۳۶ھ
۹۱۶ء — ۹۴۷ء

ولایت صقلیہ کا عارضی انتظام

مسلمانان صقلیہ نے ابن قرہب کے استیصال کے بعد ابو الغفار کی اطاعت قبول کی، لیکن پھر نہ ابو الغفار کے مستقل تقرر کی درخواست افریقیہ بھیجی، اور نہ ابو الغفار نے خود اس کی تحریک کی، بلکہ افریقیہ سے کسی دوسرے شخص کو اس عہدہ کے لئے طلب کیا،

باشندگان صقلیہ کی ایک درخواست

لیکن ادھر چند سال سے مسلمانان صقلیہ حکومت کے نظم و نسق پر جس طرح حاوی ہو گئے تھے، وہ اپنے اس اقتدار کو بھی نقصان نہ پہنچانا چاہتے تھے اسلئے ان لوگوں نے یہ بھی افریقیہ لکھ بھیجا کہ جدید فاطمی والی کے ساتھ کسی نئے لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں کی فوجی طاقت حکومت کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے کافی ہے، اس طرح گویا وہ رسمی طور پر دولت فاطمیہ کے نامزد کردہ والی کے ماتحت رہ کر یہاں کی حکومت پر اپنا موجودہ اقتدار بھی قائم رکھنا چاہتے تھے،

درخواست کی نامنظوری اور جدید والی اور ایک نئے لشکر کی روانگی

لیکن عبید اللہ نے اپنے پچھلے تجربوں کی بنا پر اپنے قائم مقام کو یہاں کے باشندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھیجنا مناسب نہ سمجھا، اور بے پروائی سے اس درخواست کو مسترد کر دیا، اور

ابو سعید موسیٰ بن احمد نامی ایک شخص کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ صقلیہ کی ولایت پر بھیج دیا،

ابو سعید موسیٰ بن احمد فاطمی والی صقلیہ (۴)

۳۰۴ھ
۹۱۶ء

ابو سعید کی آمد اور باشندگان صقلیہ کا طرز عمل

ابو سعید موسیٰ بن احمد صقلیہ کے ساحلی شہر طرابنش پہنچا، اوس کا لشکر قبیلہ کتامہ کے جرار سپاہیوں پر مشتمل تھا، اور نیز انھی مین سے چند ایسے ممتاز اصحاب حل وعقد بھی تھے جو مشیر سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے، اور ابو سعید اس اہتمام سے صقلیہ پہنچا، کہ گویا وہ یہان دولت فاطمی کی نئے سرے سے بنیاد ڈالنے اور حکومت کے نظم ونسق کو درست کرنے آیا تھا،

لیکن باشندگان صقلیہ کی طبعی سرکشی بھی مسلّم تھی، عبید اللہ نے ان کے علی الرغم یہ لشکر بھیجا تھا اسلئے وہ بھی اپنی ناراضی کا اظہار کئے بغیر نہین رہ سکے، اور اس کا پہلا مظاہرہ یون ہوا کہ جب ابو سعید صقلیہ کے ساحل پر اترا تو وہان اوس کے استقبال کے لئے ایک متنفس بھی موجود نہ تھا، اگرچہ باشندگان صقلیہ کی یہ سردمہری جدید والی کیلیے قدرۃً اشتعال انگیز ثابت ہوئی اور اوس کے ساحل پر قدم رکھتے ہی راعی ورعایا کے درمیان اختلاف کی بنیاد نئے سرے سے قائم ہوگئی، تاہم ابو سعید نے اس موقع پر اون کی اس حرکت سے چشم پوشی کی، اور جب معززین جرجنت کا ایک وفد اس کی خدمت مین باریاب ہوا، تو اوس نے توقع سے زیادہ اوسکے ارکان کی پذیرائی کی اور حکومت کی جانب سے انھین خلعت پیش کیا، اہل جرجنت کی یہ پذیرائی خصوصیت کے ساتھ اسلئے بھی تھی، کہ سب سے پہلے انھی لوگون نے فاطمی دولت کا علم دوبارہ اوٹھایا تھا، اور انھی کی یہ خواہش تھی کہ جدید والی کی معیت مین کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہین ہی،

ابو الغفار کی گرفتاری

ابو سعید کی اس حکمت عملی کا باشندگان صقلیہ پر اچھا اثر ہوا، اور اون کی مرضی کے خلاف لشکر بھیج دینے سے جو ناخوشگواری پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی لیکن یہ ابو سعید کی ایک وقتی کارروائی تھی، وہ

موقع کا منتظر رہا، اور بالآخر ایک دن باشندگانِ صقلیہ کے سرغنہ ابو الغفار کو گرفتار کر لیا، یہ وہی ابو الغفار ہے جو ابن قرہب کے بعد باشندگانِ صقلیہ کے اتفاقِ عام سے عارضی طور پر والی مقرر کیا گیا تھا، اور درحقیقت اس وقت اسی کی شخصیت ابو سعید والیٔ صقلیہ کے مدِ مقابل تھی،

بغاوت

لیکن ابو سعید نے باشندگانِ صقلیہ کے جذبات کا غلط اندازہ لگایا تھا اس سے ابو غفار کی گرفتاری مین کسی قدر عجلت ہو گئی، چنانچہ اسکی گرفتاری سے سارے جزیرہ مین آگ لگ گئی، سب سے پہلے اس کا بھائی احمد یہ خبر لے کر جرجنت پہنچا، اور باشندگانِ جرجنت کو حکومت کے خلاف برانگیختہ کرنے مین کامیاب ہو گیا، پھر باغیون کا ایک لشکر اپنی قیادت مین لے کر طرابنش پہنچا، اہلِ طرابنش پہلے ہی سے آمادۂ فساد تھے وہ بھی اس کے زیرِ علم آئے، اور اوس کے بعد مختلف شہرون سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے آئے، اور احمد کے علم کے نیچے جمع ہوتے گئے، اور ابو سعید والیٔ صقلیہ اور احمد برادر ابو الغفار کی فوجون کے درمیان محاذِ جنگ قائم ہو گیا،

ابو سعید نے اس موقع پر ایک نئی حکمتِ عملی اختیار کی وہ اپنے لشکر کو لے کر طرابنش کے ایک ساحلی میدان مین نکل گیا، اور اسی میدان مین اپنے مورچے جما لئے، شاہی فوج کی پشت پر سمندر لہرین مار رہا تھا اور سامنے طرابنش کی آبادی تھی، اسی کے ساتھ اوس نے آبادی اور اس میدان کے درمیان سدِ سکندری کے طور پر ایک شہر پناہ کی دیوار تعمیر کی اور دونون فوجون مین موقع موقع سے جنگ شروع ہو گئی،

جنگ آزمائی کا یہ سلسلہ چند ماہ تک قائم رہا، اس اثنا مین نہایت خونریز لڑائیان ہوئین، اور آگرچہ ان لڑائیون مین رفتہ رفتہ باغیون کی قوت کمزور ہوتی گئی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے لیکن وہ ہمت نہ ہارے، اور جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا، بلرم بھی ابو سعید سے باغی تھا، اور اس کا بھی محاصرہ کر لیا گیا،

جب ابو سعید نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اوس نے پھر وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کیا قبیلۂ کتامہ کے وحشی

درندون کو طرابنش کے مضافات مین بھیج دیا وہ صقلیہ کی شریف آبادیون مین سے عورتون اور بچون کو گرفتار کرلاتے اور ان مسلمان شریف زادیون کے ساتھ بھی اپنی حیاسوز حرکتون سے باز نہ آتے تھے اس قسم کے ایک ایک حملہ مین دو دو ہزار عورتین اور بچے گرفتار ہو ہو کر آئے، اور اسکی وجہ سے مسلمانان صقلیہ کے درمیان حکومت کے خلاف مذہبی جذبۂ منافرت وعناد کو ترقی ہوتی ہو گئی لیکن وہ مہینون سے مقابلہ کرتے کرتے عاجز آگئے تھے اسی اثنا مین افریقہ سے ابوسعید کو ایک زبردست کمک پہنچ گئی جس سے باغیون کی رہی سہی قوت بھی زائل ہو گئی، اور وہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہو گئے،

طلب امان | چنانچہ اہل صقلیہ کا ایک وفد ابوسعید کے پاس امان طلب کرنے کے لئے آیا، ابوسعید نے اس شرط پر درخواست منظور کی کہ فساد کے جو بانی ہین وہ اوس کے سپرد کر دئے جائین،

اہل صقلیہ نے یہ شرط آسانی سے قبول کر لی، اور باغیون مین سے دو سرغنہ ابوسعید کے سپرد کر دئے جن مین سے ایک ابوالغفار کا بھائی احمد تھا، اور ایک دوسرا سردار ابن علی داد السعاری تھا ان دونون کی گرفتاری کے بعد جنگ کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا. شاہی فوج طرابنش مین داخل ہوئی، اور اسی اعلان کے ساتھ بلرم کے باشندون نے بھی اطاعت قبول کر لی،

سزائین | جنگ کے خاتمہ سے پہلے اگرچہ باغیون کو امان مل چکی تھی لیکن ابوسعید نے طرابنش مین داخلہ کے بعد اس کا کوئی لحاظ نہین کیا، اور بغاوت کے مستقل استیصال کے لئے اولاً شہر کی فصیل منہدم کی، پھر عام باشندون کے تمام ہتھیار گھوڑے اور غلام ضبط کر لئے، اور تاوان جنگ کے طور پر ایک بھاری ٹیکس اہل شہر پر عائد کیا، اور پھر جنگ کے تمام قیدیون اور دونون رہبرون کو جو پہلے گرفتار کر لئے گئے تھے بہ ظاہر عبیداللہ کے پاس افریقہ روانہ کیا، اور جب یہ جہاز وسط سمندر مین پہنچا تو نہایت بیدردی سے غرقاب کر دیا گیا،

شاہی معافی نامہ | سب سے آخر مین ضابطہ کے طور پر یہ رسم بھی پوری ہوئی کہ عبیداللہ کی جانب سے عام

باشندگان صقلیہ کے نام ۳۰۴ھ ۹۱۶ء کے اواخر مین ایک معافی نامہ آیا، اور اس پروانۂ شاہی کی سارے جزیرہ مین تشہیر کی گئی،

ابو سعید کی عہدۂ ولایت سے سبکدوشی اور سالم بن ابی راشد کا تقرر

قیام امن وامان کے بعد ابو سعید نے یہان اپنے قیام کی ضرورت نہین سمجھی، اسلئے خود ہی ولایت صقلیہ کی خدمت سے سبکدوشی چاہی، اور عہدۂ ولایت کو معززین کتامہ مین سے ایک شخص سالم بن ابی راشد کے سپرد کیا، اور اوسکی معیت مین قبیلۂ کتامہ کے چند آدمی بطور مشیر مقرر کردیے، اور خود قیروان چلا آیا[1]،

سالم بن ابی راشد فاطمی والی صقلیہ[(۵)]

۳۰۵ھ ۹۱۷ء - ۳۲۵ھ ۹۳۶ء

سالم بن ابی راشد ۳۰۵ھ ۹۱۷ء مین عہدۂ ولایت پر آیا، اور کامل آٹھ سال امن وامان سے گذر گئے، اس ہشت سالہ مدت مین وہ ملکی نظم ونسق مین مصروف رہا جب اس مدت مین صقلیہ کی جانب سے کامل اطمینان ہوگیا تو ۳۱۳ھ ۹۲۵ء سے پھر فوجی مظاہرے شروع کئے گئے، اور مسلمانان صقلیہ کی یہ تمام فوجی پیشقدمیان سب کی سب جنوبی اٹلی مین پیش آئین،

اٹلی پرتاخت: اس دور مین جنوبی اٹلی پر تاخت کا آغاز افریقہ کے ایک بیڑے سے ہوتا ہے، یہ بیڑا ایک آزمودہ کار بحری قائد تواب کی سرکردگی مین آیا، اور ریو مین اسلامی اقتدار کو بحال کیا، اس کے بعد ۳۱۰ھ ۹۲۲ء مین ایک بیڑا ایک فوجی افسر مسعود کی سرکردگی مین جو آزاد کردۂ غلام مومنین تھا اٹلی پہنچا، یہ اسلامی بیڑا بیس جہازون پر مشتمل تھا، اور اٹلی کے ایک شہر اغاثی پر حملہ آور ہوا، اٹلی مین اس نام کے ایک سے زیادہ شہر ہین غالباً اس موقع پر اغاثی سے وہ آبادی مراد ہے،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۴۱، نہایۃ الارب درامار ی صہ ۴۳۶، وتاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامار ی صہ ۱۶۵،

جو شہر ریو سے جانب شمال چار میل پر اگاٹا کے نام سے آباد ہے، مسعود اپنے معمولی حملہ کے بعد کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قلمرو مین داخل ہوگیا، فتحمندی کے بعد وہ اپنے قیدیون کو ساتھ لیکر مہدیہ چلا آیا،[1]

مسعود کی اس کامیابی سے حکومت افریقیہ کو اٹلی مین ایک درخشان مستقبل کی جھلک دکھائی دی، لیکن قدیم تجربون سے اٹلی کی پیشقدمیون مین حکومت صقلیہ کی شرکت ضروری قرار پاگئی تھی اسلئے عبید اللہ نے اپنے صاحب خاص ابو محمد جعفر بن عبید کی سرکردگی مین ایک زبردست جنگی بیڑا روانہ کیا، کہ وہ صقلیہ پہنچ کر اٹلی کے تاخت وتاراج کیلئے روانہ ہوجائے، لیکن اتفاق وقت کہ حالات ایسے نہ تھے، کہ اس وقت اٹلی کی طرف پیش قدمی کیجاتی، اسلئے جعفر بن عبید کو مجبوراً موسم سرما صقلیہ ہی مین بسر کرنا پڑا، اور اسی سلسلہ مین تقریباً ایک سال گذر گیا،

فتح بریصانہ وغیرہ

بالآخر ایک مدت کی تعویق کے بعد ۳۱۳ھ مین اسلامی لشکر اٹلی روانہ ہوا، یہ لشکر صقلیہ اور افریقیہ دونون کی فوج پر اپنے اپنے امیر کے ماتحت مشتمل تھا، امیر سالم اور امیر جعفر دونون اٹلی پہنچکر دو مختلف سمتون مین اپنی اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوگئے، سالم نے اپنی پیشقدمی کے لئے صوبہ انکبردہ کو منتخب کیا، اور یہان کے متعدد اہم شہر بریصانہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اور ان پیشقدمیون مین اسلامی لشکر کو کثیر مال غنیمت حاصل ہوا،[2]

فتح واری

دوسری طرف امیر جعفر شہر واری (ناوریا Oria) پر حملہ آور ہوا، اور یہان عیسائیون اور مسلمانون مین ایک نہایت زبردست زور آزمائی ہوئی، جسمین مسلمانون کو ظفریابی ہوئی چھ ہزار عیسائی تہ تیغ اور تقریباً دس ہزار سپاہی گرفتار کئے گئے، اور انھی مین شہر کا گورنر جو ایک بطریق تھا، گرفتار ہوگیا، گورنر نے اپنی گرفتاری کے بعد صلح کا پیغام دیا، اور پانچ ہزار مثقال پر معاملہ طے پایا، اور شہر اسکی

---

[1] ڈکشنری آف جغرافیہ مرتبہ جارج، آمد، المپرس والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صلا ۲۶ [2] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صلا ۲۶۳

و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۷ ، و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلها المسلمون درامادی ص ۱۱۷

گورنر کے سپرد کر دیا گیا، جس نے اسلامی حکومت کی اطاعت کا وعدہ کیا، اور ضمانت مین ۲ یرغمال جعفر کے سپرد کیئے، جنمین سے ایک صقلیہ کا اسقف اور دوسرا قلوریہ کے کسی شہر کا والی تھا، جعفر ان دونون کو ساتھ لیکر ۲۶ ربیع الثانی ۳۱۳ھ ۹۲۵ء کو صقلیہ واپس آگیا[1]، اور اسی کے ساتھ سالم کا لشکر بھی لوٹ آیا[2]۔

مال غنیمت — اٹلی کے اس اسلامی حملہ مین بے حد وحساب دولت ہاتھ آئی جعفر نے صقلیہ واپس آکر تمام فتوحات کی اطلاع عبید اللہ کو بھیجی، اور پھر کچھ دنون کے بعد مال غنیمت کا انبار جہاز پر لاد کے خود مہدیہ روانہ ہوا، اور عبید اللہ کی خدمت مین پیش کیا،

لیکن خود عبید اللہ کا بیان ہے کہ اٹلی کے اس اسلامی حملہ مین جس قدر مال غنیمت ملا، اس کا عشر عشیر بھی عبید اللہ تک نہین پہنچا، عبید اللہ کا ایک خادم ذیل کا واقعہ بیان کرتا ہے:-

"مین ایک دن عبید اللہ کی خدمت مین حاضر ہوا، اوس کے سامنے زر و جواہر بیش قیمت ریشم اور دولت و ثروت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، مین نے کہا آقائے من! میری نگاہون نے یہ منظر اپنی زندگی مین اس سے پہلے نہین دیکھا، عبید اللہ نے کہا، یہ وہ مال غنیمت ہے جو داری سے حاصل ہوا ہے، اس پر مین نے ابو احمد جعفر کی تعریف شروع کی کہ یہ شخص بڑا امانت دار ہے، لیکن عبید اللہ یہ سنتے ہی فوراً مجھے روک کر کہنے لگا، بخدا اوس نے اونٹ کے دو کانون کے سوا مجھے اور کچھ بھی نہین دیا[3]۔

جنوبی اٹلی پر صارب صقلبی کے بحری حملے اور فتح طارنت و ترمولہ وغیرہ — اس کامیابی سے حکومت اسلامی کو اٹلی سے مزید توقعات وابستہ ہو گئے اور ۳۱۵ھ ۹۲۷ء مین ایک نوجوان صقلبی صارب[4] نامی چوالیس[44] جہازون کے بیڑے کے

---

۲۶۵ صفحہ

[1] البیان المغرب ترجمہ اردو صفحہ ۲۶۵ و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون وداری صفحہ ۱۶۹ [2] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۱۱۸ [3] البیان المغرب ترجمہ اردو۔

[4] صارب کا نام نوری کے نسخہ مین ہے البیان المغرب مین "صاب" بغیر نقطہ ہے لیکن اوسکے اردو مترجم مولوی محمد جمیل الرحمن صاحب نے اسکو صابر کر دیا ہے مگر ہمارے خیال مین صاب کو "صابر" کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ "صاین" کر سکتے ہین، خصوصاً اسلئے کہ اس کا یہی املا تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون مین ہے، عجب کیا کہ یہی "صاین" صحیح ہو، لیکن ہم نے بغیر کسی معقول ترجیح کے نوری کے نسخہ سے ہلکو "صارب" اختیار کر لیا ہے،

ساتھ صقلیہ پہنچا، اور یہان سے اٹلی روانہ ہوگیا اور صوبہ انکبردہ کے ایک شہر ورتنتو (OTRANTO)
پر لنگر انداز ہوا، یہان متعدد معرکہ آرائیان ہوئین جن مین بہت سے عیسائی مقتول ہوئے، یہ اسلامی
بیڑا فتوحات کے بعد مال غنیمت اور قیدیون کو لے کر مہدیہ واپس آگیا[1]

صابر اس مراجعت کے چند ہی ماہ بعد ۳۱۶ھ مین مہدیہ سے تیس جہازون کے بیڑے پر
دوبارہ روانہ ہوا، اور صقلیہ پہنچا، اور یہان سے صقلیہ کی بحری فوج ہمراہ لی، اور انکبردہ مین لنگر انداز ہوا
لیکن یہان کوئی مقابلہ نہین ہوا، صرف کسی موقع پر چند قیدی پکڑ لئے،

اس کے بعد اسلامی جہاز اسی صوبہ مین آگے روانہ ہوئے اور طارنت (ٹارنٹو) پہنچے، اور شہر کا
محاصرہ کرلیا، یہ شہر مسلمانون کے زیر اقتدار رہ چکا تھا، عیسائیون نے چند دن اسلامی حملہ کا جواب دیا،
پھر تاب مقاومت نہ لاسکے، اور شہر اسلامی اقتدار مین داخل ہوگیا[2]

اسکے بعد دو قلعون قلعہ غیران اور قلعہ حسب کا رخ کیا، اور ان پر چھاپے مارے، جو بہت جلد
مفتوح ہوگئے، اور قلعہ کے تمام املاک پر قبضہ کرلیا، پھر یہان سے سلیر کے شہر پناہ کے نیچے ڈیرے
ڈال دئے، لیکن اہل شہر نے ایک متعین رقم، اور یہان کی خام پیداوار ریشم پر صلح کی، پھر نیپلس
(NAPLES) پہنچے، یہان کے گورنر نے بھی اسی طرح کچھ مال و دولت اور کپڑے وغیرہ دے
دلاکر جان بچائی[3] لیکن یہ صلحین کوئی مستقل حیثیت نہین رکھتی تھین صرف عارضی طور پر ایک سال کیلئے معاہدہ کرلیا گیا تھا،

پھر اسلامی لشکر ان مقامات کو طے کرکے اٹلی کے ایک دوسرے اہم شہر ادرنت پہنچا، یہان مقابلہ
سخت تھا، اہل شہر، شہر پناہ کے دروازے بند کرکے بیٹھ گئے، مسلمانون نے بھی طویل محاصرہ کا ارادہ
کرلیا، چنانچہ اسلامی لشکر شہر پر وقتاً فوقتاً مختلف آلات حرب سے حملہ آور ہوتا، اور شہر کی عمارتون کو نقصان

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۲۸ و تاریخ صقلیہ من حین دخلها المسلمون دراماری ص ۱۵۱، [2] نہایۃ الارب دراماری ص ۴۳۶، و ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۱۵ ابن اثیر نے ٹارنٹو کو صوبہ قلوریہ مین بتایا ہے حالانکہ وہ انکبردہ مین تھا، [3] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۲۷ و تاریخ صقلیہ من حین دخلها المسلمون دراماری ص ۱۷۰،

پہنچاتا رہا، لیکن کوئی آخری نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ سوئے اتفاق سے اسلامی لشکر مین ایک مہلک وبا پھیل گئی، اور لشکر کو مجبوراً کوچ کر دینا پڑا[۹۱] لیکن روانگی سے پہلے حکومتِ قلوریہ سے ایک سال کیلئے معاہدہ کرلیا، اور اوس سے کچھ مال غنیمت حاصل ہوگیا[۹۲]

اس کے بعد صابر نے تیسری مرتبہ ۳۱۷ھ/۹۲۹ء مین پھر کوچ کیا، اتفاقِ وقت کہ کسی موقع پر صابر کے کے ساتھ صرف چار جہاز تھے اور اودھر کوئی رومی افسر سردغوس گذر رہا تھا، دونون کی وسط سمندر مین مڈبھیڑ ہوگئی، اور فتحمندی کا سہرا صابر ہی کے سر بندھا،

اسکے بعد وہ شہر ترمولہ (TERMOLI) پہنچا جو اٹلی کے مشرقی ساحل پر کپٹیناٹا کے علاقہ مین اسوقت بھی نقشون مین اسی نام سے نظر آتا ہے اس حملہ مین بھی صابر فتحیاب ہوا، اور شہر پر قابض ہوگیا، اس جنگ مین بیشمار قیدی ہاتھ آئے جن کی تعداد صاحب تاریخ صقلیہ کی روایت کے بموجب ۱۲ ہزار تھی[۹۳]

حکومت کلبریہ کا قبول جزیہ مسلمانون نے ۳۱۰ھ/۹۲۲ء سے ۳۱۷ھ/۹۲۹ء تک کی ان مسلسل پیش قدمیون سے اٹلی مین تہلکہ ڈال دیا، اور بالآخر حکومتِ قلوریہ اسلامی حکومت کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئی، اور مستقل امن وامان کے حصول کیلئے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی، اسلامی حکومت نے جزیہ کی ادائی کی شرط پیش کی، اور اسی پر معاہدہ مرتب ہوگیا، اور اس کے بعد اسی سال ۳۱۷ھ/۹۲۹ء مین اسلامی لشکر اٹلی سے واپس چلا آیا،

اس معاہدۂ صلح کے بعد مسلمانون کو اٹلی کے ایک وسیع علاقہ پر کامل اقتدار حاصل ہوگیا، اور جزیہ کی یہ رقم کم از کم عبید اللہ کے عہدِ حکومت تک بہ تحقیق معلوم ہے کہ سال بسال

---

[۹۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۶، و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱، ابن اثیر نے سب واقعات ۳۱۳ھ کے ذیل مین یکجا بیان کر دیے ہین [۹۲] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۴ [۹۳] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۷۲ و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۰،

افریقہ آتی رہی[۱]

حملہ جنیوا | جب اسلامی حکومت اور حکومت کلیریہ کے درمیان معاملات یکسو ہوگئے، اور جنوبی اٹلی پر مسلمانون کی پیشقدمی کا سلسلہ موقوف ہوگیا، تو عبید اللہ المہدی نے یورپ کی دوسری سمتون کا رخ کیا، نگاہ انتخاب شہر جنیوا پر پڑی، جو آج کل اٹلی اور فرانس کی عین سرحد پر نقشہ مین نظر آتا ہے، چنانچہ ۳۲۲ھ ۹۳۳ء مین ایک بحری لشکر یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی مین وہان روانہ ہوا، لیکن شہر پر حملہ آور نہ ہوسکا، اسکے مضافات مین لوٹ مار کرا ور شہر کے استحکامات وغیرہ کو دیکھ کر واپس آگیا[۲]

عبید اللہ کی وفات | یورپ مین اسلامی فتوحات اور پیشقدمیون کی رفتار یہین تک پہنچی تھی کہ عبید اللہ المہدی کا انتقال ہوگیا، اوس نے شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ ۹۳۳ء کو وفات پائی،

یہ دولت فاطمی یا دولت عبیدیین کا بانی تھا، چوبیس برس اور دس مہینے حکومت کی، اور اپنے قوت بازو اور عقل و تدبیر سے افریقہ، مغرب، طرابلس، برقہ اور صقلیہ پر قابض ہوا، پھر اپنی اولوالعزمی سے اٹلی پر تاخت کی اور چند سال کی جد و جہد مین اسکو مطیع کرلیا،

اسکے بعد اس کا سب سے بڑا لڑکا ابو القاسم القائم بامر اللہ کے لقب سے اوسکا جانشین ہوا،

ابو القاسم بن عبید اللہ القائم بامر اللہ فاطمی فرمانروائے افریقہ

۳۲۲ھ ۹۳۳ء سے ۳۳۴ھ ۹۴۵ء

ابو القاسم نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے باپ کے نقش قدم کی پیروی کی، اور خصوصًا

---

[۱] نہایۃ الارب نویری صفحہ ۴۳۶ [۲] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۴۰،

فوجی مہمیں اسی طرح جاری رکھیں، اسی سلسلہ میں مختلف اطراف میں فوجیں روانہ کیں جن میں ایک بحری فوج بھی تھی تاکہ اس مہم کی تکمیل ہو جسکی داغ بیل اس کے باپ عبیداللہ کے عہد میں پڑ چکی تھی،

حملہ سردانیہ و کورسیکا چنانچہ یہ بحری مہم اسی سال ۳۲۲ھ میں یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی میں جنوا کے قصد سے روانہ ہوئی، جو تیس جنگی جہازوں پر مشتمل تھی، اثنائے راہ میں جزیرہ سردانیہ ملا، جو اس سے پہلے حکومت افریقیہ کا باجگذار رہ چکا تھا، پہلے اسی جزیرہ پر حملہ کیا گیا، رومیوں کو شکست ہوئی، کچھ آدمی مقتول اور کچھ گرفتار ہوئے، اور ان کے چند جہاز بھی قبضہ میں آئے، پھر اسلامی بیڑا آگے بڑھا، راستہ میں جزیرہ کورسیکا ملا جسے بعد میں نپولین کے مولد ہونے کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی، کورسیکا کے ساحل پر چند رومی جہاز کھڑے ہوئے تھے، مجاہدین نے ان کو نذر آتش کر دیا،

فتح جنوا کورسیکا سے کوچ کر کے جنوا آئے جو اس کے بالمقابل نقشہ میں نظر آتا ہے! اوس عہد میں شہر کے گرداگرد شہر پناہ کی دیواریں کھنچی ہوئی تھیں، مجاہدین دیوار میں نقب مار کر شہر میں داخل ہو گئے، اہل شہر تاب مقاومت نہ لائے، مجاہدین کے قدموں پر دولت و ثروت کا انبار لگ گیا، اور ایک ہزار حسین لونڈیاں منتخب کی گئیں، اور اسلامی بیڑا سب کو ساتھ لے کر مہدیہ چلا آیا، اور شہر پر عرب مورخین مؤلف تاریخ صقلیہ ابن عذاری ابن اثیر نویری ابن خلدون اور ابوالفداء وغیرہ کے بیان کے رو سے صاف اقتدار قائم ہو گیا[1]،

صقلیہ میں بغاوت اور اس کے اسباب جس زمانہ میں اسلامی حکومت صقلیہ کے استحکام اور اثر و نفوذ کی ترقی کیلئے یورپ کے مختلف حصوں میں اسلامی پیشقدمیاں جاری تھیں، اتفاق وقت کہ انہیں دنوں صقلیہ پر بعض ایسے آفات ارضی و سماوی نازل ہوئے کہ باشندگان صقلیہ اقتصادی حیثیت سے با

[1] تاریخ الاسلام ذہبی در الماری ص ۵۹، و ابن خلدون وغیرہ۔

ہونے لگے، اور پھر انھی دنون مین سالم کے بعض مشیر کارون نے جنھیں حکومت کے نظم و نسق مین شریک بنایا گیا تھا، باشندون پر بعض ناروا محصول عائد کئے اور ان حالات سے صقلیہ کے باشندون مین حکومت کے خلاف بغض و عناد کے جذبات پھر تازہ ہوگئے،

بعض جدید محصولات کی وصولی اس کی ابتدا عبید اللہ کے عین حیات ہی سے شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس کے آخری دور حکومت مین حکومت کے ممتاز مشیر کار بلزمی، قلشانی، ابن سلمہ، اور ابن الدایہ وغیرہ نے سالم کے مشورہ سے باشندگان صقلیہ پر بعض جدید گران قدر محصول عائد کئے، اور رقمون کو سختی سے وصول کر کے خود افریقیہ روانہ ہوگئے، حکومت کی اس سخت گیری سے باشندون مین شورش پھیلی، اور بعد مین فرمانروائے افریقیہ نے ان لوگون کے اس طرز عمل پر بازپرس بھی کی،

آفات ارضی و سماوی ابھی باشندون کے جذبات ٹھنڈے نہین ہونے پائے تھے، کہ جزیرہ مین چند طوفانی حوادث آگئے، پہلے متعدد دریاؤن سکے جوش مین آجانے سے سیلاب کا ایک طوفان اُمنڈا، اور سیلاب کا پانی بلرم کے مضافات اور شہر کے اندر پھیل گیا جس سے بہ کثرت مکانات کے انہدام کے علاوہ کثرت سے لوگ غرقاب ہوگئے، اور یہ پریشانیان ابھی رفع نہین ہوئی تھین کہ دوسرے سال جزیرہ مین ایک باد سموم چلی، جس سے پوری فصل برباد ہوگئی، اور باغون کے پھل بھی گر پڑے، اور اسکی وجہ سے سارے جزیرہ مین سخت ابتری پھیل گئی،

سالم کے مظالم اس موقع پر ضرورت تھی کہ حکومت عوام سے ہمدردی کرتی لیکن سالم اپنی سخت گیر حکمت عملی پر قائم رہا، مسلمانان صقلیہ ان آفات ارضی و سماوی سے پریشان تھے، اور سالم اپنے جبر و تشدد سے سرکاری ٹیکسون کی وصولی مین مصروف تھا،

دوسری طرف صقلیہ کی عیسائی رعایا بھی مطمئن نہین رہی کیونکہ اُس نے انھی دنون طبرمین کے عیسائی والی رنداش کو کسی جرم مین گرفتار کیا، اور اپنے قصر کے سامنے قتل کرا دیا،

آتشِ بغاوت

ان حالات سے سارے جزیرہ مین بغاوت کے لئے فضا تیار ہو گئی، اور صقلیہ کی فتنہ پرداز جماعت نے موقع سے فائدہ اوٹھا کر لوگون کو بغاوت پر آمادہ کیا، اور صوبہ جرجنت مین بغاوت کا اعلان ہو گیا، اور باغیون نے جرجنت کے گورنر ابن ابی احمد کو وہان سے باہر نکال دیا، یہ واقعہ ۳۲۵ھ ۹۳۶ء مین پیش آیا، اور اسی طرح قلعہ بلوطا کے لوگون نے بھی بغاوت کی اور وہان کے حاکم ابن عمران کو شہر سے نکال دیا،

جب سالم کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو اوس نے افریقیہ اور صقلیہ دونون کی متحدہ فوج کا ایک لشکر اہلِ جرجنت کی گوشمالی کیلئے روانہ کیا، باغیون نے مقابلہ کیا، اور شاہی فوج کو شکست دیدی،

اس کے بعد سالم نے ایک دوسرا لشکر مرتب کر کے، فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور دارالحکومت سے روانہ ہوا، جرجنت کے بیرونی حصہ مین شہر کے باہر دونون فوجین باضابطہ صف آرا ہوئین اور نہایت سخت لڑائیان شروع ہو گئین، بالآخر ماہ شعبان مین اہلِ جرجنت پسپا ہوئے،

لیکن ابھی سالم جرجنت مین داخل ہو کر امن وامان قائم نہ کرنے پایا تھا، کہ خود دارالحکومت بلرم سے بغاوت کی خبر پہنچی، بلرم مین اس وقت اسحاق بنانی اور محمد بن حمو دو فتنہ پرداز اشخاص سالم کے خلاف مصروفِ عمل تھے، ان لوگون نے اولاً اہلِ جرجنت کی کامیابی کی مبالغہ آمیز داستانین مشہور کین، اور پھر اہلِ شہر کو سالم کے دردناک مظالم کے افسانے سنا کر انھین برانگیختہ کیا، جس سے شہر مین بھی بغاوت کی آگ لگ گئی،

جب سالم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ بھاگا ہوا بلرم آیا، یہان شہر کے دروازے بند تھے، اس نے محاصرہ کر لیا، اور شاہی فوج اور باغیون مین موقع بموقع جھڑپ ہونے لگی اور محاصرہ طویل ہوتا گیا یہانتک کہ ذی القعدہ کا مہینہ آگیا،

سالم کا افریقیہ سے امداد طلب کرنا،

سالم کو ابھی تک بغاوت سے کوئی سابقہ نہین پڑا تھا، اسکو ابوسعید کی تیار کی ہوئی زمین ملی تھی، اور اتنے دنون اطمینان سے حکومت کرتا رہا، جرجنت کی بغاوت کو

ابتداءً اوس نے اتفاقی واقعہ خیال کیا، اور معمولی لشکر بھیج دیا، پھر اوس کی ناکامی کے بعد خود کوچ کر بیٹھا، لیکن دار الحکومت سے روانگی کے پہلے یہان کا انتظام مکمل کر لینا تھا اسلئے اب جیسے جیسے بلرم کی بغاوت طویل ہوتی گئی، اس کی پریشانیون مین اضافہ ہوتا گیا، آخران تمام حالات کی مفصل اطلاع دربارِ افریقیہ لکھ بھیجی، اور وہان سے جلد از جلد کمک طلب کی،

فرمانروائے افریقیہ القائم نے ایک لشکر جرار مرتب کیا جس مین متعدد شجاع اور بہادر فوجی افسر بھی تھے، اور اس لشکر کو ایک تجربہ کار قائد خلیل بن اسحاق کی سرکردگی مین سالم کی معاونت کے لئے صقلیہ روانہ ہو جانے کا حکم دیا،

اہلِ صقلیہ کی ایک کامیاب حکمت عملی

جب جزیرہ مین سالم کی ان کارروائیون کی اطلاع پھیلی، اور شاہی فوج کی آمد کی خبر گشت کرنے لگی، تو باغیون کو ہوش آیا، انھین اپنی اندرونی قوت کا اندازہ تھا، اسلئے نہایت عجلت اور ہوشیاری سے باشندگانِ صقلیہ کی طرف سے ایک عرضداشت مرتب کی، اور ایک تیز رو جہاز کے ذریعہ سے ایک وفد القائم کی خدمت مین روانہ کر دیا،

عرضداشت مین پہلے القائم کو باشندگانِ صقلیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا گیا، اور پھر بغاوت و سرکشی کا اصل باعث صرف سالم کے طرزِ حکومت اور اوس کے بے پناہ جور و ظلم کو قرار دیا گیا، اور تصریح کی گئی، کہ یہ بغاوت حکومتِ افریقیہ کے مقابلہ مین نہین صرف سالم کے خلاف برپا ہے،

سالم کا عزل اور خلیل بن اسحاق کا تقرر،

یہ حکمت عملی باغیون کے سرغنہ اسحاق بستانی کی تھی، جو کامیاب ثابت ہوئی، چنانچہ القائم نے عرضداشت سنتے ہی خلیل بن اسحاق کو سالم کی معاونت پر بھیجنے کے بجائے اس کے ہاتھ اوسکی معزولی کا پروانہ دیکر اوسکو صقلیہ روانہ کر دیا،[1]

سالم کامل بیس برس سے اس جزیرہ پر حکمرانی کر رہا تھا، القائم کے اس طرزِ عمل سے باغیون کے مقابلہ مین

---

[1] نہایۃ الارب نویری ص ۴۷، تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۱، ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۲،

اسکی سخت توہین ہوئی، اور اگرچہ القائم کے اس طرز عمل سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہو گئی لیکن اس طرز عمل کی اصول حکمرانی کے لحاظ سے توصیف نہین کیجا سکتی اگرچہ یہ بھی صحیح ہو کہ سالم نے صقلیہ مین نہایت دردانگیز مظالم کئے تھے تاہم یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ جو عرضداشت بعد مین بھیجی گئی، وہ علم بغاوت بلند کرنے سے پیشتر بھیجی جاسکتی تھی، لیکن اگر اس کے باوجود باغیون کو پاداش عمل سے محفوظ رکھنا تھا، تو کم سے کم حکومت کے وقار کو سنبھالنے کے لئے سالم کو بلطائف صقلیہ سے بلا لیا جاتا، ورنہ جو کچھ آج سالم کے ساتھ پیش آیا، کیا معلوم کل وہی اسکے جانشین خلیل کے ساتھ بھی پیش نہ آئے گا،

ابوالعباس خلیل بن اسحاق فاطمی والی صقلیہ (۶)

۳۲۶ھ — ۳۲۹ھ
۹۳۷ء — ۹۴۰ء

ابوالعباس خلیل بن اسحاق بن ورد افریقیہ کے ذی اثر و ممتاز افاضل مین تھا، طرابلس الغرب اوس کا وطن تھا، ابتداً علم ادب کی تحصیل مین مصروف رہا، پھر تصوف کا ذوق ہوا، اور صوفیہ کی صحبت مین شبانہ روز مسجد مین رہنے لگا،

اس کے بعد بعض حوادث کے پیش آجانے سے اوسکی زندگی مین انقلاب ہوا، اور امور مملکت مین دلچسپی لینے لگا، چنانچہ جب عبیداللہ کے عہد حکومت مین القائم کی سرکردگی مین مصر پر حملہ کیا گیا، تو اوس لشکر مین خلیل بھی اسکندریہ پہنچا، اور پھر مصر کے محکمۂ خراج کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا، بعد ازین وہان سے افریقیہ آیا اور افریقیہ اور مصر کی متحدہ فوج اور افریقیہ کی بحری طاقت کا افسر اعلےٰ مقرر کیا گیا،

خلیل جیسے جیسے اپنے ان مراتب مین ترقی کرتا گیا، اوسے فرمانروائے افریقیہ عبیداللہ کی خدمت مین زیادہ رسوخ ہوتا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اس کا عبیداللہ کے مقربین خاص مین شمار ہونے لگا، عبیداللہ کی شان مین اس کے بعض قصائد بھی ہین، جن مین وہ کسی حد تک تجاوز کر گیا ہے،

پھر اتفاق سے کچھ دنون کے بعد کسی سلسلہ مین عبید اللہ کو خلیل سے تنکر رنجی پیدا ہوگئی جو بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچی کہ وہ خلیل کے خون کا پیاسا ہوگیا، اور اس کا کام تمام ہوچکا ہوتا، اگر القائم اسکو اپنے باپ کی خشمگین نگاہون سے بچا کر اپنے دامن مین چھپا نہ لیتا،

اس واقعہ کے بعد ہی خود القائم کا عہدِ حکومت آگیا اور صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے عہدۂ ولایت پر مقرر کیا گیا، [۵۱]

خلیل اواخر ذی الحجہ ۳۲۵ھ مین افریقہ سے روانہ ہوا، اور اوائل محرم ۳۲۶ھ مین ساحل بلرم پر اوترا، [۵۲] اوس کی آمد کی خبر جزیرہ مین پھیلتے ہی لوگ جوق در جوق آتے، اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرتے، خلیل نے باشندگان صقلیہ کے اس طرز عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا،

اہل صقلیہ کی وفاداری

پھر باشندگان صقلیہ نے خلیل کی خوشنودی و ہمدردی دیکھ کر اپنی عورتون اور بچون کو اس کے پاس بھیجا کہ رو رو کر سالم کے مظالم بیان کرین، چنانچہ سب بچے اور عورتین خلیل کے پاس آتین، اور رقت انگیز لہجہ مین سالم کے مظالم کی ہولناک داستانین بیان کرتین، اور اپنے گریہ و ماتم سے ساری مجلس سر پر اٹھا لیتین، خلیل سب کو تسلی و تشفی دیتا، اور تلافی مافات کے وعدے کرتا،

اسی طرح جرجنت اور بلرم کے معززین کے وفود خلیل کی خدمت مین باریاب ہوئے، اور سالم کے ظالمانہ طرز عمل اور اپنی بغاوت کے اسباب و وجوہ بتفصیل بیان کئے، اور پھر خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اوٹھائے، [۵۳]

---

[۵۱] الحلیۃ السیراء ابن آبار، درامادی ص ۱۰۴، [۵۲] نہایۃ الارب درامادی ص ۴۲۷، [۵۳] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۳، و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۹،

خلیل کا تجدید نظم و نسق

خلیل نے انہی حالات سے متاثر ہو کر ان وفود کے ارکان کے مشورہ ن کے بموجب سالم کے مقرر کیے ہوئے تمام عمال کو صوبہ داریون اور دوسرے اہم عہدون سے معزول کیا۔ اور ان کی جگہ نئے عمال مقرر کر کے باشندگان صقلیہ مین اپنا مزید اعتماد حاصل کیا۔[1]

دوسری طرف سالم معزول ہونے کے بعد اسی جزیرہ مین موجود تھا جب اوس نے خلیل کا یہ رنگ دیکھا، تو اوس کے منتقمانہ جذبات ابھر پڑے، اور وہ خلیل کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائیون مین مصروف ہو گیا، اور لوگون کو اس سے برگشتہ کرنے کیلئے مختلف افواہین پھیلانے لگا،

سالم کی بغاوت انگیزی

چنانچہ اوس نے سب سے پہلے انھی معززین جرجنت و بلرم کو جو خلیل کی خدمت مین باریاب ہو چکے تھے، اپنا تختۂ مشق بنایا، اور اون کے درمیان افواہ پھیلائی کہ القائم نے خلیل کو در اصل شاہی فوج کے قتل کا جو پچھلی بغاوت مین ترتیغ کیگئی ہے، اہل صقلیہ سے انتقام لینے کیلئے روانہ کیا ہے، اگرچہ اسوقت وہ لطف و ملائمت سے پیش آرہا ہے، لیکن درپردہ انتقام لینے کی تیاریون مین مصروف ہے، سالم کا یہ حربہ کارگر نکلا، اور جزیرہ مین خلیل کے خلاف آوازین پیدا ہو گئین، لیکن خلیل نے دوراندیشی سے کام لیا، اور قبل ازین کہ کسی کھلی بغاوت سے اوسے سابقہ پڑے اوس نے اس کی انسدادی تدبیرین شروع کر دین،

ایک جدید شہر خالصہ کی تعمیر

صقلیہ کی بغاوتون مین عمال حکومت کو سب سے زیادہ دشواری اور مجبوری دارالحکومت بلرم کی بغاوت مین پیش آتی تھی، والی صقلیہ جب کسی دوسرے شہر کو مطیع کرنے روانہ ہوتا، تو خود دارالحکومت کے باشندے شہر کے دروازے بند کر لیتے، اور والی صقلیہ کو بار بار محاصرہ و مقابلہ کرنا پڑتا، اسلئے خلیل کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حکومت کے دفاتر اور عمال کے قیامگاہون کیلئے بلرم سے الگ اسی کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرے، اور اوسکو عام باشندون کے میل جول سے بچائے رکھے، کہ جب کسی

---

[1] نہایۃ الادب در المازری صد ۴۲۷،

دوسری جگہ فوج کشی کیجائے، تو تھوڑی سی شاہی فوج بھی دارالحکومت کے دروازے بند کر کے شہر پر تسلط قائم رکھ سکے، ورنہ اس وقت بلرم کی موجودہ شکل یہ تھی کہ والیٔ صقلیہ اندرون شہر میں مقیم تھا، شاہی فوج جا بجا پھیلی ہوئی تھی، اس لئے کبھی یہ پیش آتا، کہ باغی ولاۃ پر اچانک حملہ کردیتے اور ولاۃ بے دست و پا گرفتار ہوجاتے، کیونکہ بلرم دارالحکومت ہونے کے علاوہ ایک تجارتی شہر تھا، اس لئے آبادی نہایت گنجان تھی، ایک ہی مقام پر کسی شہری کا مکان ہے، تو وہیں پر کسی فوجی افسر کا، ایک جگہ تجارت کی منڈی لگی ہوئی ہے، اور وہیں پر عمالِ حکومت نے اپنے دفاتر کھولے ہیں، اس مشترک زندگی سے اولاً اربابِ حکومت کا رعب داب صحیح طور پر قائم نہیں ہوتا تھا، اور پھر ملکی معاملات کے انصرام میں بھی دشواریاں پیش آتی تھیں، قصرِ حکومت کی ہر قسم کی خبریں محلہ محلہ گشت کرتیں، اور پھر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیل جاتیں، اور اس طرح جزیرہ کے چپہ چپہ میں حکومت کے متعلق مختلف قسم کی موافق و مخالف افواہیں پھیل جاتیں، چنانچہ بکثرت بغاوتوں کے علاوہ ابن ابی الخنزیر کا واقعہ چند ہی دن پیشتر گذرا تھا کہ محض تھوڑی سی غلط فہمی سے باغی اس کے محل میں اچانک گھس پڑے، اور وہ جست لگا کر ایک پڑوسی کے مکان میں کود پڑا، مگر وہاں بھی پناہ نہیں ملی،

اس لئے حسن نے بلرم کی چہار دیواری کے باہر ساحلِ سمندر پر ایک وسیع رقبہ میں ایک جدید شہر کی تعمیر کا فیصلہ کیا[1] اور اوسکی بناؤ تخطیط کے بعد تیزی سے عمارتیں بننے لگیں، تمام عمارتیں ایک دوسرے سے الگ اور حسبِ ضرورت تعمیر ہوئیں، جن میں والیٔ صقلیہ اور اسکے ماتحت عمال کے جداگانہ محلات کے علاوہ حکومت کے تمام صیغوں کے لئے الگ الگ عمارتیں بنائی گئیں، جن میں ایوانِ حکومت، فوجی بارکین، قید خانہ، اور جہاز اور دیگر بحری آلاتِ حرب کے کارخانہ دارالصناعہ کی عمارتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، نیز اس حلقہ کے باشندوں کے لئے ایک مسجد اور سڑکوں پر جا بجا حمام بنائے گئے، اس شہر کی تعمیر میں یہ خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا، کہ اس میں تعمیری حیثیت سے ایسی کوئی شان پیدا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ یہ محدود رقبہ بھی شہر کی

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۲،

شکل میں تبدیل ہو جائے، اسلئے اس عہد میں شہر کے جو جو لوازم مثلاً بازار، دوکان اور ہوٹل وغیرہ خصوصیت سے سمجھے جاتے تھے، وہ اس محدود حلقہ میں جگہ نہ پا سکے، اور ان کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر نہیں ہوئی عمارتوں کی تعمیر کے بعد نہایت مضبوط و مستحکم سنگی دیوار ہر چہار طرف کھینچ دی، اور اس سنگی شہر پناہ میں آمد و رفت کیلئے چاروں سمتوں پر چار دروازے رکھے گئے، یہ شہر پناہ بلرم کی قدیم فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تعمیر کی گئی،

یہ سلسلۂ تعمیر چند ماہ میں اختتام کو پہنچ گیا، اور خلیل نے اس محدود رقبہ کو "خالصہ" کے نام سے موسوم کیا، اور اسی سال حکومت کے تمام شعبے اس میں منتقل ہو گئے،[۱]

خالصہ کی تعمیر باشندگانِ صقلیہ کی مرضی کے خلاف عمل میں آئی تھی، اور وہ اسقدر آناً فاناً تمام کو پہنچائی گئی کہ سرکشوں کو اپنی سرکشی کا موقع نہ ملسکا،

علاوہ ازیں خلیل نے خالصہ کی تعمیر میں اپنی جرات کا مزید ثبوت یہ دیا کہ وہ عمارتوں کا تمام سامان یہاں سے منتقل کرے گیا، جسمیں سرکاری اور غیر سرکاری مکانوں کے انہدام کی ضرورت پیش آئی، اور خصوصاً خالصہ کی شہر پناہ بلرم کی فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تیار کیگئی، اور اس طریقہ سے اگرچہ باشندگانِ بلرم کو خالصہ کی تعمیر نہایت شاق گذری، لیکن انکے غیر مسلح کر دئے جانے کے باعث وہ بے دست و پا ہو چکے تھے، اور درحقیقت اسی سلسلہ میں بلرم کی بغاوت و سرکشی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا،

بغاوت جزیرہ میں بلرم کے بعد جرجنت دوسرا سرکش شہر تھا، جب وہاں کے باشندوں کو خلیل کی اس کاروائی کا علم ہوا، تو اونھیں سالم کی پھیلائی ہوئی افواہوں کا مزید یقین آیا، اور وہ حکومت سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے، اور اپنی حفاظت کیلئے جرجنت کی فصیل کے کمزور مقامات کو مستحکم کر لیا، لیکن ابھی وہ کوئی مزید پیشقدمی نہ کرنے پائے تھے

---

[۱] نزہۃ المشتاق ص ۲۳، معجم البلدان ج ۳ ص ۳۹، شمس الدین صوفی دمشقی نے اپنی نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر میں اختتامِ تعمیر کا زمانہ ۳۲۵ھ قرار دیا ہے، لیکن یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، یہ تو خلیل کے ورود صقلیہ کے زمانہ سے بھی پہلے ہے،

کہ اس اثنا مین یہ خبر خلیل کو پہنچ گئی وہ سنتے ہی ماہ جمادی الاولی ۳۲۶ھ؁ مین جرجنت پر حملہ آور ہوا اہل شہر فصیل کے دروازے بند کرکے محصور ہوگئے، خلیل نے ڈیرے ڈالدیئے اس کے بعد جرجنت والے فصیل سے باہر نکلتے اور محاصرین پر حملہ آور ہوتے! اور یہ تقریباً دستور ہوگیا، کہ صبح کو نکلتے اور شام تک نبرد آزمائی کرتے، اور رات کو فصیل کے اندر چلے جاتے اس طریقہ سے محاصرہ طویل ہوتا گیا، اور اسی طرح سات آٹھ مہینے گذر گئے،

آخر خلیل محاصرہ سے عاجز آگیا، اسی اثنا مین موسم سرما بھی آگیا، اور وہ محاصرہ اوٹھا لینے پر مجبور ہوا، چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۶ھ؁ مین وہ جرجنت سے بے نیل مرام خالصہ واپس آگیا،

خلیل کی اس ناکام واپسی سے اہل جرجنت کی ہمت بڑہ گئی وہ بغاوت کا علم ہاتھ مین لیکر سارے جزیرہ مین پھیل گئے، اور شاہی فوج پر اپنی کامیابی و فتحمندی کے افسانے مشہور کئے، اور دوسرے شہر کو بغاوت پر آمادہ کرنے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف شہرون اور قلعون پر بھیج دئے، کہ وہ اہل شہر کی امداد و معاونت سے شاہی عمال اور شاہی فوج کو شہر اور قلعہ سے نکال دین،

چنانچہ ۳۲۷ھ؁ کے آغاز مین اہل جرجنت کی جد وجہد سے صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر، ابلاطنو، بلوط، اور قلعہ ابی ثور وغیرہ باغی ہوگئے، اور ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی،

قحط سالی اس وقت صقلیہ کے باغی ہر طرف بہتر حال مین تھے لیکن صقلیہ کے پے درپے فسادات و انقلابات سے جزیرہ اور خصوصاً بلرم اور اوس کے مضافات مین سخت قحط پڑ گیا، اور لوگ اپنے لخت جگر بچون کو بھون بھون کر کھانے لگے، چنانچہ صاحب تاریخ جزیرہ صقلیہ لکھتا ہے:-

وکانت فی تلک الایام مجاعۃ شدیدۃ فی المدینۃ و البوادی حتی اکل الوالدون اولادھم	اور اسی زمانہ مین شہر اور دیہاتون مین سخت قحط پڑا، یہان تک کہ لوگ اپنے بچون کو کھا گئے،

باغیون کی حکومت بیزنطی سے استمداد

جب جزیرہ مین یہ صورت پیدا ہوگئی تو باغیون نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا، اور صقلیہ کے مسلمان باشندون نے اسلامی حکومت کے خلاف اوسکی قدیم دشمن و متحارب حکومت حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی، حکومت بیزنطی کا تعلق ایک زمانہ سے صقلیہ سے منقطع ہوچکا تھا لیکن جب ایسے مواقع خود پیش کئے گئے، تو اوس نے اس سے فائدہ اوٹھایا، اور ایک بیزنطی بیڑا صقلیہ کے مسلمان باغیون کی امداد کے لئے قسطنطنیہ سے روانہ کیا جس پر فوج کی ایک کثیر تعداد سوار تھی، اور نیز باغیون کو قحط زدگی سے بچانے کے لئے غلون سے بھرے ہوئے جہاز بھی اس جنگی بیڑے کے ساتھ صقلیہ بھیجے گئے،

افریقیہ سے کمک اور سالم کی وفات

دوسری طرف خلیل نے ان واقعات کی مفصل روداد القائم کو لکھ بھیجی، اور وہان سے ایک عظیم الشان لشکر صقلیہ پہنچا، اسی اثنا مین سالم سابق امیر صقلیہ نے جو در پردہ باغیون کی رہنمائی کر رہا تھا، وفات پائی، اور خلیل کو اس کمک کی آمد اور سالم کی وفات سے بڑی تقویت پہنچی اور اوس نے ایک منظم طریقے سے باغی شہرون اور قلعون پر تاخت شروع کی،

بغاوت کا استیصال

خلیل کی یہ فوجکشی نہایت کامیاب ہوئی، اور باغی بیزنطی لشکر کی امداد کے باوجود شاہی لشکر کا راستہ کہین نہ روک سکے، وہ سب سے پہلے اپنا لشکر لیکر قلعہ ابی ثور پہنچا، اور اس پر قابض ہوا پھر بلوط گیا اور وہان بھی کامیاب ہوا، یہان سے ابلاطنو پہنچا، اور یہان ابھی محاصرہ ہی مین تھا، کر ۳۲۷ھ ۹۳۸ء ختم ہوگیا،

جب ابلاطنو کے محاصرہ مین سال ختم ہوگیا، تو وہ یہان کا محاصرہ اوٹھا کر جرجنت چلا گیا کہ یہی باغیون کا مرکزی مقام تھا، اور اوس کا محاصرہ کرلیا، اگرچہ ملک مین قحط سالی اور سالم کی وفات کے باعث اہل جرجنت کی قوت ٹوٹ چکی تھی لیکن حالت محاصرہ مین بیرون شہر سے اون کے تعلقات خفیہ راستون سے قائم تھے، اسلئے خلیل کا یہ محاصرہ بھی طویل ہوگیا، اور وہ اس

سے گھبرا کر اس کا اہتمام ایک تجربہ کار فوجی افسر ابو خلف بن ہارون کے سپرد کیا اور خود خالصہ چلا آیا، کہ یہاں حکومت کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرے،

اسی طریقہ سے جرجنت کے محاصرہ کو کامل دو سال گذر گئے اس اثنا میں نہ محاصرین شہر میں داخل ہوئے، اور نہ محصورین نے امان طلب کی لیکن دو سال گذرنے کے بعد اون کی حالت بد سے بدتر ہو گئی، اور ایسی صلاحیت بھی نہیں رہی، کہ خفیہ راستوں سے آمد و رفت جاری رکھنے کے باوجود محاصرہ کا مقابلہ کرتے رہیں،

باغیوں کا ترک وطن و ترک مذہب

جب اہل جرجنت کو مقابلہ سے بالکل مایوسی ہو گئی، تو یہاں کے باشندوں میں سے ایک کثیر تعداد جس میں زیادہ تر یہاں کے امراء و معززین تھے، حکومت کے انتقام کے خوف سے انہی خفیہ راستوں سے فرار ہو گئے، اور آس پاس کے عیسائی ملکوں میں پناہ گزین ہوئے، اور وہاں امن و امان سے زندگی بسر کرنے کیلئے مذہب اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی، جو تمام تر انہی کی بغاوتوں اور سرکشیوں کا نتیجہ تھا،

شہر کے معززین و امراء کے نکلنے کے بعد باقی ماندہ لوگوں کے لئے محاصرہ کے مشکلات زیادہ بڑھ گئے، اسلئے اسلامی سپہ سالار ابو خلف بن ہارون کو بہت جلد صلح کا پیغام بھیجا، ابو خلف نے اس شرط پر امان دی کہ جرجنت کے مستحکم قلعہ سے جس پر اس شہر کی حفاظت کا دارومدار ہے شہر کی فوج نیچے اوتر آئے، اور اوسکو خالی کر کے حکومت کے قبضہ میں دیدے، اہل شہر نے اس شرط کی تعمیل کی، اور شہر پر قبضہ ہو گیا،

لیکن ارباب حکومت کے دل میں اہل جرجنت کی طرف سے اس قدر غیظ و غضب پیدا ہو چکا تھا کہ اونھوں نے شہر میں داخلہ کے بعد اپنے مواعید کا بھی کوئی پاس نہیں کیا، اور شہر کے تمام جنگجو باشندوں کو گرفتار کر کے خالصہ روانہ کر دیا،

جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہرون مین حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہوگیا، اور بلا استثنا تمام شہرون اور قلعون نے اپنی اپنی اطاعت کا اقرار کیا، اور اب گویا پورے جزیرہ مین پھر ایک نئے سرے سے ایک منظم حکومت کا دار و دورہ شروع ہوگیا،

یہ بغاوت جسقدر اہم تھی، اسی قدر دیرپا رہی، چنانچہ جمادی الاولی ۳۲۶ھ ۹۳۷ء سے شروع ہوئی تھی اور ذی الحجہ ۳۲۹ھ ۹۴۱ء مین اختتام کو پہنچی[1]

افریقیہ مین آتش بغاوت یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر صقلیہ کی بغاوت فرو ہوئی، اور ادھر مرکزی حکومت افریقیہ مین اس سے زیادہ سخت بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اس بغاوت کا علمبردار قبیلۂ زناتہ کا ایک شخص ابو یزید بن کیداد تھا، ابو یزید عقیدۃً خارجی تھا، اور اگرچہ اوس نے عبیداللہ المہدی ہی کے عہدِ حکومت ۳۱۶ھ ۹۲۸ء مین دولتِ فاطمی کے خلاف خروج کیا تھا، اور عبیداللہ کے بعض مذہبی تشدد و مظالم کے باعث مسلمانانِ افریقیہ کے مختلف فرقون کے پیرو اس کے زیرِ علم آگئے تھے اور باغیون کا ایک اچھا خاصہ جتھا تیار ہوگیا تھا، تاہم عبیداللہ اپنی قوتِ بازو سے اس فتنہ کو دبائے رہا، اگرچہ اوسکے حملون کا سلسلہ کبھی موقوف نہین ہوا مگر القائم کے عہدِ حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی ابو یزید کی دعوت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا، القائم کو اوس کے فرو کرنے مین دشواریون کا سامنا ہوا[2]

اس موقع پر اوس کو اپنا قدیم تجربہ کار قائد خلیل یاد آیا، اور اسکو جلد سے جلد صقلیہ سے افریقیہ طلب کیا،

خلیل کی افریقیہ روانگی خلیل کو یہ فرمان عین اوس وقت ملا جب اوس نے صقلیہ کی تمام بغاوتین سر کرکے ایک اطمینان کی سانس لی تھی، چنانچہ اوسکو چند دن بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا، اور صقلیہ کی زمامِ حکومت عارضی طور پر ابو عطاف محمد بن اشعث کے سپرد کی، اور ایک دوسرے شخص

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۳، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۲۹۵ و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درلاماری صفحہ ۱۷۳

[2] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، [3] تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون مین "ابو عطاف" کے بجائے "ابن عطاف" ہے جو عام روایتون کے خلاف ہے

ابن کونی کو اسکا معاون مقرر کیا، اور انھی دونون کی ذمہ داری پر بھروسہ کرکے وہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۹ھ (۹۴۰ء) مین جمعہ کے دن صقلیہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کی بغاوتون کے قطعی استیصال کیلئے جرجنت کے باغیون مین سے چیدہ سرکشون کو ایک جہاز پر اپنے ہمراہ سوار کیا، اور جب وہ وسط سمندر مین پہنچا، تو قیدیون کے اوس جہاز کو نیچے سے تڑوا ڈالا، اور سرکشون کی یہ پوری جماعت غرقاب ہوگئی،[۱]

خلیل کا عہد حکومت کہا جاتا ہے کہ خلیل کا عہد حکومت نہایت دردناک مظالم سے لبریز ہے لیکن اسکو نظر انداز نہ کرنا چاہیے، کہ خلیل کا تمام دور حکومت بجز ابتدائی چند دنون کے، فتنہ و فساد سے مملو رہا، باشندگان صقلیہ نے خلیل سے مسلسل چار برس تک باضابطہ جنگ کی، اس لئے اس شورش و انقلاب اور اوس کے بعد کے ہنگامۂ دار و گیر مین باشندگان صقلیہ کی کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی؛ ابن عذاری نے خلیل کے عہد حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

خلیل بن اسحاق نے صقلیہ مین وہ کچھ کیا جسکو نہ اس کا کوئی پیش رو وہان انجام دیسکا تھا، اور نہ اس کے بعد کے آنے والون نے کیا، اسنے مسلمانون کو خونریزی اور گرسنگی سے ہلاک کر ڈالا، یہان تک کہ وہ عیسائی ممالک مین بھاگ گئے، اور ان مین سے اکثر نے عیسائی مذہب قبول کرلیا،

یہ صقلیہ مین چار سال تک والی رہا جب وہان سے ۳۲۹ھ (۹۴۰ء) مین افریقیہ پہنچا، تو ایک دن معززین افریقیہ کے ایک مجمع مین مختلف موضوع پر گفتگو ہورہی تھی، اسی سلسلہ مین اوسکے صقلیہ جانے کا بھی تذکرہ آیا، اس پر خلیل خود نہایت فخر و تبختر سے اپنے کشتگان ظلم کی تعداد کے متعلق رک رک کر یون کہنے لگا "مین نے وہان ہزارون کو قتل کیا، لیکن پھر کچھ ٹھہر کر کہا نہین مین نے وہان چھ ہزار آدمی مارے ہونگے"، مگر پھر فوراً ہی اسکی بھی تردید کی، اور کہہ اوٹھا نہین واللہ اس سے کہین زیادہ"[۲]

[۱] ابن اثیر ج ۸ صد ۲۵۳، ۵۲ البیان المغرب حوادث ۳۲۵ھ (ترجمہ اردو) صد ۲۹۹، پھر خلیل افریقیہ مین ابو یزید سے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا اور ۳۳۲ھ مین اس کا لشکر اس سے باغی ہوگیا، ابو یزید نے اسکو مع چند رفقا کے گرفتار کرلیا اور پھانسی پر لٹکا دیا،

ابو عطاف محمد بن اشعث الازدی والیٔ صقلیہ (۷)

۳۲۹ھ تا ۳۳۶ھ
۹۴۰ء تا ۹۴۷ء

ابو عطاف کو خلیل نے عارضی طور پر اپنا قائم مقام بنایا تھا، اس کا یہی عارضی انتخاب مستقل تقرر کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا، کیونکہ حکومت افریقیہ اس وقت اپنے داخلی مشکلات میں مبتلا تھی، ان جزوی امور پر توجہ نہ کر سکی، اس لئے خلیل ہی کی نامزدگی سے ابو عطاف نے مستقل طور پر عنان حکومت سنبھال لی، اور حکومت افریقیہ کی خاموشی سے اس انتخاب کی تصدیق ہو گئی،

بغاوت کے بعد بدامنی

جب ابو عطاف نے حکومت سنبھالی تو اوس کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، اگرچہ خلیل یہاں کا سیاسی مطلع صاف کر چکا تھا، لیکن گذشتہ چند سال کی بغاوت، قحط سالی، اور آفات ارضی و سماوی کے پیش آجانے سے یہاں کے باشندوں کی اقتصادی و معاشی حالت ابتر ہو گئی، اور ملک میں ایک دوسری قسم کی بدامنی اور ابتری پھیل گئی، چوری، ڈاکہ، اور رہزنی لوٹ مار قتل اور غارتگری کی وارداتیں کثرت سے پیش آنے لگیں، اور ملک میں ہر طرف خوف و ہراس طاری ہو گیا،

ابو عطاف نے دانائی سے ان حالات پر قابو حاصل کیا، اور ملک میں نظم و نسق کر کے ہر طرف امن و امان قائم کیا[۱]

القائم کی وفات اور المنصور کی جانشینی

اسی اثنا میں ۱۳؍ شوال ۳۳۴ھ ۹۴۵ء کو فرمانروائے افریقیہ القائم بامر اللہ نے وفات پائی، اس کی وفات نازک موقع پر ہوئی تھی، ابو یزید کا لشکر دار الحکومت کے قریب آچکا تھا، اعیان حکومت نے نہایت خاموشی سے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو المنصور من اللہ کے

[۱] تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون دراماری ص ۱۷۳، ا

لقب سے تخت پر بٹھادیا، اور القائم کی وفات کو راز میں رکھ کر سکہ اور خطبہ بدستور اسی کے نام سے جاری رکھا[۱]

ابوطاہر اسمٰعیل بن ابی القاسم المنصور من اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ

سنہ ۳۳۴ھ — سنہ ۳۴۱ھ
۹۴۵ء — ۹۵۲ء

افریقیہ کی بغاوت کا اثر صقلیہ پر

اسمٰعیل المنصور ۳۲ برس کی عمر میں تختِ حکومت پر بیٹھا، لیکن اوس نے جس پر آشوب زمانہ میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تھی اس وقت دولتِ افریقیہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی، اس کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی ابو یزید پایہ تخت مہدیہ کے قلعہ تک آپہنچا اور المنصور سخت سراسیمگی میں مبتلا ہوگیا،

انہی وجوہ سے وہ صقلیہ کی طرف مطلق توجہ نہ کر سکا، اور سیاسیات صقلیہ سے بالکل کنارہ کش رہا[۲] اور پھر جب اسی اثنا میں ابو یزید مہدیہ کے دروازے تک پہنچ گیا تو باشندگانِ مہدیہ کی ایک کثیر تعداد خوف و دہشت سے وہاں سے فرار ہو کر صقلیہ میں آکر پناہ گزین ہوئی،

صقلیہ کے عیسائیوں کی سرکشی

المنصور کی صقلیہ سے عدم توجہی اور ان مصیبت زدوں کی صقلیہ میں پناہ گزینی سے دولتِ فاطمی کی بیچارگی اور بے بسی کی مبالغہ آمیز داستانیں سارے جزیرہ میں پھیل گئیں، اور اس سے ابو عطاف کے رعب و داب اور صقلیہ میں شاہی اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور اس کا نمایاں اثر یہاں یہ ظاہر ہوا، کہ یہاں کی عیسائی رعایا نے سالانہ خراج کی ادائی سے متفقہ طور پر انکار کر دیا، اور اگرچہ ان لوگوں نے تلواریں بے نیام نہیں کیں، لیکن درحقیقت یہ سرکشی صقلیہ کی پہلی بغاوتوں سے زیادہ سخت تھی، ابو عطاف خاموشی سے سب تماشا دیکھتا رہا، اور کچھ نہ کر سکا، اس طرح سے تحصیل وصول مطلق بند ہوگئی، اور اس کا نمایاں اثر صقلیہ کے خزانہ پر پڑا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۴۲، وغیرہ، [۲] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۵،

ابو عطاف پر حملہ

اسی اثنا میں ۳۳۵ھ ۹۴۶ء میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا، کہ صقلیہ کے ایک معزز و شجاع قبیلہ طبری کے چند معززین اور ابو عطاف میں کچھ اختلافات پیدا ہوئے، ابو عطاف کی بیچارگی کا اندازہ ہو چکا تھا اس قبیلہ کے ایک انبوہ کثیر نے اوس پر عین عید الفطر کے دن حملہ کیا، حملہ آوروں کی جماعت میں اہل بلرم بھی شریک ہو گئے، ابو عطاف کے اردگرد جو محافظ دستہ تھا، وہ تہ تیغ ہوا، اور اسکو فرار ہونے کا موقع ملگیا، چنانچہ خالصہ کے قلعہ میں آکر پناہ لی، چونکہ اوس کی فوجی طاقت ایسی نہ تھی کہ باشندگان بلرم پر فوجکشی کرتا اسلئے خاموشی سے قلعہ بند ہو گیا،

حملہ آور قلعہ کے گرد منڈلاتے رہے، لیکن یہ قلعہ بلرم کا کوئی محل نہ تھا کہ وہ اپنی تیر اندازی سے اسکے تختے گرا ڈالتے، آخر حملہ آوروں کو ناکام لوٹنا پڑا، البتہ جوش غیظ و غضب میں شاہی طبل و علم قلعہ سے اوتار کر ساتھ لیتے گئے،

افریقیہ میں امن و امان کا قیام اور اس کا اثر صقلیہ پر

صقلیہ میں یہ بدامنی اور سرکشی صرف افریقیہ کی بغاوت کی وجہ سے تھی، وہاں کے حالات ۳۳۶ھ ۹۴۷ء کے اوائل میں رو بہ اصلاح آئے اور ابو یزید باغی آغاز سال کے ساتھ ہی ماہ محرم ۳۳۶ھ ۹۴۷ء میں مار ڈالا گیا، اور اسکے قتل کے بعد اسکے جو چند اعیان و انصار سرغنہ باقی رہ گئے تھے، چھ مہینے ان کے تعاقب میں گذرے، یہانتک کہ رمضان ۳۳۶ھ ۹۴۷ء میں المنصور اپنے دار الحکومت میں لوٹ آیا، اور سارے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا،

حسن بن علی الکلبی کا ولایت صقلیہ پر تقرر،

ابو عطاف مدت سے اس موقع کا منتظر تھا، جب افریقیہ کے امن و امان کا حال سُنا تو اپنی بیکسی کی مفصل داستان لکھ بھیجی، اور اس جزیرہ کے حالات کے اصلاح و درستی کی طرف توجہ دلائی، المنصور نے اس پر فوری توجہ کی، اور ایک آزمودہ کار قائد حسن بن علی الکلبی کو جو ابو یزید کی بغاوت فرو کرنے میں کار ہائے نمایاں انجام دیچکا تھا، صقلیہ کی ولایت کا فرمان لکھکر حوالہ کیا، اور وہ صقلیہ روانہ ہو گیا۔

اس جدید والی حسن بن علی الکلبی کے ورود صقلیہ سے تاریخ صقلیہ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور وہ دولت کلبیہ صقلیہ کی بنا تاسیس ہے۔

۱؎ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۵۴ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۰، ابو الفداء ج ۲ ص ۷۹ و کتاب المونس ص ۸۶،

دولت کلبیہ صقلیہ

سنہ ٣٣٦ھ - سنہ ٤٣١ھ
٩٤٧ع - ١٠٣٩ع

حسن کے ورود صقلیہ سے یہان ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے، اور وہ صقلیہ مین سلطنت کلبیین کا قیام ہے
اس نے یہان کی زمام حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی ایک موروثی خود مختار سلطنت قائم
کردی، جو اگرچہ اصولاً پورے طور پر آزاد و خود مختار نہین کہی جا سکتی کہ اسوقت بھی اسکی حیثیت سلطنت
فاطمیہ کے ایک صوبہ کی رہی، تاہم یہ حکومت اپنے تمام اندرونی معاملات مین بالکل آزاد تھی، آلِ حسن یکے بعد
دیگرے تخت حکومت پر آتے گئے، جنھین شاہان فاطمی کی طرف سے خطاب و خلعت رسماً عطا کیا جاتا
اسلئے اس دور مین آئندہ چلکر سلطنت فاطمیہ سے صقلیہ کی وابستگی گویا ویسی ہی رہ گئی تھی، جیسے آلِ اغلب
خلافت عباسیہ سے وابستہ کہے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ مین بھی کلبی فرمانروا اپنی جانشینی کے لئے اپنے
خاندان مین سے ولی عہد مقرر کرتے، اور رسمی طور پر ان کی تصدیق شاہان فاطمیہ کی طرف سے کیجاتی
اسی طرح معاملات ملکی کے انصرام اور فتوحات کی وسعت و التوا مین مرکزی حکومت کو دخل نہین
تھا، خزانہ کا شعبہ تمامتر انہی کے قبضہ مین تھا، صرف ایک محدود رقم مرکزی حکومت کو بطور خراج سالانہ
بھیج دیجاتی، اور اسی طرح ملکی سکے بھی انھی فرمانروان کلبیہ کے نام سے مضروب ہوتے تھے، اسلئے
وہ سلطنت فاطمیہ سے بجز ایک رسمی تعلق کے تمام حیثیات سے آزاد تھے اور انھون نے اسی کے شایان شان
شاہانہ شان و شوکت کر و فر خدم و حشم، ایوان و دربار او جشن و جلوس کی صقلیہ مین نمود و نمایش کی، اور

صقلیہ نے بھی اسلامی دور حکومت میں ایک خود مختار حکومت کی بہار دیکھی جس کی داغ بیل ڈالنے والا[1]
یہی حسن بن علی الکلبی تھا،

ابو الغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن بانی دولت کلبیہ

۳۳۶ھ – ۳۴۳ھ
۹۴۷ء – ۹۵۴ء

حسن بن علی افریقہ کے ایک معزز قبیلہ بنو کلب کا ایک ممتاز رکن تھا، اس کا خاندان سلطنت فاطمیہ کے جان نثاروں میں شمار ہوتا تھا اور اسے موروثی بزرگی و عظمت حاصل تھی، پھر خود حسن بن علی میں اوصاف جمع ہو گئے تھے، نہایت شجاع اور ذکی و فہیم تھا، اسی نے ابو یزید کے فتنہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا، اسلئے یہ اپنے خاندانی شرف و مجد اور اپنے ذاتی اعزاز و اکرام و اوصاف و خصائل سے افریقہ کے ذی اثر و مرتبت اشخاص میں شمار کیا جاتا تھا، اور فرمانروائے فاطمی المنصور سے اسکو نہ صرف تقرب خاص حاصل تھا، بلکہ خود المنصور اس سے ادب و احترام سے پیش آتا، اور اس سے بزرگانہ نصیحتیں حاصل کرتا، اس لئے افریقہ میں المنصور کا یہ دست راست سمجھا جاتا تھا،[1]

حسن کا ورود صقلیہ اور بنو طبری کی مخالفانہ روش

حسن افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے سب سے قریب بندرگاہ مازر پر لنگر انداز ہوا اہل شہر کو اس کی آمد کی خبر ہو چکی تھی لیکن ساحل پر کوئی شخص پیشوائی کیلئے موجود نہیں تھا جب آفتاب غروب ہو گیا، اور رات کی تاریکی اچھی طرح چھا گئی، تو باشندگان صقلیہ کی ایک جماعت رات کی تنہائی میں نہایت پوشیدہ طور پر حسن کی خدمت میں باریاب ہوئی، اس جماعت میں افریقہ کے مہاجرین اور قبیلہ کتامہ کے معززین تھے، باشندگان صقلیہ کی یہ جماعت حکومت کی حقیقی وفاداروں میں تھی، اس نے حسن کو صقلیہ کی سیاسیات کے رازہائے سربستہ سے آگاہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ خاندان بنو طبری کی

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۵۴ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۸ ،

بغاوت انگیزی کا سلسلہ ابو عطاف کی معزولی کے بعد بھی جاری ہے، اور جب سے بنو طبری کو حسن کے تقرر کی اطلاع ملی ہے وہ اسکے خلاف ریشہ دوانیوں مین مصروف ہین،

چنانچہ اسی جماعت سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ حسن کے خیر مقدم کے مقاطعہ کے اصل محرک یہی بنو طبری اور اون کی ہمنوا جماعت ہے، اور جب اون لوگون نے حسن کی آمد پر کسی خیر مقدم کی تیاری نہین کی، تو عام باشندگان صقلیہ کو بھی ان کے شر و فساد کے خوف سے اس سے گریز کرنا پڑا، اور یہ معزز ین بھی محض بنو طبری کے شر و فساد سے بچنے کے لئے نہایت پوشیدہ طور پر امیر کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین،

اس کے بعد اون لوگون نے حسن کو اس اہم راز سے بھی آگاہ کیا، کہ بنو طبری کا ایک وفد جو علی بن طبری اور محمد بن عبدون وغیرہ پر مشتمل ہے افریقیہ گیا ہے، تاکہ وہ المنصور سے حسن کی ولایت صقلیہ کے فرمان کو منسوخ کرائے، اور وہی لوگ باشندگان صقلیہ کو ہدایت کر گئے ہین، کہ جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اس وفد کے مطالبہ کا المنصور نے کیا جواب دیا، اور وہ اس کے ساتھ کس طریقہ سے پیش آیا، اوس وقت تک حسن کو ساحل صقلیہ سے سرزمین صقلیہ پر قدم رکھنے سے باز رکھا جائے،

پھر اس جماعت کے رخصت ہونے کے بعد اوسی سرکش قبیلہ طبری کے چند سربرآوردہ اشخاص حسن کے پاس پہنچے، کہ حسن اور اس کے رفقاء کو دیکھ کر کچھ عام اندازہ کر سکین اور علاوہ ازین جب وہ مازر مین اتر چکا تھا، تو کم سے کم اپنی حیلہ سازیون سے اس کو دارالحکومت بلرم تک پہنچنے نہ دین، تاوقتیکہ افریقی وفد کی جد و جہد کے نتائج معلوم نہ ہوجائین، چنانچہ یہ لوگ اسی قصد سے حسن کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور تپاک طریقہ سے رسمی ملاقات کی، اس کے جواب مین حسن نے بھی اسی گرمجوشی کا اظہار کیا، باتون باتون مین بلرم کی روانگی کا تذکرہ چھیڑا گیا، اور مشورہ سے یہ طے پایا، کہ پہلے وہ لوگ بلرم جاتے ہین، اور جب وہان سے لوٹ آئین، تو وہ اُن کی معیت مین بلرم روانہ ہو، حسن نے بھی اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کی، اور پھر سب کو حسن اخلاق سے رخصت کردیا،

ادھر یہ جماعت روانہ ہوئی، اور اُدھر حسن نے بلرم کے کوچ کا سامان کیا، اور کوشش کی کہ وہ اس فتنہ پرداز جماعت کے بلرم پہنچنے اور وہاں ان کے ریشہ دوانیاں کرنے سے پہلے بلرم پہنچ جائے،

جب حسن بلرم کے قریب پہنچا، تو دور ہی سے اوس کی آمد کی خبر شہر مین پہنچ گئی، اور حاکم شہر مع تمام عہدہ داران حکومت اور شہر کے پرامن باشندے اس کی پیشوائی کے لئے شہر سے باہر نکلے، اور نہایت اعزاز واکرام سے اوس کا استقبال کیا، اور حسن نے بھی اس کا مناسب جواب دیا،

اسی اثنا مین حسن کے آجانے اور معززین حکومت اور پرامن باشندون کی جانب سے اسکے استقبال کیے جانے کی خبر بنوطبری کو ملی، اور اس موقع پر اونھین بجز اسکے کوئی چارہ نظر نہ آیا، کہ وہ بھی اس کے خیر مقدم مین شریک ہوجائین، چنانچہ سرخیل جماعت اسمٰعیل بن طبری بہ عجلت استقبال کے لئے خود روانہ ہوا، اور اثنا راہ مین استقبال کیا، حسن بھی خندہ جبینی سے آگے بڑھا، اور حسن اخلاق سے پیش آیا، اور خیر مقدم کے یہ ابتدائی مراسم حسن کی ابتدائی کامیابی کا راز اپنے اندر نہان رکھتے ہوئے ختم ہوگئے،

چنانچہ اسکے بعد صقلیہ کے عام باشندون کا میلان حسن کی طرف ہوگیا، اور لوگ بنوطبری کو چھوڑ کر حکومت کے ہواخواہ بنتے گئے، یہان تک کہ بنوطبری مین علانیہ مخالفت کرنے کی ہمت باقی نہین رہی، اور تقریبًا پورا صقلیہ حسن کا اطاعت گذار بن گیا،

جب حکومت کے مخالفون نے حسن کے اثر واقتدار کا یہ رنگ دیکھا، تو ایک ایسی چال اختیار کی کہ کیا عجب تھا کہ حسن کا تمام بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا، ان لوگون نے کسی قدیم مسلمان صقلی باشندہ سے سازباز کرکے حسن کے کسی جان نثار خادم کو جو شجاعت و تہور مین مشہور اور حسن کے معتمدین خاص مین تھا، اوس کے گھر مدعو کیا، وہ خادم وقت موعودہ پر اس کے گھر پہنچا، صقلی نے تواضع سے اوسے گھر مین بٹھایا اور خود کسی ضرورت کا بہانہ کرکے باہر نکل آیا، اور شارع عام پر سر پیٹ پیٹ کر چلانے لگا، اس کے شور سے شہر کی ایک مخلوق جمع ہوگئی، اور اسمٰعیل بن طبری وغیرہ بھی اس مجمع مین شامل ہوگئے، پھر وہ صقلی اپنے

نو وارد دہقان کی جانب اشارہ کرکے رو رو کر بیان کرنے لگا، کہ

"حسن کا یہ غلام میرے گھر مین گھس پڑا، اور میری آنکھون کے سامنے میری بیوی کی عصمت دری کی"

اس واقعہ سے مجمع مین اشتعال پیدا ہوا، اور پھر اسمٰعیل وغیرہ نے اپنے مختلف فقرون سے مجمع کو اور بھی برانگیختہ کیا، اور اسی سلسلہ مین اوس نے کہا:۔

"یہ ان لوگون کے کرتوت ہین، حالانکہ ابھی شہر پر پورا تسلط بھی نہین ہوا ہے"۔

اس کے بعد اسمٰعیل نے مجمع کو حسن کے پاس فریادی بنکر جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ یہ مشتعل مجمع اور وہ صقلی غیظ و غضب مین شور و واویلا کرتا محل شاہی پر پہنچا، حسن نے مستغیث کو فوراً محل کے اندر طلب کیا، اور اوس سے سارے واقعہ کی روداد سنی، مستغیث کے بیان پر کوئی دوسرا شاہد موجود نہین تھا، اسلئے اسکو اپنے بیان پر حلف شرعی دیا، جس کو اوس نے خاموشی سے اوٹھا لیا، اس کے بعد حسن نے بھی نہایت صبر و سکون سے اپنی جان نثار و بہادر اور اپنے عزیز ترین خادم کے قتل کا حکم صادر کر دیا، اور وہ سیاسیات صقلیہ کی راہ مین قربان کر دیا گیا،

حسن کے اس طرز عمل سے مجمع کا رنگ بدل گیا، اور زور زور سے یہ فقرے گونجنے لگے، ہمین ایسے ہی عادل فرمانروا کی ضرورت ہے، اب ہماری مسرت و شادمانی کا وقت آپہنچا، اب ملک آبادیون سے پُر رونق اور عدل و انصاف سے مالامال ہوگا، مجمع کے یہ مسرت کے نعرے حسن کے دشمنون کے خرمن امید پر بجلی بن کر گرے، اور وہ مایوسی و حرمان نصیبی کے ساتھ اپنے اپنے گھر لوٹ آئے،

مخالفین حکومت کا استیصال

اس کے بعد حسن اس سربرآوردہ سازشی گروہ کے استیصال کی فکر مین لگا رہا، اسی اثنا مین المنصور کے پاس سے ایک خفیہ ہدایت نامہ پہنچا کہ اوس نے اس صقلی وفد کے عمائد علی بن الطبری، محمد بن عبدون اور محمد بن جنا وغیرہ کو جو حسن کی تقرری کے خلاف کوشش کرنے کیلئے افریقیہ پہنچے تھے گرفتار کر لیا ہے اب ضرورت ہے، کہ وہ لوگ بھی گرفتار کر لئے جائین جو صقلیہ مین اس گروہ کے سرغنہ کی

حیثیت رکھتے ہین، اور ان مین سے اسمٰعیل بن طبری، رجا بن جنا وغیرہ کے نام بہ تصریح تھے،

لیکن اگرچہ اس واقعہ کے بعد ابن خلدون کی تصریح کے مطابق اس جماعت کا زور ٹوٹ چکا تھا، تاہم ابھی حسن کو ایسی ہر دلعزیزی حاصل نہین ہوئی تھی، کہ وہ کھلے طور پر ان لوگون پر ہاتھ ڈالتا اور جزیرہ مین فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک جاتی، اس لئے ان کے استیصال کے لئے ایک جدید طرز عمل اختیار کیا، اور اس فتنہ پرداز سازشی جماعت کو اپنی سازش سے برباد کیا،

حسن نے رفتہ رفتہ سرگروہ جماعت اسمٰعیل وغیرہ سے اپنے معاصرانہ مراسم پیدا کئے، وہ لوگ شاہی محل مین آتے، اور حسن بازدید کیلئے ان کے یہان جاتا، اسی سلسلہ مین حسن نے ایک دن اسمٰعیل کے باغ کی سیر کا اشتیاق ظاہر کیا، اور پھر کچھ دنون کے بعد اسمٰعیل کو بلا بھیجا کہ اوس کی معیت مین اسکے باغ کی سیر کو جائے گا، اور اسی کے ساتھ اس نے اس جماعت کے تمام سربرآوردہ اشخاص کے پاس اسمٰعیل کی طرف سے پیغام بھیج دیا، کہ وہ شاہی محل مین آئین، اور یہان سے والی کی معیت مین باغ کی سیر و تفریح کے لئے روانہ ہون،

سہ پہر کو یہ مجمع اکٹھا ہو گیا، حسن نہایت بے تکلفی سے میزبانی کے فرائض انجام دیتا رہا، اور اپنی دلچسپ گفتگو کا ایک طویل سلسلہ چھیڑ دیا، جس مین ایسی محویت ہوئی کہ آفتاب غروب ہو گیا، اور محل کے فراش فانوس جلانے لگے، اس وقت حسن متعجب ہو کر چونک پڑا، اور وقت کی تاخیر پر افسوس کرنے لگا، پھر مہمانون کو نہایت سادگی سے مخاطب کرکے کہہ دیا" اب تو رات ہو گئی مناسب ہے کہ آپ لوگ آج میری میزبانی قبول فرمائین، اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہین سے بیٹھے بیٹھے مہمانون کے تمام ملازمین اور سپاہیون کو جو سواریون کے ساتھ آئے تھے، کہلا بھیجا کہ" آج امیر کی طرف سے ضیافت ہے، سب لوگ یہین شب باش ہون گے، تم لوگ اپنے گھرون کو واپس جاؤ،، اور اس کے بعد پھر باتون مین مشغول ہو گیا،

جب رات کچھ زیادہ آئی، تو خود مجمع سے اوٹھ گیا، اوسی وقت اچانک فوج کے ایک مضبوط مسلح دستہ نے ان معزز مہانون کو اپنی حراست مین لے لیا، اور سب لوگ قیدخانہ بھیج دئے گئے، پھر پچھلی شب مین ان تمام معزز قیدیون کے سر بقلک محلون پر توپین دوڑا دی گئین، اور اون کا تمام گھر بار ضبط کر لیا گیا،

صبح کو شہر مین یہ ہیبت ناک واقعہ مشہور ہوا، اور سارے شہر مین سناٹا چھا گیا، اب مخالفین حکومت مین ایسا کوئی بھی موجود نہ تھا، جو عوام کی رہبری کرکے اونھین آمادۂ فساد کرتا، تمام شہری دم بخود اپنے اپنے گھر مین خاموش بیٹھے رہے،

حکومت کی کامل اطاعت حسن کو جزیرہ مین ہر دلعزیزی حاصل ہو چکی تھی، اس واقعہ سے سارے جزیرہ مین حکومت کے رعب و داب کا سکہ بھی قائم ہو گیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ مین اطاعت و فرمانبرداری کی فضا پیدا ہو گئی،

چنانچہ اسی واقعہ کے بعد جزیرہ کے وہ عیسائی علاقے بھی خود بخود مطیع ہو گئے جنھون نے حکومت کی کمزوری سے فائدہ اوٹھا کر ٹیکس دینا بند کر دیا تھا چنانچہ تمام عیسائیون نے بغیر کسی فوج کشی یا کسی ادنی تحریک کے از خود تین تین سال کی مالگذاری یکمشت جمع کی، اور ایک راہب کو اپنا نمائندہ بنایا، کہ وہ عرض و معذرت کے بعد حکومت کے دفتر مال مین جمع کر دے، حسن نے اون کی معذرت قبول کی اور تین سال کی یکمشت مالگذاری خزانۂ عامرہ مین داخل کر لی گئی،

بیزنطی بیڑے کی صقلیہ پر حملہ آوری اور حسن کی فوجکشی اٹلی پر اور فتوحات حسن، صقلیہ کے معاملات سے یکسو ہو جانے کے بعد اب قدرۃً اٹلی کی طرف توجہ کرتا، مگر اتفاق وقت کہ اسکی ابتدا اوسی جانب سے ہوئی اور اطلاع ملی کہ قیصر روم صقلیہ مین خاندان طبری کی سرکشی اور یہان کی عام بدامنی سے جو حسن کے پیشرو یا اوس کے زمانہ مین قائم تھی، فائدہ اوٹھانا چاہتا ہے، اور اس کی فاتحانہ و حوصلہ مندانہ نظرین

پھر صقلیہ پر پڑنے لگی ہین اور اس نے جہازون کا ایک بڑا بیڑا صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کر دیا ہے، اس لئے اس موقع پر صقلیہ کے معاملات کا درست ہو جانا حسن کے لئے قیمتی ثابت ہوا چنانچہ جب امن وامان کے قیام کے بعد ان انتظامات سے فراغت حاصل ہوئی تو قیصر روم کے مقابلہ کی تیاریان کین لیکن صقلیہ کی فوج بیزنطی بیڑے کے مقابلہ کے لئے کافی نہین تھی، اس لئے المنصور سے امداد طلب کی، اور اوس نے ایک بڑا فرح صقلبی کی سرکردگی مین صقلیہ روانہ کیا جس مین ۷ ہزار سوار اور ۳۵۰۰ پیادے تھے، اور نیز بحری فوج اس کے علاوہ تھی حسن نے اس اثنا مین جزیرہ سے بھی ایک بڑی فوج تیار کر لی تھی، چنانچہ ان سب کو لے کر وہ بری وبحری راستہ سے مسینا پہنچا لیکن یہان میدان خالی تھا، بیزنطی بیڑا ابھی تک نہین پہنچا تھا،

حسن نے بیزنطی بیڑے کے انتظار مین وقت ضایع کرنا مناسب نہ سمجھا، اور یہان مناسب انتظام کر کے اپنی فوج لیکر اٹلی روانہ ہو گیا کیونکہ گذشتہ چند سال کی بدامنی سے اٹلی کی اسلامی فتوحات کے اثرات زائل ہو چکے تھے، اٹلی کے معاملات زیادہ تر معاہدون سے وابستہ تھے، جب القائم کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ مین بغاوت کی آگ مشتعل ہوئی اور خلیل اون کے فرد کرنے مین مصروف ہوا، اوسی زمانہ سے حکومت قلوریہ نے بھی اپنے جزیہ کی متعینہ رقم کو ادا کرنا موقوف کر دیا تھا، اور اس وقت تک یہ سلسلہ اسی طرح منقطع تھا،

حسن سب سے پہلے ریو پہنچا، یہان اسلامی آبادی ابھی تک قائم تھی، اور یہی ایک ایسا شہر تھا جسکو اسلامی حکومت کا مطیع کہا جا سکتا تھا حسن نے اسی کو فوجی مرکز قرار دیا، اور یہان سے قلوریہ کے مختلف شہرون پر فوجین روانہ کر دین، اور خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر ایک اہم شہر جراجہ (GERACA) پہنچا یہ ریو سے شمال مشرق مین ۴۴ میل پر واقع تھا، اور اس زمانہ کے خوبصورت شہرون مین شمار کیا جاتا تھا[1]،

---

[1] ڈکشنری آف جغرافیہ ج ا ص ۷۶۶، نزہتہ المشتاق ادریسی ص ۱۶، ابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۶ و ۳۲۷، وابن خلدون، و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۴ وغیرہ،

حسن نے اسکا محاصرہ کرلیا، شہر کے کنارے ایک وادی وادی جراجہ کے نام سے بہتی تھی، اور شہر مین اُسی کا پانی پیا جاتا تھا، حسن نے اس وادی پر قبضہ کرکے اہل شہر پر پانی کے تمام راستے روک دئے اور اس کا ایسا شدید محاصرہ کیا، کہ چند ہی دن مین پیاس کی شدت سے شہر کے باشندون کے ہلاک ہونے کی نوبت آگئی اور قریب تھا کہ حسن اس شہر پر بزور شمشیر قبضہ کرلے، لیکن اس اثنا مین بزنطی بیڑے کے آمد کی خبر آئی کہ وہ ادرنت مین آکر مقیم ہے، اسلئے حسن نے جراجہ والون سے کسی متعینہ رقم پر صلح کرلی، اور محاصرہ اوٹھاکر رومیون کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا، لیکن رومی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہی ادرنت سے فرار ہوکر صوبہ انکبردہ کے مشہور شہر باری روانہ ہوگئے، حسن نے ان کا تعاقب نہین کیا، اور یہین صوبہ قلوریہ کے مختلف شہرون کو تخت وتاراج کرتا رہا، چنانچہ خود قلوریہ کے ایک قلعہ قسانہ کا محاصرہ کیا، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف مقامات پر بھیج دئے، قلعہ قسانہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ جاری رہا، آخر اہل قلعہ عاجز آگئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، حسن نے ایک معقول رقم وصول کرکے محاصرہ اُٹھالیا،

اسی اثنا مین جاڑون کا موسم آگیا، یہ زمانہ فتوحات کے لئے موزون نہ تھا، اکثر راستے جو فوجی نقل وحرکت مین کام آتے تھے، برف سے ڈھکے رہتے تھے، اسلئے مراجعت کا قصد کیا، اور فوج لیکر اٹلی سے مسینا چلا آیا، چونکہ رومی بیڑا مسینا کے قریب موجود تھا، اس لئے فوج کا بیشتر حصہ یہین رکھا، اور خود ملکی نظم ونسق کے لیے بلرم چلا آیا،

اسکے بعد المنصور نے قلوریہ کے حملے کا دوبارہ حکم دیا، چنانچہ حسن جاڑے گذرنے کے بعد ذی الحجہ ۳۴۰ھ ۹۵۱ء مین مسینا سے قلوریہ روانہ ہوا، یہان معلوم ہوا کہ جراجہ والون کی امداد کے لئے بزنطی لشکر پہنچ چکا ہے، حسن نے بھی اسی طرف رُخ کیا، وہان شہر کی فوج اپنے عیسائی حکمران سترغوس کی معیت مین اور بزنطی لشکر بحری قائد ملجان (MANGIAS) کی سرکردگی مین موجود تھا، عین عرفہ کے دن دونون فوجین آمنے سامنے آئین، اور معرکہ کارزار گرم ہوگیا، دونون طرف کے جوانمردون نے

دادِ شجاعت دی، آخر زور کے رن کے بعد عیسائیون کو شکست ہوئی اور میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوئے مسلمانون نے تعاقب کیا اور یہ سلسلہ رات گذرنے تک جاری رہا، یہانتک کہ جراجہ کی شہر پناہ نے مسلمانون کا راستہ روک دیا، اس معرکہ مین مسلمانون کو فوجی ضروریات کی بیشمار چیزین بار برداری کے جانور اور آلاتِ جنگ وغیرہ ہاتھ آئے،

اس کے بعد حسن نے دوسرے شہرون ترملس (TREMELI) اور بطرقوقہ وغیرہ پر تاخت کی، اور ہر جگہ کامیاب ہوا، ان لڑائیون مین بیشمار قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے انھی مین بزنطی بیڑے کا امیر البحر بھی تھا، یہ سب قیدی صقلیہ اور افریقیہ کے مختلف شہرون مین بھیج دئے گئے، اور بزنطی امیر البحر کو سولی پر چڑھا دیا گیا[1]،

عارضی صلح اور اسکے شرائط

حسن کی اس مہم کا آخری میدان جراجہ قرار پایا، ۳۴۱ھ ۹۵۲ء مین اوس نے اس کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ کو چند ہی دن گذرے تھے، کہ شہنشاہ قسطنطین ہفتم پارفیروجنٹس (CONSTANTINE VII POYPYROGENITUS) ۹۱۲ء تا ۹۵۸ء نے اصروبلس راہب کو نمایندہ بنا کر حسن کی خدمت مین بھیجا جس نے مشرقی روم کے فرمانروا کی طرف سے ایک عارضی صلح کی درخواست پیش کی، جو منظور ہوئی،

مسجد ریو

حسن کے شرائط صلح مین ایک یادگار شرط مسلمانان ریو کے لئے ایک مسجد کی تعمیر بھی، اور نیز اس مسجد کے استحفاظ و بقا کے لئے اس معاہدہ مین تمام ممکن شرطین بھی طے کر لی گئین، جو حسب ذیل تھین

(۱) مسلمانون کو ریو (ریگیو) مین مسجد تعمیر کرنے اور اس مین نماز پڑھنے اور اذان دینے سے روکا نہ جائیگا،

(۲) اس مسجد مین عیسائیون کو داخلہ کی اجازت نہ ہوگی،

(۳) وہ مسلمان قیدی جو کسی وقت عیسائیون کے ہاتھ مین گرفتار ہون، وہ کسی طرح فرار ہو کر اگر اس

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۷۱، و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامارای، صفحہ ۱۷۲،

داخل ہو جائین، تو وہ مامون ہو جائین گے، عام ازین کہ وہ مسلمان قیدی اپنے دین پر قائم ہون یا اپنے مرتد ہونے کا اعلان کر چکے ہون،

(۴) اگر عیسائیون نے اس مسجد کی ایک اینٹ بھی نکالی تو صقلیہ اور افریقہ کے تمام گرجے اور کنیسے بیک وقت مسمار کر دئے جائین گے،

حسن تکمیل صلح کے بعد ریو آیا، اور اسی معاہدہ کے رو سے جسکو رومیون نے قبول کر لیا تھا یہان وسط شہر مین ایک عالیشان مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس کے ایک پہلو مین ایک نہایت بلند ماذنہ (اذان دینے کی جگہ) تعمیر کیا تاکہ شہر کے سب سے بلند ترین مقام سے توحید الٰہی کا اعلان کیا جا سکے اس مسجد کی شکل مین مسلمانان صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی مین قائم ہو گئی،

حسن مسجد کی تعمیر کے بعد اپنے لشکر کو لے کر صقلیہ لوٹ آیا، حسن کے اٹلی کی فتوحات پر تبصرہ کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر کے شرائط پر نگاہ ڈالنا کافی ہے، کہ اوس نے کس فاتحانہ انداز مین شہنشاہ قسطنطنیہ سے شرائط صلح طے کئے، ابن اثیر ان شرائط کو نقل کرنے کے بعد آخر مین لکھتا ہے،

فوفا الروم بھذہ الشروط کلھا ذلۃ وصغاراً [۱] — پھر رومیون نے ان تمام شرطون کو ذلت وحقارت برداشت کر کے پورا کیا،

فرمانروائے افریقہ کی وفات حسن کی واپسی کے بعد شوال ۳۴۱ھ / ۹۵۲ء مین المنصور فاطمی فرمانروائے افریقہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا معد المعز لدین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

المعز لدین اللہ بن المنصور فاطمی فرمانروائے افریقہ،

۳۴۱ھ – ۳۶۵ھ / ۹۵۲ء – ۹۷۵ء

حسن کی روانگی افریقہ المعز ماہ شوال ۳۴۱ھ / ۹۵۲ء مین تخت نشین ہوا، حسن کو مرکزی حکومت افریقہ کے معاملات سے

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۲۵ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۹، و تاریخ صقلیہ من جین فتحہا المسلمون درامار ی صفحہ ۱، و انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ صفحہ ۱۳۲،

بھی وابستگی رہتی تھی، اسلئے وہ المنصور کی وفات اور المعز کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ سے افریقیہ روانہ ہوا، اور اٹلی کے فتوحات کے مال غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار فرج صقلبی کو معیت میں لیکر ۳۴۲ھ ۹۵۳ء میں افریقیہ پہنچا،

حسن کا لڑکا احمد بطور قائم مقام والی صقلیہ

حسن نے صقلیہ میں اپنے لڑکے ابو الحسن احمد کو اپنا قائم مقام بنا دیا، اور وہ اپنے باپ کی طرف سے نیابۃً حکومت کرنے لگا[۱]،

احمد کا ولایت صقلیہ پر مستقل تقرر

حسن افریقیہ پہنچکر وہاں کے ضروری کاموں میں مصروف ہو گیا، اور اس سلسلہ میں ایک سال گذر گیا، وہ اثنا میں کسی ایسے موقع کا منتظر رہا۔ کہ اپنے لڑکے احمد کے لئے صقلیہ کی ولایت کا فرمان تقرری حاصل کرے، آخر ایک سال کی کامل خاموشی کے بعد اس نے اس مسئلہ کو المعز کے سامنے چھیڑا، جس نے ۳۴۳ھ ۹۵۴ء میں احمد کے نام فرمان ولایت لکھکر بھیج دیا[۲]،

حسن کا صقلیہ میں زمانہ حکومت

احمد کے اس فرمان تقرر سے صقلیہ میں حسن کا عہد حکومت ختم ہو گیا، جو ابو الفدا کی صحیح روایت کے روسے پانچ برس دو مہینے ہوتے ہیں[۳]، اس اثنا میں اوس نے اولاً بغاوت کے تمام سرچشموں اور فتنوں کا سد باب کیا، اٹلی میں اقتدار حاصل کیا، اور آخر میں اپنے خاندان کی متوارث حکومت کی کوششیں کیں چنانچہ اس کے بجائے احمد کا تقرر اس کی متوارث حکومت کے لئے ایک پیش خیمہ ثابت ہوا،

۱؎ البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۳۰۲ و ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۴ حسن کے روانگی افریقیہ کا سال صرف ابو الفداء نے صاحب تاریخ القیروان کی تالیف تاریخ جزیرۂ صقلیہ کے حوالہ سے متعین کی ہے،

۲؎ نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۷، ۴۳۰، ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶ حسن کی مدت حکومت مختلف مورخین نے مختلف اعتبار سے مختلف لکھی ہے یعنی بعض لوگوں نے احمد کے تقرر کو اس کی طرف سے نیابۃً تصور کیا ہے، لیکن جب المعز کی طرف سے اوسکو فرمان تقرر موصول ہو چکا، تو اوسکو عارضی تقرر سے کیونکر تعبیر کر سکتے ہیں، اسی طرح بعض دوسرے مورخین نے دوسرے اعتبارات لئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں،

ابو الحسن احمد بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۲)

سنہ ۳۴۳ھ - سنہ ۳۵۸ھ
۹۵۴ء - ۹۶۸ء

صقلیہ کے ڈاک کے جہاز کی وجہ سے افریقیہ واندلس مین آویزش

احمد کے فرمان ولایت پانے کے دوسرے سال سنہ ۳۴۴ھ (۹۵۵ء) مین ایک ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جس سے مغرب کی دو اسلامی حکومتون یعنی امویہ اندلس اور فاطمیہ افریقیہ مین باہمی آویزش ہوگئی،

حکومت فاطمیہ افریقیہ اور حکومت امویہ اندلس مین فاطمیین کے ابتدائے قیام سے آویزش شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس سے پہلے افریقیہ کے بعض شمالی علاقہ کے لئے دونون حکومتون مین مختلف لڑائیان ہوچکی تھین جنکی وجہ سے فاطمیین کے ممالک محروسہ مین سے ایک خاصہ رقبہ فاطمیین کی اطاعت سے منحرف ہوکر امویین کے سایۂ عاطفت مین جاچکا تھا، اس لئے دونون حکومتون کے تعلقات ابتدا ہی سے ناخوشگوار تھے، لیکن اس کے باوجود بحر روم دونون کی آماجگاہ تھا، اور دونون کے جہاز آزادی سے آمد و رفت رکھتے تھے،

چنانچہ سنہ ۳۴۴ھ (۹۵۵ء) مین صقلیہ کا ایک جہاز سرکاری و غیر سرکاری ڈاک لیکر افریقیہ جارہا تھا جسمین حکومت کے ضروری سرکاری کاغذات اور دیگر معمولی رسائل تھے، اور ادھر اموی حکومت کا ایک عظیم الشان بیڑا مشرق سے واپس آرہا تھا، اس اموی بیڑے کو عبد الرحمن الناصر فرمانروائے اندلس نے اہتمام سے تیار کرایا تھا، اور اسکو سب سے پہلی مرتبہ نہایت قیمتی مال و اسباب لادکر مشرق روانہ کیا تھا، اور واپسی مین اسی انداز کے نہایت قیمتی تحفے جن مین گانے والی خوبصورت لونڈیان بھی تھین، فرمانروائے اندلس کے لئے اسکندریہ سے بھیجے جارہے تھے، اور اسکندریہ کے دوسرے مسافر بھی سوار تھے، یہ اندلسی بیڑا صقلیہ

کے جہاز سے نسبتہً بہت بڑا تھا، اسلئے اس نے صقلیہ کے جہاز کو بے دست و پا پا کر گرفتار کر لیا، اور اپنے ساتھ لے کر اندلس روانہ ہو گیا،

المعز نے یہ خبر سنکر ایک عظیم الشان بیڑا اندلسی جہاز کے تعاقب مین روانہ کیا، اور بیڑے کی قیادت بانیٔ دولت کلبیہ حسن کے سپرد کی، حسن نہایت تیزی سے اپنا بیڑا لے کر روانہ ہو گیا، وہ اندلسی بیڑا اندلس کے ایک ساحلی شہر مریہ پہنچکر لنگر انداز تھا، یہ بھی اسی ساحل پر جا پہنچا، مریہ مشرق و مغرب کے اتصال کا دروازہ تھا، اور اسی وجہ سے نہایت پر رونق تجارتی شہر تھا، اور ساحل پر بھی بڑے بڑے جہاز تجارتی مال و اسباب سے لدے ہوئے لنگر انداز رہتے تھے،[۱]

حسن نے یہان پہنچتے ہی قطار در قطار جہازون اور کشتیون مین آگ لگا دی، اور آگ کے شعلے آناً فاناً تمام پھیل گئے، اور لوگون مین عام بھگدڑ مچ گئی، پھر حسن نے اوس جہاز کو گرفتار کر لیا جس کے تعاقب مین یہانتک پہنچا تھا، ابھی تک اوس کا مال و اسباب اوتارا نہین گیا تھا، حسن نے سب پر قبضہ کر لیا، اور اوس اچانک حملہ کا اچانک حملہ سے جواب دیکر بغیر کسی قسم کا نقصان اوٹھائے ہوئے مظفر و منصور واپس آگیا، عبد الرحمن الناصر نے اوس کے جواب مین ایک لشکر فاطمیین کے ممالک محروسہ مین غارتگری کرنے کیلئے روانہ کیا، اور ادھر سے المعز نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی، دونون مین معرکہ آرائی ہوئی، اور دونون طرف کے سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور صقلیہ کی ڈاک کے ایک معمولی جہاز کے لئے یہ سخت ہنگامہ آرائی برپا ہو گئی،[۲]

---

[۱] معجم البلدان ج ۸ (مریہ) ص ۲۴۲، ۲۴۳، [۲] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۸۵، پھر ایک دو جنگ کے بعد دونون حکومتون مین مصالحت ہو گئی، اور المعز کو چند مقامات سے دستبردار ہونا پڑا، ہوپیو سدیو نے فاطمیہ و بنو امیہ کی اس آویزش کی ابتدا حسن کے اوس حملہ سے کی ہے، جو مریہ پر اوس نے کیا تھا (تاریخ عرب ص ۲۴۹)، لیکن یہ صحیح نہین ہے، سلسلۂ واقعات خود اسکی تردید کرتے ہین،

اٹلی کی پر فوجکشی

اس کے بعد حسن نے ۳۴۵ھ ۹۵۶ء مین اٹلی پر تاخت کرنے کیلئے ایک بیڑا تیار کیا، اور خود اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہوا، یہ بیڑا اثنائے راہ مین تھا، کہ سمندر مین طوفان آیا، اور بہت سے جہاز غرقاب ہوگئے، صرف معدودے چند جہاز ڈوبنے سے باقی رہ گئے، اور حسن بقیہ جہازون کو افریقیہ لوٹا لایا

اٹلی کے ایک اسلامی قلعہ کا سقوط

اسلامی جہازون کی اس غرقابی سے اٹلی کی حکومتون کو حوصلہ پیدا ہوگیا، اور اونھون نے ایک اسلامی قلعہ پر تاخت کی، اور اوس پر قبضہ کرلیا، حسن نے اس کے تدارک کے لئے ایک دوسرا بیڑا تیار کیا، اور اس کو اپنے سگے بھائی عمار کی سرکردگی مین روانہ کیا، لیکن اتفاق وقت کہ یہ بیڑا بھی طوفان مین گھر گیا، اور اس مین اسلامی امیرالبحر عمار بھی ہلاک ہوگیا[۱]

والی صقلیہ کا بیعت کیلئے افریقیہ آنا،

حسن افریقیہ مین درپردہ اپنے موروثی سلطنت کے قیام کی کوششون مین مصروف تھا، اسی سلسلہ مین اُس نے احمد کو المعز کی خدمت مین باریاب کرنا چاہا، اور بیعت امامت کے بہانہ سے اوسکو افریقیہ بلوایا،

چنانچہ احمد ۳۴۷ھ ۹۵۸ء مین صقلیہ کے تیس عمائد و معززین کو ساتھ لے کر افریقیہ آیا، اور اس صقلی جماعت نے المعز کی خدمت مین باریاب ہوکر اوسکے ہاتھ پر بیعت امامت کی، المعز نے سب کو حسب مرتبت خلعت عطا کیا، اور پھر سب لوگ صقلیہ واپس آئے، یہ صقلیہ کی جانب سے خلافت فاطمی کی بیعت تھی،

ایک شاہی جشن مسرت

اسکے بعد ۳۵۱ھ ۹۶۲ء مین المعز کے لڑکے کے ختنہ کی تقریب ہوئی جسمین صقلیہ اور افریقیہ دونون میں بیک وقت ایک جشن عام منایا گیا کیونکہ المعز نے چاہا کہ اس تقریب کے ساتھ صقلیہ مین بھی عام تقریب منائی جائے اور اس وقت صقلیہ مین جسقدر غیر مختون بچے ہین، ایک ہی دن سب کا ختنہ کردیا جائے، اسی غرض سے المعز نے احمد سے صقلیہ کے غیر مختون لڑکون کے اعداد و شمار دریافت کئے، چنانچہ احمد نے جزیرہ کے تمام غیر مختون بچون کی فہرست مرتب کی، جو تعداد مین ۱۵ ہزار تھے، اور المعز کو ان سے مطلع کردیا، المعز نے

---

[۱] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۷۶،

ختنہ کی تقریب کی انجام دہی کی تاریخ یکم ربیع الاول مقرر کی،

چنانچہ یکم ربیع الاول ۳۵۱ھ ۹۶۲ء کو پہلے صقلیہ کے تمام غیر مختون بچون کو ختنہ کی تقریب مین حکومت کی طرف سے نئے کپڑے پہنائے گئے، پھر احمد نے سب سے پہلے اپنے لڑکے کا ختنہ کرایا، پھر اپنے بھائیون کا اور اُن کے بعد معززین و رؤساء کے صاحبزدون کی باری آئی، اور پھر صقلیہ کے عام باشندون کے غیر مختون بچون کی تقریب ادا ہوئی، اور ایک ہی دن نہایت دھوم دھام سے پندرہ ہزار بچون کا ختنہ کر دیا گیا،

اسکے بعد المعز کی طرف سے ایک لاکھ درہم اور تحائف کے پچاس بوجھ افریقیہ سے آئے جوان تمام بچون مین تقسیم کر دئے گئے،[1]

اس طریقۂ جشن سے یا تو بادشاہ اور رعایا کے درمیان باہمی یگانگت پیدا کرنا مقصود تھا یا یہ ایک مشرقی طرز شہنشاہی کی ایک دلچسپ نمایش تھی، جو فرمانروائے وقت کی مرضی کے مطابق بخیر و خوبی انجام پائی،

شہنشاہ روما کا صقلیہ کے خلاف مذہبی جنگ کا اعلان

ادھر چند سال سے صقلیہ مین کامل امن وامان قائم تھا، اور حکومت ملک کی تمدنی و علمی ترقیون مین مصروف تھی، اسی اثنا مین اٹلی مین ایک اہم سیاسی انقلاب ہوا، اور شاہ جرمنی اوتھو اعظم (OTHO THE GREAT) (۳۵۱ھ ۹۶۲ء - ۳۶۳ھ ۹۷۳ء) نے اٹلی کے بعض حصص پر اقتدار حاصل کرکے سلطنت کلیسائے روما اور اس کے فرمانروا پوپ کو اپنے قبضہ و اختیار مین کر لیا، اور پوپ کے عزل و نصب کا اختیار اپنے ہاتھ مین لیلیا، اور پوپ کی جانب سے شہنشاہ کا لقب حاصل کرکے اٹلی کے اکثر حصۂ ملک پر فرمانروائی کرنے لگا،

اوتھو اعظم نے کلیسائے روما سے تعلق پیدا کرکے قدرۃً مسیحیت کی خدمت کی ذمہ داری بھی قبول کی اور خدمت مسیحیت کے نام سے اٹلی کی اسلامی آبادیون اور اسلامی حکومت کے زیر اثر شہرون پر حملہ آوری

---

[1] ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶

شروع کردی، چنانچہ یورپین مورخین مذہب عیسوی کے ایک خدمت گذار کی حیثیت سے اسکا نام لیتے ہین[1]

صقلیہ کے عیسائیون کی بغاوت

اٹلی مین اسلام وعیسائیت کے جنگ کی صداے بازگشت صقلیہ بھی پہنچی، اور یہان کی وہی عیسائی رعایا، جو حسن کے قیام اقتدار کے بعد خود بخود مطیع ہوئی، اور بلرم مین اپنا نمایندہ بھیج کر اپنی سہ سالہ مالگذاری از خود خزانہ مین داخل کر گئی تھی، او تھو کی دعوت جہاد سے متاثر ہوئی، صقلیہ مین عیسائیونکا مرکزی شہر طبرمین تھا، وہ اگرچہ ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین بزور شمشیر آچکا تھا، تاہم اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائیون کی درخواست پر اس کو باجگذار شہرون مین تسلیم کرلیا تھا، اسلئے اوسکے باشندون نے آسانی سے علم بغاوت بلند کردیا،

دوسری طرف جب احمد کو عیسائیون کی اس تحریک کی اطلاع ملی، تو اوس نے بھی صقلیہ کی فوج کو نئے سرے سے آراستہ کیا، اور نیز افریقیہ سے مزید فوجی کمک طلب کی، اس لئے طبرمین کی بغاوت کی خبر سنتے ہی وہ بلرم سے روانہ ہوا، اور اواخر ماہ جمادی الاولی ۳۵۱ھ ۹۶۲ء بروز جمعہ طبرمین پہنچا، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، اسی اثنا مین افریقیہ کی کمک بھی احمد کے چچازاد بھائی ابن عمار کی سرکردگی مین آپہنچی، اور دونون فوجین طبرمین کے محاصرہ مین مصروف ہوگئین،

فتح طبرمین اور وہان کے عیسائیوں کا استیصال

اگرچہ اسلامی حکومت کی جنگی تیاریان، عیسائی دنیا کی طلب مبارزت کے جواب مین تھین، اس لئے ایک شہر کا محاصرہ اس کے لئے کچھ دشوار نہ تھا، لیکن فصیل شہر کے استحکام کے باعث محاصرہ مین ایک طویل مدت گذر گئی، آخر احمد کو اپنے باپ حسن کی وہ حکمت عملی یاد آئی، جو اوس نے جراجہ کے محاصرہ مین اختیار کی تھی، چنانچہ طبرمین مین بھی ایک دریا شہر سے ہوکر گذرتا تھا، اور اوسی کا پانی یہان پیا جاتا تھا، احمد نے اس دریا کا رخ پھیر کر اہل شہر پر پانی روک دینے کا فیصلہ کیا، اور اسی غرض سے ایک نہر کھدوانے لگا، اور چند دن مین دریا کے دہانے کا رخ پھر گیا، اور

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۲۷۳ طبع یازدہم،

اہل شہر پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس گئے، اور اونھین مجبوراً مسلمانون کے سامنے سپر ڈالکر خود اپنی جانب سے ذیل کی شرطین پیش کرنی پڑین،

۱۔ شہر کی تمام دولت و ثروت پر قبضہ کرلیا جائے،

۲۔ تمام اہل شہر کی جان بخشی کیجائے،

۳۔ شہر کے جنگجو باشندے طوق غلامی پہننا قبول کرتے ہین،

احمد نے یہ شرطین منظور کرلین، اور ۲۵ ذی القعدہ ۳۵۱ھ[۹۶۲ء] کو سات مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان شہر پر قابض ہوگئے، اور شہر کے باشندے گرفتار کرکے افریقہ بھیج دئے گئے جن کی مجموعی تعداد نویری کے بیان کے مطابق ایک ہزار پانچسو ستر[۱۵] اور ابو الفدا کی تصریح کے مطابق ایک ہزار سات سو ستر سے کچھ زیادہ تھی، [۱۶]

طبرمین مین اسلامی نو آبادی

اس کے بعد شہر مین اسلامی نو آبادی قائم کیگئی، اور اس کا نام المعز فرمانروائے افریقہ کے نام پر المعزیہ رکھا گیا، اور جنگی حیثیت سے اسکی قلعبندی کردی گئی،[۱]

عیسائیت و اسلام کی ایک جنگ عظیم اور فتح رمطہ

طبرمین کا قطعی استیصال صقلیہ کے دوسرے شہرون رمطہ اور مسینا وغیرہ کے عیسائیون کو شاق گذرا، اور جہان جہان ممکن ہوا، اونھون نے جوش انتقام مین علم بغاوت بلند کردیا، اور پھر بزنطی حکومت سے امداد طلب کی، چنانچہ نویری لکھتا ہے،

"اور جب مسلمانون نے طبرمین فتح کرلیا، اور وہان سکونت اختیار کرکے اوسکو آباد کرلیا، اور قلعہ بندی کرلی تو اہل رمطہ بغاوت پر آمادہ ہوئے اور دمستق شاہ قسطنطنیہ سے امداد چاہی[۲]"،

سلہ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۱۸۴، ابو الفدا ج ۲، صفحہ ۱۰۴، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۳، سلہ دمستق اون شاہان بزنطی کو کہتے تھے، جو خلیج قسطنطنیہ کے مشرقی حصون کے والی ہوتے تھے، اور وہ نسلاً بزنطی حکومت کے شاہی خاندان سے تعلق نہین رکھتے تھے، (ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۴۴) یہ وہی دمستق ہے جو سیف الدولہ کے مقابلہ مین گیا تھا، اور متنبی نے اپنے مشہور قصیدہ مین (ص لیدن)

المعز نے یہ حالات سنکر احمد والیِ صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ حسن بن عمار کو رمطہ کے محاصرہ کے لئے روانہ کردے، اور اوسکو بھی طبرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرالے،

ابن عمار یوم پنجشنبہ ۲۹ رجب ۳۵۲ھ ۹۶۲ء کو رمطہ پہنچا، اہلِ رمطہ پہلے سے تیار تھے، ابن عمار نے محاصرہ کرلیا، اور اہلِ رمطہ روزانہ شہر سے نکل کر صفین درست کرتے، اور لڑ بھڑ کر شہر مین داخل ہوجاتے، جب ابن عمار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس کو اس کے طول پکڑنے کا یقین آگیا، لیکن بہرصورت اس شہر کو عیسائیون سے خالی کرانا تھا، اس لئے اوس نے طویل محاصرہ کا سامان کیا، چنانچہ اسلامی لشکر کے قیام کے لئے میدانِ محاصرہ مین پختہ بارکین بنوائین، اور خود اپنے لئے بھی ایک محفوظ قلعہ تعمیر کرایا،

ابن عمار رمطہ مین محاصر تھا کہ صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے ایک عظیم الشان بیزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی، جسکو نقفور نے بڑے اہتمام سے تیار کرایا تھا، ابن عمار نے اوسکی اطلاع احمد کے پاس بھیجی، اور احمد نے ایک تیز رو جہاز المعز کے پاس بھیجا، اور افریقیہ سے جلد سے جلد کمک طلب کی، اور خود صقلیہ مین جنگی تیاری کرنے لگا، چنانچہ تمام شکستہ حال جہازون کو از سرِ نو درست کیا، کچھ نئے نئے ہوئے جہاز بیڑے مین شامل کئے، اور جسقدر بری و بحری فوج تیار مل سکی تھی، سب کو مسلح کرلیا، اور اودھر المعز نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۷) الدمستق ہارب سے اوسی کو مراد لیا ہے، اس کا نام نقفور تھا، اور دمستق سے نویری کی مراد بھی نقفور ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اس کا نام نقفور چھپا ہے یہ صحیح نہین ، اس کا صحیح نام وہی نقفور ہے، جو ابن اثیر کے دوسرے نسخہ سے حاشیہ پر منقول ہے، کیونکہ اس کے نام کا یورپین تلفظ نائکیفورس یا نائسیفورس دوم فوکس (NICEPHORUS II PHOCAS) ہے، جس کا عربی تلفظ نقفور صحیح ہوگا، اس کا عہد حکومت ۳۵۲ھ ۹۶۳ء سے ۳۵۹ھ ۹۶۹ء تک ہے، یہ شاہان بیزنطی مین سے باسل دوم اور قسطنطین ہشتم کا اتالیق تھا، اور ۳۵۲ھ ۹۶۳ء سے حکومت بیزنطی کا مدار المہام شہنشاہ CO-REGENT EMPERORS تسلیم کیا گیا، اور چھ سال تک ان تینون کی مشترکہ شہنشاہی رہی، (اسٹوری آف دی نیشنس بیزنٹائن ایمپائر ج ۳۰ ص ۲۲۹، ۲۳۲) نقفور اسلامی حکومتون کا دشمن تھا، حلب، طرطوس اور مصیصہ وغیرہ پر قابض ہوا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے جنگی بیڑے بھیجے، (ابن اثیر جلد ۸ ص ۲۴۶)

بھی پورا اہتمام کیا، اور اپنے صیغۂ فوج کا جائزہ لے کر چیدہ لشکر تیار کیا، اور ان سپاہیوں کے تالیف قلوب کے لئے ان میں گرانقدر رقمیں تقسیم کیں، اور پھر سب کو حسن کلبی کی قیادت میں صقلیہ روانہ کر دیا، کہ صقلیہ میں ایسے مشکل وقت میں حسن کی رہبری کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ ماہ رمضان ۳۵۲ھ ۹۶۳ء میں صقلیہ پہنچ گیا،

اس کے بعد وہ عظیم الشان رومی بیڑا جس کی آمد کا غلغلہ ڈیڑھ دو مہینے سے جزیرہ میں بلند تھا، یوم چہار شنبہ ۱۴ شوال ۳۵۲ھ ۹۶۳ء کو ایک تجربہ کار جنرل منویل کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا اور مسینا کے ساحل پر لنگر انداز ہو گیا، اس بیڑے میں چالیس ہزار سے زیادہ کارآزمودہ سپاہی تھے، مسینا کے عیسائی پہلے سے آمادۂ بغاوت تھے، شہر کے دروازے کھل گئے، اور بیزنطی لشکر شہر میں داخل ہو گیا، اور اسی شہر کو اپنا مرکز قرار دیا، یہاں اولاً فصیل کی کمزوریاں درست کیں، پھر اوس کے گرداگرد ایک عمیق خندق کھود ڈالی،

یہ رومی لشکر ستم زدگان طرمین کے انتقام میں آیا تھا، اور نیز جزیرہ کے عام عیسائیوں کو مسلمانوں کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا بھی اس کا مطمح نظر تھا، اس لئے جزیرہ کے عیسائیوں میں بھی جوش و خروش پیدا ہوا، منویل نے جزیرہ میں بھی فوجی بھرتی کی تحریک کی، چنانچہ جزیرہ کے عیسائی ہر طرف سے جوق در جوق اس کے زیر علم آتے گئے، یہانتک کہ اس قدر عظیم الشان لشکر اس کے علم کے نیچے آگیا، کہ عرب مورخین ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق اتنی بڑی فوج کبھی صقلیہ میں جمع نہیں ہوئی تھی،

منویل نو دن تک مسینا میں مقیم رہا، اور پھر ۲۵ شوال ۳۵۲ھ ۹۶۳ء کو ایک ٹڈی دل انسانوں کے مجمع کو ساتھ لیکر رمطہ کے عیسائی محصورین کو مسلمان محاصرین سے نجات دلانے کے لئے روانہ ہوا، بعض مورخین کے بیان کے روسے یہ رومی لشکر تقریبًا ایک لاکھ انسانوں پر مشتمل تھا،[1]

[1] عقد الجمان دریادگاری ج ۲ ص ۸۶،

ادھر بھی اگرچہ فوج کی تعداد بہت ہی کم تھی لیکن دو آزمودہ کار قائد حسن کلبی اور حسن بن عمار کے ہاتھوں میں فوج کی کمان تھی، کیونکہ حسن کلبی بھی رمضان ہی میں ابن عمار کی اعانت کیلئے رمطہ پہنچ چکا تھا،[1]

حسن اور ابن عمار عیسائیوں کی تیاریوں سے آگاہ تھے، اس کے ساتھ اپنی قوت کا بھی اندازہ تھا، علاوہ ازیں اب محصورین کا خوف علیحدہ تھا، کہ وہ عین موقع کارزار پر شہر کے دروازے کھول حملہ آور نہ ہو جائیں، اس لئے اون لوگوں نے ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اسلامی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا، اور چاروں کو چار راستوں پر مقرر کیا، چنانچہ ایک مضبوط دستہ مینا کے راستہ پر ابن عمار کی نگرانی میں روانہ ہوا، مسینا، رمطہ سے نو میل پر واقع تھا، اور منویل اسی راستہ سے کوچ کرتا آرہا تھا، دوسرا دستہ رمطہ کے رخ پر محاصرہ قائم رکھنے کے لئے چھوڑ دیا گیا کہ محصورین عقب سے حملہ نہ کر بیٹھیں، اور تیسرا دستہ میقس کے راستہ پر بھیج دیا گیا، جو رمطہ سے جنوب کی طرف واقع تھا، یہ راستہ طبرمین اور مسینا

---

[1] ابن اثیر کی تصریح سے رمطہ کے اس محاصرہ اور آئندہ پیش آنے والی عظیم الشان جنگ کی کمان ابن عمار کے ہاتھ میں تھی لیکن ابوالفداء اور لسان الدین ابن الخطیب نے اس کو حسن بن علی الکلبی کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے ہمارے خیال میں اصل واقعہ یوں ہے کہ ابن عمار پہلے سے محاصرہ کیے ہوئے تھا، حسن افریقہ سے امدادی فوج لے کر جب صقلیہ پہنچا، تو اس کا ایک حصہ رمطہ کے محاصرہ میں امداد پہونچانے کے لئے یہاں چلا آیا، جو یقیناً حسن ہی کی سرکردگی میں آیا ہوگا اگرچہ حسن کے نام کی کوئی تصریح نہیں ہے چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے،

وسیرهم مع الحسن بن علی والد احمد فوصلوا الی صقلیة فی رمضان فسار بعضهم الی الذین یحاصرون رمطة فکانوا معهم علی حصارها، ج ۸ ص ۱۶۲	اور المعز نے تقسیم انعامات کے بعد ان سپاہیوں کو احمد کے والد حسن بن علی کی سرکردگی میں روانہ کر دیا، اور وہ لوگ رمضان میں صقلیہ پہونچے، اور ان میں سے کچھ لوگ محاصرین رمطہ کے پاس چلے گئے، چنانچہ یہ لوگ بھی محاصرہ میں شریک تھے،

اس لئے درحقیقت اون مورخین نے ان واقعات کو حسن کی شخصیت کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب کیا اور ابن اثیر نے ابن عمار کے نام کو اس لئے باقی رکھا کہ اسی کی سرکردگی میں محاصرہ کا آغاز ہوا تھا،

کی آمد و رفت کا تھا، اور نہایت دشوار گذار تھا، اور چوتھے دستہ کو دنش کے راستہ پر بھیجا، جو رمطہ سے شمال مین واقع تھا، اس طریقہ سے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی، اس تقسیم سے اس کا اصل منشا یہ تھا، کہ جب رومی فوج قریب آئے تو میقس اور دنش والے دستے اوس پر میمنہ اور میسرہ سے اچانک حملہ کر بیٹھین، اور پھر سامنے سے خود ابن عمار اپنی جمعیت لیکر ٹوٹ پڑے،

لیکن اتفاق سے مسلمانون کی یہ حکمت عملی منویل پر کسی طرح آشکارا ہوگئی، اور اوس نے بھی نہایت خاموشی سے اپنے دو مضبوط دستے اون دونون راستون پر مقابلہ کے لئے بھیج دئے، اور نیز ایک تیسرا دستہ اوس راستہ پر بھیج دیا، جو بلرم سے رمطہ آتا تھا، تاکہ اگر ابن عمار کی امداد کے لئے کوئی کمک آتی ہو، تو اوسکو بھی روک دیا جائے، اور خود رمطہ کی طرف بڑھتا رہا،

جب دونون فوجین آمنے سامنے آئین، تو منویل نے اپنے لشکر کو چھ صفون مین ترتیب دیا، اور اپنے جنگی قواعد سے اسلامی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لینے کی کوشش کی، مسلمانون کی اوس حکمت عملی کی ناکامی سے نقشۂ جنگ بگڑ چکا تھا، اسلئے ایک ہی جگہ جمع ہوکر مقابلہ کرنے لگے، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، اسی اثنا مین محصورین رمطہ موقع پاکر باہر نکل آئے، اور مسلمانون پر عقب سے بھی حملہ ہونے لگا، اسلامی لشکر اس وقت ایک دائرہ مین محصور تھا، اور ہر طرف سے بجلی کی طرح تلوارین اون کے سرون پر گرنے لگین، دیر تک یہی حالت قائم رہی، آخر مسلمانون کے پائے استقلال مین لغزش آئی، اور نہایت ابتری سے پسپا ہوئے، عقب مین حملہ آور محصورین کی ایک قلیل تعداد تھی، اسلئے راستہ ملگیا، اور مسلمان افتان وخیزان کسی طرح اپنے خیمون تک پہنچ گئے،

اب رومیون کو اپنی فتح کا یقین ہوگیا، وہ جوش وخروش سے تعاقب کرتے آگے بڑھے، اس وقت قریب تھا کہ مسلمان ہتھیار ڈالدین، لیکن ابن عمار کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ یہ میدان صقلیہ کی سہ صد سالہ اسلامی تاریخ کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوگا، یہ سوچتے ہی آگے بڑھا، اور ایک زبردست

آواز کے ساتھ چلا اوٹھا،

اَللّٰهُمَّ اِنَّ بَنِی اٰدَمَ اَسْلَمُوْنِی خداوندا! انسانون نے تو مجھے دشمن کے سپرد

کَلَّا تُسْلِمْنِی، کردیا، مگر تو مجھے ہرگز اون کے سپرد نہ کرنا،

ابن عمار بھی چلاتا ہوا قریب کے ایک دستہ کو ہمرکاب لے کر رومیون کے بڑھتے ہوئے لشکر پر ٹوٹ پڑا، ابن عمار کے اس دستہ کا ایسا متفقہ حملہ تھا کہ گویا ایک ہی شخص تمام رومیون کو زیر وزبر کر رہا ہے،

رومیون کو اپنی کثرت تعداد پر ہمیشہ گھمنڈ رہا ہے، ابن عمار کے اس مختصر دستہ کی اس جرأت پر حقارت کی نظر ڈالی، اور ابن عمار کے جواب مین رومی سپہ سالار منویل نے بلند آواز سے چند طنز آمیز فقرے کہے عجب اتفاق انھی چند فقرون نے مسلمانون پر جادو کا کام کیا، اور کچھ ایسی دینی غیرت وحمیت پیدا ہوئی کہ جان پر کھیل کر ہر جوان جوش وخروش سے پھر میدان مین کود پڑے اودھر منویل نے بھی وفور غضب سے بیتاب ہوکر خود اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور نیزہ سنبھال لیا، اور ایک جوان مرد مسلمان سپاہی کو ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ وہین سرد ہو گیا، منویل ابھی تک فوج کو لڑا رہا تھا، اب وہ خود میدان مین آیا تھا، مجاہدین ایسے موقع کے ہمیشہ انتظار مین رہتے ہین، اس کو دیکھتے ہی ہر طرف سے گھیر لیا، اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اوس پر ٹوٹ پڑے اور اس پر نیزون پر نیزے پڑنے لگے، لیکن مسلمانون کے نیزے اوس کے آہنی خود اور زرہ بکتر سے اچٹ اچٹ جاتے، تب مسلمانون نے اوسکے گھوڑے کو نشانہ بنایا، گھوڑا چند لمحون مین زخمی ہو کر گر پڑا، گھوڑے کے گرتے ہی منویل زمین پر آرہا، اور مجاہدین نے چشم زدن مین اوس کا سر تن سے جدا کیا،

منویل کے قتل سے رومیون مین تہلکہ پڑ گیا، بڑے بڑے کارآزمودہ افسر اور مقدس بطارقہ جوش انتقام مین سینہ سپر آگے بڑھے، اس وقت بڑے زورون کا رن پڑا، اسلامی لشکر کے حوصلے بھی بڑھ چکے

سے تھے، ایک ہی نرغہ مین اس پیش رو جماعت کو کائی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا، اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا، پھر بھی رومی لشکر سے میدان پٹا پڑا تھا وہ بھیڑ بکریون کی طرح مسلمانون کے سامنے آتے اور مسلمان صفون کی صفین چاک کرتے چلے جاتے اس سے رومیون مین ابتری پیدا ہوئی، رومی سردارون نے فوج کو بہت کچھ سنبھالنا چاہا، لیکن تھوڑی دیر مین تمام صفین درہم برہم ہوگئین،

اسی اثنا مین تائید ایزدی سے آسمان پر گھنگور گھٹا اوٹھی، اور بادل کی گرج اور بجلی کی تڑپ سے میدان جنگ مین اور زیادہ خوفناک سمان پیدا ہوگیا، اودھر مسلمانون کی تلوارون کی کوند کیا کم تھی کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے مین برق ورعد کی خوفناک چمک اور تڑپ سے رومیون مین عام بدحواسی طاری ہوگئی، اسی سراسیمگی مین ایک طرف کو پسپا ہوئے لیکن شومی قسمت سے اودھر ایک عمیق خندق کھدی ہوئی تھی، ادھر مسلمانون کا تعاقب جاری تھا، آخر خوف ودہشت اور عام بدحواسی مین اسی خندق مین کود پڑے، لیکن خندق مین جان کی سلامتی کیلئے کچھ آپس مین کشمکش ہوگئی، اور آپس ہی مین ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے لگے، یہانتک کہ رومیون کی لاشون سے خندق پٹ گئی، اور مغرور رومی سپاہی اپنے گھوڑون کی ٹاپ سے اپنے بھائیون کی لاشین روندتے ہوئے پار نکل گئے، اور میدان جنگ کا مطلع صاف ہوگیا، مگر مسلمانون نے اس وقت بھی پیچھا کرنا نہ چھوڑا، رومی جدھر موقع پاتے فرار ہوتے، اور مسلمان نشان قدم ڈھونڈ ڈھونڈ کر تعاقب کرتے اور پکڑ پکڑ کر قتل کرتے،

جنگ کا آغاز پو پھٹتے ہوا تھا، عصر تک میدان کارزار گرم رہا، پھر فرار اور تعاقب کا سلسلہ رات گذرے تک جاری رہا،

نویری کے بیان کے مطابق مقتولین جنگ کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی، کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جنمین اکثر معززین اور کارآزمودہ قائدین تھے، مال غنیمت کثیر مقدار مین حاصل ہوا جو فوجی خیمہ وخرگاہ گھوڑے بار برداری کے سامان اور آلات جنگ وغیرہ کے علاوہ تھا، اسی سلسلہ مین

مسلمانون کی خوش قسمتی سے اون کی ایک کھوئی ہوئی عزیز ترین متاع بھی ہاتھ آئی، وہ آنحضرت صلعم کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک ہندی تلوار تھی، جو بارہا غزوات نبوی مین آنحضرت صلعم کے حضور مین کام کر چکی تھی، اس مبارک شمشیر پر یہ الفاظ کندہ تھے،

ھذا سیف ھندی وزنہ ماتہ	یہ ہند کی بنی ہوئی تلوار ہے جس کا وزن ایک سو ستر
وسبعون مثقالا طال ما ضرب بہ بین	مثقال ہے، اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ
یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کے سامنے کام دیا ہے،

یہ تلوار غالباً قسطنطنیہ کے پہلے حملہ مین کسی صحابی کے ساتھ قسطنطنیہ گئی ہو، اور یا شام کی لڑائیون مین حکومت بیزنطی کو دستیاب ہوئی ہو، اب یہ متاع گران مایہ مسلمانون کے ہاتھ مین تھی، اور یہی اس فتح کا سب سے بڑا ثمرہ تھا،

اس کے بعد جنگ کے تمام قیدی جو تعداد مین صرف دو سو تھے، اور مال غنیمت جسمین یہ تلوار بھی تھی المعز کے پاس مژدۂ فتح کے ساتھ بھیج دیے گئے،[1]

جب دوسری صبح نمودار ہوئی، رمطہ کا میدان سنسان پڑا تھا، جو منفرور رومی بچ گئے تھے، وہ پو پھٹتے پھٹتے صقلیہ کی سرزمین کو الوداع کہکر جہازون پر سوار ہو گئے، اور ریو مین جا کر پناہ لی، انھی کے ساتھ مسینا وغیرہ کے عیسائی باغی بھی فرار ہو گئے،

حکومت ریو کا قسطنطنیہ کے مفرور سپاہیون کو پناہ دینا اون معاہدون کے خلاف تھا، جو اسلامی حکومت صقلیہ اور ریو مین طے پائے تھے، اس لئے رمطہ کی اس جنگ کا آخری میدان آپ سے آپ ریو قرار پا گیا، لیکن ابھی ابن عمار کو شہر رمطہ کا آخری فیصلہ کرنا تھا اسلئے وہ یہین ٹھہر گیا،

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۳۵۴ھ در اماری ص ۴۹۰، ابن اثیر ج ۸ ص ۲۱۲ و عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان در یادگاری ج ۲ ص ۸۶،

اگرچہ میدانِ رمطہ مین مسلمانون کی اس پرفخر عظیم الشان فتحمندی کے بعد باشندگانِ رمطہ مین مقاومت کا حوصلہ باقی نہین رہا تھا، مگر رمطہ کے عیسائیون مین مذہب عیسوی پر فدایت کا جنون آمیز جذبہ ابھی تک کارفرما تھا، اس لئے اون لوگون نے آخر دم تک مسلمانون سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، اور محاصرہ کے شدائد سے بچانے کے لئے شہر کی ضعیف اور ناتوان آبادی کو جن مین عورتین اور بچے زیادہ تھے شہر کی فصیل سے باہر نکال دیا، اور صرف جنگ آزما سپاہی اپنے چند رشتہ دارون کے ساتھ قلعہ مین محصور ہو کر بیٹھ گئے، مگر پھر ان مین سے بھی ایک ہزار سپاہیون نے فاقہ کشی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے، اور مسلمانون کے رحم و کرم پر اسلامی لشکر مین چلے آئے، اسلامی سپہ سالار نے انھین گرفتار کر کے بلرم بھیج دیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے اہل شہر کی بیچارگی و درماندگی کا اندازہ لگا کر طریقہ محاصرہ بدل دیا، اور ایسے مسلسل حملون کا سلسلہ جاری کر دیا، کہ محصورین کو ایک لمحہ بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا، یہان تک کہ چند ہی دن کے اندر ایک دن چند مسلمان سپاہی شب کے تاریکی مین فصیل پر سیڑھیان لگا کر چڑھ گئے، اور شہر کے دروازے کھول دئے، اور رات ہی کے وقت پورا اسلامی لشکر شہر مین گھس گیا، اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا، جو بچے اور عورتین شہر مین باقی رہ گئی تھین، وہ گرفتار کر لی گئین، اور شہر کی دولت و ثروت مسلمانون کو مال غنیمت مین ملی،

اس کے بعد اس شہر کو بھی طرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرا لیا گیا، اور یہان بھی مسلمانون کی ایک نوآبادی شہر کے مکانون کی معمولی مرمت اور فصیل کے جنگی استحکام کو از سر نو درست کر کے قائم کی گئی، اور پھر حسن بن علی الکلبی اور ابن عمار اسلامی لشکر لیکر بلرم چلے آئے،

ایک فیصلہ کن بحری جنگ حکومتِ صقلیہ فتحِ رمطہ کی تکمیل کے بعد ریو کی طرف متوجہ ہوئی، یہان مفرور رومی لشکر، اور صقلیہ کے مختلف رومی شہرون کے مفرور عیسائی باغی پناہ گزین تھے، چنانچہ احمد ایک عظیم الشان جنگی بیڑا خود اپنی سرکردگی مین لیکر اٹلی روانہ ہوا، صقلیہ کے وہ مفرورین پہلے سے خائف تھے، عجب اتفاق کہ یہ اسلامی بیڑا

عین اوسی وقت پہنچا جب وہ لوگ ساحل ریو سے سوار ہو کر جان بچانے کیلئے کسی اور طرف جارہے تھے، دونوں بیڑوں کا سمندر میں مقابلہ ہو گیا، وہ لوگ بھی پوری طرح مسلح تھے، دیر تک بحری جنگ ہوتی رہی اسی اثنا میں چند جانباز مجاہدین سمندر میں کود پڑے، اور جہازوں کو اپنے بحری آلاتِ حرب سے توڑ کر برباد کرنے لگے، اس طریقہ سے بیشمار جہاز تہ آب ہو گئے، اسی کے ساتھ خونریزی کا سلسلہ بھی جاری رہا، اور بیشمار عیسائی قتل ہوئے،

اس بحری جنگ میں رومی فوج تقریباً برباد ہو گئی، ان میں کا ایک بڑا حصہ مارا گیا، ایک حصہ سمندر میں غرق ہوا، کچھ لوگ فرار ہو گئے لیکن وہ ایسے منتشر ہوئے کہ کسی کو آپس میں ایک دوسرے کی خبر نہیں ملی، اور کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جن میں ایک بہت بڑی تعداد معززین و بطارقہ کی تھی، چنانچہ ابن خلدون کی تصریح کے مطابق ایک ہزار عمائد معززین اور ایک سو بطارقہ تھے، اور اسی کے شایانِ شان مالِ غنیمت بھی ملا، یہ بحری جنگ اس سلسلۂ محاربات میں ایک فیصلہ کن جنگ قرار پائی، اور اس کا نام "وقعۃ المجاز" پڑ گیا،

مسلمانوں کی اس شاندار فتح سے بزنطی ممالک میں صفِ ماتم بچھ گئی، نقفور قیصر روم اس وقت علاقۂ شام میں ایک اسلامی شہر مصیصہ پر حملہ آور تھا، اور اگرچہ مسلمانانِ مصیصہ بہت زیادہ درماندہ ہو چکے تھے لیکن جب اوسکو اس حسرتناک تباہی کا حال معلوم ہوا، تو وہ اسی پریشانی و وارفتگی میں محاصرہ سے دستبردار ہو گیا اور دیوانہ وار قسطنطنیہ چلا آیا،

سرزمینِ یورپ میں ایک کامل عربی جزیرہ

صقلیہ کی تاریخ میں یہی جنگ حقیقی معنوں میں فیصلہ کن ثابت ہوئی، اور اسی جنگ کے بعد صقلیہ پر عیسائی دنیا نے حقیقی معنوں میں اقتدار تسلیم کیا، اور اسی دن سے صقلیہ کی عیسائی آبادی بھی حقیقی طور پر مطیع ہوئی، اور شہنشاہ قسطنطنیہ بھی صقلیہ کے دعویٰ سے قطعاً دستبردار ہو گیا، اگرچہ امرِ واقعہ کے لحاظ سے دولتِ اغالبہ کے آخر عہد میں فتحِ صقلیہ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی، لیکن

یورپین مورخین اسی فتح رمطہ پر صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فاتحانہ پیشقدمیون کا سلسلہ ختم کرتے ہین، اور اسی دن سے صقلیہ پر کامل اقتدار تسلیم کرتے ہین، چنانچہ ان کے نقطۂ نظر سے ۱۳۸ سال کی مسلسل تگ و دو کے بعد جو ۲۱۲ھ ۸۲۷ء سے شروع ہو کر ۳۵۴ھ ۹۶۵ء پر ختم ہوتی ہے صقلیہ کی تسخیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

جس طرح سرقوسہ (سیراکیوز) باسل مقدونی کے عہد حکومت مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکلا اوسی طرح عربون کے حملے نقفور (نکفورس) کے عہد حکومت مین عین اوسی سال جس سال کہ وہ تخت نشین ہوا، پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے، چنانچہ ۳۵۲ھ ۹۶۳ء مین اون لوگون نے طرمین (طاورمنیا) پر قبضہ کیا اور سنو سال کے لئے اس نے اسلامی حیثیت اختیار کرلی، اور پھر ۳۵۴ھ ۹۶۵ء مین رمطہ کو بھی زوال آگیا اور اسلامی مقبوضات مین داخل ہو گیا،

اس طرح ۱۳۸ سال مین عربون نے وہ کیا، جو کنعانیٹ (CANAANITE) سے کبھی نہ ہو سکا اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس نے ایک خالص اسلامی حیثیت اختیار کرلی۔[۱]

حسن کلبی کی وفات

احمد نے اختتام جنگ کے بعد یوم المجاز کے تمام معزز قیدیون اور مال غنیمت کو اپنے باپ حسن کے پاس صقلیہ بھیج دیا، جو اس وقت صقلیہ کی حکومت سنبھالے تھا، اوسے یوم المجاز کی ایسی غیر متوقع کامیابی کی کبھی امید نہ تھی، اس لئے جب اوسکو اپنے لڑکے کی اس عظیم الشان فتح مندی کی اچانک خوشخبری پہنچی، اور ایسے ایسے نامی اور مشہور رومی قائدین پابہ جولان اسکے سامنے لائے گئے تو وہ فرط مسرت سے مدہوش ہو گیا، اور شادمانی و کامرانی کے نشہ سے مخمور قیدیون کی لانے والی جماعت کے استقبال کو آگے بڑھا، لیکن اوس کے جذبات مسرت اعتدال پر قائم نہین رہے، جذبات مسرت سے اوسکی طبیعت ہیجان مین آگئی، اور شدت سے بخار چڑھ آیا، اور یہ واقعہ شادی مرگ ثابت ہوا، اور سات

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا طبع یازدہم ج ۲۵ ص ۳۲، کنعانیٹ یعنی کنعانی یہان اس سے مراد صقلیہ کے فنیقی حکمران ہین،

کی علالت کے بعد ۱۸ ذی القعدہ ۳۵۳ھ مطابق ماہ نومبر ۹۶۴ء کو اوس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، وفات کے وقت اسکی عمر ۵۳ سال کی تھی،

جنوبی اٹلی پر تاخت

ادھر احمد بحری جنگ کے اختتام کے بعد اندرونِ اٹلی مین چلا گیا تھا، کہ یہان کی مقامی حکومتون کو ان کی غداری کی سزا دے، چنانچہ وہ مختلف شہرون کو تاخت و تاراج کرتا رہا، بالآخر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور نئے سرے سے عہد نامے مرتب ہوے، جن کے رو سے ایک معقول رقم بطور تاوان کے وصول کیگئی، اور ہر سال کے لئے جزیہ کی ایک متعین رقم کی ادائی طے پائی، اسی اثنا مین اسکو اپنے باپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر پہنچی، چنانچہ یہان کے تمام امور پایۂ تکمیل کو پہنچا کر اوائل ۳۵۴ھ / ۹۶۵ء مین صقلیہ لوٹ آیا،[۱]

حکومتِ بزنطی اور حکومتِ افریقیہ مین مصالحت

حکومتِ بزنطی ۳۵۴ھ / ۹۶۵ء تک کی شکستون کے تلخ تجربون کے بعد جب صقلیہ کے دعوی سے دستبردار ہوگئی تو کچھ دنون کے بعد چاہا، کہ دونون حکومتون مین مستقل طور پر دوستانہ مراسم قائم ہو جائین، چنانچہ ۳۵۶ھ / ۹۶۶ء مین حکومتِ بزنطی اور افریقیہ مین دوستانہ مصالحت کے نامہ و پیام ہونے لگے، اور اسکی ابتدا خود قیصرِ روم نقفور نے کی، المعز نے بھی اس کے جواب مین نہایت خندہ جبینی سے دستِ مصالحت بڑھایا، طرفین سے عزت و احترام کے ساتھ تحائف کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر ایک پائدار صلح نامہ مرتب ہوگیا، اس مصالحت کا تذکرہ عرب و یورپین مورخین دونون نے کیا ہے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین قیصرِ روم نقفور (فوکس) کا سوانح نگار لکھتا ہے، کہ

"جب وہ بری بحری شکستون کے بعد سسلی کے دعوے سے کلیتہً دستبردار ہوگیا، تو اوس نے ۹۶۷ء مین قیروان کے عربون سے صلح کر لی"[۲]

تکمیلِ صلح کے بعد المعز نے پورے حالات کی تفصیل احمد کے پاس لکھ بھیجی، اور صقلیہ مین بھی اس صلح کا اعلان کر دیا گیا، اور اسی سال المعز کی تحریر کے موجب اسی سلسلہ مین صقلیہ مین چند نئے احکام نافذ کئے گئے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۱۳، نہایۃ الارب دراماری صفحہ ۴۴۸، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۴۷ و صفحہ ۲۰۹، ابو الفداء ج ۲ صفحہ ۹۷ و اعمال الاعلام درباد گاری ج ۲ صفحہ ۵۲،

[۲] کتاب المونس صفحہ ۶۱ و نہایۃ الارب درامارعی صفحہ ۴۴۸، و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ر سوانح نیکیفورس فوکس) ج ۱۹ صفحہ ۶۴۷ وغیرہ

اس کے بعد دونون حکومتون مین نہایت دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے باہم تحائف کے تبادلے ہوتے

چنانچہ ۳۵۸ھ مطابق ۹۶۸ء مین قیصر روم کی طرف سے قسطنطنیہ سے المعز کے پاس پھر ہدیے آئے، المعز نے اس کے جواب

مین خلوص و مودت کے اظہار کے لئے صقلیہ کی دونون عیسائی آبادیون طرمین اور رمطہ کو پہلے کی طرح

عیسائیون کے سپرد کردینا چاہا، چنانچہ احمد کو اس کا فرمان موصول ہوگیا، کہ ان دونون شہرون کو مسلمانون سے

خالی کرکے عیسائیون کو دیدیا جائے، اور اس طریقہ سے رومیون نے اون شہرون کو جنھین وہ بزور شمشیر

نہ لے سکتے تھے، عربون سے اپنے دوستانہ مراسم کے پردہ مین حاصل کیا،

طرمین اور رمطہ کی بربادی

المعز کا یہ فرمان خواہ قیصر روم کی خواہش کی تکمیل کے لئے ہو یا دوستانہ تعلقات کے عملی ثبوت کے لئے از خود آیا ہو، بہرحال یہ عام مسلمانان صقلیہ کو نہایت ناگوار گذرا،

اور خود والی صقلیہ احمد کے لئے اس درجہ ناقابل برداشت ثابت ہوا، کہ اوس نے امتثال امر کے بجائے

اپنے بھائی ابو القاسم اور اپنے چچا جعفر کو بھیج کر دونون شہر مسلمانون سے خالی کرائے، اور انھین عیسائیون

کے حوالہ کرنے کے بجائے مسمار کرکے اُن مین آگ لگا دی گئی،

احمد یہ جو کچھ کر گذرا وہ محض ایک غیر معتدل ملی و قومی غیرت و عصبیت اور بیچارگی کے جوش انتقام مین

تھا، جو ایسے موقعون پر سرزد ہو جاتا ہے، اسی قسم کی ایک مثال دور حاضر مین بھی پیش آچکی ہے، جب جنگ

عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء مین معاہدۂ سیورے طے پایا، اور جرمن امیر البحر کو جرمن بیڑے اتحادیون کے حوالہ کرنے کا حکم ملا،

تو عین اُسدن جب وہ جہاز دشمنون کے قبضہ مین جانے والے تھے، جرمن امیر البحر نے جہازون کو آگ

لگا کر غرقاب کردیا،

لیکن اس قسم کے واقعات جب بھی پیش آئین، اور وہ جس جذبہ سے بھی سرزد ہون، ان کے ارتکاب

کرنے والے حکومت کی نگاہ مین بے قصور نہین ٹھہر سکتے اس لئے احمد بھی اس جرم کے بعد اپنے عہدہ پر قائم

نہین رکھا جا سکتا تھا، چنانچہ جب المعز کو یہ حال معلوم ہوا، تو اوس کی پاداش مین ولایت صقلیہ کے عہدہ سے

اوس کو معزول کیا، اور صقلیہ سے ترک سکونت کرکے افریقیہ واپس آنے پر مجبور کردیا،

خاندان کلبیہ کا صقلیہ سے انقطاع

احمد شاہی خاندان کی بجا آوری مین اپنے تمام اہل خاندان، بال بچون، بھائی بہن، عزیز واقارب اور اپنی تمام دولت وثروت اور خدم وحشم کے کیساتھ تین جہازون مین سوار ہوکر صقلیہ سے روانہ ہوگیا، اور اس کے بعد بظاہر خانوادہ کلبیہ کا ایک متنفس بھی صقلیہ مین باقی نہین رہ گیا، اور صقلیہ سے دولت کلبیہ کا بظاہر انقطاع ہوگیا[1]،

کلبین کی صقلیہ سے بے تعلقی مین تعلق

لیکن واقعات کی ترتیب سے جہان تک سمجھا جاسکتا ہے، المعز کا خانوادہ کلبیہ کے ساتھ یہ برتاؤ صرف ایک سیاسی نمایش تھی، کہ شاہی فرمان کی نافرمانی کی بظاہر سزا دیجائے، تاکہ روم وعرب کی اوس مصالحت مین کوئی فرق نہ آنے پائے، اسی لئے المعز نے اپنی برافروختگی کے اوس اظہار کے باوجود خانوادہ کلبیہ کے ارکان کے ساتھ اون کے افریقیہ پہنچنے کے بعد اچھا برتاؤ کیا، اور خود احمد اور خانوادہ کلبیہ کے دوسرے اکابر کو حکومت کے جلیل القدر عہدون پر سرفراز کیا،[2]

جدید والی کا تقرر

المعز نے صقلیہ کو دولت کلبیہ سے بظاہر بے تعلق کردینے کے بعد ایک خوش آیند طریقہ سے اس بے تعلقی مین بھی ایک تعلق قائم رکھا، اور صقلیہ سے خانوادہ کلبیہ کے اخراج کے بعد اسی خانوادہ کے ایک آزاد کردہ

---

[1] نہایۃ الارب ورامارِی صفحہ ۴۴۲ [2] جب خانوادہ کلبیہ افریقیہ پہنچا، تو المعز نے احمد کو افریقیہ کے پورے بحری بیڑون کا افسر اعلی مقرر کیا، اور اسوقت مصر وشام مین جو پیشقدمی جاری تھی، اسکی نگرانی اوسی کے سپرد کی، لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے،

ولما ولی احمد بن حسن قام بامور صقلیہ خیر قیام و والی الجہاد ثم استدعاہ المعز محمد لما وصل الی تملک البلاد المصریۃ والشامیۃ فقدمہ علی جیش فیہ الیحر وکان اسطولا لہ عظیمۃ قد ذکرتہا شعراء ہم (دریا وگاری ۔ نہایۃ الارب ج ا صفحہ ۴۴)

اور جب احمد بن حسن صقلیہ کا والی مقرر ہوا تو اوس نے نظم ونسق اور سلسلہ فتوحات کا بہترین انتظام کیا، پھر المعز نے اوسکو اپنے پاس اوس وقت طلب کیا جب وہ مصر وشام پر حملہ آور ہونے لگا، اور اوسکو بحری لشکر کا افسر اعلی مقرر کیا، چنانچہ اوسکے بڑے نہایت عظیم الشان تھے جن کا[3]

[3] ذکر شعرا نے اپنے قصائد مین کیا ہے،

غلام یعیش کو جو بانیِ دولتِ کلبیہ حسن کا پروردہ تھا، والی مقرر کیا، اور اس طریقہ سے اگرچہ کلبین کو بظاہر صقلیہ سے کوئی تعلق باقی نہین رہا، تاہم اس تقرر سے دولتِ کلبیہ کا انتساب کسی نہ کسی حیثیت سے قائم رہا، اگرچہ جدید والیِ صقلیہ یعیش صقلیہ اور افریقیہ دونون جگہ خود بھی اثر و اقتدار رکھتا تھا، تاہم اوسکی شہرت مولیٰ حسن کے انتساب کے ساتھ قائم تھی، اور عجب کیا کہ اس کا تقرر اسی لئے ہوا ہو، کہ مناسب موقع سے کلبین

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۰) اور اسی طرح ابو الفدار لکھتا ہے کہ المعز نے اوس کو اس اہم خدمت کے لئے عارضی طور پر افریقیہ طلب کیا اور احمد نے یعیش کو (جو اوس کے بعد والی ہوا) اپنی طرف سے اپنا قائم مقام بنایا، ابو الفدار اور لسان الدین ابن الخطیب نے طرمین و رمطہ کے خالی کرانے اور اس سلسلہ مین جو واقعات پیش آئے انکا تذکرہ نہین کیا ہے اسلئے ان واقعات کو ان لوگون نے اس طرز ادا مین بیان کیا ہے،

اسی طرح خانوادۂ کلبیہ کا ایک دوسرا رکن ابو عبد اللہ محمد الکلبی (المولود ۳۱۹ھ ۹۳۱ء) صقلیہ سے افریقیہ آنے کے بعد المعز کے مقربینِ خاص مین شامل ہو گیا، پھر جب المعز مہدیہ سے ترکِ سکونت کر کے مصر پہنچا، اور قاہرہ مین قیام پذیر ہوا تو وہ بھی اوس کے ساتھ قاہرہ پہنچا، مقریزی لکھتا ہے،

وقدم ابو عبد اللہ ھذا الی مصر مع المعز وکان اخص الناس بہ واقربھم (کتاب المقفی مقریزی)	یہ ابو عبد اللہ المعز کی معیت مین مصر پہنچا، یہ اوس کے مخصوص ترین اشخاص اور مقربین مین تھا،

ابو عبد اللہ محمد جب مرض الموت مین مبتلا تھا، تو المعز کو اس سے جو تعلق خاطر تھا، اُسکے تقاضے سے اُسکے مکان پر اسکی عیادت کو آیا کرتا، اور جب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۳۶۳ھ ۹۷۴ء کو وفات پائی، تو تجہیز و تکفین مین خود شریک ہوا، اور شاہانہ تزک و احتشام سے جنازہ اٹھایا، قاضی نعمان بن محمد نے غسل دیا، اور خود المعز نے نمازِ جنازہ پڑھائی پھر خود ہی تابوت کھولا، اور اوس کے بعد اپنے ولیعہد امیر عبد اللہ بن المعز کی استعانت سے لاش کو اپنے ہاتھون سے اٹھا کر تابوت مین رکھا اور قاہرہ کے سکونتی مکان مین دفن کیا،

یہ واقعات ان تعلقات کو اچھی طرح واضح کرتے ہین، جو خاندان بنو فاطمہ اور خانوادۂ کلبیہ کے درمیان قائم تھے اس لئے المعز صرف کسی ایک امر مین عدول حکمی کر دینے سے اس پورے خاندان کو صقلیہ سے جلا وطن ہو جانے پر مجبور نہ کرتا، لیکن سیاسی حکمتِ عملی کا یہی اقتضا تھا کہ فوری طور پر کوئی نمایشی کاروائی اختیار کیجائے، اور چونکہ احمد نے ان شہرون کے برباد کرنے کیلئے اپنے خاص رشتہ دارون ہی کو منتخب کیا تھا، اسلئے پورے خاندان کا سوال سامنے آ گیا تھا، اور اسی لئے صقلیہ سے خانوادۂ کلبیہ کو بلا لینے کا فیصلہ کیا،

کو پھر برسرِ اقتدار کردیا جائے، اور اسی لئے ہم یعیش کو بھی فرمانروایانِ کلبین کے سلسلہ کی ایک کڑی شمار کرتے ہین،

احمد کا زمانۂ حکومت — مورخین احمد کا زمانۂ حکومت سولہ[۱۶] سال نو مہینے لکھتے ہین، جو اوس کے قائم مقامی کے زمانہ کو ملا کر ہوتا ہے[۱]،

یعیش مولی الحسن کلبی فرمانروا صقلیہ (۳)

۳۵۸ھ؁ ۹۶۸ء؁ – ۳۵۹ھ؁ ۹۶۹ء؁

یعیش ۳۵۸ھ؁ ۹۶۸ء؁ مین والی مقرر کیا گیا، باشندگانِ صقلیہ کو قدرۃً اس کا تقرر ناگوار گذرا، وہ احمد اور خانوادۂ کلبیہ کو مستوجبِ سزا نہین سمجھتے تھے،

دار الصناعہ کے مزدورون مین کشت و خون اور بغاوت — عجب اتفاق کہ اسی اثنا مین جزیرہ مین ایک واقعہ پیش آگیا، اور اسی سلسلہ مین یعیش کے خلاف بغاوت پھیل گئی،

بلرم مین جہاز سازی کے لئے ایک دار الصناعۃ قائم تھا، اور اس پر موالی بنی کتامہ کو زیادہ رسوخ حاصل ہو گیا تھا، یہ کارخانہ صقلیہ کے بڑے کارخانون مین تھا، صقلیہ کے جنگی بیڑے اسی مین تیار ہوتے تھے، اس مین زیادہ تر موالی بنو کتامہ کام کرتے تھے، اور چھوٹے بڑے عہدہ دار اور مزدور اکثر انھین مین سے تھے، یعیش نے برسرِ حکومت آنے کے بعد اس کے کاریگرون مین موالی بنی کتامہ کے علاوہ صقلیہ کے مختلف اسلامی قبائل کے کاریگر بھرتی کر دئے، اور کارخانہ کے اندرونی سیاسیات مین باہمی کشمکش شروع ہو گئی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۹، ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶، نہایۃ الارب درا ماری ص ۴۴۱، و اعمال الاعلام دریادگاری ج ۱ ص ۴۷۷، اعمال الاعلام مین احمد کے افریقیہ کی روانگی کی تاریخ اواخر ماہ شوال ۳۵۹ھ؁ ہے، ممکن ہے مہینہ کی تعیین صحیح ہو مگر یہ سنہ ابن اثیر نویری اور ابو الفداء وغیرہ کی روایت سے مختلف ہے اور واقعات کی ترتیب سے انھی روایتون یعنی ۳۵۸ھ؁ کی تائید ہوتی ہے،

بغاوت | یہ واقعہ کوئی ایسا اہم نہ تھا کہ اس کا اثر سارے جزیرہ مین پھیل جاتا، اور اوسکی وجہ سے ایک عام کشت وخون کی نوبت آجاتی، لیکن جزیرہ مین یعیش کے خلاف جو فضا پہلے سے موجود تھی، اس سے اوسکو مدد ملی، اور اسکی لہر کارخانہ سے نکل کر سارے جزیرہ مین پھیل گئی، ابتداءً کارخانہ کے اندر موالی بنی کنامہ اور دوسرے قبیلون کے کاریگرون مین کشت وخون ہوا، اس کا اثر شہر بلرم پر پڑا، پھر موالی جہان جہان آباد تھے، یہ فتنہ ان مقامات تک پہنچا، اور سرقوسہ وغیرہ مین بدامنی پھیل گئی، اور وہان اور اس کے مضافات مین موالی کی ایک کثیر تعداد قتل کی گئی،

یعیش نے ابتداءً معاملات کے سُدھارنے کی کوشش کی، اور فریقین مین مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی لیکن اوسکو کامیابی نہین ہوئی، اسی اثنا مین وہ جماعت بھی اوٹھ کھڑی ہوئی، جو ملک مین یعیش کے خلاف ہنگامہ آرائی چاہتی تھی، چنانچہ ملک مین ہر طرف ہنگامۂ وشورش برپا ہوگئی، شورش پسندون نے اپنا سارا غصہ ان عیسائیون پر اوتارا، جو صقلیہ مین جابجا آباد تھے، کیونکہ اُن کے خیال مین المعز نے انھی کی دوستی مین خاندان کلبیہ کو یہان سے جلاوطن کیا تھا،

احمد کا دوبارہ تقرر | جب المعز کو ان حالات کی خبر ہوئی، تو اوس نے اس کے تدارک کے لئے باشندگان صقلیہ کا مطالبہ منظور کیا، اور یعیش کو معزول کر کے احمد کے تقرر کا دوبارہ اعلان کر دیا،

احمد بن حسن کلبی والی صقلیہ (۴)

۳۵۹ھ
۹۶۹ء

احمد کی نیابت | احمد دوسری مرتبہ صقلیہ کی ولایت پر سرفراز کیا گیا، اس واقعہ سے صقلیہ مین دولت کلبیہ کی بنیاد اور زیادہ مستحکم ہوگئی، احمد کا یہ دوبارہ تقرر اسکی عدم موجودگی مین عمل مین آیا تھا، وہ اس وقت اپنے سابق عہدۂ امارت البحر پر سرفراز تھا، اور مصر کی مہم مین گیا ہوا تھا، اس لئے المعز نے اوس کے بھائی ابوالقاسم کو اس کا قائم مقام

بنا کر صقلیہ بھیج دیا،

ابو القاسم احمد کے قائم مقام کی حیثیت سے ۱۵ شعبان ۳۵۹ھ ۹۶۹ء کو صقلیہ پہنچا، باشندگان صقلیہ نے احمد کے تقرر اور ابو القاسم کی اس قائم مقامی کو دل سے پسند کیا، ملک مین ہر طرف آپ سے آپ امن وامان قائم ہو گیا،[1]

احمد کی وفات ابو القاسم کا تقرر،

ابو القاسم چند ماہ تک احمد کی طرف سے نیابۃً فرائض امارت انجام دیتا رہا، لیکن مسلمانان صقلیہ کی بد قسمتی سے احمد کا وہ سفر سفر آخرت ثابت ہوا، اور وہ طرابلس الشام کے ساحل پر کسی مرض مین مبتلا ہوا، اور اواخر ۳۵۹ھ ۹۶۹ء مین اوس نے وفات پائی، اور اوسکی وفات کے بعد ابو القاسم کے نام اوائل ۳۶۰ھ ۹۷۰ء مین مستقل فرمان تقرر موصول ہوا،

ابو القاسم بن حسن کلبی فرمانروا صقلیہ (۵)

۳۶۰ھ ۹۷۰ء - ۳۷۲ھ ۹۸۲ء

المعز نے احمد کی وفات پر اولاً ابو القاسم کو تعزیت بھیجی، اور ایک فرمان تقرر بھیج کر اوس کو صقلیہ کا مستقل والی بنایا، یہ فرمان ماہ محرم ۳۶۰ھ ۹۷۰ء مین صقلیہ پہنچا،[2]

دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال

ابو القاسم کلبیین مین وہ خوش قسمت فرمانروا ہے، جس کے عہد مین دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۹، ۴۵۲، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۳، ابو الفداء ج ۲ ص ۹۷، اعمال الاعلام در یاد گاری ج ۲ ص ۴۷۰، مین نے بقرائن نہایۃ الارب کے بیان کو لیا ہے، ورنہ اعمال الاعلام مین احمد کی تاریخ وفات یوم پنجشنبہ ۲۸ ر ذی الحجہ ۳۶۰ھ ہے اور ابو القاسم کے جدید فرمان تقرر کے آنے کی تاریخ اواخر ماہ رجب ۳۶۰ھ ہی، تا ہم اس کی تصحیح کے ساتھ تاریخ وفات صحیح ہے،

باضابطہ تسلیم کیا گیا، جو دولت فاطمیہ کے پایۂ تخت کے افریقیہ سے مصر منتقل ہو جانے کا ایک نتیجہ تھا،

خلافت عباسیہ اور دولت فاطمیہ افریقیہ مین اسی وقت سے آویزش شروع ہو گئی تھی جب وہ تاسیس حکومت کے لئے افریقیہ آرہے تھے، یہان تک کہ چوتھی صدی کے وسط مین حکومت عباسیہ عالم نزع مین آگئی، اور ان کی حلیف حکومت اخشیدیہ مصر بھی دم توڑ رہی تھی، چنانچہ ۳۵۶ھ ۹۶۶ء مین معز الدولہ جو خلیفہ عباسی پر حاوی ہو چکا تھا، انتقال کر گیا، اور اوس کے انتقال کے بعد اوس کے لڑکے بختیار اور اوس کے چچازاد بھائی عضد الدولہ مین باہمی رقابت پیدا ہوئی، اور کارکنان دولت عباسیہ اپنے انھی مناقشون مین الجھے رہے، اور دولت عباسیہ کے ممالک محروسہ اور ان کی حلیف سلطنتون مین اختلال پیدا ہوا، خصوصاً مصر کے والی کافور اخشیدی کے انتقال کے بعد مصر مین عام اضطراب پیدا ہوا، اور ملک کو قحط کے مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا،

عباسیہ کی حریف سلطنت دولت فاطمیہ کے فرمانروا المعز نے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور ایک فوجی افسر جوہر کی سرکردگی مین جو سرزمین صقلیہ ہی کا ایک فرزند تھا، مصر پر چڑھائی کر دی، اور ۱۵ شعبان ۳۵۸ھ ۹۶۹ء کو مصر پر قابض ہو گیا، اور پھر اوس نے سال کے اختتام سے پہلے پہلے شام کا مطلع بھی صاف کر لیا، اور مصر و شام پر فاطمی پرچم لہرانے لگے،

ان فتوحات کے بعد المعز نے جوہر صقلی کے اصرار سے افریقیہ سے منتقل ہو کر مصر کے جدید تعمیر شدہ شہر القاہرہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا، جسکی تعمیر جوہر کی سرکردگی مین ۳۶۱ھ ۹۷۱ء تک انجام پا گئی تھی،

چنانچہ المعز ۳۶۱ھ ۹۷۱ء مین اپنے لاؤ لشکر اور خدم وحشم کے ساتھ افریقیہ سے روانہ ہوا، پہلی منزل سردانیہ مین قرار پائی، اور یہان تین چار مہینے مقیم رہ کر مغربی ممالک کے صوبون کا انتظام کیا، اس جدید نظم مین افریقیہ کی ولایت کو یوسف بن بلکین بن زیری بن مناد صنہاجی کے سپرد کیا، جس نے افریقیہ مین آیندہ چلکر دولت صنہاجیہ

۱ ابن اثیر ج ۸ ص ۴۲۵، ص ۴۲۹، ص ۴۳۵،

قائم کی لیکن افریقیہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس الغرب وغیرہ کو الگ کر لیا، اور ان مین سے صقلیہ کو افریقیہ کے ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کر کے اوسکو مستقل طور پر آل حسن یعنی کلبین کے سپرد کر دیا اور ابوالقاسم کو اپنی نگرانی مین صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا،

کلبین اگرچہ عملاً پہلے ہی سے یہان کے خود مختار والی تھے تاہم اب ضابطہ کے ساتھ یہ خانوادہ یہان کا شاہی خاندان تسلیم کیا گیا، اور یہان اون کی ویسی ہی متوارث حکومت قائم ہو گئی جیسی کسی زمانہ مین اغالبہ کی افریقیہ مین قائم تھی، چنانچہ اغالبہ کی طرح ان کا بھی صقلیہ مین سکہ و خطبہ جاری ہو گیا، اور فاطمیین سے اون کو اوسی قسم کا ایک برائے نام تعلق قائم رہا، جیسے اغالبہ کا عباسیہ سے تعلق قائم تھا،

اس کے بعد المعز مصر دانیہ سے جدید دارالسلطنت قاہرہ مصر پہنچا، اور اب جزیرہ صقلیہ کے مرکزی حکومت سے جو روابط تھے وہ افریقیہ کے بجائے مصر سے وابستہ ہو گئے [۵۱]

المعز کی وفات اور اس کی جانشینی

درودِ مصر کے چند سال کے بعد المعز نے ۱۱ ربیع الآخر ۳۶۵ھ ۹۷۵ء کو قاہرہ مین ۴۵ سال کی عمر مین وفات پائی، کل مدتِ خلافت ۲۳ سال، ۱۰ مہینے ہوئی، المعز نہایت نیک سیرت حلیم طبع اور اہل علم کا قدر دان اور خود ماہرِ علم و فن تھا، یہ فاطمیین مین سب سے زیادہ خوش قسمت فرمانروا گذرا ہے، حدودِ مملکت مین دیارِ مغرب کے علاوہ مصر و شام حرمین شریفین، اور بعض حصص عراق داخل تھے، اس کے بعد اس کا لڑکا نزار تخت خلافت پر العزیز باللہ کے لقب سے سرفراز ہوا، [۵۲]

العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معد خلیفہ فاطمی

۳۶۵ھ ۹۷۵ء - ۳۸۶ھ ۹۹۶ء

العزیز ۱۴ محرم ۳۴۴ھ ۹۵۵ء کو افریقیہ پیدا ہوا، ۲۱ سال کی عمر مین تخت خلافت پر بیٹھا، سپہ سالاری کے عہد

---

۵۱ ابن اثیر ج ۸ صـ ۴۵۶، وابن خلدون ج ۴ صـ ۳۰۷ و ۳۴۹، ابوالفداء ج ۲ صـ ۱۱۲، ۵۲ خطط مصر مقریزی ج ۲ صـ ۱۶۷،

پر جوہر صقلی کو سرفراز کیا، اور وزارت عظمیٰ کا قلمدان یعقوب بن کلس کے سپرد کیا،

اب فرمانروایان صقلیہ استقلال تام رکھتے تھے اس لئے خلافت مصر مین تبدیلی کی وجہ سے ابوالقاسم کیلئے ولایت صقلیہ کے فرمان کی تجدید کی ضرورت نہین تھی،

اٹلی کا حملہ صقلیہ پر اور صقلیہ کی جوابی پیشقدمی اٹلی پر

ابوالقاسم ایک امن پسند فرمانروا تھا، مدت تک سکون واطمینان سے حکومت کرتا رہا یہان تک کہ المعز کا عہد کامل امن وامان سے گذر گیا، لیکن اوسکی امن پسندی جنگ وجدل اور کشت وخون کو روکنے مین زیادہ دنون تک کامیاب نہ ہوسکی، کیونکہ روما پر شاہ جرمنی اوتھو اعظم کے برسر اقتدار ہوجانے سے عیسوی دنیا مین نئی جان پڑگئی تھی، اوس کے انتقال کے بعد جب سنہ ۹۷۳ء مین اوس کا لڑکا اوتھو دوم (۳۴۴ھ ۹۵۵ء - ۳۷۲ھ ۹۸۲ء) کے لقب سے شہنشاہ ہوا، تو مذہب عیسوی کی خدمت کی ذمہ داری اوس کے ہاتھ مین آگئی، اور اوس نے نئے جوش خروش سے کلیسا کی خدمت شروع کی،

چنانچہ عرب مورخین کے بیان کے روسے ۳۶۵ھ ۹۷۵ء مین اٹلی سے ایک عظیم الشان مسیحی لشکر صقلیہ پر حملہ آوری کیلیے مسینا پہنچا، مجاہدین صقلیہ نے بھی مدت سے شوق جہاد کو پورا نہین کیا تھا، فرمانروائے صقلیہ ابوالقاسم نے جہاد کا اعلان کیا، اور مسلمان جوق در جوق جہاد کی شرکت کے لئے فوج مین داخل ہوگئے جن مین ایک کثیر تعداد علما وصالحین امت کی بھی تھی،

مجاہدین کا یہ مقدس لشکر مبارک ماہ رمضان مین مسینا پہنچا، مگر عیسائی مسلمانون کی تیاریون کی خبر سنکر آبنائے مسینا عبور کرکے اٹلی فرار ہوگئے،

جب ابوالقاسم مسینا پہنچا تو میدان خالی تھا، مسینا کے عیسائیون نے اٹلی کے عیسائیون کی امداد کی تھی، اونھین سرزنش کی اور پھر اٹلی روانہ ہوگیا، اور یہان کسنتہ کا محاصرہ کیا، چند دن محاصرہ مین گذرے تھے کہ اہل شہر طالب امان ہوئے اور زر نقد کی ادائی پر صلح ہوگئی اور ابوالقاسم یہان سے ایک دوسری قلعہ جلوا[۱]

---

[۱] بعض مورخین نے "خلوی" لکھا ہے،

اور چند دیگر مقامات پر پہنچا، اور یہان بھی اسی طرح کامیابی حاصل ہوئی،

اس کے بعد ابو القاسم نے لشکر کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا، اور دوسرے حصہ کو اپنے بھائی قاسم کے سپرد کیا، جو جنگی جہازون پر سوار ہو کر قلوریہ روانہ ہوا، اور ایک ساحلی شہر بربولہ[۵۱] پہنچا، اور لشکر کو قلوریہ مین جابجا پھیلا دیا جو تاخت و تاراج کرتا رہا، عیسائیون سے مختلف لڑائیان ہوئین جنمین بہت سے عیسائی کام آئے، اور کچھ گرفتار کئے گئے، اور غلام بنائے گئے، اور کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور کچھ دنون کے بعد ابو القاسم لشکر کو لے کر بلرم چلا آیا،[۵۲]

رمطہ کی دوبارہ تعمیر فوجی نقل و حرکت کے اس آغاز کے بعد ابو القاسم کو رمطہ کی تعمیر کا دوبارہ خیال پیدا ہوا، کیونکہ صوبہ مسینا مین ایسا کوئی مستحکم شہر نہ تھا جہان فوجی چھاؤنی قائم کیجاتی، مسینا کے باشندون سے جزیرہ پر صلح تھی اور اب اٹلی کی گذشتہ تاخت سے عیسائیون کے حملہ کا ہر وقت اندیشہ ہو گیا تھا، اس لئے ابو القاسم نے رمطہ کو نئے سرے تعمیر کرنا شروع کیا، تاکہ اس سے صقلیہ کے شمالی ساحل کی نگرانی کا کام لیا جاسکے، رمطہ کی تعمیر کا سال نویری کے بیان کے رو سے ۳۶۵ھ ۹۷۵ء اور ابن اثیر کے بیان کے رو سے ۳۶۶ھ ۹۷۶ء ہے، غالباً تعمیر کا آغاز ۳۶۵ھ مین ہوا ہو، اور ۳۶۶ھ ۹۷۷ء مین وہ اختتام کو پہنچا، پھر ابو القاسم نے شہر کی تعمیر کے بعد اپنے موالی مین سے ایک آزمودہ کار افسر کی سرکردگی مین یہان ایک فوج متعین کر دی،[۵۳]

مہم مناخ البقر اس کے بعد ابو القاسم ۳۶۶ھ ۹۷۷ء مین دوبارہ اٹلی روانہ ہوا، اور قلوریہ پہنچا، یہ لشکر اہتمام سے روانہ ہوا تھا، وافر سامان رسد ساتھ تھا، ابرجہ (BRAGIA) مین پہلی منزل ہوئی، یہان ابو القاسم کو خیال ہوا کہ سامان رسد ضرورت سے زیادہ ہے، اور اوس کے نقل و حمل سے فوج کی نقل و حرکت مین دیر ہوتی ہے، اس لئے

---

۵۱ ابن اثیر مین شہر کا یہی نام ہے، ادریسی کے نقشہ مین ایک شہر کا نام (Bova) ہے، عجب کیا کہ یہی شہر ہو ورنہ ترمولہ (Termoli) کے بجائے بربولہ چھپ گیا ہو مگر ترمولہ صوبہ انکبردہ مین واقع تھا، ۵۲ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۴۹ و ابو الفدا ج ۲ صفحہ ۱۱۶ و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ صفحہ ۲۷۴ سوانح اوتھو دوم طبع یازدہم ۵۳ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۴۹ و نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۲

اوس نے لشکر مین منادی کرادی کہ جس قدر گائین اور بکریان ساتھ ہین، وہ کھالی جائین اور جو اوس سے بھی بچ جائین، وہ منتشر کردی جائین، چنانچہ ایر چہ ہین گائین اور بکریان ذبح کی گئین اور جو باقی بچ گئین، انھین اٹلی کے میدان مین منتشر کردیا گیا، اور پھر فوج کو کوچ کا حکم دے دیا گیا، لوگون نے اسی مناسبت سے ابو القاسم کی ۳۶۶ھ کی اس مہم کو مناخ البقر (مویشیون کی چراگاہ) کے نام سے موسوم کیا ہے۔[۱]

پھر ابو القاسم نے شنت اغاثہ (San Agata) کا محاصرہ کیا، اہل قلعہ تاب مقاومت نہ لا سکے، اور قلعہ کو مع مال و متاع مسلمانون کے سپرد کردیا، اور یہ اس مہم کی پہلی کامیابی تھی،

ٹارنٹو کی بربادی — اُس کے بعد اسلامی لشکر ٹارنٹو پہنچا، اہل شہر مسلمانون کے ساتھ بار بار بدعہدی سے پیش آچکے تھے، اس لئے ان لوگون نے خوفزدہ ہوکر یہ دلچسپ حرکت کی کہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر شہر کے دروازے اندر سے بند کردئے، اور پھر فصیل پر چڑھ کر پوشیدہ طور پر شہر کو خالی کردیا، ابو القاسم کو اسکی کسی طرح خبر لگ گئی، اوس نے بھی فصیل پر سیڑھیان لگا کر چند سپاہیون کو شہر مین پہنچایا، جنھون نے شہر کے دروازے کھول دئے اور مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، پھر ابو القاسم نے فصیل کو مسمار کردینے کا حکم دیا، اور شہر مین جو کچھ مال و متاع باقی رہ گیا تھا، اوس پر قبضہ کرلیا، اور پھر شہر مین آگ لگادی،

فتوحات — اس کے بعد ابو القاسم نے فوج کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ کو شہر اذرنت اور اس کے اطراف مین تاخت و تاراج کرنے کیلئے روانہ کیا، اور خود اوس نے ایک شہر غزنیلیہ[۲] (Cerignola) کا محاصرہ کیا، یہان مسلمانون اور عیسائیون مین مقابلہ ہوا، اور آخر زر نقد کی ادائی پر صلح ہوئی، اور اوس کے بعد پوری فوج

---

۱ ابو الفداء، ج ۲ ص ۹۷، ۲ ابن اثیر مین "غرسلہ" بغیر نقطون کے ہے، ہمارے خیال مین اس سے مراد غزنیلیہ ہی جو صوبہ انجبردہ مین واقع تھا اور جو نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۸۴ مین مذکور ہے، ادریسی کے مختلف نسخون مین بھی اختلاف ہے، ہم نے اوس کے یورپین تلفظ کے لحاظ سے یہ اختیار کیا ہے، اور یہی ادریسی کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اختیار کیا گیا ہے۔

بلرم واپس آگئی۔[۱]

اوتھو دوم کا حملہ اسلامی نوآبادی پر

مسلمانون کے یہ حملے شہنشاہ اوتھو دوم کی گذشتہ پیشقدمی کے جواب مین تھے، اس لئے اوسے قدرۃً ان حملون کا جواب دینا تھا، اتفاق سے وہ انھی دنون اٹلی کی بعض سیاسی گتھیان سلجھا رہا تھا، چنانچہ بینیڈکٹ ہفتم (Benedict VII) کو پوپ کی مسند پر دوبارہ بٹھایا، اور اس موقع پر اوس نے مغربی یورپ کے تمام حصون سے شاہزادون اور امراء کو جمع کرکے ایک دربار منعقد کیا، اور پھر عربون کے ان حملون کے سدباب کا سوال پیش آیا کہ اٹلی کی سرزمین کو عربون سے خالی کرایا جائے،

سقوط ملیطہ

چنانچہ اوس نے ماہ ستمبر ۹۸۱ء مین صوبہ اپولیا پر پیشقدمی کی اور اوسکو نمایان کامیابی ہوئی[۲]، اور پھر اوس نے ایک اسلامی شہر پر قبضہ کر لیا، عرب مورخین کے بیان کے روسے اوتھو دوم[۳] کو یہ کامیابی ایک اسلامی نوآبادی قلعہ ملیطو[۴] (Matera) پر ہوئی، مسلمانون کو دو لڑائیون مین ناکامی ہوئی، اور قلعہ اون کے ہاتھ سے جاتا رہا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۴۹۱ [۲] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۴۷۳، طبع یازدہم انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان مجمل ہے، نہین کہا جاسکتا کہ عربون پر حملہ آور ہونے کی تحریک مغربی یورپ کے شاہزادون اور امراء کے اوسی اجلاس مین ہوکر باہمی مشورت وتعاون باہمی کے اظہار کے بعد طے پائی، یا اوس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، اگر اسی اجلاس مین طے پائی تو مقالہ نگار نے اوس کو عمداً مجمل رکھا، اور اس انداز مین بیان کیا، کہ حرف گیری کا موقع نہ ہو، [۳] عربی اور یورپین ماخذون مین ان لڑائیون کے جو حالات ہین وہ ایک دوسرے سے مطابق ہین، نہ زمانہ اور سنہ مین اختلاف ہے اور نہ اون کے آغاز وانجام کے بیانات مین، جو کچھ اختلاف ہے وہ یہی حملہ آور عیسائی فرمانروا کے نام مین ہے، عرب مورخین اس کا نام "بردویل" لکھتے ہین، اور یورپین ماخذون مین یہ واقعات اوتھو دوم کے نام لکھے ہین، بردویل اور اوتھو مین کوئی مطابقت سمجھ مین نہین آتی، ایک شبہہ ہوتا ہے اور شاید یہی صحیح ہو، کہ "بردویل" "بینیڈکٹ" کا معرب ہے، بینیڈکٹ ہفتم رومی کلیسا کا پوپ اور سلطنت کلیسا کا فرمانروا تھا، اور اوتھو دوم سلطنت کلیسا کا شہنشاہ، اور اوتھو کی اٹلی مین تمام سرگرمیان کلیسا کے زیر اہتمام جاری تھین، اسلئے یہ کچھ مستبعد نہین کہ عرب مورخین نے اوتھو کی سرگرمیون کو بینیڈکٹ کی جانب منسوب کردیا ہو، اسلئے ہم بردویل کے بجائے اوتھو دوم کے نام کو متن مین درج کرتے ہین،

[۴] اس کے نام مین کتابون کے مختلف نسخون مین اختلاف ہے، ابن خلدون مین "رمطہ" ہے لیکن یہ بہرصورت نسخہ کی غلطی ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ پیش نظر نسخہ کی متن مین "ملطہ" ہے، یہ بھی صحیح نہین کہ عربی مین جزیرہ مالٹا کو ملطہ لکھتے ہین، اور مالٹا پر اس عہد مین

صقلیہ کا جوابی حملہ اٹلی پر

جب ملیطو کے سقوط کی خبر صقلیہ پہنچی تو ابو القاسم ماہ ذیقعدہ ۳۷۱ھ ۹۸۲ء مین ملیطو کو آگذار کرانے کے لئے اٹلی روانہ ہوا لیکن عجب اتفاق کہ جب منزل مقصود کو صرف ایک مرحلہ باقی رہ گیا، تو اسکی طبیعت پر افسردگی طاری ہوئی، اور مقابلہ کا ارادہ فسخ کر دیا، اور فوج کے بڑے افسرون کو بلا کر کہا کہ مین یہان سے لوٹ جانا چاہتا ہون آپ لوگ میری مخالفت نہ کرین، ہم اس تنگ مقام کو چھوڑ کر کسی وسیع مقام پر دشمنون کا مقابلہ کرین گے،،

چنانچہ اس فیصلہ کے بعد جنگی بیڑون کا رُخ پھیر دیا، مگر اتفاق سے وہین کسی طرف سمندر مین عیسائیون کے چند جہاز چکر کاٹ رہے تھے، اونھون نے مسلمانون کی یہ بد حوصلگی دیکھ لی، اور اوتھو کے پاس قاصد بھیجے کہ مسلمانون نے اوس سے مرعوب ہو کر جنگ کا ارادہ فسخ کر دیا، اور واپس لوٹ گئے، اون کا تعاقب کیا کرے کامیابی یقینی ہے،

اوتھو دوم یہ سنتے ہی فوج لیکر روانہ ہوا، اور ۱۵ دن کے سفر کے بعد ۲۰ محرم ۳۷۲ھ مطابق ماہ جولائی ۹۸۲ء کو اسلامی لشکر سے دوچار ہوا،

سرزمین اٹلی مین مقام اسٹیلو (STILO) کے پاس دونون فوجون کا مقابلہ ہوا مسلمان پہلے سے افسردہ خاطر تھے، اوتھو نے اپنے پہلے ہی حملہ مین مسلمانون کی صفین درہم برہم کر دین، پھر کچھ دیر کے بعد مسلمانون نے از سر نو مقابلہ کیا، دونون طرف کے بہادرون نے داد شجاعت دی اور دونون طرف کے مرد میدان سپاہی کٹ کٹ کر میدان مین گرنے لگے، فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا،

امیر ابو القاسم کی شہادت

اسی اثنا مین عیسائیون کا ایک دستہ ابو القاسم کے حلقہ کی طرف بڑھا، جو اپنے جان نثار غلامون کے محافظ دستہ کی حفاظت مین سمندر کے کنارے گھوڑے پر سوار تھا، عیسائی فوج کے اوس دستے نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰) عیسائیون کا کوئی حملہ نہین ہوا، ابن اثیر کے دوسرے نسخہ مین جس کے اختلافات حاشیہ پر درج ہین، ملطیہ ہی ہے ہمارے خیال مین یہی لفظ صحیح ہے، ملطیہ دراصل وہی قلعہ ہے جسکو اوریسی نے ملیطو لکھا ہے۔

اس جماعت پر حملہ کیا، ابوالقاسم کا دستہ مختصر تھا، عیسائیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور آزمودہ کار مجاہدین کام آنے لگے، اتفاق وقت اسی حملہ مین ایک عیسائی سپاہی کسی طرح ابوالقاسم تک پہنچ گیا، اور اس کی پیشانی پر تاک کر ایک ایسا نیزہ مارا کہ اوس کا سر پھٹ گیا، اور گھوڑے سے گرتے ہی دم توڑ دیا،

مسلمانون کی فتح اوتھو دوم پر

ابوالقاسم کی یہ شہادت واقعہ کے لحاظ سے نہایت اہم تھی، لیکن خوش قسمتی سے ابوالقاسم کی شخصیت مستور رہی، نہ مسلمانون کو خبر ہوئی، کہ وہ اپنی ایسی گرانمایہ دولت کھو چکے ہین، اور نہ عیسائیون کو پتہ چلا کہ وہ اصل میدان جیت چکے ہین[1] اسلئے لڑائی کا سلسلہ بدستور قائم رہا،

اس واقعہ کے تھوڑی دیر کے بعد مسلمانون نے تازہ دم ہو کر پھر ایک سخت حملہ کیا، عیسائیون نے بھی ترکی بترکی جواب دیا، لیکن اس مرتبہ وہ زیادہ ثابت قدم نہ رہ سکے، اور پسپا ہونے لگے، مسلمانون نے یہ دیکھ کر حملہ اور زیادہ سخت کر دیا، اور عیسائیون مین ایک عام بھگدڑ مچ گئی، مسلمان پیچھا کر کے قتل کرتے رہے،

اوتھو دوم کا فرار

تعاقب کا سلسلہ رات تک جاری رہا، اتفاق سے مفرورین مین خود اوتھو، ایک گھوڑے پر بھاگتا ہوا نظر آیا، مسلمانون نے اس کا پیچھا کیا، اور اس کے گھوڑے تک پہنچ گئے، وہ بھاگتا جاتا، اور حملون کا جواب دیتا جاتا، یہان تک کہ اوس کے گھوڑے نے جواب دے دیا، وہ خود بھی زخمون سے چور ہو چکا تھا، اور قریب تھا کہ مسلمان اسی میدان مین اس کا کام تمام کر دین مگر ایک یہودی کی جان نثاری کام آگئی، وہ اس کے مقربین مین تھا، اوس نے اپنا گھوڑا، اوس کے سپرد کیا، اور کہا "میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، اگر مین مارا جاؤن تو میرے بال بچے تمھارے سپرد ہین"، اوتھو اوسی گھوڑے پر سوار ہو کر آنا فانا نظرون سے اوجھل ہو گیا، اور وہ یہودی جان سے مارا گیا،

اوتھو فرار ہو کر اپنے خیمہ مین پہنچا، یہان اوس کے اہل وعیال اور چند اسباب موجود تھے اونھین ساتھ لیا، اور ایک تیز رو جہاز پر یہان سے چھپ کر روسانو (...) روانہ ہو گیا، عرب مورخین

---

[1] عیسائی مورخین کو اب تک اسکی خبر نہین چنانچہ انسائیکلوپیڈیا وغیرہ کے مقالہ نگار اور مورخین اس کا تذکرہ نہین کرتے،

اسکی روائیگی روما کو لکھتے ہین،

اوتھو دوم کی موت اس کے بعد عرب مورخین کا بیان ہے، کہ اوتھو کو اس جنگ مین ایسے کاری زخم لگے تھے کہ وہ جانبر نہ ہوسکا، اور کچھ دنون کے بعد انتقال کرگیا، اور دوسری طرف یورپین مورخین مین ان کو اس کا اعتراف ہے کہ اوسکی موت طبعی نہین ہوئی "صدمات" سے انتقال ہوا لیکن ان "صدمات" کا تعلق عربون کی اس جنگ سے نہین، بلکہ اوتھو جرمنی کی مشرقی سرحد پر عام بغاوت کی خبر سنکر، دسمبر ۹۸۳ء کو روما مین صدمہ سے انتقال کرگیا۔[۱]

انسائیکلوپیڈیا مین اوتھو کی شکست کی غلط توجیہ اس جنگ کے صرف آخری حملہ مین چار ہزار عیسائی مقتول اور بہت سے بطارقہ گرفتار ہوئے، اور اٹلی اور جرمنی کی سلطنتون پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوا لیکن یورپ مورخین اوتھو دوم کی اس ذلت آمیز شکست کی پردہ پوشی کے لئے اس کے بعض دوراز کار اسباب بیان کرتے ہین چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین اوتھو دوم کے سوانح نگار نے اس شکست کو ہلکا کرنے کیلئے اوس کو اس رنگ مین پیش کیا ہے:-

"اور پھر اوس سے اٹلی کی سرزمین پر عرب حملہ آورون کو سزا دینے کی تحریک کیگئی، اور دسمبر ۹۸۱ء مین اوس نے اپولیا مین کوچ کیا، جہان اوسکو اولاً ایک لائق التفات کامیابی حاصل ہوئی،

لیکن عرب اور مشرقی سلطنت (بیزنطی حکومت) کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا، اور مشرقی سلطنت اس سے مشتعل ہوئی کہ اوتھو نے اپولیا پر حملہ کیا تھا، اور اس صلح نامہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوتھو کی فوجون کو سٹیلو کے قریب ماہ جولائی ۹۸۲ء مین ایک سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی"

حکومت بیزنطی کا اپولیا کے حملہ پر مشتعل ہوجانا ایک امر آخر ہے لیکن حکومت بیزنطی اور عربون مین جو صلح ہوئی تھی، اس کی روداد اس سے پیشتر گذر چکی ہے، یہ کس درجہ حیرت انگیز امر ہے کہ ایک معاہدہ صلح

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج۲۰ ص۳۵۳ (سوانح اوتھو دوم) طبع یازدہم۔

کے وقوع کو کامل پندرہ برس پیچھے محض اسلئے ہٹا دیا جائے کہ اس سے یورپ کے ایک شہنشاہ کی شکست کا جرم ہلکا ہوتا ہے، وہ معاذ عرب مورخین کے متفقہ بیان کے رو سے اوتھو دوم کی تخت نشینی سے کامل سات برس پہلے اوتھو اول کی زندگی مین ہوا تھا، چہ جائیکہ اوس کا وقوع ۱ے۳ھ ۹۸۱ء کے حملۂ ابولیاکے بعد محض اسی حملۂ ابولیا کے باعث تصور کیا جائے، اور اسکو صرف عرب مورخین ۳۵۶ھ مین لکھتے ہین، جسکے مطابق ۹۶۶ء ہوتا ہے، بلکہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی ایک دوسری جلد مین نقفور (فوکس) کا سوانح نگار اس حقیقت کو بیان کرچکا ہے، اور انسائیکلوپیڈیا کے اوراق کی تردید انسائیکلوپیڈیا ہی کے اوراق سے ہوتی ہے، نقفور فوکس کے سوانح نگار کا وہ بیان یہ ہے:۔

"لیکن بری و بحری دونوں شکستون سے مجبور ہو کر اوسی (نقفور کو) اُس جزیرہ کو چھوڑ دینا پڑا، ۹۶۶ء مین اوسنے قیروان کے ترقین (مسلمانون) سے صلح کی، اور اوتھو اول سے اپنے کو محفوظ کرنے کی طرف متوجہ ہوا، جو دونون (حکومت بزنطی و حکومت افریقیہ) کا دشمن تھا"۔

فرمانروایان یورپ کی کانفرنس عربون کے خلاف

بہرحال اس شکست کا جرمنی اور اٹلی کی سلطنتون پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ اٹلی اور جرمنی کے شاہزادون کی ایک دوسری کانفرنس ویرونا مین منعقد ہوئی، اور اس مین اُن مختلف سلطنتون کے فرمانرواؤن نے عربون کو تباہ و برباد کرنے اور اونکو اٹلی سے خارج کر دینے کا ایک نیا عہد و پیمان کیا، جسکے نتیجے بعد مین ظہور پذیر ہونگے

مجاہدین کی مراجعت اور ابوالقاسم کی جانشینی

سلسلۂ بیان کے لحاظ سے صقلیہ کا اسلامی لشکر ابھی اٹلی کے میدان جنگ مین ہے، وہان جنگ کے خاتمہ کے بعد مسلمانون کو ابوالقاسم کی شہادت کی خبر ملی، اور فوج مین کہرام مچ گیا، ابوالقاسم کا لڑکا جابر فوج مین موجود تھا، اوسی نے باپ کی جانشینی کی، اور بہ عجلت صقلیہ کی واپسی کا اہتمام کیا، مسلمانون نے مال غنیمت جمع کرنا چاہا، اور کچھ جمع بھی کر لیا، مگر جابر نے اس قدر جلدی مچائی کہ مال غنیمت جمع کرنے سے روک دیا، اور لڑائی کا بہت کچھ ساز و سامان میدان مین پڑا رہ گیا، اور جابر اپنی فوج لیکر با دیدۂ پرنم صقلیہ چلا آیا، اور یہین تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کرکے صقلیہ کی خاک کے سپرد کر دیا

ابوالقاسم کا عہدِ حکومت و عادات و خصائل

ابوالقاسم کی حکومت کا زمانہ بارہ سال پانچ مہینے اور پانچ دن ہے، مورخین کا بیان ہے کہ وہ ایک نیک سیرت حلیم، بردبار، عادل، منصف، اور امن پسند فرمانروا تھا، حکومت

کے فرائض سعی و جانفشانی سے ادا کرتا، اور اگرچہ امن پسند تھا، لیکن جب اوسکو چھیڑ دیا جاتا، تو لڑائیون مین بھی سرگرمی سے حصہ لیتا، اور لڑائیون مین خود شریک ہوتا، آخری مہم مین موت سے ہمکنار ہونا تھا، شاید اسی لئے بشریت غالب آئی، اور از خود دل پر ایسے اثرات طاری ہوئے کہ واپسی کا فیصلہ کر بیٹھا اور اسلئے بعض مورخین نے اس واقعہ خاص کو اسکی بزدلی سے تعبیر کیا، لیکن بعض دوسرے مورخین نے اوسکو ایک غلطی پر محمول کیا، ہے۔ ذاتی فضائل مین بھی یگانہ تھا، خود افضل روزگار مین تھا اور اس لئے علما و اہل علم کا نہایت قدردان تھا، داد و دہش اوس کے ممتاز خصائل تھے، وفات کے بعد نہ ایک درہم و دینار چھوڑا، اور نہ اوس کے ورثہ کو جائداد غیر منقولہ کا کوئی ایک چپہ ترکہ مین ملا، اوسکی ذاتی ملکیت جو کچھ تھی، سب کو زندگی ہی مین غربا و مساکین کے لئے وقف کر چکا تھا، اس لئے اوس کی وفات سے صقلیہ کے عام باشندون کو سخت ملال ہوا، اور اپنے انھی اوصاف و خصائل اور جنگ مین شہادت پانے کی وجہ سے شہید کے لقب سے پکارا گیا، اور "ابوالقاسم الشہید" اس کا نام پڑ گیا[۵]،

جابر بن ابوالقاسم کلبی فرمانروائے صقلیہ[۶]

سنہ ۳۷۲ھ - سنہ ۳۷۳ھ
۹۸۲ع - ۹۸۳ع

جابر کی نااہلی اور فرمان تقرر

جابر اٹلی ہی مین اپنے باپ کا جانشین ہو گیا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اوس مین حزم و احتیاط، تدبر و دور اندیشی اور اصابت رائے کا فقدان تھا، وہ ابوالقاسم کا صحیح جانشین ثابت نہین ہوا، اور برسر حکومت ہوتے ہی اس کی کمزوریان آشکارا ہونے لگین، مگر اوس کے باوجود خلیفہ فاطمی العزیز باللہ نے اسکی ولایت کی تصدیق کر دی، اور مصر سے اوسکو فرمان تقرر موصول ہو گیا، جسمین اوس کو اپنے باپ

---

۵ ابن اثیر ج ۹ صفحہ ۱۱، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱، ابوالفدا ج ۲ صفحہ ۵، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۲، اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۴۴۷ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۰ صفحہ ۲۴۷، اسوانح اوتھو دوم ج ۲۵ صفحہ ۳۲ آسلی، و سوانح نکیفورس فوکس ج ۱۹ صفحہ ۶۴۷، و اسٹوری آف دی نیشنس ج ۵۰ ص ۱۶۷ (دی پاپل مائنرکی)

کی جگہ صقلیہ کا فرمانروا تسلیم کیا، چنانچہ اوس کے بعد وہ صقلیہ کے قصرِ شاہی مین جو موجودہ خلیفہ فاطمی العزیز کے نام سے "قصرِ عزیز" کہا جاتا تھا، فروکش ہوا، اور انصرامِ حکومت مین مصروف ہو گیا،[۱]

چند ہی ماہ مین اس کے خلاف عام جذبات پیدا ہوئے خصوصاً فوج مین بغاوت پھیل گئی، اور اس کی کمزوریوں اور بدانتظامیوں کا عام چرچا ہونے لگا، دربارِ مصر مین پے در پے شکایتین پہنچین، اور اسکے معزول کرنے کا مطالبہ ہونے لگا،

عزل و جانشینی — آخر العزیز نے اوس کو معزول کر دیا، اور اوس کے بجائے خانوادۂ کلبیہ مین سے ایک لائق اور تجربہ کار شخص جعفر بن محمد کو نامزد کیا، جو اس وقت مصر مین موجود تھا، جابر کو قدرۃً اپنی معزولی کا رنج ہوا، لیکن اپنی کمزوریوں سے آگاہ تھا، خاموشی سے دستکش ہو گیا، یہ واقعہ اسی سال ۳۷۳ھ ۹۸۳ء مین پیش آیا،

زمانۂ حکومت — جابر کا زمانۂ حکومت صرف ایک سال چند مہینے رہا،

---

[۱] لیکن ابو الفدا کے بیان کے رو سے فرمانِ تقرر موصول نہین ہوا، وہ لکھتا ہے، فولی الامر ابنہ جابر بغیر ولایۃ الخلیفہ یعنی ابو القاسم کے بعد اس کا لڑکا جابر خلیفہ مصر کے فرمان کے بغیر والی ہوا) لیکن دوسری طرف لسان الدین ابن الخطیب اور نویری یہ تصریح لکھتے ہین کہ فرمانِ تقرر موصول ہو چکا تھا، نویری لکھتا ہے، دلی بعدہٗ جابر بن ابی القاسم فاتاہ سجل العزیز باللہ بن المعز لدین اللہ من مصر (اس کے بعد جابر بن ابو القاسم والی ہوا، اوسکو العزیز کی طرف سے مصر سے فرمان پہنچا) ممکن ہے ابو الفدا نے اسلئے لکھا ہو کہ جابر ابتدا مین والی بن گیا تھا، اوس وقت بہرحال تقرر کا کوئی فرمان نہین آ سکتا تھا، اور پھر اوس کے بعد ہی جابر سے کمزوریان ظاہر ہوئین، اور وہ معزول کر دیا گیا، اسلئے گمان ہو سکتا ہے کہ تقرر کا فرمان نہ آیا ہو، لیکن ابو الفدا اور نویری دونون سے قدیم روایت لسان الدین بن الخطیب کی ہے، وہ جس انداز مین اوسکو لکھتا ہے اس سے یہ شبہات بھی آسانی دور ہو جاتے ہین، لکھتا ہے، ولم یکن بجابر حزم ولا رای ولکن وصلہ تقلید نزار ملک العبیدیہ من مصر وسجل لہ علی ملک ابیہ (یعنی جابر مین اگرچہ حزم و اصابتِ رائے کا فقدان تھا، اسکے باوجود اوس کو نزار فرمانروائے عبیدیہ مصر کی طرف سے فرمان آیا، جس نے اسکو اسکے باپ کی جگہ مقرر کیا،)

دیکھو ابو الفدا، ج ۲ ص ۱۹ نہایۃ الارب نویری ورق ۲۴۴ و اعمال الاعلام لسان الدین بن الخطیب دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۰

جعفر بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۷)

۳۷۳ھ - ۳۷۵ھ
۹۸۳ء - ۹۸۵ء

جعفر خانوادۂ کلبیہ کا رکن رکین اور سابق فرمانروا جابر بن القاسم کا چچازاد بھائی تھا، اوس کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن جعفر بن حسن (بانی دولت) بن علی بن ابی الحسین،

جعفر مصر میں شعبۂ وزرات کے کسی جلیل القدر عہدے پر فائز تھا، اور العزیز کو اس پر کامل اعتماد تھا، جس کی وجہ سے حکومت کے معاملات میں دخیل رہتا تھا اسلئے اوسکو مصر چھوڑنا ناگوار گذرا اور یہ تقرر پسند نہ آیا، لیکن مصر میں اس کی روز افزوں ترقی، اور بارگاہِ خلافت میں اس کی پذیرائی و رسوخ مصر کے وزیر اعظم یعقوب بن کلس کو کھٹک رہی تھی، اس لئے وہ موقع کا منتظر تھا، اور کسی مناسب طریقہ سے مصر سے اوس کو علیحدہ کرنا چاہتا تھا، اسی اثنا میں سابق فرمانروائے صقلیہ جابر کی شکایتیں دربار خلافت میں پہنچیں، ابن کلس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور اس عہدہ کے لئے جعفر کا نام پیش کر دیا، جعفر خانوادۂ کلبیہ کا رکن تھا، اور اس عہدہ کیلئے کسی کلبی فرمانروا کی ضرورت تھی، پھر یعقوب بن کلس کی شخصیت بھی ایسی نہ تھی کہ جعفر اوس کا کھلا ہوا مقابلہ کرتا، اس لئے جعفر نے خاموشی سے سپر ڈال دی، اور چار و ناچار بارگاہ خلافت کی اس پیشکش کو قبول کر لیا،

جعفر کا ورود صقلیہ جعفر بری راستہ سے ساحل میرہ ہو کر مصر سے روانہ ہوا، مشہور ترکی قائد سبکتگین آقائی محمود غزنوی بھی جعفر کا ہمسفر تھا، یہ لوگ یوم چہار شنبہ ۲۵ صفر ۳۷۳ھ (۹۸۳ء) کو المنصوریہ پہنچے اور پھر جعفر منصوریہ میں چند دن کے قیام کے بعد صقلیہ روانہ ہوا، اور جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا، [۱]

---

[۱] ابو الفداء ج ۲ ص ۷، ۹، اعمال الاعلام یادگاری ج ۲ ص ۸۰۴ و نہایۃ الارب، ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ،

جعفر ایک ہوشمند مدبر فرمانروا ثابت ہوا، حکومت کی تمام بدانتظامیون کی اصلاح کی، اور انتظام مملکت مین مصروف ہو گیا، اور ایک سال مین حکومت مین جو جو خرابیان پیدا ہو گئی تھین، وہ درست ہو گئین، اور ایک عمدہ نظم و نسق قائم ہو گیا،[1]

رمطہ اور طبرمین کو عیسائیون کے حوالہ کرنے کا دوبارہ فرمان

کچھ دنون کے بعد جعفر کو ایک مشکل درپیش ہوئی، واقعہ یہ تھا کہ خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کے حرم مین ایک عیسائی خاتون سیدۂ عزیزہ کے لقب سے تھی، جو العزیز کو دل سے عزیز تھی اوس نے اپنے رسوخ و اثر سے صقلیہ کی سیاسیات مین مداخلت کی، اور صقلیہ کے عیسائی قیدیون کے آزاد کرنے اور عیسائیون کے اون شہرون کو جنھین ایک مرتبہ المعز بھی عیسائیون کو واپس کر دینے کا حکم نافذ کر چکا تھا، انھین واپس کر دینے کا حکم جاری کرایا،

چنانچہ "سیدہ عزیزہ" کا بھائی جو راہب بھی تھا، ایک فرمان لے کر جعفر کے پاس پہنچا، کہ صقلیہ کے شہر میقس رمطہ اور طبرمین کو اس راہب کے سپرد کر دے، اور اوس کے پاس جسقدر پُرانے اور نئے عیسائی قیدی ہین اُن سب کو بھی اس کے حوالہ کر دے،

جعفر کا بہ لطائف الحیل ٹالنا

العزیز کا یہ فرمان صقلیہ مین اس مرتبہ بھی اوسی قدر ناپسندیدہ سمجھا گیا جس قدر اس سے پہلے اس قسم کے فرمان پر برہمی ظاہر ہو چکی تھی، لیکن جعفر نے احمد کے برخلاف ہوش و خرد سے کام لیا اور حکمت عملی سے اس پر غالب آنا چاہا، چنانچہ جب وہ راہب ایک مہینہ کے بعد صقلیہ پہنچا، تو جعفر نے اوس کا بڑپتاک خیر مقدم کیا، اور اوسکو اپنا مہمان بنایا، لیکن راز داری کے ساتھ اس پر سخت نگرانی رکھی کہ وہ صقلیہ کے عیسائیون مین سے جن لوگون سے ملنا چاہے، اونھین اس سے ملنے سے باز رکھا جائے، یہان تک کہ چار مہینے اسی طرح بلطائف الحیل گذر گئے، اوسکے بعد اوس نے العزیز کے فرمان کی تعمیل کا خیال ظاہر کیا، اور فرمان کے دوسرے ٹکڑے یعنی عیسائی قیدیون کو اوس کے حوالہ کر دینے کی تعمیل اس دلچسپ طریقہ سے کی کہ عیسائیون مین جس قدر بوڑھے

---

[1] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۲۱۰،

بوڑھیاں، مریض اپاہج، اور لنگڑے لولے تھے سب کو جمع کرکے اوس کے سپرد کیا، اور اوس سے کہا کہ اوسکو یہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں وہ ان سب کو ساتھ لیکر یہاں سے فوراً کوچ کرجائے،

چنانچہ وہ راہب حیران و ششدر صقلیہ سے اون سب عیسائیوں کو ساتھ لے کر اوٹھ کھڑا ہوا، اور سیدھے قسطنطنیہ چلا آیا، اور وہاں پہنچ کر العزیز کو ایک مکتوب کے ذریعہ تمام سرگذشت لکھ بھیجی،

ادھر جعفر نے بھی العزیز کے سامنے اپنی جوابدہی کا سامان کیا کوئی معقول عذر موجود نہ تھا، اس لئے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، جو کارگر نکلی، چنانچہ اوس نے صقلیہ سے راہب کی روانگی کے بعد نہایت رازداری سے ایک اندلسی جہاز خریدنے کا حکم دیا، اور پھر اس میں ہر قسم کے عمدہ اندلسی سازوسامان مہیا کئے، پھر صقلیہ میں مشہور کرایا کہ یہ جہاز یہاں اس کے پاس ابن ابی عامر فرمانروائے اندلس کا فرستادہ آیا ہے، اس کے بعد العزیز کو حسب ذیل مکتوب بھیجا:-

"فرمانروائے اندلس کا پیغام آیا ہے، کہ میں اسکی اطاعت قبول کرلوں، اور اس قبول اطاعت کے ساتھ یہ بھی شرط ہوگی کہ میں اس امر میں قطعاً خود مختار ہونگا کہ جب چاہوں اندلس سے قطع تعلق کرکے اپنی خودمختاری کا اعلان کردوں"

اس وقت امر واقعہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت کلبیہ معناً خود مختار تھی محض ایک رسمی حیثیت سے اس کا مصر سے تعلق قائم تھا، اس لئے جعفر کی یہ چال چل گئی، اور اس خط سے العزیز کافی متاثر ہوا، اور اوسکے جواب میں اوس نے ایک طویل مکتوب لکھا، جسمیں جعفر کو خانوادۂ کلبیہ کی اطاعت شعاری یاد دلائی، کہ وہ دراصل کے تمام آباؤ اجداد اوسکی اور اوس کے اسلاف خلفاء کی اطاعت کرتے رہے، اور یہ یاد دلانیکے بعد اوسکو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی، اور خصوصاً جعفر کے باپ محمد دادا حسن اور خانوادۂ کلبیہ کے دوسرے اراکین عمار اور علی وغیرہ کو نام بنام مثال میں پیش کیا، اور سب سے آخر میں فرمانروائے

اندلس کی دعوت کو رد کر کے وفادارانہ طور پر اوس کی اطاعت پر قائم رہنے پر شکریہ ادا کیا،

یہ خط جس لب و لہجہ میں آیا، اوس کے بعد جعفر کے اوس سنگین جرم پر بازپرس کا کوئی سوال ہی باقی نہین رہا، اور اس طریقہ سے وہ چند شہر عیسائیون کی اس دوسری مرتبہ کی کوشش کے باوجود مسلمانون کے قبضہ مین باقی رہ گئے،[۱]

وفات و جانشینی جعفر اسی طرح حسن تدبیر سے فرمانروائی کرتا رہا، لیکن افسوس ہے، کہ زیادہ دنون تک اوسکو فرمانروائی کا موقع نہ مل سکا، اور ۳۷۵ھ ۹۸۵ء مین اوس کا انتقال ہو گیا جعفر کے بجائے اوس کے بھائی عبداللہ نے جگہ لی،

علم و فن کی ترقی جعفر امور مملکت مین دستگاہ رکھنے کے علاوہ اہل علم کا بھی نہایت قدردان تھا، اہل علم و شعراء سے اوس کا دربار بھرا رہتا، اور اونھین انعام و اکرام سے مالامال کرتا، اس لئے اوسکے چند سالہ دور حکومت سے صقلیہ مین ایک علمی فضا پیدا ہو گئی،[۲] جس کی تفصیل جلد دوم مین آے گی،

عبداللہ بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۸)

۳۷۵ھ ۹۸۵ء - ۳۷۹ھ ۹۸۹ء

عبداللہ، اپنے بھائی جعفر کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا، اوس نے بھی اپنے بھائی کے نقش قدم کی پیروی کی، پیشقدمیون کا سلسلہ چھیڑا، توقع تھی کہ اوس کے حسن سیرت، تدبر اور مآل اندیشی سے ملک کو فلاح پہونچیگا، لیکن زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی اور چند سال مین انتقال ہو گیا، لسان الدین ابن الخطیب نے تاریخ وفات یوم سہ شنبہ ۲۳ رمضان ۳۷۵ھ ۹۸۵ء لکھی ہے، لیکن ابن خلدون اور ابو الفداء ۳۷۹ھ ۹۸۹ء لکھتے ہین،

جانشین عبداللہ نے اپنے حین حیات مین اپنے لڑکے ابو الفتوح کو اپنا جانشین بنایا،[۳]

---

[۱] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷۴، [۲] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۲۱، [۳] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷۹، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۱ ابو الفداء ج ۲ صفحہ ۹،

ثقۃ الدولہ ابوالفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۹)

۳۷۹ھ - ۳۸۸ھ
۹۸۹ء - ۹۹۸ء

ابوالفتوح یوسف اپنے باپ کی جگہ صغرسنی مین تختِ حکومت پر بیٹھا، تخت نشینی کے بعد خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کی طرف سے فرمانِ ولایت آیا، اور ثقۃ الدولہ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ مین نظامِ حکومت کے سنبھالنے کی ایسی بہترین صلاحیت تھی کہ ابتک اوسکی نظیر فرمانروایانِ کلبیین مین نظر نہین آئی تھی، حکومت کے نظم و نسق کو درست رکھنے کے ساتھ اوس نے اٹلی کی ریاستون کو بھی مطیع کر لیا،

اٹلی کی ریاستون کی اطاعت

اٹلی مین اوتھو دوم کی شکست کے بعد مختلف ممالک کے عیسائی فرمانرواؤن کی جو کانفرنس ہوئی تھی، اوس کے بعد اٹلی کی اسلامی نوآبادیون پر عیسائیون کی تاخت شروع ہو گئی تھی، ثقۃ الدولہ نے ان عیسائی حملون کا جواب دیا، اور ان مین اس قدر کامیاب ہوا کہ عرب مورخین باتفاق لکھتے ہین کہ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتین اوسکے سامنے سرِ نیاز جھکانے پر مجبور ہو گئین، جس سے مسلمانانِ ایطالیہ امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے، اور صنعت و حرفت اور تجارت مین روز افزون ترقی کرنے لگے،

صقلیہ کا عمرانی شباب

اٹلی کی ریاستون کو مطیع کرنے کے بعد یہ صقلیہ مین امن و امان سے حکومت کرنے لگا، صقلیہ کے اسلامی عہد مین اس کا عہدِ حکومت تمدنی حیثیت سے بہترین سمجھا جاتا ہے، ہر قسم کی تمدنی ترقیان: نظامِ حکومت، علوم و آداب، صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت اپنے معراجِ کمال پر پہنچی، ملک مین نہایت فارغ البالی کا دار دورہ شروع ہوا، اور معاشی و اقتصادی حیثیت سے ایسی مرفہ الحالی رہی کہ عرب مورخین کے بقول اوس کی نظیر دوسرے ملکون مین اوسوقت معدوم تھی خصوصاً علم

اسلئے ارباب علم وفضل کا قدر دان تھا، اون پر بے دریغ دولت نثار کرتا، اور اوسکی داد و دہش سے ہر کہ ومہ فیضیاب ہوتا، دور دور کے اہل علم اور شعرا اس کی بخششون اور قدر افزائیون کا شہرہ سن کر کھینچ کھینچ کر صقلیہ چلے آئے اور صرف اوسی کی ذات خاص سے صقلیہ اس عہد مین علم و فن اور شعر وادب کا ایک مرکز بنگیا، اوس کے دربار مین شعر وادب کی محفلین گرم رہتین، درباری وغیر درباری شعرا کا یوے جزیرہ پر ہمیشہ گھمگھٹا لگا رہتا، مفسرین ومحدثین وفقہا ومتکلمین اور اطبا، کی قدر افزائی ہوتی، اور اوس کی قدردانی سے ان کے علم وعرفان کی بارش سے پورا جزیرہ سیراب ہوتا،

خلیفہ فاطمی العزیز کی وفات، العزیز باللہ نے ۳۸۶ھ ۹۹۶ء مین وفات پائی، اوس کی مدت حکومت ۲۱ رسال اور چند ماہ رہی، ایک نیک سیرت فرمانروا تھا، وفات کے وقت اسکی عمر صرف ۴۲ سال چند ماہ کی تھی، اس کے بعد اوس کا لڑکا ابو علی منصور فرمانروا ہوا، اور الحاکم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا،

الحاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی مصر

۳۸۶ھ ۹۹۶ء — ۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء

الحاکم ۱۶ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا، ابتداءً وزارت عظمی کے منصب پر العزیز کی وصیت کے مطابق برجوان فائز تھا، اور خاندان کلبیہ کا رکن رکین ابو الفاتح رئیس ابو محمد حسن بن عمار اوسکی طرف سے نیابتہ فرائض وزارت ادا کرتا لیکن پھر حسن بن عمار نے اقتدار حاصل کر کے امین الدولہ کے لقب سے قلمدان وزارت سنبھال لیا۔[۱]

امین الدولہ حسن بن عمار ثقۃ الدولہ فرمانروائے صقلیہ کا چچازاد بھائی تھا، اس لئے اس دور مین صقلیہ کی مرکزی حکومت مصر پر بھی خانوادۂ کلبیہ کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا، جس کے اثرات صقلیہ پر بھی پڑتے تھے۔[۲] چنانچہ الحاکم کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد حکومت کلبیہ صقلیہ کی روایات مین ایک اور

---

[۱] مقریزی ج ۲ صہ ۱۶۷ و ابن خلدون ج ۴ صہ ۵۶، [۲] ابو الفدا ج ۲ صہ ۱۹ و ابن خلدون ج ۴ صہ ۵۶

اضافہ ہوا یعنی ثقۃ الدولہ کے حین حیات ہی مین اوس کا لڑکا جعفر بارگاہ خلافت کی جانب سے اوس کا ولی عہد نامزد کیا گیا، اور اوس کی تصدیق مین الحاکم کا ایک فرمان صقلیہ مین شایع ہوا[۱]

ثقۃ الدولہ کی علالت اور حکومت سے کنارہ کشی

عجب اتفاق کہ اس فرمان ولیعہدی کی اشاعت کے کچھ دنون بعد ~~۳۸۸ھ~~ ۳۹۹ھ مین ثقۃ الدولہ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا، جس سے اوس کا بایان پہلو مفلوج ہوگیا اور داہین پہلو پر بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑا، اس لئے وہ اپنی زندگی ہی مین اپنے لڑکے جعفر کے حق مین حکومت سے دستکش ہوگیا[۲]

ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت

ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت جس شان و شوکت اور فارغ البالی سے صقلیہ مین گذرا وہ ایک یادگار تھا، عام مورخین نے اوس کے عہد حکومت کا جو تذکرہ کیا ہے اس مین اوس کے ذاتی اوصاف و خصائل اور طرز حکومت، اور اس کے عہد مین صقلیہ کی عام ارزانی کا نہایت پرشکوہ الفاظ مین ذکر کیا ہے، ابن خلدون کہتا ہے:-

"اس کی جلالت شان اور فضل و کرم سے اوس کے پیشرو فرمانرواؤن کو لوگ بھول گئے۔

ابن عذاری کہتا ہے:-

اوس کے زمانہ مین لوگ اپنی بہترین خواہشون کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، اور تمام کام اوس کی وجہ سے ٹھیک تھے، اوس نے رومی ممالک کو مسخر کرلیا، اور اوسکی فیاضی اور عدل کا جس کثرت سے ظہور ہوا بہت سے ملکون مین اوس کا وجود نہین پایا جاتا،

اسی طرح لسان الدین بن الخطیب لکھتا ہے:-

اوس کے زمانہ مین لوگون کے ایام زندگی اون کی بہترین خواہش کے مطابق بسر ہوتے تھے، اوس نے ملک کو پورے طور پر اپنے قابو مین کرلیا تھا، رومیون کو فرمانبردار بنالیا اور تمام کام اوس کے درست ہوگئے

[۱] نہایۃ الارب در امار ی ص ۲۴۲ [۲] ابو الفدا جلد ۲ ص ۹۴، و نہایۃ الارب در اماری ص ۲۴۲

اور اوس نے لوگوں پر اس قدر فیاضیاں کین کہ حد بیان مین نہین آسکتین، چنانچہ اس کے ممالک مین جسقدر عدل آسایش اور امن وامان تھا وہ سب کو معلوم ہے[1]

کچھ دنون کے بعد اوس نے صقلیہ سے ہجرت کی جس کا تذکرہ آیندہ آے گا، جس وقت وہ صقلیہ سے ترک سکونت کرکے روانہ ہوا ہے، اوسکے جود وسخا اور عام داد ودہش اور بخششون کے باوجود اوسکی ذاتی ملکیت کا ایک انبار اُس کے ساتھ تھا، اوسکی ذاتی ملکیت کا اندازہ نمونہ کے طور پر اس سے لگایا جاسکتا ہے، کہ اوسکے پاس ۱۴ ہزار باڑے ایسے تھے جنمین صرف اونٹ اور گھوڑے باندھے جاتے تھے، خچرون کے باڑون کا شمار ان سے علیحدہ ہے، اور ہجرت کے وقت ۶ لاکھ ۷۰ ہزار دینار اپنے ساتھ نقد مصر لے گیا،[2]

تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروا صقلیہ (۱۰)

۳۸۸ھ ۔ ۴۱۰ھ
۹۹۸ء ۔ ۱۰۱۹ء

لقب اور لواء فاطمی جعفر کی تخت نشینی کے چند دن بعد دربارِ خلافت سے فرمانِ ولایت موصول ہوا، اور اوسکے ساتھ الحاکم نے لواے فاطمی اور تاج الدولہ سیف الملۃ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا،

صقلیہ کی مرفہ الحالی جعفر بھی اپنے باپ ہی کی طرح کرّوفر اور شان وشکوہ کے ساتھ حکومت کرنے لگا،[3] اور امورِ مملکت اور طرزِ حکومت مین ثقۃ الدولہ کی روش کی پیروی کی، چنانچہ اوس کے دورِ حکومت مین بھی صقلیہ اپنے مرفہ الحالی، امن وامان اور نظامِ حکومت کے لحاظ سے نہایت آسودہ حال رہا، ابن خلدون وغیرہ نے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ہے،

اس کے عہدِ حکومت کی مرفہ الحالی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے، کہ جب ۳۹۵ھ ۱۰۰۴ء مین اتفاق

---

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۱، ابن عذاری حوادث ۳۷۹ھ اعمال الاعلام در گاری ج ۲ صفحہ ۴۷۹ [2] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۱ والو الفدا ج ۲ صفحہ ۲۰ [3] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۲۴۲ والو الفدا ج ۲ صفحہ ۹۵،

مین شدید قحط پڑا، اور ملک پر مصائب نازل ہوئے تو لوگ ہجرت کر کر کے صقلیہ آنے لگے، صاحب معالم الایمان افریقہ کے قحط کے سلسلہ بیان مین جو کچھ لکھتا ہے، اوس سے صقلیہ کی عام مرفہ الحالی اور ملکی نظم و نسق اور امن و امان کا اندازہ ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

اس سال (یعنی ۲۹۵ھ مین) افریقہ مین شدید قحط پڑا، جس مین نہایت قیمتی جانین ضایع ہوئین، گاؤن کے گاؤن اور اکثر آباد شہر صاف ہوگئے، بازار اور مسجدین سنسان ہوگئین، یہان تک کہ بہائم بھی معدوم ہوگئے، چنانچہ اسی سال علما، اور صالحین کی ایک کثیر تعداد نے اس دار فانی سے رحلت کی، اور اسی وجہ سے افریقہ کے عام باشندون، بازاری لوگون اور دہقانیون کے علاوہ معززین ذوی اثر اشخاص کی ایک کثیر تعداد افریقہ سے صقلیہ چلی گئی کیونکہ وہان کا نرخ نہایت سستا تھا راستے پرامن تھے، اور سلطان عادل تھا[1]۔

دیباچۂ زوال،

صقلیہ مین دولت کلبیہ کے قیام کو پچاس برس سے اوپر گذر چکے تھے، اس اثنا مین نو بس فرمانروایان نے نسلاً بعد نسل فرمانروائی کی، اس پنجاہ سالہ مدت مین صقلیہ کے سرکش عیسائی علاقہ کی سرکوبی کے علاوہ اٹلی کی عیسوی ریاستون کو زیر کر لیا، اور امن و سکون سے صقلیہ مین فرمانروائی کرتے رہے، اور یہان نظام حکومت کی درستی، امن و امان کا قیام، ملک کی مرفہ الحالی، نرخ کی عام ارزانی، زراعت، صنعت اور حرفت کی روز افزون ترقی، دولت و ثروت کی بہتات، علم و آداب کی گرم بازاری، فرمانروایان صقلیہ کی اہل علم کی قدر شناسی اون کے جود و کرم اور داد و دہش کی فراوانی، اور اون کا شاہی کروفر لاؤ لشکر، خدم و حشم، چتر و جلوس، جاہ و حشم اور شوکت و شان اپنے حد کمال کو پہنچ گئی،

اس لئے ضرور تھا کہ اصول توریث حکومت کے عام قانون کے مطابق اس کا رد عمل بھی شروع

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱، معالم الایمان ج ۲ صفحہ ۱۶۷،

ہو جائے، اور اب اس کا آغاز خانوادۂ شاہی کی باہمی رقابت سے ہوتا ہے،

شاہی خاندان مین باہمی رقابت

چنانچہ تاج الدولہ کی تخت نشینی و فرمانروائی کے سولہ سترہ برس بعد ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء مین اس کے بھائی علی نے اوس کے خلاف خروج کیا، اوس نے صقلیہ کے مختلف بربری قبیلون اور خاندان کلبیہ کے موالی کو اپنا ہمنوا بنا یا تھا، اور انھی دونون کو اپنے زیر علم لیکر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنکر آگے بڑھا،

چونکہ صقلیہ کی شاہی فوج زیادہ تر انھی دونون جماعتون بربر اور موالی پر مشتمل تھی، اسلیئے یہ بغاوت یکگونہ کامیاب ہوئی، اور تاج الدولہ کے لئے اس کا فرو کرنا کچھ آسان نہ تھا، تاہم ابھی فوج کا ایک کثیر حصہ اوس کا مطیع و منقاد تھا تاج الدولہ نے اونھی کی امداد سے بھائی کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر تیار کر کے روانہ کر دیا، اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگا،

یہ جنگ بلرم کے قریب یوم چہار شنبہ، شعبان ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء کو پیش آئی، شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا، بربر و موالی کی ایک کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی، اور جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور خود علی زندہ گرفتار ہو کر بھائی کے دربار مین پیش کیا گیا،

علی کا قتل

تاج الدولہ کا باپ ثقۃ الدولہ اسی مفلوج حالت مین ابھی تک زندہ تھا، وہ اس برادرانہ جنگ کو نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، پھر علی کو پابہ جولان دربار مین دیکھا، لیکن اس کی جان نہ بچا سکا، تاج الدولہ نے اوسکے قتل کا فیصلہ صادر کر دیا، یہ سانحہ ثقۃ الدولہ کے لئے اور زیادہ روح فرسا ثابت ہوا، اوسکو نہایت کرب و بیچینی سے اپنے سرکش لڑکے کی تڑپتی ہوئی لاش کا منظر دیکھنا پڑا، علی کے قتل کا واقعہ اوس کے خروج کے ٹھیک آٹھوین دن پیش آیا،

تاج الدولہ کی ایک اہم سیاسی غلطی

تاج الدولہ کا غصہ صرف علی کی جان لیکر فرو نہین ہوا، اس کے بعد اوس کا جذبۂ انتقام قبائل بربر و موالی کی طرف رجوع ہوا، اور ایک ایسی سیاسی غلطی کر بیٹھا

جس سے نہ صرف دولت کلبیہ کا آیندہ چل کر خاتمہ ہوا بلکہ وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے زوال کا بھی ایک سبب قرار پاسکتا ہے،

قبائل بربر و موالی کا استیصال یہ سیاسی غلطی اس کے ایک فرمان کا اعلان اور اوسکی تعمیل ہے، اوس نے جذبۂ انتقام مین یا اپنے نقطۂ نظر سے صقلیہ کو آیندہ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے صقلیہ سے بربر اور موالی کے قطعی استیصال کا فیصلہ کر لیا، حالانکہ باغیون کی جماعت مین ان جماعتون کے تمام افراد شامل نہ تھے، لیکن اوسکو ان دونون جماعتون سے بالکل بے اعتمادی ہوگئی، اور صقلیہ کو ان کے وجود سے خالی کرانا چاہا چنانچہ پورے جزیرہ مین یہ ایک عام حکم جاری کر دیا کہ

"دولت کلبیہ کے قلمرو سے تمام بربر اپنے پورے اہل وعیال کے ساتھ جلاوطن کردئے جائین اور شاہی موالی مین سے ایک ایک شخص چن چن کر قتل کر دیا جائے"،

فرمان شاہی کی فوراً تعمیل ہوئی، بربر تو ایک ایک کرکے افریقہ چلے آئے، اور موالی مین سے ہر ایک شخص بلا استثنار وہین صقلیہ مین ذبح کر دیا گیا،

ایک نئی فوج کی ترتیب اور اوس کے نتائج صقلیہ کی شاہی فوج مین غالب تعداد انھی دونون جماعتون کی تھی، اس لئے بربریون کی جلاوطنی اور موالی کے اس قتل عام سے صقلیہ کی فوجی چھاونیان خالی ہوگئین، تاج الدولہ نے ان خالی چھاونیون کو باشندگان صقلیہ کی "وطنی فوج" سے آباد کیا، اور افریقی عہدیدار اور "صقلی فوج" کے امتزاج سے صقلیہ مین ایک نظام حکومت قائم کیا گیا،

لیکن یہ تاج الدولہ کی ایک ایسی سیاسی غلطی تھی، جس سے دولت کلبیہ کی بنیاد متزلزل ہوگئی کیونکہ اولاً تو فوج کی تعداد بہ نسبت پہلے کے بہت کم رہ گئی، اس کے علاوہ اونھین لوگون کو حکومت کی محافظت سپرد کی گئی ہے کل تک جن کی خود نگرانی کیجاتی تھی، اور ملک کو اون کے آئے دن کی بغاوتون سے بچایا جاتا تھا، اس لئے اب صورت حال یہ تھی کہ حکومت کے انتظامی صیغون کو نہ اس وطنی فوج پر

اعتماد تھا، اور نہ وطنی لشکر کو حکومت کے عہدیداروں پر اعتماد تھا، چنانچہ رفتہ رفتہ حکومت کے رعب و داب
مین فرق آ گیا، یہان تک کہ باشندگانِ صقلیہ کے دلون سے حکومت کی حقیقی ہیبت و عظمت زائل ہو گئی
اور اس طریقہ سے اس کے اقتدار کو اسقدر شدید صدمہ پہنچا کہ چند ہی سال مین ایک محض معمولی بات پر
تاج الدولہ کے خلاف ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا ہو گیا،

حسن بن محمد باغائی | تاج الدولہ کے عہد مین وزارت عظمٰی کے عہدہ پر ایک شخص حسن بن محمد باغائی سرفراز
تھا، تاج الدولہ نے امور مملکت کو تمام و کمال اسی کے سپرد کر دیا تھا، باغائی نے استبداد پسند طبیعت
پائی تھی، اور مزاج مین کسی قدر رعونت بھی تھی، لشکر کے قائدین سے اون کے شایانِ شان نرملتا، صقلیہ
کے اہل علم اور صالحین امت کے مراتب کا لحاظ نہ کرتا، اون لوگون سے اپنے حسب منشا کام لینا چاہتا
اور اسمین ناکامی ہوتی، تو اون کی توہین و تذلیل کے علاوہ ان پر مظالم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا، علاوہ
ازین شاہی خاندان مین بھی باہمی رقابت پیدا ہو چکی تھی، اون پر بھی مظالم ہوتے رہتے، اس لئے باغائی سے
باشندگانِ صقلیہ خوش نہ تھے، اور ادھر حکومت کا وقار پہلے ہی اوڑھ چکا تھا، لوگ موقع کے منتظر تھے، کہ اسی
اثنا مین باغائی نے ۴۱۶ھ مین صقلیہ کے طریق خراج مین کچھ ترمیم کی جس سے باشندگانِ صقلیہ مین
عام بے چینی پیدا ہو گئی،

قانونِ محاصل مین ترمیم | اب تک صقلیہ کا رواجی قانونِ محاصل یہ تھا، کہ لگان پیداوار یا زمین کے
اعتبار سے لئے جانے کے بجائے ہل بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کی جاتی،

باغائی نے اس رواجی قانون مین ترمیم کی اور اسلامی ممالک کے عام قانونِ خراج یعنی عُشر کو
رائج کر دیا،

تاج الدولہ پر یورش | اگرچہ اس جدید قانون مین فی نفسہ کوئی نقص نہین تھا، بلکہ یہ اون عام طریقون کی پیروی تھی جو دیگر اسلامی
ممالک مین رائج تھی تاہم باشندگانِ صقلیہ کی حیلہ جوئی کے لئے یہ بہانہ کافی تھا، چنانچہ اسی بنیاد پر حکومت

کے خلاف ایک عظیم الشان بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اور ایک مشتعل مجمع قصر حکومت کی جانب روانہ ہوا، مجمع کے غیظ و غضب اور اشتعال کا یہ عالم تھا کہ اس ٹڈی دل مجمع مین حملہ آور نوجوانون کے علاوہ بچے اور بوڑھے بھی شریک تھے، حکومت کی فوج پہلے سے بے قابو تھی، چنانچہ یہ غضب آلود مجمع بغیر کسی مزاحمت کے شاہی محل تک پہنچ گیا تاج الدولہ روپوش ہوگیا، مجمع قصر شاہی کی عمارت پر چارون طرف سے ٹوٹ پڑا، جس سے محل کو بھی کچھ نقصان پہنچا، اور قریب تھا کہ تاج الدولہ بلوائیون کے پنجہ مین گرفتار ہوجائے کہ اچانک ثقۃ الدولہ یوسف محل سے باہر نکلا، اور اسی کی دستگیری اوس کے کام آئی،

ثقۃ الدولہ یوسف کی دست اندازی

ثقۃ الدولہ یوسف اگرچہ سالہا سال سے صاحب فراش تھا، تاہم فینس پر سوار ہوکر بلوائیون کے سامنے آیا، یوسف اس وقت بھی باشندگان صقلیہ کا محبوب تھا، اور اوسکی شخصیت اب بھی محبت وعقیدت کا مرکز تھی، اوس کو دیکھتے ہی اوس کے عہد حکومت کی یاد تازہ ہوگئی، مجمع اخلاص وعقیدت سے اس کی تنظیم مین سروقد آگے بڑھا، اور اوسکی فینس کو ہر طرف سے گھیر لیا، مجمع کی اس وقت عجب کیفیت تھی، یوسف سامنے تھا، اور اس کے مبارک عہد کا ایک ایک واقعہ یاد آرہا تھا، اور ادھر خود یوسف موجودہ حالات سے سخت روحانی کرب و بیچینی مین مبتلا تھا، جس کے اثرات سے اُس کا بیمار و غمزدہ چہرہ اور زیادہ پژمردہ ہوگیا تھا، آخر مجمع بھی اس پر درد منظر کی تاب نہ لاسکا، اور مجمع کی آہ و بکا اور گریہ و زاری سے ایک حشر برپا ہوگیا،

تاج الدولہ کی معزولی کا مطالبہ

یوسف یہ دیکھکر مجمع کو تسلّی و تشفی دینے لگا، پھر نہایت شفقت اور محبت سے اُس کو خطاب کیا، اور تاج الدولہ کے خلاف اوس کے تمام مطالبات دریافت کئے اور اوس کے منظور کرلینے کا وعدہ کیا، جس پر مجمع نے بے تکلفی سے اُس سے تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا اور باغائی کو مجمع مین طلب کیا گیا،

تاج الدولہ کی معزولی اور اسکی جانشینی کا فیصلہ مجمع کی مرضی پر

چنانچہ یوسف نے مجمع کا مطالبہ فوراً منظور کرلیا، اور اسی مجمع مین تاج الدولہ کی معزولی کا اعلان کردیا، اور مزید برآن اوس کے بجائے کسی نئے فرمانروا کے انتخاب کا مسئلہ اسی کی مرضی پر چھوڑ دیا، جس نے ثقۃ الدولہ کے دوسرے لڑکے احمد المعروف بہ اکحل کو نامزد کیا،

باغائی کا حشر

اس کے بعد مجمع کا دوسرا مطالبہ پورا کرنے کیلئے باغائی کو طلب کیا گیا، وہ جیسے ہی مجمع مین پہنچا، مشتعل مجمع ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑا، اور اوسی وقت اوسکو قتل کرڈالا، اور پھر مجمع نے فرط مسرت سے اس مقتول کے سر کی تشہیر جلوس کی شکل مین پورے شہر مین کی، اور پھر جوش انتقام مین اوسکی بیحرمتی کیلئے اس کی لاش کو آگ مین جلا دیا، باغائی کے ساتھ اس کا ایک عزیز ابو رافع نامی بھی تہ تیغ ہوا،

تاج الدولہ جعفر کی صقلیہ سے ترک سکونت

ثقۃ الدولہ یوسف کو باغائی کا حشر دیکھ کر باشندگان صقلیہ کے جوش انتقام کا اندازہ ہوا، اور اوس کو جعفر کی جان کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اوس نے اس کے لئے یہی مناسب سمجھا، کہ وہ صقلیہ کو خیرباد کہدے، چنانچہ نہایت پوشیدہ طور پر اوسکو ایک جہاز پر سوار کرکے مصر روانہ کردیا،

یہ واقعات یوم دوشنبہ ۷ محرم ۴۱۰ھ / ۱۰۱۹ء کو پیش آئے،

تائید الدولہ احمد الاکحل بن ثقۃ الدولہ یوسف کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۱)

۴۱۰ھ / ۱۰۱۹ء — ۴۲۷ھ / ۱۰۳۵ء

امن وامان کا قیام

احمد الاکحل صقلیہ کی عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی نہایت جانفشانی سے صقلیہ کے حالات کی اصلاح و درستی مین مصروف ہوا، جسمین اوسکو کوئی خاص دشواری پیش نہین آئی، کیونکہ وہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب ہی سے سریرآرائے حکومت ہوا تھا، اسلئے لوگون نے قیام امن وامان

مین اس کا ہاتھ بٹایا، اور بلا استثناء ہر جگہ امن و امان قائم ہو گیا، اور صقلیہ کے تمام شہر اور قلعے مطیع و منقاد ہو گئے،

فرمانِ تقرر اور خطاب

پھر کچھ دنون کے بعد خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی طرف سے اوسکو ضابطہ کا فرمانِ ولایت موصول ہوا، اور اوس کو تائید الدولہ کے لقب سے سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ کی مصر کو روانگی

اس طرف صقلیہ مین کچھ دنون جو حالات رونما ہوئے، اور شاہی خاندان کی رقابت کا جس طرح آغاز ہوا، اور اوس کے جو نتائج برآمد ہوئے، ثقۃ الدولہ یوسف اس عالمِ پیری مین اون سے گھبرا اوٹھا، اور اوس نے صقلیہ پر مصر کے قیام کو ترجیح دی، اور یہان امن وامان کے قیام کے بعد مصر روانہ ہو گیا، اور وہین سکونت اختیار کر لی،

وہ اپنے ساتھ دولت و ثروت کا ایک بڑا انبار بھی لیتا گیا، جس مین چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے،[1]

الحاکم خلیفہ فاطمی کی گمشدگی، اور جانشینی

اسی اثنار مین مرکزی حکومت مین ایک اہم واقعہ پیش آیا، وہ خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی گمشدگی ہے، سوئے اتفاق سے الحاکم مرض خفقان مین مبتلا تھا اس لئے تختِ حکومت پر بیٹھنے کے چند سال بعد اوس سے نہایت ناشایستہ حرکتین سرزد ہوئین، اور بالآخر انھی حرکتون سے اوسکی جان گئی، اور وہ ماہ شوال ۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء مین یکایک لاپتہ ہو گیا، اوس نے کل پچیس سال ایک مہینہ حکومت کی، اوس کی گمشدگی یا قتل کے بعد اسکی بہن نے اوس کے نو عمر لڑکے ابو الحسن علی کو اس کا جانشین بنایا، اور وہ الظاہر لاعزاز دین اللہ کے لقب سے تختِ حکومت پر بیٹھا،

---

[1] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۴، وابن اثیر ج ۹ صفحہ ۱۳۱ وابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۱، وابو الفدا ج ۲ صفحہ ۱۰۹، وکتاب المونس صفحہ ۸۶، ابن خلدون کے نسخہ مین احمد الاکحل کا لقب "اسد الدولہ" چھپ گیا ہے،

الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن علی بن الحاکم خلیفہ فاطمی مصر

سنہ ۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء - سنہ ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء

الظاہر نے ۱۶ برس کی عمر مین تاج خلافت سر پر رکھا، اور عید الضحیٰ کے دن اس کی خلافت کا جشن منایا گیا، اولاً امور مملکت کی نگرانی الحاکم کی بہن نے اپنے ہاتھ مین لی، پھر چار سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اور مختلف امرائے دولت وزارت عظمیٰ پر فائز ہونے لگے[1]

صقلیہ کی فوجی طاقت کا استحکام تائید الدولہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے معاملات کو نہایت مطمئن طریقہ سے روبہ اصلاح لے آیا، فوجی طاقت پر خصوصیت سے توجہ کی، اور تاج الدولہ کے عہد حکومت کی ناعاقبت اندیشانہ حکمت عملی سے جو خرابیان پیدا ہو گئی تھین، اون کے دور کرنے کی کوشش کی، اور اپنی پوری قوت سے فوجی طاقت کو مستحکم کیا،

اٹلی مین نارمنون کی آمد، صقلیہ مین ادھر یہ حالات رونما تھے، ادھر جنوبی اٹلی مین مسلمانون کے خلاف ایک نئی صورت حال قائم ہو گئی یعنی اوسی زمانہ مین یورپ کی ایک وحشی قوم نارمن کو اقتدار حاصل ہوا جس کے تفصیلی حالات آیندہ صفحات مین آئین گے،

اتفاق وقت کہ سنہ ۱۰۱۶ء مین کچھ نارمن یروشلم کی زیارت سے واپس آرہے تھے، کہ سلرنو کے قریب ان کا جہاز تباہ ہو گیا، یہ لوگ ظاہری شکل و صورت مین قوی ہیکل اور جنگجو تھے، اور ان کی بہادرانہ جنگجویانہ اور قزاقانہ روایات بھی یورپ مین شہرت پا چکی تھین، اس لئے اٹلی مین ان کے اتفاقاً آجانے پر شاہ سلرنو نے اون سے خدمات حاصل کرلئے، اسی زمانہ مین صقلیہ مین تاج الدولہ کے خلاف رعایا کے جذبات برانگیختہ

---

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۵۹ و خطط مقریزی ج ۲ صفحہ ۱۶۷،

تھے، اسلئے شاہ سلرنو نے صقلیہ کی ان سیاسی پیچیدگیون سے فائدہ اوٹھایا، اور ان ۔ رمنون کی اعانت سے اٹلی کی اسلامی آبادیون پر جارحانہ حملے شروع کر دیے،[51]

اٹلی پر تاخت — جب صقلیہ مین تاج الدولہ کی معزولی کے بعد سکون پیدا ہوا، اور تائید الدولہ نے فوجی طاقت درست کر لی، تو اوس نے اٹلی پر حملہ آوری کا اہتمام کیا، اور صقلیہ سے متعدد مہمین روانہ کین، کبھی کبھی خود اپنی قیادت مین لشکر لے کر وہان پہنچا، نہین معلوم ان اسلامی لشکرون کا مقابلہ شاہ سلرنو کے متاجر نارمن سپاہیون سے بھی ہوا یا نہین، لیکن عرب مورخین کے بیان کے مطابق اس زمانہ کی یہ اسلامی مہمین اٹلی مین نہایت کامیاب ہوئین، اسلامی لشکر کو ہر جگہ فتحیابی ہوئی، اور غلبہ و استیلا کے ساتھ لوٹ مار غارتگری، آتش زدگی، حصول زر اور قیدیون کی گرفتاری کے بکثرت واقعات پیش آئے، اور یہ لشکر وہان سے کامیاب ہو ہو کر صقلیہ لوٹ آتے رہے،[52]

تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کی ناعاقبت اندیشی — اگرچہ تائید الدولہ کو یہ کامیابیان حاصل ہوئین، اور اٹلی کی عیسوی حکومتون کے متاجر سپاہی بھی بظاہر انکا راستہ روک سکے، لیکن دوسری طرف اس کے بعض نتائج بد صقلیہ مین ظاہر ہوئے، اور پھر بالواسطہ اون کے اثرات اٹلی پہنچے،

تائید الدولہ جب ان مہمون مین اٹلی جاتا، تو انصرام حکومت کے لئے اپنے لڑکے جعفر کو اپنا قائم مقام بنا جاتا، جعفر نوعمر و ناتجربہ کار تھا، اون امور کا لحاظ نہ کر سکا، جو صقلیہ کے اس نازک دور میں فرمانروائی کے لئے ضروری تھے، اور جنھین سامنے رکھ کر تائید الدولہ فرمانروائی کرتا تھا، چنانچہ تائید الدولہ کی عدم موجودگی مین ملک کی فضا پھر خراب ہونے لگی، اہل صقلیہ کو رفتہ رفتہ حکومت کے خلاف شکایتین پیدا ہو گئین، اور جب تائید الدولہ اٹلی کے آخری سفر سے صقلیہ لوٹا، تو یہان تمام بنابنایا کھیل بگڑ چکا

---

[51] تاریخ یورپ الیور تھیچر و فرڈینڈ شیول حصہ اول (ترجمہ شایع کردہ جامعہ عثمانیہ) صفحہ ۱۵ [52] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳۱ ونہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۴،

تھا، اور وہ یہاں آکر انھی سیاسی پیچیدگیوں کے حل کرنے میں مصروف ہو گیا[۵۱]، لیکن یہ گتھیاں سلجھنے کے بجائے اور الجھ گئیں جسکی تفصیل آیندہ آتی ہے،

صوبہ قلوریہ سے اسلامی اقتدار کا زوال

اسی نازک دور میں جب تائید الدولہ صقلیہ کی پیچیدگیوں کے حل کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھا، اٹلی کے قلوریہ (کلیریا) کے مسلمانوں اور اسلامی آبادیوں پر ایک ایسی آفت ناگہانی آئی جس سے قلوریہ میں مجاہدین کی سہ صد سالہ جانبازیوں و خوں فشانیوں کے اثرات یکلخت زائل ہو گئے،

جب وہ نارمن سپاہ جو ۱۰۱۶ء/۴۰۶ھ میں ریاست سلرنو میں متاجر سپاہی بن گئی تھی، اٹلی کی اسلامی بستیوں اور آبادیوں کو لوٹ مار کر مال غنیمت اور انعام و اکرام سے لدی پھندی اپنے وطن نارمنڈی پہنچی، تو اون کے ہموطنوں میں اس کا شہرہ ہوا، اور پیشۂ قزاقی کے خوگر جنگی نارمنوں کے جرگے جوق در جوق اٹلی آتے گئے، اور یہاں کی عیسوی ریاستوں میں ملازم ہوتے گئے،

اسی اثنا میں تائید الدولہ کے اون حملوں سے جو ابھی وہاں کئے گئے تھے، عیسوی حکومتوں میں جوش و خروش پھیلا، اور اونھوں نے اٹلی سے اسلامی ریاست اور اسلامی آبادیوں کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا، اور ایک نارمن سردار کی سرکردگی میں زور و شور سے حملے شروع ہو گئے، اور جلد جلد صوبہ قلوریہ کے مختلف اسلامی شہروں پر قبضہ ہونے لگا، اور مسلمانان اٹلی کے دردناک مصائب کا آغاز ہو گیا،

اس کے بعد اس نارمن سردار نے چند اہم مقامات پر جنگی عمارتیں تعمیر کیں اور ایک مفتوح اسلامی شہر کو مرکز قرار دے کر نارمن حکومت کی تشکیل کر لی،

---

[۵۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۴، ابو الفدا ج ۲ ص ۱۹۹ و ۲۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۸، کتاب المونس ص ۸۷،

یہ مسلمانانِ اٹلی کی شومیٔ قسمت تھی کہ اون پریہ اچانک متفقہ حملے ایسے وقت مین شروع ہوئے، جب اون کی پشت پناہ حکومت، دولتِ کلبیہ صقلیہ خود اپنے مصائب مین گرفتار تھی، چنانچہ فرمانروائے صقلیہ تائید الدولہ ایسے اہم اور نازک موقع کے ہونے کے باوجود مسلمانانِ اٹلی کی کوئی مدد نہ کرسکا،

جب حکومتِ صقلیہ کی طرف سے کوئی مدافعانہ بیڑا روانہ نہ ہوسکا، تو مغرب کی اسلامی حکومتون مین سے حکومتِ صنہاجیہ مین جنبش پیدا ہوئی، اس وقت افریقیہ پر ایک بیدار مغز اور غیور فرمانروا المعز کے لقب سے حکمران تھا، وہ اٹلی کے مسلمانون کے مصائب کے حالات سنکر کچھ تو اخوتِ اسلامی سے اور کچھ اس لئے کہ اٹلی مین افریقیہ ہی کے مسلمان خاندان آباد ہین، اون کی امداد کے لئے تیار ہوا، اور افریقیہ مین مسلمانانِ اٹلی کے مصائب کی پردرد داستان کے ذریعہ سے مذہبی جہاد کا وعظ کہلایا، اور مجاہدین جوق درجوق اس فوج مین شریک ہونے لگے،

جب پورا لشکر تیار ہوگیا، تو چار سو جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحلِ افریقیہ سے اٹلی کی طرف روانہ ہوا، کہ نارمنون کا استیصال کرکے قلوریہ مین اسلامی اقتدار کو دوبارہ قائم کرے لیکن قضا و قدر کا فیصلہ اوس کے برعکس ہوچکا تھا، چنانچہ وہ عظیم الشان امدادی بیڑا، افریقیہ سے ابھی تھوڑی ہی دور آگے بڑھا تھا کہ جزیرۂ قوصرہ کے قریب سمندر مین سخت طوفان آیا، اور بادِ مخالف کے سخت جھونکون، اور سمندر کی تلاطم خیز موجون سے پورا بیڑا غرقاب ہوگیا، صرف تھوڑے سے آدمی بچ گئے، جو افریقیہ چلے آئے، اور اوسی وقت قلوریہ کے حرمان نصیب مسلمانون کا آفتابِ اقبال غروب ہوگیا،

اٹلی کے صوبۂ قلوریہ سے مسلمانون کا باضابطہ تعلق ۲۲۵ھ/۸۳۹ء مین پیدا ہوا، اور ۴۱۶ھ/۱۰۲۵ء مین اوسمین زوال آیا، اس اثنا مین کم وبیش دوسو برس تک مسلمانون نے یہان حاکمانہ اقتدار قائم رکھا، یہان ان کی آزاد وخودمختار حکومت اٹلی کی مختلف عیسوی حکومتون کے درمیان اس طرح قائم رہی، کہ ان

مین جس کے ساتھ اوسکی قوت بازو شامل ہوجاتی تھی وہ قوی ہوجاتی تھی،

صوبہ انکبردہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ تو خود مسلمانون کی خانہ جنگیون سے ہوچکا تھا جس کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، اب صوبہ قلوریہ کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ان نارمنون کے ہاتھون ہوا، قلوریہ مین مسلمانون کو متعدد شہرون اور قلعون پر اقتدار حاصل رہا، اور وہ مقامات مستقل اسلامی آبادیون اور بستیون کی حیثیت سے ونشان بنے رہے، اور ایسی بعض آبادیان صوبہ قلوریہ کے علاوہ بعض دیگر حصص مین نارمنون کے اس حملہ کے بعد بھی انفرادی طور پر باقی رہین، اور اونھین بعد مین زوال آیا جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا،

اٹلی مین مسلمانون کے قیام کا سب سے بڑا مقصد تجارتی ترقی تھا، وہ آزادانہ طور پر وہان قیام رکھکر تجارت کرتے، اور ان آبادیون کی حیثیت بڑی حد تک تجارتی کوٹھیون کی تھی، تجارت کی ترقی کے لئے اونھین صنعت وحرفت پر خصوصیت سے توجہ تھی، اس لئے صنعتی حیثیت سے مسلمانان اٹلی اس عہد کی ترقی یافتہ قومون مین شمار کئے جاتے تھے،

مسلمانان قلوریہ نے اپنی اون اسلامی آبادیون اور بستیون کی آزادی اسلامی حکومت صقلیہ کے زیر سایہ ہمیشہ برقرار رکھی، ان پر جب کبھی کسی عیسوی حکومت نے نظر اٹھائی، صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اپنی پیشقدمیون سے اوس کا جواب دیا، یہی وجہ ہے کہ اٹلی مین اسلامی حکومت صقلیہ کی بہ کثرت پیشقدمیان نظر آتی ہین،

قلوریہ سے اسلامی اقتدار کے زوال کے بعد وہان سے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت جس مین علما اور صالحین اور اہل علم بھی تھے، ہجرت کرکے صقلیہ اور اٹلی کے صوبہ انکبردہ کی بعض اسلامی آبادیون مین چلی آئی اور جو ستم زدہ وہین رہ گئے، اونھین اونکی نسلون کو اسلام سے بیگانہ ہوجانا پڑا،

صوبہ انکبردہ کی اون اسلامی آبادیون تک جو ابھی تک انفرادی طور پر قائم رہ گئی تھین، نارمنون کو دسترس حاصل نہین ہوا، اور اون کی انفرادی خودمختاری کچھ اور دنون تک برقرار رہی،

صقلیہ پر بیزنطی حملہ

انھی دنون حکومت بیزنطی کے فرمانروا باسل ثانی (سنہ ۳۵۲ھ ۹۶۳ء سنہ ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء) کو صقلیہ پر حملہ آوری کا خیال پیدا ہوا، اور سنہ ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء مین ایک عظیم الشان بیڑا صقلیہ روانہ کرنا چاہا، لیکن اوسکی اچانک موت سے یہ تیار شدہ بیڑا درہم برہم ہوگیا،[۱]

تائید الدولہ کی نفاق انگیزی

صقلیہ مین تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کے طرزِ عمل سے رعایا اور حکومت کے درمیان جو کشمکش شروع ہوگئی تھی، تائید الدولہ نے اوس سے نکلنے کے لئے ایک نئی تدبیر اختیار کرنی چاہی، وہ رعایا کے درمیان باہمی نفاق انگیزی تھی،

صقلیہ مین اوس وقت دو قسم کے مسلمان آباد تھے، کچھ خانوادے ایسے تھے، جو افریقیہ سے آکر آباد ہوئے تھے اور کچھ ایسے تھے، جو اسی سرزمین کے قدیم باشندے تھے اور اونکے گھرانے ایک زمانہ سے مسلمان تھے صقلیہ کے مسلمانون کی یہی ایک بڑی تقسیم افریقی و صقلی جماعتون کے نام سے ہوسکتی تھی، اسلئے تائید الدولہ کو انھی دونون قسم کے مسلمانون کو باہم تقسیم کرکے اونھیں ایک دوسرے کے مدّمقابل لانے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے اوس نے خفیہ ریشہ دوانی شروع کردی، چنانچہ اوس نے وطنی و غیر وطنی کا سوال اوٹھانے کیلئے اولاً صقلی مسلمانون مین سے معزز و ذی اثر اشخاص کو اعزاز کے ساتھ اپنے یہان مدعو کیا، اور ان سے اس مقصد پر دیر تک گفتگو کرتا رہا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ اہلِ افریقیہ جو یہان اجنبی حیثیت رکھتے تھے صقلیین پر مستولی ہوگئے ہین، اُن کی جائداد و املاک اور دولت و ثروت مین شریک و سہیم بن گئے ہین، ضرورت ہے کہ ان ناانصافیون کا تدارک کیا جائے،

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس بیزنٹائن ایمپائر، ج ۳۰ ص ۲۴۴ و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (سسلی) ج ۲۵ ص ۳۲ طبع یازدہم، انسائیکلوپیڈیا مین سنہ ۱۰۲۵ء کے بجائے سنہ ۱۰۲۷ء ہے، اور یہ تصریح ہے کہ باسل نے اپنا بیڑا روانہ کردیا، لیکن اوس کی خبرِ وفات سے وہ صقلیہ تک نہین پہنچ سکا، لیکن یہ صحیح نہین ہے باسل دوم سنہ ۱۰۲۷ء سے پہلے سنہ ۱۰۲۵ء ہی مین وفات پاچکا تھا، اور اسکی تصریح مذکورۂ بالا حوالہ کے علاوہ اسی انسائیکلوپیڈیا کی ایک دوسری جلد مین باسل دوم کے سوانحِ حیات کے ماتحت موجود ہے، (ج ۴ ص ۴۶ طبع یازدہم)

صقلی جماعت کے مدبرین دوراندیش تھے، اس خوفناک سازش مین شریک ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور تائید الدولہ کو صفائی سے جواب دیدیا۔

"یہ ممکن نہین اب ہمارے اون کے ازدواجی تعلقات قائم ہوچکے ہین، اور ہم دونون ایک دوسرے سے نسبی قرابتون سے وابستہ ہین، اور ہم دونون بمنزلہ واحد کے ہوچکے ہین"

جب تائید الدولہ اس صقلی جماعت کی طرف سے مایوس ہوا، تو اوس نے دوسرے فریق کو ٹٹولنا چاہا، اس دوسرے گروہ پر اس کا جادو چل گیا، اور صقلیہ کے افریقی مسلمان، اور حکومت مین صقلی باشندون کے خلاف جن مین مسلم وغیر مسلم دونون تھے، اتحاد قائم ہوگیا، اور اس سازش اتحاد کے بعد حکومت کو رعایا کی ایک جماعت کی تائید حاصل ہوگئی، اور وقتی طور پر تائید الدولہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوگیا،

اس کے بعد اسی سازش اتحاد کے روسے صقلیہ کے افریقی مسلمان حکومت کے مختلف شعبون مین پیش پیش ہوگئے، اعلیٰ عہدون پر بیش قرار تنخواہون کے ساتھ سرفراز ہوئے، اون کی جائدادین خراج سے آزاد کی گئین، اور ہرممکن طریقہ سے انھین صقلی مسلمانون اور غیر مسلمون پر فوقیت دینے کی کوشش کیگئی، اولاً ان سے اعلیٰ عہدے خالی کرائے گئے، پھر حکومت کے صیغہ مالیہ کا توازن قائم کرنے کیلئے افریقی مسلمانون کی اون جائدادون کے محاصل کے عوض جو خراج سے آزاد کیگئی تھین، اہل صقلیہ کی جائدادون پر خراج کا مزید بار ڈالا گیا، اور پھر اہل افریقیہ کی پاسداری مین ہر ہر قدم پر ان کی حق تلفی کیجانے لگی،

صقلی جماعت کی المعز صنہاجی سے استمداد

صقلی مسلمان واقعات کی اصل تہ سے واقف تھے، کہ وہ تمام حقوق و مراعات جن سے اہل افریقیہ اس وقت فائدہ اوٹھارہے ہین، اس سے پہلے خود ان کے سامنے پیش کئے جاچکے تھے اور وہ اون کو رد کرچکے تھے، اس لئے ایسی صورت مین ان ناانصافیون پر حکومت کو دوبارہ توجہ دلانا لاحاصل تھا، اسلئے وہ حکومت کے طریق عمل کی اصلاح و درستی سے مایوس ہوگئے، اور اس کے بجائے اوس کا حل ایک دوسری شکل مین تلاش کیا، وہ حکومت صنہاجیہ افریقیہ سے استمداد تھی، چنانچہ نہایت خوشی سے اہل صقلیہ کا

ایک وفد المعز صنہاجی فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین استمداد کے لئے حاضر ہوا،

المعز اگرچہ ابھی تک خلفائے فاطمی کا ماتحت خیال کیا جاتا تھا، لیکن اوس کے شیعی مذہب کو ترک کرکے سنی المذہب ہوجانے سے وہ حقیقی تعلقات جو ان دونون مین ہونے چاہئے تھے، قائم نہین رہے تھے، اور پھر فرمانروایان کلبین کے شیعی ہونے سے افریقیہ اور صقلیہ مین بھی کچھ اچھے مراسم قائم نہین تھے، کیونکہ المعز افریقیہ مین شیعون کیلئے شمشیر برہنہ تھا، مذہبی عصبیت ان دونون حکومتون مین مخلصانہ تعلقات کے قائم ہونے مین مانع تھی، جس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے، کہ ۴۰۹ھ مین شیعون کی ایک جماعت نے جو دو سو[۲] سوار دن پر مع اہل و عیال کے مشتمل تھی، افریقیہ کے مظالم سے عاجز آکر صقلیہ کو اپنی پناہ گزینی کے لئے منتخب کیا، اگرچہ اوسکو صقلیہ پہنچنے کا موقع نہین ملا، اور ایک گاؤن مین قتل کردی گئی، تاہم اس سے ان دونون حکومتون کے تعلقات کا اندازہ ہوجاتا ہے،

المعز حکومت صنہاجیہ کا چوتھا فرمانروا تھا، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، خلیفہ فاطمی المعز نے یوسف بلکین صنہاجی کو افریقہ کی فرمانروائی سپرد کی تھی، یوسف کے بعد منصور بن یوسف اور پھر بادیس بن منصور فرمانروا ہوئے، بادیس کا ۴۰۶ھ مین انتقال ہوا، وران تینون کے عہد حکومت مین افریقیہ اور مصر کے تعلقات ویسے ہی رہے، جیسے کہ مصر و صقلیہ مین اس وقت تک قائم ہین، بادیس کے بعد اوس کا لڑکا المعز آٹھ سال اور چند مہینے کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا، اتفاق سے اوسکی تعلیم و تربیت ایک ایسے شخص کی نگرانی مین ہوئی، جو فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ مین سے مذہب مالکی کا پیرو تھا، اوس نے آہستہ آہستہ المعز کو مذہب اسماعیلی سے برگشتہ کرکے مذہب اہل سنتہ کی دعوت دی، اور اس مذہب کی طرف اوس کو مائل کرلیا، یہ واقعہ سیاسی حیثیت سے افریقیہ کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا، کیونکہ اگرچہ افریقیہ پر اسماعیلی ایک صدی سے زیادہ سے حکمران تھے، لیکن باشندگان افریقہ کی غالب آبادی اپنے آبائی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ پر قائم تھی، اس لئے جب المعز کے تبدیل مذہب کے رجحانات کی خبر افریقیہ مین شایع ہوئی تو اہل افریقیہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی، اور شیعہ سنی کے فرقہ وارانہ جذبات جو اب سرد پڑچکے تھے، پھر سے تازہ ہوگئے، اور اہل افریقیہ ایک مرتبہ آخری فیصلہ کرکے سرزمین افریقیہ سے شیعون کو نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر بیٹھے، چنانچہ المعز کے سال جلوس کے دوسرے ہی سال جب افریقیہ کے عوام کو ایک موقع پر المعز کے مذہب اہل سنت کی طرف مائل ہونے کا علم ہوا، تو وہ جذبات سے مغلوب ہوکر اس نشہ مین کہ اب صاحب تاج و تخت بھی انکا ہمنوا ہے، شیعون کے استیصال کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور افریقیہ بھ

اس لئے جب صقلی وفد نے المعز کی خدمت مین پہنچکر اوس کو صقلیہ کی صورتِ حال سے آگاہ کیا، اوراس سے یہ تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومت افریقیہ جزیرہ صقلیہ کو اپنے ممالک محروسہ مین داخل کرلے، اور اہل صقلیہ کو دولت کلبیہ سے آزاد کرائے، ورنہ وہ مجبور ہون گے کہ عیسائیون کو بلاکر اس اسلامی جزیرہ کو اون کے سپرد کردین [۱]

افریقیہ کا حملہ صقلیہ پر

المعز انھی حالات کی بنا پر صقلیہ کی حملہ آوری پر تیار ہو گیا، اور اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی مین چھ سو سپاہیون کا ایک مختصر دستہ روانہ کیا، جسمین تین سو سوار تھے تاکہ وہ صقلیہ کی فوج کی امداد سے غلبہ حاصل کرے، یہ افریقی لشکر انھی اہل صقلیہ کی رہنمائی مین صقلیہ پہنچا، اور دارالحکومت بلرم کی طرف روانہ ہو گیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۹) سنہ ۴۰۷ھ (۱۰۱۶ع) مین شیعون کا ایسا دردناک قتل عام ہوا کہ سرزمین افریقیہ تھرا اوٹھی،

اس طریقہ سے المعز کے تخت نشین ہونے کے دوسرے سال ہی اس کے اور فاطمیین کے درمیان بنائے اختلاف پیدا ہو گئی لیکن اب صنہاجیون نے افریقیہ مین پوری قوت حاصل کر لی تھی، اس لئے فاطمیین کے لئے یہی بسا غنیمت تھا کہ افریقیہ مین فاطمی سکہ وخطبہ جاری رہے، یہی وجہ تھی کہ سنہ ۴۰۷ھ (۱۰۱۶ع) مین شیعون کے قتل عام پر حکومت فاطمی مصر نے کوئی احتساب نہین کیا بلکہ المعز کو مطیع وفرمانبردار رہنے کے لئے اوس پر اخلاقی دباؤ ڈالا، ہر دو چار برس پر خلعت اور تحائف مصر سے آتے، مختلف مواقع پر بلند خطابات عطا کئے جاتے، اوراس طریقہ سے اس کا وہ اعزاز واکرام ہوا، جو اوس کے آبا واجداد کو بھی انکی بہترین وفاداریون کے باوجود نصیب نہین ہوا تھا، لیکن فاطمیین کی شومی قسمت سے ان کی یہ سب کوششین بے سود ثابت ہوئین اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق سنہ ۴۳۵ھ (۱۰۴۳ع) مین اور ابن عذاری کے بیان کے روسے سنہ ۴۴۰ھ (۱۰۴۸ع) مین الامیر شرف الدولہ، عضد الدولہ المعز ابن بادیس نے فاطمیین کی اطاعت کا جوا اوتار پھینکا، اور افریقیہ مین ان کا خطبہ وسکہ موقوف ہو گیا اور اون کے بجائے خلافت عباسیہ سے افریقیہ کا دوبارہ تعلق قائم ہوا، اور خلیفہ عباسی القائم بامر اللہ نے المعز کو الملک الاوحد ثقۃ الاسلام شرف الامام عمدۃ الانام ناصر الدین اللہ قاہر اعداء اللہ ومویِّد سنۃ رسول اللہ صلعم ابو تمیم المعز بن بادیس کے خطاب سے سرفراز کرکے فرمان ولایت بھیج دیا (ابن اثیر وابن عذاری) [۲] ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۲۷۸

[۱] ابن اثیر ج ۱ صفحہ ۱۳۰ ونہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۴،

اہلِ صقلیہ اس حملہ آور فوج کے لانے والے تھے، اور صقلیہ کی شاہی فوج مین صقلیین ہی کی زیادہ کثرت تھی، اس لئے شاہی فوج کا ایک بڑا حصہ قدرتی طور پر جنگ سے الگ ہوگیا، اس لئے عبد اللہ چند معرکہ آرائیون کے بعد بہت جلد دار الحکومت خالصہ کی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گیا، اور تائید الدولہ اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ خالصہ کے قلعہ مین محصور ہوگیا،

اہلِ صقلیہ مین اختلاف اور تائید الدولہ کا قتل،

چند دن اسی حال مین گذرے، اس اثنار مین تائید الدولہ اپنی صقلی فوج کو ہموار کرنے مین مصروف رہا، اور اس کی کوششون سے اسکی نمک خوار سپاہ اوس کی امداد کے لئے تیار ہوگئی، اور قریب تھا کہ حالات بدل جائین کہ اسی اثنار مین اوس جماعت کو جو افریقی فوج کو اپنے ساتھ صقلیہ لائی تھی، تائید الدولہ پر دسترس حاصل ہوگیا، اور اوس نے موقع پاتے ہی نہایت عجلت سے اوس کو قتل کر ڈالا، اور سر کاٹ کر المعز کے پاس افریقیہ بھیج دیا، یہ واقعہ ۴۲۶ھ؁ ۱۰۳۵ع؁ مین پیش آیا،[۱]

اہلِ صقلیہ اور افریقیہ مین جنگ

تائید الدولہ کے اس قتل سے فتنہ اور زیادہ برانگیختہ ہوا، اور اوس کی موید جماعت دولت کلبیہ کی حمایت پر آمادہ ہوگئی، اور اون لوگون کے خلاف جو افریقیہ سے فوج لے آئے تھے، بڑی آوازین بلند ہوئین، لیکن دور اندیشون نے مصلحت اندیشی سے کام لیا، اور اون لوگون سے کوئی اشتعال انگیز برتاؤ کرنے کے بجائے، بحث وتحیص سے اون کو ہموار کرنا شروع کیا، کہ اس غیر ملکی قبضہ کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہ ہوگا، چنانچہ پھر ان لوگون کی بھی رائے بدل گئی، اور اب یہ جماعت بھی عبد اللہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی، اور اوس کے خلاف متفقہ مقابلہ کے لیے صقلیہ کی ایک بڑی فوج میدان مین اوترآئی،

عبد اللہ کے لئے یہ حالات خلافِ توقع تھے، وہ صرف اہلِ صقلیہ کی امداد کے بھروسہ پر مٹھی بھر فوج لے کر آیا تھا، تاہم اوس نے مقابلہ کیا، اور اوس کے تین سو جانباز سپاہی پہلے ہی حملہ مین تہ تیغ ہوگئے، اوس کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ فوج لیکر افریقیہ واپس چلا گیا،[۲]

[۱] ابنِ خلدون کے نسخہ مین ۴۱۷ھ؁ ہے لیکن صحیح نہین ہے، [۲] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۰ ونہایۃ الارب در امار ی ص ۴۴۳ وابن خلدون

خلیفہ فاطمی مصر کی وفات اور اوس کا جانشین،

اسی سال ماہ شعبان ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء میں خلیفہ فاطمی الظاہر لاعزاز دین اللہ نے وفات پائی کل مدت خلافت ۱۶ سال اور کچھ مہینے رہی، اس کے بعد اوس کا لڑکا ابو تمیم معد المستنصر بامر اللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بیٹھا، [۱]

المستنصر بامر اللہ ابو تمیم معد بن الظاہر خلیفہ فاطمی

۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء - ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء

المستنصر نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم کی پیروی کی، اور امور مملکت کو وزراء کے سپرد کر دیا، اور باوجودیکہ صقلیہ میں اس وقت اہم انقلابات ہو رہے تھے لیکن خلافت فاطمی کی طرف سے کوئی مداخلت نہین ہوئی،

دولت کلبیہ کا زوال،

کلبی فرمانروا کا انتخاب

صقلیہ میں تائید الدولہ کے قتل اور افریقی لشکر کی واپسی کے بعد انقلاب انگیز اضطراب پیدا ہو گیا، حکومت کا رعب وداب جاتا رہا، اور شوریدہ پشت جماعتوں کے سرگروہ کو اقتدار حاصل ہو گیا، اور وہی لوگ صقلیہ کی حکومت کے سیاہ وسپید کے مالک بن بیٹھے، ان لوگون نے افریقی فوج کی واپسی کے بعد مجلس شوریٰ منعقد کی، اور تائید الدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو صمصام الدولہ کا لقب دیکر رسمی طور پر برائے نام تخت حکومت پر بٹھا دیا،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۱ ج ۹ ص ۲۰۱ و ابو الفداء ج ۲ ص ۹۰، ابن اثیر کے نسخہ میں افریقی فوج کے مقتولین کی تعداد آٹھ سو مکتوب ہے، لیکن یہ نسخہ کا اختلاف ہے "ثلاثمایہ" "ثمانمایہ" ہو گیا، کیونکہ فوج کی مجموعی تعداد صرف ۶۰۰ تھی نویری ابن خلدون اور ابو الفداء میں یہی تعداد ہے، لیکن اماری نے ابو الفداء کے دو نسخون سے نقل کیا ہے، ایک میں "ثمانمایہ" اور ایک میں "ثلاثمایہ" ہے سلہ ابن خلدون ج ۴ ص ۶۲،

صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروا صقلیہ (۱۲)

۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء - ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء

صمصام الدولہ وہ آخری بدبخت کلبی تاجدار ثابت ہوا جس کو ایک دن بھی سکون سے حکومت کرنا نصیب نہین ہوا جن شورش پسندون نے اُس کے سر پر تاج رکھا، دار الحکومت پر عملاً وہی قابض ہو گئے، اور عمالِ حکومت کا عزل و نصب اور ہنگامۂ دار و گیر برپا کر دیا، جس سے شہر کے معززین سر چھپاتے پھرنے لگے،

جب دار الحکومت مین یہ فضا پیدا ہو گئی، تو اورون کو بھی جرائت ہوئی، جو جس صوبہ کا گورنر تھا وہ خود حکمران بن بیٹھا، جسکی معزولی کا پروانہ پہنچا، اوس نے اوس کو ٹھکرا کر خود مختاری کا اعلان کر دیا، یہان تک کہ بعض شہرون کے حاکمون نے بھی اپنی مطلق العنانی کا اعلان کر دیا، اور کسی کو مرکزی حکومت سے کوئی علاقہ باقی نہین رہ گیا، ابن اثیر اور عام مورخین لکھتے ہین:۔

"حالات مین عام اضطراب پیدا ہو گیا، رذیلون کو حکمرانی کا موقع مل گیا، اور ہر شخص اپنے اپنے شہر کا مطلق العنان فرمانروا بن بیٹھا،"

مسینا پر بزنطی قبضہ ایک طرف صقلیہ مین یہ اضطراب انگیز حالات طاری تھے، دوسری طرف اسی اثنا مین قیصرِ روم میکائل چہارم (MICHAEL IV ۴۲۵ھ ۱۰۳۴ء - ۴۳۹ھ ۱۰۴۷ء) نے اپنے پیشرو بزنطی فرمانروا باسل دوم کی ناتمام آرزو کی تکمیل کرنی چاہی، اور صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے مذہب کے نام پر فوج جمع کی، جس مین عیسوی مذہب کے ہر فرقہ کے پیرو شامل ہوئے، اور ایک بڑا بیڑا تیار ہوا جس کا امیر البحر اس عہد کے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینکس (GEOYGEMANIACES) کو مقرر کیا گیا،

یہ بیزنطی بیڑا ۴۲۹ھ/۱۰۳۸ء میں مسینا پہنچا، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول ان حملہ آوروں کے اس حملہ کو مسلمانانِ صقلیہ کی باہمی جنگ سے تقویت پہنچی، اور وہ مسینا پر قابض ہوگئے،[۵۱]

صقلیہ پر عیسوی حملہ کا اسی سے آغاز ہوا، اور ممکن تھا، کہ بعد میں بعض دوسرے حالات پیش نہ آجاتے، تو صقلیہ ایک مرتبہ دوبارہ بیزنطی صوبہ بن جاتا، لیکن بعد کے واقعات نے بیزنطی شہنشاہوں کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی،

دولتِ کلبیہ کا زوال بلرم میں صمصام الدولہ کی تخت نشینی کے بعد حکومت میں جو اختلال و اضطراب پیدا ہوگیا تھا، وہ روز بروز ترقی کرتا گیا، اور ۴۲۷ھ/۱۰۳۵ء سے ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء تک چند سال یہی حالات قائم رہے، اور مظلوم صمصام الدولہ کے بنائے کچھ نہ بن سکی، آخر وہ ساعت بھی آپہنچی کہ دولتِ کلبیہ کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی گل کردیا جائے، چنانچہ ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں یہ آخری کلبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کردیا گیا، اور اسی پر دولتِ کلبیہ کا خاتمہ ہوگیا،[۵۲]

صمصام الدولہ معزول ہونے کے بعد خاموش بیٹھ گیا، لیکن دشمنوں نے پھر بھی اوس کی جان بخشی نہ کی، اور صقلیہ میں جلد جلد حالات بدلنے کے بعد جب ایک شخص ابن ثمنہ نامی القادر باللہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا تو اوس نے خطرات کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے لیے صمصام الدولہ کا کام تمام کردیا، اور اوس کے قتل کے ساتھ ہی خانوادۂ کلبیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہوگیا،

دولتِ کلبیہ پر ایک نظر

ابوالغنائم حسن بن علی بانیِ دولتِ کلبیہ ۳۳۶ھ/۹۴۸ء میں صقلیہ آیا، اور ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا، اس طرح خانوادۂ کلبیہ کو کامل ۹۶ برس تک صقلیہ پر فرمانروائی کرنیکا موقع ملا،

---

[۵۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ صفحہ ۳۰۳ و ہسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۰ ص ۲۴۶، [۵۲] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳۱، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۰، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۵، ابوالفداء ج ۲ صفحہ ۹، وغیرہ،

دولت کلبیہ صقلیہ پر اوس کی اس ۹۶ سالہ عمر مین متعدد دور گذرے، اس کی بنا و تاسیس حسن بن علی کے مضبوط ہاتھون سے پڑی، اور اگرچہ اس کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونیکے وقت اسکے خاندان کی متوارث حکومت کا کوئی خیال نہین تھا، لیکن اوس نے اپنے اس اثر و رسوخ سے جو اس عہدہ پر فائز ہونے سے پیشتر اوس کو حاصل تھا، اور پھر صقلیہ مین آمد کے بعد اپنی دور اندیشی اور حسن تدبیر سے تمام بغاوتون کے استیصال کرنے اور جنوبی اٹلی مین فتوحات حاصل کرنے سے اوسکی شخصیت صقلیہ اور افریقیہ دونون جگہ اس قدر نمایان ہوگئی کہ اوس نے خود صقلیہ مین دولت کلبیہ کی تاسیس کا خواب دیکھا، اور اپنے بجائے اپنے لڑکے احمد کو قائم مقام بنایا، پھر افریقیہ پہنچ کر مرکزی حکومت مین رسوخ سے کام لیکر احمد کو صقلیہ کی مستقل ولایت کا پروانہ دلا دیا، یہ اوس کی وہ پہلی کوششین تھین، جو اس خاندان کی حکومت کو عالم وجود مین لائین، اور اوس کے بعد ابو القاسم کے عہد حکومت تک صقلیہ مین جسقدر کلبی فرمانروا گذرے اونھون نے اس حکومت کی بنیادین اُستوار کین یہی دولت کلبیہ کا دور اول تھا،

پھر اسی عہد کے آخری فرمانروا ابو القاسم کے زمانہ مین خلافت فاطمی کے زیر سایہ حکومت کلبیہ کی مکمل آزادی و خود مختاری تسلیم کرلی گئی جس کے رو سے اب خلفائے فاطمی مصر کو عملاً صقلیہ کے داخلی معاملات مین دخل اندازی کا کوئی حق حاصل نہین رہا، کلبی فرمانروا جس کو چاہتا، ولیعہد نامزد کرتا، اور خلیفہ فاطمی رسمًا اوسکی تصدیق کرتا، اور سریر آرائی کے بعد اوس کو صقلیہ کی فرمانروائی کا فرمان بھیج دیتا، اور ادھر فرمانروائے کلبی کا فریضہ تھا، کہ اس حکومت کی نسبت کو خلافت فاطمی کے ساتھ برقرار رکھے صقلیہ کی مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین خلیفہ فاطمی کا نام لیا جائے، اور سالانہ خراج کی ایک متعینہ رقم سال بہ سال صوبہ صقلیہ سے مرکزی حکومت کو دیجائے،

ابو القاسم کے بعد اس حکومت کا دوسرا دور شروع ہوا، جو تاج الدولہ جعفر کے نصف اول عہد حکومت تک قائم رہا، فلسفہ تاریخ مین حکومتون کے زرّین عہد سے اون کے دوسرے دور کو تعبیر

کیا گیا ہے، چنانچہ صقلیہ میں بھی یہی دور اپنے اول و آخر دونوں دوروں سے زیادہ شاندار رہا، تاجداران حکومت کو ہموار کی ہوئی سرسبز و شاداب زمین ملی، امن و اطمینان سے انھیں کشت زاری کا موقع ملا، اور تمام سرزمین صقلیہ گلہائے رنگارنگ سے لہلہا اوٹھی، حکومت کے تمام شعبے الگ الگ مصروف عمل رہے، بلکہ اپنی اقتصادی و مالی حیثیت سے ترقی کرتا رہا، صقلیہ کی زمین خود زرخیز تھی، جب دولت کلبیہ کو اس میں تمدنی آبیاری کا موقع ملا، تو وہ سرزمین یورپ کے ازمنہ وسطی کی مدنیت کا ایک ایسا اعلیٰ ترین نمونہ بن گئی جس کی نظیر بجز غرناطہ و قرطبہ کے یورپ کے کسی دوسرے خطۂ ملک میں موجود نہیں تھی، فرمانروایان کلبین نے اپنے اس دور وسطی میں صقلیہ کو تمدن کی تمام نیرنگیوں سے آراستہ کیا، اور ہر قسم کی تمدنی ترقیاں بتمدن نظام حکومت کے مختلف شعبوں دارالوزرا، دارالکتاب، دیوان الخرج، عدالت و قضا اور دیوان نظر المظالم کا قیام، فرمانروایان حکومت کے شاہانہ شان و شوکت، اور لوازم شاہی کا اجرا، بادشاہوں کے عالیشان محلات، شاہانہ چتر و جلوس، اور شاہانہ القاب و آداب، اور خطاب کا رواج، علوم و آداب قرآن، حدیث، فقہ، کلام، طب، ادب، نحو، شعر و شاعری، اور فلسفہ و حکمت وغیرہ کی ترویج، مدارس کا قیام، علما و شعرا، کا پیشگاہ حکومت سے شاہانہ عطایا و وظائف، فنون جمیلہ اور خصوصًا فن تعمیر کی اعلیٰ ترقیاں، صنعت و حرفت کی ترقی و ترویج، اور اسی طرح تجارت کی عام گرم بازاری وغیرہ اسی عہد میں معراج کمال پر پہنچیں جن کا اصل مرقع کتاب کی دوسری جلد میں نظر آئے گا،

نیز اسی عہد سے قدرۃً فرمانروایان کلبین کے عیش و عشرت کا زمانہ آیا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر شاہی خاندان کی یکجہتی میں بھی فرق آگیا، اور تاج الدولہ کے بھائی علی کی فوج کشی سے فتنہ کا دروازہ کھل گیا، اور وہی دولت کلبیہ کے زوال کا دیباچہ بنا، اور حکومت میں روز بروز اضمحلال آتا گیا، تاج الدولہ نے قبائل بربر کی جلا وطنی، اور موالی کے قتل عام سے خود اپنے ہاتھوں حکومت کی بنیاد کھوکھلی کر دی، کیونکہ اگرچہ وہ حضریت و تمدن سے آشنا تھے، لیکن اون کی بدویت

کا جو جبلی فطرت تھی، اقتضا یہی تھا کہ وہ بدویت وحضریت کے سلسلہ ارتقاء کے درمیان مین رکھے جائین، اور فوجی خدمات سے، اور اسی لیئے ان کی فطری بسالت وشجاعت کا سکہ پورے صقلیہ پر جما ہوا تھا جو حکومت کے رعب وداب اور اقتدار قائم کرنے مین نہایت معاون تھا، علاوہ ازین بربریون کو یہان ہر دلعزیزی بھی حاصل تھی، اس لیئے ان کے استیصال سے عام باشندگان صقلیہ کے رجحانات تاج الدولہ کی طرف سے بدل گئے اس لیئے جب باغانی کے جور واستبداد کا بہانہ ہاتھ آیا، تو بغاوت کی آگ پوری قوت سے بھڑک اوٹھی، اور تاج الدولہ کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا،

چنانچہ نویری نے انہی بربریون کی جلاوطنی کو تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا اصل سبب قرار دیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

وادی ذالک الی وثوب اھل	اور اس (جلاوطنی کا) کا اثر یہ پڑا کہ لوگ
صقلیہ بہ (تاج الدولہ)	تاج الدولہ جعفر پر آمدہ جل کر ٹوٹ
واخراجہ[1]	پڑے، اور اوس کو حکومت سے دستبردار کیا،

تاج الدولہ جعفر کی دستبرداری کے بعد ممکن تھا کہ تائید الدولہ احمد الاکحل معاملات کو سنبھال لیتا، مگر اوس کے ناخلف لڑکے جعفر نے اپنی بے راہروی سے فتنہ کو دوبارہ جگا دیا، اور پھر تائید الدولہ بھی اپنے لڑکے کی حکمت عملی کی حمایت مین آگیا، اور خود نہایت ناروا طرز عمل اختیار کرکے اپنی قبر آپ کھودلی، تائید الدولہ کے بعد دولت کلبیہ کی آخری تلوار نیام سے نکلی، اور صمصام الدولہ سریر آرائے حکومت ہوا، لیکن یہ تلوار بھی دولت کلبیہ کے ہواخواہون کے بجائے اوس کے بدخواہون کے ہاتھ لگ گئی، اوںھون نے اس کی آزمایش کے بغیر اوس کو کمر سے اوتار کر پھینک دیا، اور صمصام الدولہ کے تخت سے اوترتے ہی دولت کلبیہ کا آفتاب اقبال غروب ہوگیا،

---

[1] نہایۃ الارب ورا ماری صہ ۴۴۲،

کلبین کے لئے یہ مایۂ ناز و افتخار ہے، کہ انھین کا وہ عہد زرّین تھا، جس مین صقلیہ نے تہذیب و تمدّن کا حقیقی درس حاصل کیا، اور پھر اوس نے یورپ کے ایک بڑے حصہ کو تہذیب و تمدن کا سبق سکھایا، اس لئے اگرچہ کلبین کو زوال آگیا، تاہم صقلیہ مین اون کی پھیلائی ہوئی روشنی سے یورپ صدیون تک اُجاگر رہا،

سنہ ۴۳۱ھ - سنہ ۴۴۴ھ
۱۰۳۹ء - ۱۰۵۲ء

دولت کلبیہ کے زوال کے بعد جیسا کہ گذرچکا ہے، صقلیہ مین عام طور سے طوائف الملوکی پھیل گئی، جو شخص جس صوبہ کا گورنر یا جہان کا حاکم تھا، وہین اوس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا،

جزیرہ مین بزنطی فتوحات اور اُن کا خاتمہ

انھی دونون جزیرہ مین بزنطی جنرل منیکس کے حملے شمالی صقلیہ مین جاری تھے، اوس کو یہان کے دورِ اختلال سے فائدہ پہنچا، اور اوس نے سنہ ۴۲۹ھ ۱۰۳۸ء سے سنہ ۴۳۴ھ ۱۰۴۲ء تک مین مسینا، سرقوسہ، اور بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا، اس قبضہ اور استیلا مین بعض شہرون کے مسلمان حاکمون نے بھی اوس کی امداد کی،

لیکن ان بزنطی فتوحات کا دائرہ سرقوسہ کے مضافات سے آگے نہین بڑھا جب مختلف مسلمان حاکم اپنی اپنی جگہ اوٹھ کھڑے ہوئے، تو وہ سنہ ۴۳۴ھ ۱۰۴۲ء مین بزنطی لشکر کو جزیرہ سے نکالنے مین کامیاب ہو گئے،[1]

دارالحکومت مین ایک ہنگامی حکومت

جزیرہ مین صمصام الدولہ کے معزول کئے جانے کے بعد حالات یہ پیش آئے کہ اولاً چند دنون خاص دارالحکومت بلرم مین کوئی ذمہ دار حکومت قائم نہین ہوئی کچھ دنون کے بعد بلرم کے معززین و شرفا ایک ذمہ دار حکومت کے قیام کی کوششون مین کامیاب ہوئے،

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۲۲ طبع یازدہم و اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ ص ۲۴۶،

اور بلرم میں ایک نام نہاد ہنگامی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی جس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں کسی شخصی واحد کو فرمانروا تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ حکومت کی زمام اجتماعی اور مشترکہ طور پر ان سب کے ہاتھوں میں رہی یا یوں کہا جائے کہ بلرم کے ذمہ دار شہریوں کی مجلس شوریٰ حکومت کی قائم مقام بنی،[۱]

ملک میں عام طوائف الملوکی

لیکن جب مختلف صوبوں اور شہروں کے باقتدار حکمران دولت کلبیہ سے اپنی بغاوت کا اعلان کر چکے تھے، تو وہ اس نام نہاد حکومت کی اطاعت پر کیوں آمادہ ہوتے، اس لئے جسے جہاں موقع ملا، اوس نے اپنے اردگرد کے شہروں پر قبضہ کر لیا، اور الگ الگ ایک ایک خود مختار حکومت قائم کرلی اور حسب ذیل حکومتیں اپنی اپنی مطلق العنانی کے ساتھ قائم ہو گئیں،

شمار	نام حکمران	حدود حکومت
(۱)	شرفاے بلرم	بلرم اور اوس کے مضافات،
(۲)	قائد عبد اللہ بن منکوت	مازر، اطرابنش، شاقہ، مرسی علی مع مضافات،
(۳)	علی بن نعمۃ المعروف بابن حواس	قصریانہ، جرجنت، قصر نوبو مع مضافات،
(۴)	محمد بن ابراہیم بن ثمنہ	سرقوسہ مع مضافات،
(۵)	ابن الکلابی	قطانیہ مع مضافات،[۲]

ان کے علاوہ بھی جو جو قابل ذکر مقامات تھے وہ خود مختار ہو گئے، جن مقامات پر کسی خاص حکمران

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۵، [۲] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۵، ابو الفدا ج ۲ ص ۰۹، ابن خلدون کے دونوں نسخے جہاں پر ان متغلبین کا ذکر آیا ہے ناقص ہیں، اس لئے اس کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیے، اور نہ یہ سمجھا جائے کہ ان مورخین اور ابن خلدون میں کوئی اختلاف ہے، بلکہ ابن خلدون کی متن غائب ہو گئی ہے جس سے اس کی عبارت خبط اور بیان متضاد ہو گیا ہے،

کو اقتدار حاصل نہین ہوا، وہان اگر مسلمانون کی آبادی غالب تھی تو اون کا اجتماعی اقتدار قائم رہا، اور اگر عیسائی زیادہ تھے، تو وُہ اُن کے مالک بن بیٹھے کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہین رہا،

خانہ جنگی ان خود مختار دولِ خمسہ کے قیام کے بعد ان کی باہمی خانہ جنگی کا آغاز ہوا، ہر کمزور پر قوی کی نگاہِ حرص پڑنے لگی، اور انھی حریفون کی باہمی نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا،

ابن ثمنہ کا اقتدار بلرم پر اور مرکزی حکومت کی تشکیل چنانچہ ان متغلبین مین سے حاکمِ سرقوسہ ابنِ ثمنہ آگے بڑھا، اور بلرم کی طرف پیشقدمی کی اور اس لئے کہ یہان کسی شخصِ واحد کا قبضہ نہ تھا، علاوہ ازین دارالسلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد دوسری چھوٹی ریاستون پر پیشقدمی کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے کہ صقلیہ کی تمام حکومتون کو مرکزی حکومت کا مطیع و منقاد رہنا چاہیے،

بلرم کی ہنگامی حکومت پر رفتہ رفتہ یہان کی فتنہ پرداز جماعت قابض ہو چکی تھی، اوس نے ابن ثمنہ کا خیر مقدم کیا، نیز شرفائے بلرم نے بھی کوئی مزاحمت نہین کی، کہ ممکن ہے ابن ثمنہ اپنی طاقت سے صقلیہ مین کوئی مضبوط و مرکزی حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہو جائے، اور پورے صقلیہ کو پہلے کی طرح مطیع و منقاد بنالے اس لئے ابن ثمنہ بلرم پہنچتے ہی یہان کا جائز فرمانروا تسلیم کر لیا گیا،

ابن ثمنہ نے بلرم پر قبضہ کرنے کے بعد **القادر باللہ** کا لقب اختیار کیا، یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ فرمانروایانِ کلبین کی جگہ تختِ حکومت پر بیٹھا ہے، اب صقلیہ کی جس قدر دوسری ریاستین ہین، ان کے فرمانروا ایک متغلب کی حیثیت رکھتے ہین،

صمصام الدولہ کا قتل ابنِ ثمنہ نے استحکامِ حکومت کے لئے آخری معزول کلبی تاجدار صمصام الدولہ کو راستے ہٹا دینا مناسب سمجھا، کہ مبادا پھر کوئی پانسہ پلٹ جائے، چنانچہ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے صمصام الدولہ ابن ثمنہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد اوس نے اجتماعی حکومت قائم کرنے کے لئے عملی قدم اوٹھایا، اون خودسر ریاستون مین

سے قطانیہ کا حکمران ابن الکلابی سب سے کمزور تھا، اس لئے ابن ثمنہ نے اولاً اسی طرف رُخ کیا، ابن الکلابی نے مقابلہ کیا، لیکن پیش نہ پا سکا، لڑائی مین مارا گیا، اوس کے قتل کے بعد صوبہ قطانیہ کا الحاق بھی اس نام نہاد مرکزی حکومت سے ہو گیا،

اب صقلیہ مین تین متوازن طاقتین علٰحدہ علٰحدہ ہو گئین، ابن ثمنہ بلرم سرقوسہ اور قطانیہ کا فرمانروا تھا، ابن حواس قصریانہ اور جرجنت کا حکمران، اور ابن منکوت مازر طرابنش، شاقہ، اور مرسی علی پر قابض تھا، ابن ثمنہ کی دلی آرزو تو یہی تھی کہ وہ پورے جزیرہ پر حکمرانی کرتا، لیکن یہ دونون موخر الذکر حکومتین اینٹھین کہ ان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے اس لئے اوس نے اپنی روش بدلی، اور ان دونون سے مساویانہ تعلقات پیدا کرنا چاہے، لیکن ابن الکلابی کے قتل کے بعد ایک دوسری دشواری بھی پیش آگئی تھی، یعنی ابن الکلابی اور ابن حواس مین مصاہرانہ تعلقات قائم تھے، اور ابن حواس کی حقیقی بہن میمونہ ابن الکلابی کے حبالۂ عقد مین تھی،

اس لئے ابن ثمنہ کو ابن حواس کی طرف سے جارحانہ پیش قدمی کا قدرتاً خطرہ پیدا ہو گیا، اسلئے ابن ثمنہ نے دور اندیشی سے کام لیا، اور میمونہ کا زمانۂ عدت ختم ہوتے ہی ابن حواس کے پاس عقد کا پیغام بھیج دیا، ابن حواس نے بھی ملک کے امن و امان کے لئے اوس کو مناسب خیال کیا، اور میمونہ ابن ثمنہ کے حبالۂ عقد مین داخل ہو گئی،[1]

جزیرہ مین امن وامان ابن ثمنہ اور ابن حواس کا یہ جدید رشتہ جزیرہ کے فرمانرواؤن کے لئے رشتۂ اتحاد ثابت ہوا، ابن ثمنہ کی برتری تسلیم کر لی گئی، بلرم کی مسجدون مین اوس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اور ملک مین ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا،

صقلیہ کا خلافت فاطمی سے انتساب علاوہ ازین چونکہ صقلیہ کے یہ سب فرمانروا دولت کلبیہ کے عہد کے گورنر اور

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۶،

حاکم شہر تھے، اس لئے مذہباً شیعی تھے، اسی لئے قیام امن وامان کے بعد اُن کے تعلقات خلیفۂ فاطمی مصر سے بدستور سابق قائم ہوگئے، اور صقلیہ سے دولتِ کلبیہ کے زوال کے بعد خلافتِ فاطمی کا انتساب قائم رہا[۱]

ایک خانگی اختلاف اور خانہ جنگی

صقلیہ مین چند سال تک امن وامان قائم رہا، یہانتک کہ چند سال گذرنے کے بعد ایک اتفاقی واقعہ پیش آتا ہے، اور ابن حواس اور ابن ثمنہ جس کڑی سے باہم ملے تھے، وہ ٹوٹ جاتی ہے، اور اسی سے ان دونون فرمانرواؤن کا رشتۂ اتحاد بھی ٹوٹ جاتا ہے،

وہ اتفاقی واقعہ ۴۴۴ھ مین پیش آیا، ایک دن میمونہ اور ابن ثمنہ مین کسی بات پر باہمی تکرار رنجی ہوئی اور سخت کلامی کی نوبت آگئی، میمونہ بھی درشت الفاظ مین جواب دیتی گئی، اس وقت ابن ثمنہ شراب کے نشہ سے مخمور تھا، غیظ وغضب مین ہوش سے گذر گیا، اور طیش مین اسکے دونون ہاتھ کی فصد کھلوادی کہ اوسکی زندگی کا خاتمہ ہوجائے، میمونہ کے ہاتھون سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا، اور ابن ثمنہ اوس کو اسی حال مین چھوڑ کر باہر چلا گیا، اتفاق سے ابن ثمنہ کے لڑکے ابراہیم کو واقعہ کی خبر ہوئی، وہ دوڑا ہوا خود پہنچا، اور اطبا، کو بلا کر علاج کرایا، اور وہ صحتیاب ہوگئی،

جب صبح ہوئی، تو ابن ثمنہ ندامت وانفعال سے عرق عرق تھا، میمونہ سے اپنے کئے کی معذرت چاہی، کہ رات کو جو کچھ گذری وہ نشہ کی بے اعتدالی تھی، میمونہ بظاہر اوسکی جانب سے صاف ہوگئی، اور دونون مین تعلقات خوشگوار ہوگئے،

لیکن میمونہ کا دل صاف نہین ہوا، اوس نے کچھ دنون مغالطہ دیکر میکے جانے کی خواہش کی، ابن ثمنہ نے اہتمام سے تحائف کے ساتھ اوس کو رخصت کیا، اوس کے بعد اوس نے گھر پہنچ کر تمام واقعات کی دردانگیز تفصیل اپنے بھائی ابن حواس کے سامنے بیان کی، وہ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا، اور قسم کھا بیٹھا، کہ

---

[۱] اگرچہ اس کا تصریحی ذکر کہین نظر نہین آیا، لیکن آیندہ ۴۵۳ھ کے سلسلۂ واقعات سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس وقت یہ سلسلہ قائم رہا جس کا ذکر آیندہ صفحات مین آئے گا،

اب میمونہ کو ابن ثمنہ کے پاس کبھی جانے نہ دیگا، چنانچہ کچھ دنون کے بعد جب ابن ثمنہ کے آدمی میمونہ کو لیجانے کے لئے قصریانہ پہنچے تو اوس نے رخصت کرنے سے انکار کردیا، اور وہ لوگ بیرم واپس چلے گئے۔

اسی خانگی اختلاف سے صقلیہ مین خانہ جنگی کا دوبارہ آغاز ہوتا ہے، ابن ثمنہ جوش غضب مین اپنی فوجین لے کر قصریانہ کی دیوار کے نیچے کھڑا ہوگیا، ابن حواس نے شہر سے نکلکر مقابلہ کیا، قصریانی لشکر غالب آیا، اور ابن ثمنہ نے قطانیہ کی طرف راہ فرار اختیار کی، ابن حواس نے تعاقب کیا، اور قطانیہ کے قریب پہنچ پہنچتے اوسکی بقیۃ السیف فوج کا بھی خاتمہ کردیا، ابن ثمنہ جان بچاکر مسینا مین داخل ہوگیا،[۱]

ابن ثمنہ کی نارمنون سے استمداد

اس جنگ مین ابن ثمنہ کی ساری فوجی قوت کا خاتمہ ہوگیا، اس مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہی کہ ابن حواس کا مقابلہ کرتا اس لئے اپنی امداد کیلئے اوس نے اپنی اور سارے جزیرہ کی بدبختی سے نارمنون کی بڑھتی ہوئی طاقت کو پشت پناہ بنانے کا فیصلہ کیا جنہون نے صقلیہ پہنچ کر اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کیا، اور سارے جزیرہ مین ہمیشہ کے لئے مسیحی علم بلند کردیا،

---

[۱] نہایۃ الارب درامادی صفحہ ۴۴۶، ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳۱ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۱ وغیرہ۔

نارمنی فتنہ

اور

صقلیہ مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ

۴۴۳ھ - ۴۸۴ھ
۱۰۵۱ء - ۱۰۹۱ء

نارمن ناروے کے اصل باشندے ہین، ناروے سے لوٹ مار کے لئے نکلے رفتہ رفتہ فرانس پہنچے، ان کا پہلا حملہ شارلیمین کے عہد مین ہوا، دوسرے حملہ مین اونھون نے پیرس کا محاصرہ کیا، اور اسی مین اونھین برگنڈی دے دیا گیا،

الغرض نارمنون نے دسوین صدی عیسوی کے آغاز سے یورپ مین اپنا سیاسی وجود تسلیم کرالیا اور ۹۱۲ء کی ایک صلح کے روسے دریائے سین کے دونون جانب کی زمین فرانسیسی بادشاہ چارلس دی سمپل سے حاصل کی اور روالف دی گنیجر (۲۲۹ھ ۹۱۱ء ۳۱۵ھ ۹۲۷ء) کی سرداری مین ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہوئی، روالف نے یورپ سے اختلاف پیدا کرنے کیلئے اپنے قدیم بت پرستانہ وحشیانہ مراسم کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی اوس کو اصطباغ دیا گیا، اور شاہی خاندان کی ایک لڑکی اس کے عقد مین دی گئی لیکن اس کے باوجود نارمن اپنے قدیم پیشہ قزاقی، غارتگری اور رہزنی کو ترک نہ کرسکے اور آیندہ چلکر خود فرانس اور نارمنڈی مین بھی خوشگوار تعلقات قائم نہین رہے،

ان لوگون نے اپنے اسی پیشہ قزاقی کے ماتحت، قریب قریب زمانون مین یورپ کے مختلف

شہون کا رخ کیا، اُن مین سے ایک گروہ نے جو یہان کے ڈیوک ولیم کی سرکردگی مین تھا، انگلستان پر چھاپا مارا، اور اوسی نے انگلستان مین ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، اور ولیم فاتح کے نام سے تخت نشین ہوا، اسی طرح نارمنون کا دوسرا گروہ گیارہوین صدی عیسوی سے بحر روم پر چھاپے مارنے لگا، اور رفتہ رفتہ یہان کی اسلامی حکومتون کو برباد کر ڈالا[۱]

نارمن اٹلی مین نارمن عیسائیت قبول کرلینے کے بعد یروشلم کی زیارت کیلئے بحر روم مین بہ کثرت آنے جانے لگے، اور اپنے اسی مذہبی سفر مین اپنے آبائی پیشہ قزاقی سے بھی فائدہ اوٹھاتے رہے، اسی زمانہ مین اتفاقی طور پر ایک نارمن جہاز ۴۰۱ھ ۱۰۱۶ء مین اٹلی پہنچا، اور جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، ان نارمنون نے اٹلی کی ریاست سلرنو مین ملازمت اختیار کی، اسکے بعد اون کے اسلامی آبادیون کو لوٹنے پھر مال غنیمت لیکر نارمنڈی واپس جانے اور وہان سے جوق در جوق اٹلی آنے، اور یہان متاجر سپاہ بنکر جنوبی اٹلی کی اسلامی ریاست اور اسلامی نوآبادیون کو پامال کرنے کا تذکرہ اپنی اپنی جگہ اوپر گذر چکا ہے،

اسکے بعد اون لوگون نے اٹلی مین عظمت و شوکت حاصل کرلی، اور چند ہی دن مین اپنی جرأت و ہمت سے اپنا سیاسی وجود جنوبی اٹلی کی انھی ریاستون سے تسلیم کرالیا، جن کی ملازمت سے وہ وابستہ تھے، چنانچہ تقریباً ۴۲۰ھ ۱۰۲۷ء مین نیپلز کے حاکم نے مقام اورسا اون کو جاگیر کے طور پر دے دیا، اور پھر اون لوگون نے چند اسلامی نوآبادیون پر قبضہ کیا، اور کچھ دوسرے علاقے بھی اون کے زیر اقتدار آئے، اور ایک مختصر حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور ۴۴۵ھ ۱۰۵۳ء مین پوپ لیو نہم پر حملہ آور ہوکر اوس کو گرفتار کرلیا، اور پھر اوس سے خطا معاف کراکر نارمن حکومت کی تصدیق کی تحریری سند حاصل کرلی،

رابرٹ گوسکارڈ اسی اثنا مین نارمنڈی مین وہان کے ڈیوک اور طبقۂ نائٹ کے معززین مین کچھ باہمی ناچاقی ہوئی، اور اون لوگون نے ڈیوک کی متشددانہ حکومت کی تاب نہ لاکر نارمنڈی سے ہجرت کی،

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنز (نارمنس) صفحہ ۲۹ و تاریخ انگلستان جان رچرڈ گرین ج ۱ (ترجمہ شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) صفحہ ۱۵۳ لغایۃ ۱۶۳،

انھی مین ایک اولوالعزم شخص رابرٹ گوسکارڈ تھا، اوس نے اٹلی پہنچ کر نارمنون مین ہر دلعزیزی پیدا کی، اور کچھ دنون کے بعد اٹلی کے نارمنون کا سردار بن گیا،

خاندان ہاٹول رابرٹ گوسکارڈ ایک نارمن خاندان ہاٹول (HAUTEVILLE) مین سے تھا، رابرٹ کے برسراقتدار آجانے سے نارمنون مین اس خاندان کو امتیاز حاصل ہوگیا، اور ان مین سے چھ اولوالعزم شجاع ایسے گذرے جو ایطالیہ وصقلیہ کے نارمن کارنامون کے اساسی بنیاد ہین، خصوصاً رابرٹ اور اس کے چھوٹے بھائی راجر نے بہترین کارنامے انجام دیے اور خصوصاً آخرالذکر تو راجر نے ایشیا و یورپ کی صلیبی لڑائیون کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی جس نے آخر یہ امر واقعہ ہے کہ مغرب اور مصر و شام کی اسلامی حکومتون کے قصر اقتدار کو متزلزل کر دیا،[1]

راجر اول راجر اول ٹینکرڈ آف ہاٹول کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا، ۱۰۳۱ء مین پیدا ہوا سن شعور کے بعد جنوبی اٹلی آیا، اور اپنے بڑے بھائی رابرٹ گوسکارڈ کے کلبریہ کے حملون مین اوس نے نمایان کارنامے انجام دیے اور کچھ دنون کے بعد ان فتوحات مین وہ مالکانہ حیثیت سے برابر کا حصہ دار تسلیم کر لیا گیا،[2]

نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت، اسی زمانہ مین مسینا کے عیسائیون نے مسلمانون کی خانہ جنگیون سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت بھیج دی، لیکن ابھی گفت و شنید مکمل نہین ہونے پائی تھی، کہ ۴۵۲ھ ۱۰۶۰ء مین ابن ثمنہ ابن حواس سے شکست کھانے کے بعد نارمنون سے امداد حاصل کرنے کے لئے کلبریہ روانہ ہوا، اور ملیطو پہنچ کر صقلیہ پر حملہ آوری کی استدعا پیش کی،

نارمن والی کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ نے صقلیہ کے معاملات کو راجر کے سپرد کیا، اور راجر ہی نے ابن ثمنہ سے گفت و شنید شروع کی، کہ اگر صقلیہ پر حملہ آوری طے پا گئی، تو اسی کی سرکردگی مین یہ مہم

---

[1] تاریخ عرب الیور تھیم حصہ اول شایع کردہ جامعہ عثمانیہ، صفحہ ۱۵۱ و تاریخ اہل انگلستان ج ۱ (ترجمہ شایع کردہ جامعہ عثمانیہ) و اخبار الاندلس ج ۱ صفحہ ۱۶۱۵، [2] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ صفحہ ۴۵۳: (راجر)

انجام پائے گی،

راجر کا پس و پیش اور ابن ثمنہ کی طمانیت دہی	لیکن راجر صقلیہ کی اسلامی حکومت کی عظمت و سطوت سے آگاہ تھا، کیونکہ صقلیہ کی یہ سہ صد سالہ اسلامی حکومت سے ارض کلبریہ کے چپہ چپہ پر اسلامی عظمت و سطوت

کا سکہ جما ہوا تھا،

آج سے کچھ دنون پیشتر شہنشاہ اوتھو دوم نے صقلیہ پر ایک مرتبہ دندان آز تیز کئے، اور اپنی مجرمانہ جرات کا سبق آموز مزہ چکھ کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا، پھر احمد اکحل اپنی پریشان حالی کے باوجود ایک سے زیادہ مرتبہ خود ان وحشی و قزاق نارمنون پر غالب آچکا تھا، اس لئے مسلمانان صقلیہ کی بسالت و شجاعت اور جنگی کارنامون سے نارمن اس قدر مرعوب تھے کہ اونھین صقلیہ پر جارحانہ حملہ آوری کی جرأت نہین ہوئی، اور اون لوگون نے ابن ثمنہ کی درخواست کا یہ جواب دیا:-

"وہان بہت بڑی فوج ہے، جس کے مقابلہ کی قوت ہم مین موجود نہین "

ابن ثمنہ نے نارمنون کی اس غلط فہمی کو دور کیا، اور اپنے وطن کی پردہ دری کرکے اون سے کہا

"اب اہل صقلیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف ہین، علاوہ ازین ملک کا ایک حصہ میرا مطیع و فرمانبردار اور میرے ہر حکم کے امتثال کے لئے تیار ہے"،

راجر ابن ثمنہ کی گفتگو سے مطمئن ہوگیا، اور فوج کو اپنی کمان مین لیکر دشمن وطن ابن ثمنہ کی رہبری مین بماہ رجب ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین کلبریہ سے صقلیہ روانہ ہوگیا[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۱ نہایۃ الارب درامادی ص ۴۴۷، کتاب المونس، ص ۸، ابوالفداء ج ۲ صفحہ ۲۲۱،

اس موقع پر عرب اور یورپین مورخین مین اختلاف ہے، تمام یورپی مورخین سقلیہ پر نارمنون کا سب سے پہلا حملہ ۱۰۶۱ء مین لکھتے ہین، جس کے رو سے ہجری ۴۵۳ھ ہوتا ہے، لیکن دوسری طرف تمام عرب مورخین صقلیہ پر نارمنو کا

نارمن لشکر

یورپ کے مورخین کا بیان ہے کہ فتح صقلیہ کے لئے راجر کے ہمرکاب جو فوج آئی، وہ خالص نارمنون پر مشتمل نہین تھی، وہ مخلوط قومون کی ایک مرکب فوج تھی، جو مسیحیت کے ایک علم کے نیچے جمع ہوگئی تھی، لیکن اس فوج کو جن قائدون کی سرکردگی حاصل تھی، ان کے انتساب سے پوری فوج کو نارمن کہا گیا؛[۱]

نارمنون کے لئے آسانیان

بہرحال یہ اپنے حسب و نسب کے لحاظ سے نارمن ہون یا کوئی دوسرے جنگجو مخلوط النسب گروہ سے تعلق رکھتے ہون، انھین صقلیہ کی فتح کیلئے کسی غیرمعمولی شجاعت کا جوہر دکھانے کی ضرورت نہین تھی، اس وقت صقلیہ مین صرف ان کا مسیحی علم ان کی کامیابی کا سب سے بڑا ضامن تھا، کہ صقلیہ کے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۸) پہلا حملہ ۴۴۴ھ مین لکھتے ہین، جس کے روسے عیسوی سنہ ۱۰۵۲ء ۱۰۵۳ء ہوتا ہے، عرب مورخین کا بیان کسی طرح نظرانداز کرنے کے قابل نہین. اولاً اس لئے کہ سب کے سب متفقاً یہی سال لکھتے ہین. علاوہ ازین یہ سنہ اپنے سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے اپنے ماقبل و مابعد سنین سے اسقدر مربوط ہے کہ اوسکی تغلیط ناممکن ہے، اسلئے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ یورپین مورخین نارمنون کے اس حملہ سے ناآشنا رہے، اور اسکے بعد عرب مورخین کے سلسلۂ بیان مین ۴۵۳ھ ۱۰۶۱ء مین جو اون کی سخت یورش ہوئی، اور جس کا تذکرہ آگے آتا ہے، یورپین مورخین نے اوسی کو پہلا حملہ قرار دیا، اور یہ بخوبی ممکن ہے کہ اسوقت کلیریہ سے تازہ دم فوج آئی ہو،

لیکن ہمارے اس تطابق کے پیدا کرنے مین نہایت سخت مایوسی اوس وقت ہوتی ہے جب یورپین ماخذون کے روسے رابرٹ گوسکارڈ کا ۱۰۵۵ء ۴۴۹ھ مین والی اپولیا کا جانشین ہونا ثابت ہوتا ہے، (الیورتھیج ص ۱۵۱) اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کا یہ بیان سامنے آتا ہے کہ راجر اول نارمنڈی سے جنوبی اٹلی مین ۱۰۵۷ء کے بعد آیا ہے، ۱۰۵۷ء مطابق ۴۴۹ھ ہے، اس لئے ۱۰۵۲ء ۴۴۴ھ مین اٹلی مین اس کا وجود ہی ثابت نہین ہوتا، مگر عرب مورخین بغیر التباس ہی لکھتے ہین کہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین صقلیہ پر عیسائیون کا سب سے پہلا حملہ ہوا اور وہ اسی "رجار بن تنفرد" یعنی "راجر بن ٹینکرڈ" کی سرکردگی مین پیش آیا، ہوسکتا ہے کہ آئندہ کوئی ایسا نیا ماخذ دریافت ہو، جس سے یہ اختلاف بیان اور تضاد دور ہوجائے، اور اوس سے یا تو کوئی التباس دور ہو کر عرب اور یورپین مورخین کے ان بیانون مین کوئی صحیح مطابقت پیدا ہوجائے اور یا اون مین سے کسی ایک کی تغلیط کا حق حاصل ہوجائے، سردست ہم نے بعض واقعات کے سلسلہ اور عربی ماخذون سے اخذ کردہ سنین کے ربط کو قائم رکھنے کیلئے متن مین عرب مورخین کی روایت کو درج کردیا ہے،

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا (نارمن) ج ۱۹ طبع یازدہم،

عیسائی اون کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے اور صقلیہ کے مسلمان اپنی خانہ جنگیون اور خانہ ویرانیون سے برباد ہو رہے تھے،

سقوطِ مسینا

چنانچہ راجر اپنا لشکر ابن ثمنہ کی رہبری مین لیکر براہ راست مسینا روانہ ہوا، اور خلیج مسینا کو راتون رات عبور کر کے ساحل مسینا پہنچا شہر کے عیسائیون نے خیر مقدم کیا، اور شہر مین داخل ہوگیا، اور نارمنون کیلئے تسخیر صقلیہ کی سب سے پہلی مہم اس آسانی سے انجام پاگئی،

نارمنون کو کمک

جب فتح مسینا کی خبر کلبریہ پہنچی تو رابرٹ نے ایک عظیم الشان فوج راجر کے پاس امداد کے لئے روانہ کی،

جزیرہ کے عیسائیون کے دعوت نامے

ادھر جب نارمنون کی آمد اور سقوطِ مسینا کی خبر جزیرہ مین پھیلی، تو صقلیہ کے عیسائیون مین بھی مذہبی جوش وخروش تازہ ہوگیا، جہان جہان اون کی آبادی زیادہ تھی، اونھون نے مسلمانون کے خلاف بغاوت کردی، اور جہان مسلمانون کی آبادی زیادہ تھی، وہان کے عیسائیون نے نارمنون کو خفیہ دعوت نامے بھیج دئے،

صقلیہ کے شمالی علاقہ پر نارمنون کا قبضہ

صقلیہ مین عیسائیون کی آبادی زیادہ تر مسینا، قطانیہ اور ان کے اطراف وجوانب مین تھی، اس لئے سقوط مسینا کے بعد ان حالات مین ان تمام مقامات پر نارمنون کو بہت جلد تسلط حاصل ہوگیا، اور خصوصًا اس لئے بھی کہ ان اطراف پر ابن ثمنہ نے ابن الکلابی کو قتل کر کے قبضہ کرلیا تھا،

چنانچہ اس کے بعد جب راجر نے مسینا سے کوچ کیا، تو بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے وہ نہایت آسانی سے قصر یانہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، اور صقلیہ کے شمالی علاقہ کا ایک بڑا حصہ اوسکے زیر اقتدار آگیا، نویری نارمنون کے حملہ صقلیہ کے بیان مین لکھتا ہے:۔

فسار معه فی شهر رجب ۴۴۴ھ وتعین راجر ابن ثمنہ کے ساتھ ماہ رجب ۴۴۴ھ مین روانہ ہوا،

واذیع ما یہ فلم یلقوا من یدا فعہم — یہان صقلیہ مین کسی نے نارمنون کی مدافعت نہین کی،

واستولوا علی ما مروا علیہ فی طریقہم۵۱ — اور راستہ مین جتنے مقامات ملتے گئے وہ قبضہ کرتے چلے گئے،

محاصرۂ قصریانہ

راجر نے مضافاتِ مسینا پر قابض ہونے کے بعد قصریانہ کا رُخ اسلئے کیا تھا، کہ اوس پر یہ حقیقت بہت جلد آشکارا ہوگئی، کہ پورے جزیرہ کی فتح کا راز ابن حواس والیِ قصریانہ کی شکست مین پنہان ہی، اسلئے قصریانہ پہنچ کر اوس کا محاصرہ کرلیا،

ابن حواس مقابلہ کیلئے شہر سے باہر نکلا، دونون فوجون مین مقابلہ ہوا، لیکن وہ نارمنون کے حملون کی تاب نہ لاسکا، اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ رہا،

راجر کو سب سے بڑی آزمایش جو کرنی تھی، وہ کرچکا تھا، اوسکو ابن حواس کی قوت کا پورا اندازہ ہوگیا کہ کھلے میدان مین وہ کس قدر فوجی طاقت کی نمایش کرسکتا ہی، اسلئے اب قصریانہ کی سرفلک سنگی فصیل کے محاصرہ مین وقت ضایع کرنا بے سود سمجھا، اور محاصرہ اوٹھالیا،

اس کے بعد راجر نے یہان کی فتوحات مین ایک دوسری روش اختیار کی یعنی یہان طوائف الملوکی کے بعد یہان کے اکثر شہر اور قلعے اپنے نگہبانون سے خالی پڑے تھے اون پر قبضہ کرکے صلیبی علم لہرائے، اس قبضہ و استیلا مین سارا جزیرہ اون کا جولانگاہ بن گیا، اس زمانہ مین غلون کے کھیت تیار تھے باغ بھی پھلون سے لدے تھے، وحشی نارمنون نے اونھین لوٹ لوٹ کر سارے جزیرہ مین تہلکہ ڈالدیا، جس سے مسلمانانِ صقلیہ کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا، اور مسٹر اسکاٹ کے بقول اب عیسائیون نے مسلمانون سے اون مصائب کا جو ابتدا مین اونھون نے اٹھائے تھے انتقام لینا شروع کیا، مسلمانون کیلئے عرصۂ حیات تنگ ہوگیا، اوران کیلئے اپنے شہرون اور آبادیون سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا،

علما و صالحین کی جزیرہ سے ہجرت

جب جزیرہ مین ظلم و ستم وحشت و بربریت اور قزاقی کے یہ واقعات لحظہ بلحظہ تیزی سے

---

۵۱ نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۷ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۵، ۵۶،

وقوع پذیر ہونے لگے، اور جزیرہ کے مسلمانون کی اجتماعی قوت کی پراگندگی سے مدافعت کی بھی کوئی صورت نظر نہین آئی، تو جزیرہ کے علماء وصالحین نے یہان سے ہجرت شروع کی، اور مسلمانون کی ایک بہت بڑی جماعت صقلیہ کی اُمت مسلمہ پر خون کے آنسو بہاتی ہوئی دوسرے اسلامی ملکون کو ہجرت کر گئی۔[۱]

دربار افریقیہ سے استمداد

جب صقلیہ کی زبون حالی اپنی انتہا کو پہنچ چکی، تو مسلمانان صقلیہ مین سے چند ستم زدہ المعز فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اپنے درد دکھ کی کہانی اوسے سُنائی، اگرچہ مسلمانان صقلیہ ایک مرتبہ المعز اور اوسکے لڑکون کے ساتھ اپنے غدارانہ طرز عمل کا ثبوت دیچکے تھے، تاہم یہ وقت ذاتی کدورتون کا نہین تھا، المعز نے خندہ جبینی سے مسلمانان صقلیہ کی استدعا قبول کرلی اور ایک عظیم الشان بڑا تیار کرکے نارمنون سے جنگ آزمائی کیلیے صقلیہ روانہ کردیا،

افریقی بیڑے کی غرقابی

لیکن قضا وقدر کا فیصلہ برعکس تھا، یہ بڑا جزیرۂ قوصرہ کے قریب پہنچا تھا کہ سمندر کے تھپیڑون مین گرفتار ہوگیا اور جہاز ایک ایک کرکے غرقاب ہونے لگے، یہان تک کہ پورا بیڑا تہ آب ہوگیا، صرف چند آدمی مشکلون سے اپنی جان بچا سکے، یہ صرف ایک افریقی بیڑے کی تباہی نہین تھی، بلکہ مسلمانان صقلیہ کا ستارۂ صبح سامنے جھلملا کر نظرون سے اوجھل ہوگیا، اور مسلمانان صقلیہ کا آخری نوشتہ پورا ہوا، اب ان کی تمام توقعات خود انھین کی ذات سے وابستہ رہ گئین، کیونکہ اس وقت عالم اسلامی مین جو چند حکومتین اُن کی امداد کرسکتی تھین، وہ خود اپنی خانہ جنگیون اور باہمی مناقشون مین ایسی مصروف تھین، کہ صقلیہ کی اس عالم نزع مین آئی ہوئی اسلامی حکومت کی کوئی امداد نہین کرسکتی تھین، چنانچہ لسان الدین محمد بن الخطیب صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تذکرہ مین اجمالاً لکھتا ہے:-

ثم تداول ولایۃ صقلیۃ امراءُ	پھر صقلیہ کی ولایت اسی خانوادہ (کلبیہ) کے درمیان
من هذا البیت الی ان انقطع عنهم	منتقل ہوتی رہی۔ یہان تک کہ (اسلامی حکومتون کے

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۴۷ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۶،

امد المسلمین لاشتغال کل جهة بما	مسلمانوں کی امدادوں سے منقطع ہو گئی کیونکہ تمام
یخصها من الفتن (دریاوگاری ج ۱ ص ۳۶۲)	اطراف (وممالک) اپنے اپنے فتنوں میں مشغول تھے،

اس لئے صقلیہ کی جو کچھ توقعات تھے، وہ اسی صنہاجی حکومت افریقیہ سے تھے، اگرچہ وہ اس وقت بدقسمتی سے ایسے حالات میں گھری تھی، کہ اگر المعز مسلمانان صقلیہ کی درخواست اپنی مجبوریوں کے باعث مسترد کر دیتا تو بھی قابل الزام نہ ٹھہرایا جاتا تاہم اوس نے اپنی اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا، لیکن اب اس بیڑے کی غرقابی کے بعد وہ بھی بے دست و پا ہو گیا، اس کی وجہ سے اوس کو گوناگون مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور صقلیہ میں بھی نارمنوں کا سیلاب نہایت تیزی سے آگے بڑھا، چنانچہ ابن اثیر اور نویری اس بیڑے کی بربادی پر حسب ذیل متفقہ تبصرہ کرتے ہیں :-

وکان ذهاب هذا الاسطول مما	اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور
اضعف المعز وقوی علیه العرب	ہو گیا، اور (اوس کی مملکت پر حملہ آور) عرب (جو
حتی اخذ وا البلاد منه فملك حینئذ	عبیدیین کے فرستادہ تھے) اوس کے شہروں
الفرنج اکثر البلاد (صقلیه) علے	پر قابض ہونے لگے، اور اسی کے بعد
مهل وتودة لا یمنعهم احد	اوسی وقت فرنگی (صقلیہ کے) اکثر شہروں پر
واشتغل صاحب افریقیه	بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے
بمادهمه العرب ومات المعز	جنکو روکنے والا کوئی موجود نہیں تھا، کیونکہ
سنة ثلاث وخمسین و	فرمانروائے افریقیہ عربوں سے برسرپیکار ہو گیا
اربعمایة :....	اور پھر وہ ۴۵۳ھ میں وفات پا گیا،

جب صقلیہ میں نارمنوں کا راستہ روکنے والا کوئی باقی نہیں رہا، تو وہ شہر پر شہر فتح کرتے آگے بڑھے، نیز عجلت کار کیلئے اٹلی سے مزید کمک طلب کی، اور رابرٹ خود اپنی قیادت میں فوج

لیکر مئی ۱۰۶۱؁ء ۴۵۳؁ھ میں صقلیہ پہنچا، یورپین مورخین اسی دوسری یورش کو نارمنون کا پہلا حملہ قرار دیتے ہیں،

اس حملہ میں اونھون نے تقریباً اکثر چھوٹے بڑے قلعون پر قبضہ کرلیا، اوراب مسلمانون کے قبضہ مین صرف چند اہم شہر جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر، طرابنش، رغوس اور نوطس وغیرہ باقی رہ گئے، اوراگرچہ اس وقت بھی بلرم مین ایک نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی تاہم امر واقعہ کے لحاظ سے ان شہرون کی مدافعانہ قوت کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، ہر شہر کے مسلمان انفرادی طور پر اپنے اپنے امیر کی قیادت مین اپنے اپنے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار رہ گئے، اور اسطرح نارمنون کیلئے ان کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی،

اٹلی سے دولت اسلامی کا زوال

جب صقلیہ مین مسلمانون کی درماندگی اس عالم مین پہنچ گئی، تو اٹلی کے وہ مسلمان بھی جور وظلم کا نشانہ بنے جو ابھی تک اٹلی مین قیام پذیر تھے،

اگرچہ کلبریہ سے مسلمانون کی حکومت کا خاتمہ ۴۱۶؁ھ ۱۰۲۵؁ء مین ہوچکا تھا تاہم انکبردہ مین مسلمانون کی ایک خودمختار ریاست ابھی تک قایم تھی، اور وہان کا ایک ساحلی شہر اطرانہ (اٹرانی TARANI) اس کا دارالحکومت تھا، جو مشہور شہر باری سے ۵۰ میل پر آباد تھا، اطرانہ مین عیسائی اور مسلمان دونون قومین آباد تھین، جب یہان کے عیسائیون کو صقلیہ کے مسلمانون کی پریشان حالیون کا علم ہوا، تو اونھون نے بھی حوصلہ کرکے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کردی، عیسائیون اور مسلمانون مین کشت وخون ہوا، مسلمان ان مقامی عیسائیون کی بغاوت پر غالب آئے، اورانھین زیر کرکے پھر مطیع بنالیا، لیکن اوس کے بعد فوراً ہی جب یہ خبر نارمنون کو پہنچی، تو اونھون نے فوجکشی کرکے شہر پر قبضہ کرلیا، اوراسی پر اٹلی کی دولت اسلامی کا خاتمہ ہوگیا، یہ واقعہ ۴۵۳؁ھ ۱۰۶۱؁ء کے بعد پیش آیا،[۱]

شہر پر نارمنون کے استیلاء کے بعد اٹلی کے مسلمانون کی ایک جماعت وہان سے ہجرت کرکے صقلیہ کے پرامن شہرون مین چلی آئی، کچھ لوگون نے دوسرے اسلامی ملکون کی راہ لی اور کچھ لوگ ایسے

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۶ ونزہۃ المشتاق ذکر اطرانہ،

بھی تھے، جو وہاں سے نکل نہ سکے، اور وہ یا ان کی آیندہ نسل اسلام کے نورِ ہدایت سے محروم کر دی گئی،

فرمانروائے افریقیہ کی مداخلت ۱۰۵۲ھ کے بعد نارمنون کا سیلاب صقلیہ میں جس زور و شور سے اوٹھا تھا، ممکن تھا کہ اسی رو میں صقلیہ کے وہ اہم شہر بھی اون کے قبضہ میں چلے جاتے، جو ابھی تک مسلمانون کے زیر اقتدار رہ گئے تھے، لیکن اچانک فرمانروائے افریقیہ تمیم بن المعز کی بروقت مداخلت سے صقلیہ میں پھر چند روز سکون و اطمینان قائم ہو گیا،

تمیم بن المعز نے افریقیہ کے معاملات کے روبہ اصلاح آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر صقلیہ میں اپنے لشکر کے بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے دو لڑکون ایوب اور علی کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی، کہ مسلمان ستم زدگانِ صقلیہ کی عزت و ناموس کی حفاظت کرین، اور ایک اسلامی ملک کو دشمنون کے پنجہ سے نجات دین،

ان دونون بھائیون نے صقلیہ پہنچ کر فوج کو دو حصون میں تقسیم کیا، ایوب اپنا لشکر لیکر دار السلطنت بلرم میں قیام پذیر ہو گیا، اور علی ایک حصۂ فوج کو ساتھ لیکر نارمنون کا راستہ روکنے کیلئے جرجنت چلا گیا،

جب ابن حواس کو علی کے جرجنت آنے کی خبر ملی تو وہان کے شاہی محل کو خالی کرا کے علی کے سپرد کرا دیا، اور ہدایا و تحایف بھیج کر علی سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا، اور اوسکے بعد ایوب بھی بلرم سے منتقل ہو کر یہین چلا آیا، یہان ان دونون بھائیون کو نمایان ہر دلعزیزی حاصل ہوئی، اور یہ لوگ یہان قیام رکھکر ملک کی شیرازہ بندی مین مصروف ہوئے، اور نارمنون کے جوابی حملون کی تیاری کی، اس کا پہلا اثر یہ ظاہر ہوا، کہ نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی ہو گیا، اور بقول یورپین مورخین پیشقدمی اور فتوحات کا یہ التوا چند سال تک قائم رہا،

ایک نیا شاخسانہ افریقی لشکر کے ورود کے بعد صقلیہ کے حالات کچھ سدھر چلے تھے کہ ایک نیا شاخسانہ نکلا، اور خود مسلمانانِ صقلیہ

کے ہاتھون مسلمانان صقلیہ کے دور ابتلاء کا دوبارہ آغاز ہوگیا،

ابن حواس علی وایوب کی بڑھتی ہوئی ہردلعزیزی کو پاک جذبہ کے ساتھ دیکھ نہ سکا، اور اہل جرجنت کو پیغام بھیجا کہ وہ اون سے شہر خالی کرالے، اس فرمان کی تعمیل قدرۃً ممکن نہ تھی، اسلئے ابن حواس اپنے قصر اقتدار کو متزلزل دیکھ کر ان کے خلاف فوجکشی پر آمادہ ہوا، اور اس کا لشکر اسکی قیادت مین ان کے خلاف جرجنت کے میدان مین صف آرا ہوگیا، ایوب و علی کی فوج مقابلہ کیلئے نکلی جسمین افریقی و صقلی دونون شامل تھے، لیکن جب لڑائی شروع ہوئی، تو صقلی فوج علی سے کٹ کر ابن حواس سے جا ملی اور افریقی فوج کے مقابلہ مین کھڑی ہوگئی،

ابن حواس کا قتل، بایں ہمہ افریقی لشکر فتحیاب ہوا، اور عین لڑائی مین ابن حواس کو ایک ایسا تیر لگا، کہ وہ گھوڑے سے گرتے ہی سرد ہوگیا، اور اسی پر جنگ کے اختتام کا اعلان ہوگیا،

اسکے بعد ایوب و علی اپنی فوج لیکر شہر مین داخل ہوگئے اہل شہر ان سے برگشتہ ہوگئے تھے، اس لئے صحیح امن وامان قائم نہ ہوسکا، اور افریقی و صقلی فوجون مین کشت وخون ہوتا رہا،

افریقی لشکر کی واپسی، ان واقعات سے افریقی شاہزادون کا پیمانۂ صبر وشکیب لبریز ہوگیا، انھین کچھ ملک گیری کی ہوس نہ تھی کہ یہان اقتدار قائم کرتے، اسلئے افریقہ واپس جانے کا قصد کرلیا،

صقلیہ کے اعیان ومعززین اور قائدین لشکر کی ہجرت، اس واقعہ کے بعد ہی صقلیہ کے تمام اعیان ومعززین کو بھی جزیرہ کی اصلاح سے بالکل مایوسی ہوگئی، اور اون لوگون نے بھی چار و ناچار ترک وطن کا عزم کیا، اون کے ساتھ بحری فوج کے معزز قائدین نے بھی ہمت ہار دی، اس لئے شاہزادگان افریقہ اور اونکے لشکر کے ہمرکاب مسلمانان صقلیہ مین سے ایک انبوہ کثیر جس مین صقلیہ کے اعیان ومعززین امراء اور رؤساء، علماء واہل علم اور صقلی فوج کے چیدہ بحری وبری قائدین تھے، ۱۰۶۱ء سنہ ۴۵۳ھ مین سرزمین صقلیہ کو حسرت و یاس کی نگاہون سے دیکھتے ہوئے افریقہ روانہ ہوگئے،[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ و نہایۃ الارب دملاری ص ۰

ابن البعباع آخری مسلمان تاجدارِ صقلیہ

۴۶۱ھ - ۴۸۴ھ
۱۰۶۸ء - ۱۰۹۱ء

صقلیہ سے افریقی لشکر کی نامراد واپسی کے المناک واقعے کے بعد باقی ماندہ مسلمانانِ صقلیہ نے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی، اور ایک فی اثر رئیس ابن البعباع نے حکومت قائم کی، اور نارمنون کے جارحانہ حملون کی مدافعت کرنے لگا،

حکومت فاطمیہ کا صقلیہ سے طلب خراج

مگر ابھی ابن البعباع کے قدم پورے طور پر جمنے بھی نہ پائے تھے، کہ ایک نیا فتنہ اوٹھا، یہ بھی غیرون کے ہاتھ نہین، خود اپنے ہاتھون تھا، یعنی اس نازک ترین موقع پر نام نہاد اسلامی حکومتِ صقلیہ کی نام نہاد مرکزی حکومت یعنی دولتِ فاطمیہ مصر کو اپنے حقوق کی پامالی کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۶۱ھ ۱۰۶۸ء مین ایک قاصد بھیج کر ابن البعباع سے خراج کی وہ سالانہ رقم طلب کی، جو صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومتِ مصر کو ادا کرتا تھا،

اس موقع پر فاطمی تاجدارِ مصر سے جیسی شدید لغزش ہوئی، وہ تاریخ کے صفحات مین کبھی فراموش کرنے کے قابل نہین، مصیبت زدہ صقلیہ اس وقت خود امداد کا مستحق تھا، چہ جائیکہ اوس سے خراج کی ادائی کا مطالبہ کیا جاتا، چنانچہ ابن البعباع نے قدرۃً قاصدِ مصر سے اپنی معذرت کہلا بھیجی،

دربارِ مصر مین یہ معذرت قابلِ پذیرائی نہین ٹھہری، اس لئے اب ضرورت تھی کہ ابن البعباع کو اوس کی سرکشی کی سزا دیجائے، دولتِ فاطمی مصر کے پاس اس مبارک مقصد کو پورا کرنے کے لئے نارمنون سے زیادہ بہتر ذریعہ کوئی دوسرا نہ تھا، چنانچہ نارمن فرمانروا کو پیغام بھیجا کہ

فاطمیین کی دعوت نارمنون کو

یہ جزیرہ حکومتِ مصر کی جانب سے نارمنون کی خدمت مین پیش ہے، وہ فوجکشی کرے اور ابن البعباع

کی قائم کردہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کردی،

مسلمانانِ صقلیہ کے تعلقات افریقہ کی دولت صنہاجیہ سے پہلے منقطع ہوچکے تھے، مصر کی دولت فاطمیہ نے اب نارمنون کو از خود حملہ آوری کی دعوت بھیجی، انھین اب کسی اسلامی حکومت کے برانگیختہ ہوجانے کا خطرہ نہیں رہا، اور اب دولتِ فاطمی کے اوس دعوت نامہ کے بعد حق بجانب تھے، کہ وہ وہن کے اس زرخیز جزیرہ پر اپنا علم نصب کردین، چنانچہ نارمنون کے جنگی بیڑے ابن البعباع کے جرم کی پاداش مین جزیرہ کے دارالسلطنت بلرم کی فصیل کے نیچے آکر کھڑے ہوگئے،

بلرم کا محاصرہ

بلرم کے محاصرہ کی خبر بجلی کی طرح سارے یورپ مین پھیل گئی، فدائیانِ مسیحیت کیلئے اپنی دیرینہ عداوت کے پورا کرنے کا وقت آپہنچا، جن عربون نے اونھین اپنے چند صالہ دور مین تہذیب و تمدن کا درس دیا، متعصب پادریون نے اونھین "وحشی، خونخوار، قزاق اور لٹیرے گروہ" کے نام سے مشہور کر رکھا تھا، اور یہ کیون نہ ہوتا جب کہ انھی عربون نے دنیائے مسیحیت کی مقدس سلطنت روما کے چپہ چپہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے روند ڈالا تھا اور روما کے مقدس پوپ کو جو تمام دنیائے مسیحیت کا روحانی باپ تھا، اپنا باجگذار بنا لیا تھا، اسی کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ ان کے متعلق سارے یورپ مین یہ داستان پھیلائی گئی تھی کہ انھون نے گرجا کے مقدس پادریون کا لباس کتون اور گھوڑون کو پہنایا، گرجون مین عیش و نشاط کی محفلین گرم کین، مقدس حجرون مین عود جلایا، مقدس کاسہائے عشائے ربانی مین مسلمانون کی مظفر و منصور فوج کا جام صحت تجویز کیا گیا، اور عین قربان گاہ پر مریم کی کنواری اور اچھوتی ننون کا شیشۂ عصمت چور چور کر ڈالا،

بلرم کے محاصرہ مین اقوامِ یورپ کی شرکت

اسلئے جب ان "قزاق، وحشی اور بوالہوس" عربون کے اس تاریخی پرشکوہ و دباعظمت پایۂ تخت کے محاصرہ کا وقت آیا جس کے چپہ چپہ پر اسلامی روایات کے آثار قائم ہین جس کے ہر در و دیوار پر اسلامی تہذیب و تمدن کی شعاعین ضوفشان ہین،

جس کی صدہا مسجدوں سے روزانہ پانچ وقت کلمۂ توحید کی بانگ درا بلند ہوتی ہے، تو فدائیانِ مسیحیت یورپ کے ہر حصۂ ملک سے جوق در جوق بلرم روانہ ہوئے، کہ محاصرہ میں شریک ہو کر اپنا ایک مقدس ترین فریضۂ مذہبی ادا کریں مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"حملہ آوروں کی فوج کی تعداد یوں اور بھی بڑھ گئی کہ یورپ کے ہر ملک سے آکر لوگ اس میں شامل ہونے لگے، اس لئے محاصرین کی فوج کی تعداد اتنی کافی ہوگئی کہ اونھوں نے دریا اور خشکی دونوں طرف سے مسلمانوں کے اس دار السلطنت کو گھیر لیا"،

یہاں تک کہ حکومت بیزنطی جو بڑی حد تک کلیسائے روما سے معاندانہ روش اختیار کرتی، اور قیصر روم کے لئے ان لٹیرے نارمنوں کی کسی حکومت کو جائز تسلیم کرلینا کسر شان سمجھا جاتا، اوسکے بیڑے بھی انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول نارمنوں کی امداد کے لئے قائد اعظم منیکس کی قیادت میں صقلیہ پہنچے،

محصورین کی پریشان حالی

ادھر عیسائی محصورین کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا، اور ادھر مسلمان محصورین کی پریشانی و پراگندگی کا یہ حال تھا کہ اون کی بحری قوت کا خاتمہ تو چند سال پیشتر ۴۶۱ھ میں ہو چکا تھا، بری فوج بھی شورہ پشتوں سے بھری ہوئی تھی جس میں صقلیہ کے نومسلم باشندے زیادہ تھے اور جب اُن سے بھی کمی پوری نہیں ہوئی تو بلرم کے عیسائی باشندوں کو وطن کی حفاظت کے نام پر جمع کیا گیا، ممکن تھا یہ نظام کچھ سود مند ہوتا، مگر صقلیہ کے عیسائی حملہ آوروں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے، اور در پردہ اونھیں امداد پہنچانے کے خواہاں تھے، اور بلرم کی شورہ پشت مسلم آبادی کا بھی یہ حال تھا کہ وہ اپنی جنگجو فطرت سے کسی وحدتِ کلمہ پر مجتمع نہیں ہوئی، اور عین اس وقت جب دشمنوں کے جنگی جہاز اور قلعہ شکن آلاتِ جنگ فصیلِ شہر پر پتھر برسا رہے تھے، وہ اپنے فرقہ وارانہ عقاید کو تسلیم کرانے کیلئے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے،

محصورین کا ثبات قدم و محاصرین کی مایوسی

تاہم اسی ناعاقبت اندیش فسرقہ پرور آبادی مین پرستاران توحید کی ایک ایسی جماعت بھی تھی، جو بادۂ توحید سے سرمست جام شہادت نوش کرنیکے لئے بیتاب تھی، اور وہی قدسی نفوس پرے کے پرے جمائے ایسے جمے رہے کہ علمبرداران مسیحیت آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ کرسکے، وہ جب حملہ آور ہوتے، عربی شجاعت و بسالت سے دندان شکن جواب ملتا، یہان تک کہ محاصرہ کو کامل پانچ مہینے گذر گئے، اور شہر پر قبضہ کی کوئی صورت نہین نکلی، اور بقول مسٹر اسکاٹ محاصرین کے جی چھوٹ گئے اور قریب تھا کہ محاصرہ سے دستبردار ہو کر واپس چلے جائین،

بلرم کے عیسائیون کی غداری

جنگ کے اس نقشہ اور حملہ آورون کے اس ارادہ سے بلرم کی عیسائی آبادی مین انتشار پیدا ہوا، اور عین اس موقع پر جب حملہ آور واپسی کا قصد کر رہے تھے، بلرم کے عیسائیون کی جانب سے انھین خفیہ پیغام پہنچا کہ فصیل شہر کا فلان موقع فلان جگہ سے کمزور ہے، یہ پیغام ملتے ہی حملہ آورون کے پانون سنبھل گئے،

اسکے بعد حملہ آورون نے ایک جنگی چال اختیار کی، فوج کا ایک بڑا حصہ شہر کی مشرقی سمت سمندر کی جانب سے حملہ آور ہوا، مسلمانون نے ترکی بہ ترکی جواب دیا، ادھر یہ لڑائی ہو رہی تھی، اودھر رابرٹ فوج کا ایک چیدہ دستہ لیکر مغربی فصیل کے اوسی کمزور حصہ پر حملہ آور ہوا، جس کا عیسائیون نے پتہ دیا تھا،

معاہدۂ صلح اور اوسکے شرائط

مسلمانون کیلئے فصیل کے اس نازک حصہ پر اچانک حملہ آوری خلاف توقع تھی، وہ یہ دیکھتے ہی ایسے ہیبت زدہ ہوئے، کہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہو گئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، فاتح و مفتوح مین شہر کی حوالگی کا نامہ و پیام ہونے لگا، اور شہر پر نارمنون کے تسلط کے لئے حسب ذیل شرائط طے پائے،

(۱) عیسائی حکومت مسلمانون کو کامل مذہبی آزادی دے گی،

(۲) بلرم کی تمام مسجدین اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائین گی،

(۳) مسلمانون کے لئے اسلامی قانون نافذ رہے گا،

(۴) مسلمانون کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قضاۃ کرین گے، اور اس ضرورت کیلئے قضاۃ رکھے جائین گے،

شہر کی حوالگی نارمنون نے یہ شرطین منظور کرلین، اور دوسرے دن صقلیہ کے مشہور عالم اسلامی دار السلطنت بلرم کا دروازہ عیسائیون کے لئے کھول دیا گیا، اور ماہ جنوری ۱۰۷۲ء مطابق ۴۶۴ھ سے بلرم کے قلعون، برجون اور فصیل کے پھاٹکون پر صلیبی جھنڈا لہرانے لگا، جو آج تک سرنگون نہ ہوسکا۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳، ونہایۃ الارب، کتاب المونس، ابن خلدون، ابوالفدا، وغیرہ وانسائیکلو پیڈیا ج ۲۲ ص ۳۵۲ ۔ لفظ "راجر" ایضاً ج ۱۹ ص ۴۴ "لفظ" نارمن "طبع یازدہم اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۵۶ مسٹر اسکاٹ کو حیرت ہے کہ ایسا عظیم الشان اسلامی دار السلطنت کل پانچ مہینے مین مسخر ہو گیا، لیکن ہمین تو یہ حیرت ہے کہ بلرم کی ایک مختصر اسلامی آبادی نے اپنی تمام پریشان حالیون کے باوجود پانچ مہینے تک محاصرہ کا مقابلہ کرکے دشمنون کے قدم کیونکر اکھاڑ دیے جب کہ خود بلرم کے مسلمانون مین فتنہ وفساد کی آگ موجود تھی، شہر کے عیسائی فریب دہی اور دغا بازی پر تلے ہوئے تھے، دیگر دول اسلامیہ اور صقلیہ کے دوسرے شہرون کے مسلمان امداد کیلئے موجود نہ تھے، مگر پھر بھی بلرم کے ایک مختصر گروہ نے یورپ کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کیا، اور جب شہر کے عیسائیون نے اپنی وطن فروشی سے دشمنون کی جاسوسی کردی، اور بہ ظاہر شہر کی حفاظت کی کوئی صورت باقی نہین رہی تو بھی مسلمانون نے اپنی فاتحین سے ایسے شرائط منوائے کہ جن پر اگر آخر تک عمل کیا جاتا، اور معاہدہ کی پابندی کی جاتی، تو بلرم مین آج بھی مسلمانون کی صورتین نظر آتین، اگرچہ عیسائیون نے اس کے بعد اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، مگر اوس وقت کامل فتح حاصل کرلینے کے باوجود محض مسلمانون کے عزم وہمت اور شجاعت سے خوف کھا کر اون شرائط کو قبول کرلیا، اسلئے ان مسلمانونکا مفتوح ہوجانیکے باوجود اپنے مذہب، تمدن اور معاشرت کے برقرار رکھے جانے کی سند لے لینا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا، لیکن افسوس زمانے نے اوس معاہدہ کو ردی کے ایک پرزہ سے زیادہ وقعت نہ دی، اور اُس بلرم مین جسمین پانسو سے زیادہ مسجدین آباد رہتی تھین، اور معاہدہ کے رو سے ان مین ہر ایک کو قائم رہنا تھا، آج مسجد کا ایک مینار تک موجود نہین، مسجدین اگر گرجا بنائی گیئن تو خیر اوس سرزمین پر کلمہ توحید کی صدا بلند کرنے والا کوئی باقی نہین رکھا گیا، ہمین حسرت ہے تو یہ ہے کہ آج بلرم مین کسی مسلمان کی قبر کا نشان تک باقی نہین حالانکہ اوسی کی خاک مین ہمارے بڑے بڑے نامور سپہ سالار، والیان ملک، جلیل القدر ائمہ، علما، صوفیہ، حکما، شعرا، اور دیگر ارباب علم وادب مدفون ہوئے تھے، جنکے تذکرہ سے ہماری حدیث، فقہ، علم کلام، طبقات، طب، اور شعر وادب کی کتابین لبریز ہین،

سقوط مازرو طرابنش

نارمنون کے لئے بلرم کی تسخیر کے بعد سارے جزیرے کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی، ہر طرف نارمنون کا سکہ بیٹھ گیا، چنانچہ نارمن لشکر نے بلرم کے بعد مازرا اور طرابنش کا رخ کیا، یہ دونون شہر عبد اللہ بن منکوت کے قبضہ مین تھے، جو خاموشی سے فرمانروائی کر رہا تھا،

عبد اللہ بن منکوت کی طاقت کچھ مستحکم نہ تھی، اس لئے اوس نے نارمنون کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، اسلئے جب نارمن لشکر قریب پہنچا، تو اوس نے صلح کا پیغام بھیجا، اور وہی شرائط پیش کئے جو سقوط بلرم کے وقت طے پائے تھے، نارمنون نے شرطین منظور کر لین، اور عبد اللہ بن منکوت حکومت سے دستبردار ہوگیا، اس طرح پوری اسلامی آبادی جو ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھی، خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر نارمنون کے ہاتھ آگئی، یہ واقعہ ۱۰۷۲ء ۴۶۴ھ مین پیش آیا،

عبد اللہ بن منکوت کی ہجرت

عبد اللہ بن منکوت اپنا علاقہ سپرد کر کے با دیدۂ پرنم اپنے اہل و عیال اور قابل نقل و حمل دولت و ثروت کو ساتھ لیکر یہان سے ہجرت کر کے افریقیہ چلا گیا، افریقیہ مین صنہاجی فرمانروانے اوسکی قدردانی کی، اور اوس کو فوج کے ایک معزز عہدے پر سرفراز کر دیا، [۱]

صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ

عبد اللہ بن منکوت کی دستبرداری کے بعد اب صقلیہ مین کوئی نام نہاد اسلامی حکومت بھی باقی نہین رہی، ابن ثمنہ کا خاتمہ ابن حواس کر چکا تھا خود ابن حواس جرجنت مین تیر کا نشانہ بنا، ابن البعباع نے بلرم کو پہلے ہی سپرد کر دیا اب صرف ابن منکوت باقی رہ گیا تھا، وہ بھی اپنی جان سلامتی سے نکال کر حکومت سے دستبردار ہوگیا،

صرف چند شہرون پر مسلمانون کا انفرادی تسلط

اسلئے اب صقلیہ مین جو اسلامی شہر باقی رہ گئے تھے، اور اُن پر ابھی تک اسلامی علم لہرا رہے تھے، اب ضابطہ کے طور پر بھی ان کی مدافعت کا فرض کسی منظم

---

[۱] ابن خلدون درامارى ص ۴۹ و ج ۵ ص ۲۰۱، اس موقع پر ابن خلدون کا مطبوعہ نسخہ صحیح نہین "عبد اللہ بن حواس" کے بجائے "عبد اللہ بن منکوت" ہونا چاہئے، اور ابن خلدون نے یہان پر ان شہرون کو وہ آخری شہر بتایا ہے، جو نارمنون نے فتح کئے لیکن صحیح نہین تحقیق واقعہ اس سے مختلف ہے،

حکومت پر عائد نہین تھا، بلکہ انفرادی طور پر خود اہل شہر، ہر شہر مین اپنی اپنی حفاظت کے ذمہ وار تھے، جس شہر مین جیسی اسلامی آبادی ہو، وہ اپنی قوت کے مظاہرہ سے جن شرائط کو منوالے اونھی طریقون سے اب ان مقامات کو نارمنون کے قبضہ مین جانا تھا،

نارمنون کی تشکیل حکومت اور فوج کشی کا چند سالہ التواء

جب صقلیہ کے اسلامی شہرون کی یہ صورت حال ہوئی، تو نارمنون نے بھی اُن کی فتح مین کوئی عجلت نہین کی، ہر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، اُن کی اب تمام تر توجہ اپنے مفتوحہ علاقے کی جانب مبذول ہوگئی، اور چاہا کہ نظم و نسق درست کرکے باضابطہ حکومت قائم کرلین،

چنانچہ نارمنون کی باہمی تقسیم کے روسے صقلیہ راجر کے قبضہ مین آیا، اور اوسکے بڑے بھائی رابرٹ نے اوسکو یہان کا خود مختار فرمانروا تسلیم کیا، صرف بلرم اور مسینا مین دونون بھائی نصف نصف کے شریک رہے، یہ واقعہ اسی سال ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء مین پیش آیا اور حکومت کے نظم و نسق کیلیے چند سال کیلئے فوجکشی بالکل ملتوی کردی گئی،[1]

پیشقدمی کا آغاز

راجر نے نظم حکومت کے بعد انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول ۴۷۸ھ ۱۰۸۵ء سے اپنی صلیبی لڑائیون کا پھر آغاز کیا، اور صقلیہ کے باقی ماندہ اہم شہرون پر تاختین شروع کردین، اون مین سے بعض بعض شہرون کے مسلمانون نے مدافعت کی، اور اون کی تسخیر مین کافی دیر لگی اور بعض شہرون کے مسلمانون نے نارمن فوج کے پہنچتے ہی اپنے دروازے کھول دیے اور وہ فوراً تسخیر ہوگئے،

سقوط طرمین و سرقوسہ

اس سہ بارہ یورش مین نارمنون نے شمالی صقلیہ کے اہم شہرون طرمین اور سرقوسہ پر تاخت کی، یہ دونون شہر اگرچہ پہلے عیسائیون کے اہم مرکز تھے، مگر اُن کی بربادی کے بعد اس مین مسلمانون کی آبادی قائم ہوگئی تھی لیکن اب نہ کوئی یہان مستحکم شہر پناہ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۲۵۳، طبع یازدہم،

تھی، اور نہ مسلمانوں کے پاس مدافعت کا سامان، اسلئے نارمنون نے ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء مین اُن پر قبضہ کر لیا[1]

سقوط جرجنت اسکے بعد نارمن لشکر نے جرجنت اور قصریانہ کا رُخ کیا، مسلمانان جرجنت زیادہ غیور ثابت ہوئے، وہ محاصرہ کی سختیاں اوٹھانے کے ایک حد تک عادی بھی تھے، اسلئے نارمنون کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے، لیکن محاصرین و محصورین کی طاقت مین کوئی نسبت نہ تھی، اسلئے ان محصور مسلمانون کو سخت مصائب کا سامنا ہوا، لیکن جہان تک حد بشریت سے ممکن تھا، ہر طرح کی تکلیفین اوٹھائین، مگر اپنے شہر کو عیسائیون کے سپرد کر دینے کا ننگ اوٹھانا نہ چاہا، آخر مُردون کو پھاڑ پھاڑ کر کھانے کی نوبت آگئی اور عالم اضطرار مین شہر کے دروازے کھول دیے، اور ۴۸۱ھ ۱۰۸۸ء سے اس پر صلیبی علم بلند ہوگیا،

سقوط قصریانہ اسکے بعد قصریانہ کی باری آئی یہ جرجنت سے بھی زیادہ سخت جان ثابت ہوا، مسلسل تین سال تک دشمن شہر پناہ کے نیچے پڑے رہے، قصریانہ کی سنگی فصیل ہمیشہ ناقابل فتح رہی ہے، مگر جب ان مجبور مسلمانون کو شہر مین قوت لا یموت کا سہارا بھی باقی نہین رہا۔ تو سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے، اور ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء مین نارمنون کی اطاعت قبول کر لی[2]

سقوط رغوس و نوطس اور صقلیہ سے اسلامی اقتدار کا خاتمہ اسکے بعد راجر کی سب سے آخری پیشقدمی دو شہرون رغوس اور نوطس (نوٹو) پر ہوئی، یہ دونون شہر مضبوط اور پائدار تھے، اور یہان مسلمان بہ کثرت آباد تھے، جس کا اندازہ یہان کی بیشمار مسجدون سے کیا جا سکتا ہے، پہلے رغوس فتح ہوا، اور پھر نوطس کی باری آئی، اور دونون شہر اُنھی معاہدون کے رو سے ۴۸۴ھ مطابق ۱۰۹۱ء مین نارمنون کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہوگئے، جن پر بلرم، مازر اور طرابنش اون کے حوالہ کیے گئے تھے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۳ ص ۵۳۴ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۲ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ و نہایۃ الارب در امّاری ص ۴۴۶

[2] مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ والی قصریانہ نے آخر مین عیسائیت قبول کر لی، ممکن ہے یہ صحیح ہو مگر صقلیہ کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کچھ بعید از قیاس نہین ہے مگر عرب مورخین نے سقوط قصریانہ کے بیان مین اس کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے،

ان شہروں پر بھی صلیبی پھریرے لہرانے لگے، اور انہی پر بحر روم کے وسیع ترین جزیرہ صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری فرمانروائی کا خاتمہ ہوگیا اور ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء سے صقلیہ کے تمام مسلمان عیسوی حکومت کی رعایا قرار پاگئے ابن اثیر سقوطِ قصریانہ کے تذکرہ کے بعد اجمالی طور پر سارے جزیرہ پر نارمنوں کے استیلاء کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے،

فتسلمها الفرنج لعنهم الله سنة اربع وثمانين واربعمائة وملك رجار جميع الجزيرة.	اس پر فرنگیوں نے ۴۸۴ھ میں قبضہ کرلیا، اور راجر تمام جزیرہ کا مالک ہوگیا،

اسی طرح صاحب کتاب المونس لکھتا ہے :۔

واستغلب روجار على سائر الجزيرة في سنة اربع وثمانين واربعمائة و...... وكثت في ايدى المسلمين مائتي ونيف سبعين سنة اعادها الله للاسلام[1]	اور ۴۸۴ھ میں راجر پورے جزیرہ پر قابض ہوگیا...... اور یہ جزیرہ ۲۷۰ سال سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا خدا پھر اس کو مسلمانوں کے ہاتھ میں لائے،

زوالِ دولتِ اسلامی پر ایک نظر

نارمنوں نے کامل چالیس[۴] برس میں صقلیہ پر مکمل قبضہ کیا[۲]، اور اگر جنوبی اٹلی سے اسلامی مقبوضات پر نارمنوں کے حملہ کا زمانہ اس میں شامل کرلیا جائے تو اڑسٹھ برس ہوتے ہیں، بظاہر یہ طویل مدت اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو برباد کرنے کے لحاظ سے مختصر معلوم ہوتی ہے، مگر جس وقت

---

[۱] کتاب المونس ص ۸۰ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳، و انسائیکلو پیڈیا ج ۲۳ ص ۵۳، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۹ [۲] انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں تیس سال ہے، اس اختلاف کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے،

مسلمان صقلیہ مین آئے تھے، اوس وقت رومی صقلیہ کی حالت اوس سے مختلف تھی جب اسلامی صقلیہ کو برباد کرنیکے لئے نارمن آئے ہین،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ ۸۲۷ء مین یہان آئے، اوس وقت اگرچہ مسلمانان صقلیہ کی ابن ثمنہ کی طرح صقلیہ کے رومیون کا دشمن فیمی دربار افریقیہ مین پہنچا تھا، مگر او لا فیمی صقلیہ کی حکومت کا کوئی صوبہ دار نہ تھا، اوسکی حیثیت صرف ایک قائد فوج کی تھی، اور ابن ثمنہ قائد فوج ہونے کے علاوہ اوسکے ایک علاقہ کا خودمختار فرمانروا بھی تھا، علاوہ ازین مسلمانون اور نارمنون مین ایک دوسرا فرق یہ بھی ہی کہ جب مسلمان یہان حملہ آور ہوئے تھے، اوس وقت قسطنطنیہ کی بیزنطی حکومت صقلیہ کی مرکزی حکومت تھی، مدافعت کی ذمہ داری قیصر روم کے سر عائد تھی، اور روم کے مختلف قیاصرہ اس فرض کو اپنے اپنے عہد مین انجام دیتے رہے، جو مسلمانون کی راہ مین سب سے بڑی رکاوٹ تھی، لیکن جب مسلمانون کے مفتوح ہوتے کا زمانہ آیا، تو صقلیہ کی کوئی خارجی حکومت کہان تک پشت پناہ ہوتی، خود جزیرہ مین بھی کوئی ایک مرکزی حکومت قائم نہین تھی، ہر صوبہ دار اور حاکم ضلع نے اپنے کو اپنے اپنے علاقہ کا ذمہ دار سمجھکر صرف اپنے ہی علاقہ پر حملہ آوری کے وقت دشمنون کی مدافعت ضروری سمجھی، اور پھر ابن ثمنہ کا ایک بہت بڑا علاقہ بغیر کسی مزاحمت کے نارمنون کے قبضہ مین خود بخود چلا گیا،

اسکے علاوہ نارمنون کے حملہ کے وقت مسلمانون مین باہمی خانہ جنگی، اور بے اعتمادی کا جذبہ ایسا پھیلا ہوا تھا، کہ وہ کسی ایک میدان مین سر جوڑ کر نارمنون کا مقابلہ نہ کرسکے، بلکہ جب خود انھی کی فریاد پر افریقیہ سے اون کے ہمدرد پہنچے، تو اون سے بھی بر سر پیکار ہوئے، اور وہ مجبور ہو کر افریقیہ واپس چلے آئے، اور ممکن تھا کہ ایسے موقع پر جب افریقی لشکر صقلیہ سے واپس چلا آیا تھا، تو افریقیہ کی حریف حکومت یعنی دولت فاطمی مصر مسلمانان صقلیہ کی طرف شفقت اور ہمدردی کا ہاتھ بڑھاتی کہ وہ اصولاً اسوقت بھی یہان کی مرکزی حکومت کہلاتی تھی، مگر اوس نے بھی ہمدردی کے اظہار کے بجای اپنا سالانہ خراج طلب کیا، اور پھر نہایت بیباکی سے از خود نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت دیدی جس کو دشمنون

کو کم از کم اس کا پتہ تو ضرور ہی چل گیا، کہ مسلمانانِ صقلیہ کے ساتھ عالمِ اسلامی کی کوئی اخلاقی ہمدردی بھی شامل نہین ہے،

ایک طرف مسلمانانِ صقلیہ کی بدبختیون کا وہ عالم تھا، اور ادھر نارمنون کے جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ وہ بزعمِ خود صقلیہ پر حملہ آور ہو کر اپنے مذہبی فرض کے ادا کرنے کا ثبوت دیرہے تھے، اور اوسکو مسلمانون کے خلاف صلیبی جنگ کے افتتاح سے تعبیر کر رہے تھے، ہم نارمنون پر کوئی الزام تراشنا نہین چاہتے کہ اونھین مذہبی لڑائیون کے چھیڑنے کا بانی و مبانی قرار دین، یہ کچھ غیرون کی کہی ہوئی کہانی نہین، بلکہ خود اپنا اقرار ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار راجر کے حالات مین ایک جگہ لکھتا ہے:-

"پھر راجر ۱۰۸۵ء تک صلیبی جنگون کے چھیڑنے کا موقع نہ پاسکا، یہانتک کہ ۱۰۸۶ء مین سیراکیوز پر قبضہ ہو گیا، پھر فروری ۱۰۹۱ء مین نوٹو کی فتح کے بعد فتح سسلی کی تکمیل اختتام کو پہنچ گئی،"

اسی طرح نارمن فاتحِ انگلستان ولیم اور نارمن فاتحِ صقلیہ راجر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"انگلستان مین نارمن ڈیوک ایک غیر ملکی غاصب کی حیثیت سے داخل ہوا۔ جسکو وہان کے باشندون سے کسی قسم کی کوئی مدد نہین ملی، اور نہ وہ صقلیہ کے کاؤنٹ (راجر) کی طرح اپنے کو نجات دہندہ کہہ سکتا تھا"

اسی طرح نارمنون کے حالات مین دوسری جگہ موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"علاوہ ازین سسلی کی جنگ کا منشا اور اوسکے اغراض بلند تر تھے، اگرچہ اس وقت تک جنگِ صلیبی کی ابتدا نہین ہوئی تھی، تاہم مسلمانون سے سسلی کے اس تصادم نے ان جذبات کو پیدا ضرور کر دیا تھا، سسلی کے عیسائی باشندے اکثر حالات مین نارمنون کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے"[۱]

راجر نے تسخیر کے بعد اپنے کو نہ صرف صقلیہ کے عیسائیون کا نجات دہندہ ثابت کیا، بلکہ صقلیہ سے

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۳ لفظ "راجر" و ایضاً ج ۱۹ ص ۷۴۸ لفظ "نارمن" طبع یازدہم،

اسلام اور مسلمانون کی بیخکنی مین کوئی کسر اوٹھا نہ رکھی اور زوالِ دولتِ اسلامی کے ساتھ ہی مسلمانون کے دردناک مصائب کا آغاز ہو گیا، اور اونھین ہر حیثیت سے قعرِ مذلت مین زبردستی ڈھکیل دیا گیا مسلمانون کے تمام علاقے اون سے چھین لئے گئے، زمیندار سے کسان اور کسان سے مزدور، اور صاحبِ دولت و ثروت سے گدائے بینوا بنکر رہ گئے، جو محلات مین رہنے کے عادی تھے، اونھین جھونپڑیان ملنی دشوار ہو گئین، اعلےٰ قابلیت اور استعداد کے باوجود، حکومت کی تمام اعلےٰ ملازمتین، اون سے چھین کر عیسائیون کو دیدی گئین، عیسائیون کو دوسرے ممالک سے لالا کر یہان بسایا گیا، اور مسلمانون کی زمینداریان اور ملازمتین اون سے چھین کر اون کے حوالہ کر دی گئین، یہان تک کہ رفتہ رفتہ سارے جزیرے مین عیسائی پھیل گئے، ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت عیسائیون کے قبضہ مین چلی گئی، اور مسلمان جزیرہ مین اسلئے رہ گئے کہ عیسائی زمینداروں کی کھیتیان آباد کرین، تجارتی مالون کو جہازون پر لادین، اور اوتارین، اور جب مسلمانانِ صقلیہ کی فلاکت زدگی اور مفلوک الحالی بدسے بدتر حالت مین جا پہنچی، تو وہ معاش کیلیئے فوج مین بھرتی ہو کر دوسرے اسلامی ملکون کو عیسائیون کا غلام بنانے لگے، اور حاکمون کے نزدیک اُن کی اتنی وقعت بھی نہین رہی، کہ ان کے مذہبی احساسات کا پاس و لحاظ کیا جاتا، صقلیہ کے پادری اور عام عیسائی، اُن کے مذہبی احساسات کو عمداً ٹھیس لگاتے، صقلیہ کے شہرون کی گلی گلی مین اسلام کا مضحکہ اوڑایا جاتا، مسلمانون کے روبرو آنحضرت صلعم فداہ ابی وامی کو نہایت گندہ دہنی سے مغلظ گالیان دیجاتین مسلمان عورتون کی عصمت دری مسلمانون کی نگاہون کے سامنے کیجاتی، شریف مسلمانون کیلیئے اپنی کنواری لڑکیون کا چھپانا دشوار ہو گیا، یہان تک کہ محض عزت و ناموس کی حفاظت کیلیئے سچے اور مخلص مسلمان بظاہر عیسوی مذہب قبول کر کے امن و امان حاصل کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام کے ارکان روزہ نماز ادا کرتے، غرض کوئی ظالمانہ سے ظالمانہ ایسا برتاو نہ تھا، جو ان لاچار اور بیکس، غریب، فلاکت زدہ اور قابلِ رحم مسلمانون کے ساتھ روا نہ رکھا گیا ہو،

حالانکہ نارمن جسوقت صقلیہ پہنچے تھے کوئی ترقی یافتہ متمدن قوم نہ تھے، اونھون نے تہذیب و تمدن کا درس مسلمانون سے صقلیہ ہی مین حاصل کیا، اور اون سے سیکھ سیکھ کر اونھین الگ کر دیا، اسلیئے جزیرہ مین عیسائی حکومت کے ماتحت مسلمانون کے مختلف حالات مختلف دور کے ماتحت گذرے، اور آخر مین جب اونکی ضرورت باقی نہین رہی صقلیہ کی زمین اون پر تنگ کر دیگئی، اور یہان سے ایک ایک کلمہ گو بیک وقت جزیرہ سے شہر بدر کر دیا گیا، ان حالات کی تفصیل اس کتاب کے سب سے آخری باب مین نظر آئیگی،

اس کے علاوہ نارمنون نے صقلیہ پر قبضہ کر کے گویا ایک ایسا مرکز حاصل کر لیا تھا جہان سے وہ عالم اسلامی کی تباہی و بربادی کے منصوبے باندھنے لگے، یورپ کی بین الاقوامی کانفرنسین ہوئین، اور مسلمانون کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا پختہ ارادہ کر لیا گیا، جو دراصل پاداش عمل تھا اس کا کہ عالم اسلام نے انھین خاموشی سے اس جزیرہ پر قابض ہونے دیا، اور اونھون نے خود یہان کے فلاکت زدہ مسلمانون کو فوج مین بھرتی کر کے عالم اسلام مین تہلکہ ڈال دیا، اور سرزمین صقلیہ مین عیسائیون اور مسلمانون کے تصادم سے صلیبی جنگ کا جو چھوٹا پودا نصب ہوا تھا صقلیہ کے قبضہ کی تکمیل کے بعد اس قدر بار آور ہوا کہ دنیاے اسلام مین فساد و خونریزی کا ایک غیر متناہی سلسلہ صدیون تک کے لئے قایم ہو گیا، یعنی مسلمانون اور عیسائیون مین جو مذہبی لڑائی صقلیہ کے نارمن حملہ سے شروع ہوئی، اوس کا پہلا نتیجہ صقلیہ کے زوال یا تسخیر کی شکل مین ظاہر ہوا، اور آخری نتیجہ بیت المقدس کا زوال یا تسخیر ثابت ہوا، اس کا ایک سرسری خاکہ چند صفحون مین آگے نظر آے گا،

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات

دوسری اسلامی سلطنتوں پر

۴۶۴ھ—۶۲۶ھ
۱۰۷۱ء—۱۲۲۸ء

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تباہ کن اثرات کا خمیازہ صرف مسلمانان صقلیہ تک محدود نہین رہا، بلکہ اسکے بعد عیسائیون کی حریصانہ نگاہین مغرب کے دوسرے اسلامی ممالک پر پڑین، اور اونھون نے چندہی دن مین مغرب کی اسلامی سلطنتون کو زیر وزبر کرڈالا،

اسلامی ممالک کی بربادی کے منصوبے

کیونکہ عیسائیون نے فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد ہی سب سے پہلے افریقیا اور اوسکے ساتھ اندلس پر نگاہ ڈالی، اور اسکے بعد ہی شام کے مطلع پر نگاہ اوٹھی، جو بعض مسلمان شاہی خاندانون کی باہمی کشمکش سے غبار آلود ہو رہا تھا، عیسائیون نے اس موقع پر عالم اسلامی کی طاقت اور اوسکے عام حالات کا جائزہ لیا، اور جب تمام حالات آشکارا ہوگئے، تو تسخیر صقلیہ کے بعد ہی عیسائیون کی ایک نہایت اہم مجلس مشاورت صقلیہ مین منعقد ہوئی، اور اسمین عالم اسلامی کی بربادی کے منصوبے باندھے گئے،

مہدیہ پر نارمن قبضہ اور صلح

عیسائیون کے حوصلے ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء ہی سے جب وہ صقلیہ کے اکثر حصون پر قابض ہوگئے تھے، بہت بلند ہوگئے، اور ابھی وہ صقلیہ کو پورے طور پر زیرنگین بھی نہین کرنے پائے تھے کہ دوسرے اسلامی ممالک کو تاخت وتاراج کرنا شروع کردیا، ان لوگون نے اپنا بحری مرکز جزیرہ قوصرہ کو قرار دیا، جس پر پہلے قابض ہوچکے تھے، عیسائیون کی دو جماعتین دو راستون سے اسلامی ممالک کو پامال کرنے کیلئے آگے بڑھین، ایک جماعت اندلس پر حملہ آور ہوئی اور ۴۷۸ھ ۱۰۸۵ء مین وہ اندلس کے زرخیز مقام طلیطلہ پر قابض ہوگئی، دوسری

طرف نارمنون نے ۴۶۴ھ/۱۰۷۱ء مین صقلیہ کے اکثر حصون پر قابض ہونیکے بعد جزیرہ مین مزید پیشقدمی ملتوی کردی اور جزیرۂ قوصرہ کو بحری مرکز قرار دیکر فتح افریقیہ کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ ابھی صقلیہ کی فتح تکمیل کو بھی نہین پہنچی تھی کہ بروایت ۴۸۰ھ وبروایت ۴۸۱ھ/۱۰۸۸ء مین جزیرۂ قوصرہ سے ایک عظیم الشان بیڑا مہدیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہوا، مسلمانان قوصرہ نے پیغام بر کبوتر کے ذریعہ دربار افریقیہ مین خبر بھی پہنچائی لیکن تمیم فرمانروائے افریقیہ اسوقت دوسری طرف متوجہ تھا، اوس نے ایک بحری قائد کی سرکردگی مین مدافعت کیلئے بیڑا تیار کیا، لیکن سابق والی مازر عبداللہ بن منکوت کی ایک شدید غلطی سے جو ایک معزز عہدہ پر افریقیہ مین موجود تھا نارمن مہدیہ پر قابض ہوگئے، اور پھر نہایت ذلت آمیز شرائط منوانیکے بعد اُن لوگون نے مہدیہ خالی کیا[۱]، اور اسی کے ساتھ دونون حکومتون مین ایک دوستانہ معاہدہ طے پایا۔ اور اسی کے بعد وہ صقلیہ کے چپہ چپہ پر ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء مین بلاخوف وخطر قابض ہوگئے،

اسلامی ممالک کو نصرانی ممالک بنانیکی تجویز اور بیت المقدس پر حملہ آوری کا محرک اول

فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد یورپ مین بیداری پیدا ہوئی اور پاپائے روما نے جنگی تیاریون کے بعد شمالی افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے راجر کو آمادہ کرنا چاہا، چنانچہ ایک ایلچی صقلیہ پہنچا، راجر نے اس مسئلہ پر غور وخوض کرنیکے لئے ایک خفیہ کانفرنس طلب کی،

یہی وہ سب سے پہلی کانفرنس تھی، جو صقلیہ مین منعقد ہوئی، اور اسمین اسلامی ممالک کو زیروزبر کرنے کی تجویزین زیر بحث آئین، اور مدعوین نے اس کانفرنس مین راجر سے ان پرزور الفاظ مین حملہ آوری کی درخواست کی،:-

”قسم ہے انجیل کی یہ ہمارے لئے بہتر ہے، اور اون کے لئے بھی کہ (سب ملکر اسلامی ممالک پر حملہ آور ہون کہ تمامی اسلامی ممالک عیسائی ممالک ہوجائین“

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ صـ ۱۰۹ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صـ ۱۹۴،

لیکن راجر نے اپنے ذاتی اغراض سے اس تجویز کی تائید نہین کی، اور اپنے مشیرون کو سمجھایا کہ اگر یورپ کی مختلف فوجین صقلیہ آئین، اور یہان سے افریقیہ وغیرہ پر حملہ آور ہوئین تو فتح و شکست دونون صورتون مین صقلیہ کی حکومت کے کیا فوائد و نقصانات ہین، اور اوسکے بعد اوس ایلچی کے ذریعہ اپنی طرف سے حسب ذیل تجویز لکھ کر اٹلی بھیجی:-

"جب تم نے مسلمانون سے مذہبی جنگ کرنے کا قصد کر لیا ہے، تو زیادہ بہتر ہے کہ بیت المقدس پر قبضہ کرو، اور اس مقدس شہر کو مسلمانون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلا کر ایک قابل فخر کارنامہ انجام دو، کیونکہ ابھی ہمارے اور افریقیہ کے درمیان عہد و پیمان ہو چکے ہین"

جنگ صلیبی کی ابتدائی سرگذشت مین بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فرانسیسی راہب پطرس نے بیت المقدس سے واپس جا کر جنگ صلیبی کا صور یورپ مین سب سے پہلی مرتبہ پھونکا، اور اسی کی آواز پر سارا یورپ ٹوٹ پڑا، پطرس کی مسیحیت کی خدمت کرنے اور یورپ مین جنگ صلیبی کے جذبات ابھارنے سے انکار نہین لیکن واقعات کی یہ ترتیب اور ابن اثیر کی یہ مستند شہادت موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ فتح بیت المقدس کا محرک اول فرانسیسی راہب **پطرس** نہین بلکہ نارمن خدمتگذار مسیحیت **فاتح صقلیہ راجر** ہے،

چنانچہ راجر کی اسی تجویز کے بعد ۴۸۹ھ/۱۰۹۶ء مین سب سے پہلی جنگ صلیبی چھیڑنے کیلئے **اٹلی** مین وہ شہرۂ آفاق کانفرنس ہوئی، جو جنگ ہائے صلیبی کی اول واساسی کانفرنس سے موسوم کیجاتی ہے اور اسی کے بعد پطرس سارے یورپ مین جنگ صلیبی کا صور پھونک آتا ہے، اور راجر کی اوسی تجویز کی بنیاد پر سب سے پہلے صلیبی لڑائی ۴۹۱ھ/۱۰۹۷ء مین پیش آتی ہے، راجر نے اس تجویز سے گویا اسلامی ممالک کو باہم تقسیم کر لیا، اپنے لئے اوس نے شمالی افریقیہ کو رکھا، اور شام و مصر کو مسیحیت کے دوسرے خدمتگذارون کے نذر کیا،

پہلا صلیبی لشکر ۴۹۱ھ/۱۰۹۷ء مین کوچ کرتا ہے اور سب سے پہلے انطاکیہ کو فتح کر لیتا ہے، پھر ۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء مین

بیت المقدس پر عیسائیون کا قبضہ ہوجاتا ہے، اور پھر ۴۹۶ھ ۱۱۰۲ء کے دوسرے صلیبی حملہ مین شام کا ایک وسیع علاقہ عیسائی حکومت کے قبضہ مین چلا جاتا ہے اور راجر کی تحریک سے مقدس شہر یروشلم اور شام کے ایک وسیع علاقہ سے کامل اکانوے برس کے لئے اسلامی پرچم سرنگون ہوجاتا ہے،[۵] یہان تک کہ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوارین اوٹھتی ہین اور شام کے غبار آلود مطلع کو صاف کردیتی ہین، اور اس موقع پر صقلیہ کی عیسائی حکومت مسیحیت کی جو خدمات انجام دیتی ہے اُس کا تعارف چند صفحون مین آگے آئے گا، ابھی افریقہ کی اجمالی سرگذشت سامنے ہے،

شمالی افریقہ پر قبضہ کی تیاریان

راجر اپنی اوسی تجویز کے مطابق افریقہ پر قبضہ کرنیکے لئے اپنی جنگی قوت مین روز بروز اضافہ کرتا گیا لیکن اسی اثنار مین ۲۲ جون ۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء کو اُس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکے بجاے اوس کا لڑکا راجر دوم کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور اوس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی شمالی افریقہ کی سیاسیات مین ایک ایسی شاطرانہ اور کامیاب روش اختیار کی جسکی بنا پر وہ ایک دن پورے شمالی افریقہ کا مالک بن بیٹھا، اور راجر اول کا خواب حقیقت بنکر سامنے آگیا،

شمالی افریقہ پر قابض ہونیکی ایک شاطرانہ روش

اس وقت شمالی افریقہ کی صنہاجی حکومت کے حالات یہ تھے، کہ المعز کے عہد سے صنہاجی قلمرو مین فتنہ و فساد اور بغاوت کا جو طوفان اُٹھا تھا ابھی تک اس کا استیصال نہ ہوسکا تھا بلکہ حکومت کی داخلی پیچیدگیان روز بروز بڑھتی ہی گئین، اور ملک مین چھوٹی چھوٹی خودمختار و نیم خودمختار حکومتین قائم ہوتی گئین، جس کی وجہ سے ملک مین ہر طرف خانہ جنگیون کا سلسلہ قائم ہوگیا، اسکی رفتار کسی زمانہ مین تیز ہوجاتی، اور کسی زمانہ مین سُست پڑجاتی،

جب راجر نے شمالی افریقہ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس نے یہان قدم جمانیکے لئے اونھی خودمختار و نیم خودمختار حکومتون پر نگاہ ڈالی، جو دولت صنہاجیہ سے کٹ کٹ کر آزادانہ قائم ہوتی گئی تھین، یہ دولت صنہاجیہ سے

---

[۵] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۵، ۱۸۷ و ۱۹۳ و الحروب الصلیبیہ سید علی الحرازی، ص ۴۲ تا ۴۴ وغیرہ۔

دوستانہ معاہدہ پہلے ہی کر چکا تھا، اب افریقیہ کی یہ نئی نئی خود مختار و نیم خود مختار حکومتیں قائم ہو رہی تھیں، راجر کے اون پر حملہ آور ہو جانے سے بظاہر دولتِ صنہاجیہ کے اوس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی خصوصاً اسلئے کہ وہ حکومتیں حکومتِ صنہاجیہ سے باغی ہوتی تھیں اسلئے فرمانروائے صنہاجی کو اصولاً کسی شکایت کا موقع نہیں تھا،

اس طریقہ سے راجر دوم نے شمالی افریقیہ میں اپنے قدم پورے طور پر جمالئے، اسکے بعد پھر یہ صورت بھی پیش آنے لگی، کہ اگر کسی وقت افریقیہ کے خود سر ولاۃ اور دولتِ صنہاجیہ میں آویزش ہوتی، تو راجر دوم خود سر والی کی مدد کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی کر جاتا، لیکن پھر بھی گفت و شنید کے بعد معاملات کو رفع دفع کرا لیتا، اس قسم کی سب سے پہلی صورت ۱۱۱۵ھ میں پیش آئی جب رافع بن مکن دہمانی والی قابس اور صنہاجی فرمانروا علی بن یحییٰ بن تمیم میں باہمی آویزش ہوئی چنانچہ جب صنہاجی بیڑا رافع کی گوشمالی کیلئے قابس آیا تو رافع کی امداد کیلئے یہاں نارمن بیڑا پہلے سے موجود نظر آیا، یہی پہلا موقع تھا جب دولتِ صنہاجی اور اور نارمن حکومتِ صقلیہ میں کھلی ہوئی مخالفت کا اظہار ہوا، ابن اثیر لکھتا ہے:-

"اوسی وقت علی کو صقلیہ اور قابس کے اتحاد کی خبر ہوئی، جسکی راجر برابر تردید کرتا رہتا تھا"

افریقی حکومتوں کا صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ

علی نے اسکے جواب میں ۱۱۱۸ء ۵۱۲ھ میں اپنے ایلچی صقلیہ بھیجے، اور دونوں حکومتوں میں شکوہ شکایات کے دفتر کھل گئے، اور جب صفائی نہ ہو سکی، تو علی نے بالآخر صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، اور مراکش کے مرابطین سے استمداد کی علی بن یوسف بن تاشقین فرمانروائے مراکش نے اعانت پر آمادگی ظاہر کی، اور ایک متفقہ حملہ کا سامان شروع ہو گیا، اور راجر نے یہ حالات سنتے ہی اپنی تمام سرگرمیاں روک دیں[۱] لیکن اچانک صنہاجی فرمانروا علی کی ناگہانی موت سے اسلامی حملہ کی یہ تجویز معرضِ التوا میں پڑ گئی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۷۲ و ابن خلدون حوادث ۵۱۲ھ در امار ی ص ۲۷،

صقلیہ کی افریقیہ پر حملہ آوری

کچھ زمانہ گذرنے کے بعد علی بن یوسف صاحب مراکش نے اپنا ارادہ پورا کرنا چاہا، اور ۵۱۶ھ ۱۱۲۲ء میں بلاد قلوریہ کے ایک شہر نقوطرہ (NICOTRA) پر حملہ آور ہو کر اوسکو زیر اقتدار کرلیا، لیکن راجر پر نقوطرہ کے سقوط کا کوئی اثر نہین پڑا، اور اوس نے اوسکے جواب مین افریقیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، جب علی کے جانشین حسن صنہاجی کو اوسکی خبر ملی، تو وہ بھی مدافعت کے سامان کرنے لگا، اور بالآخر ۵۱۷ھ ۱۱۲۳ء مین نارمن بیڑا مہدیہ کے تاخت و تاراج کے لیے روانہ ہو گیا، مگر سمندر کے باد مخالف سے یہ بیڑا مہدیہ نہین پہنچ سکا، نارمن امیر البحر نے ہوا کے رُخ پر بیڑے کو ڈال دیا، جو جزیرۂ قوصرہ مین جا کر تھما،

جزیرہ قوصرہ کی اسلامی آبادی پر مصائب

جزیرۂ قوصرہ اگرچہ اس وقت عیسائیون کے قبضہ مین تھا، لیکن یہان اسلامی آبادی زیادہ تھی، اور ابھی تک اون کی دولت و ثروت بھی اونھی کے پاس تھی، نارمن یہان پہنچکر محض مہدیہ کے جوشِ انتقام مین جزیرۂ قوصرہ کے مسلمانون پر ٹوٹ پڑے اور قتل عام کردیا، جسمین بوڑھون، بچون اور عورتون کی تمیز بھی باقی نہین رکھی، اور نہایت بیدردی سے ننھے ننھے معصوم بچون ضعیف عورتون اور معذور بوڑھون کا خون بہایا،

قلعہ دیماس پر نارمن قبضہ اور پھر شکست

اسکے بعد نارمن بیڑا افریقیہ روانہ ہوا، لشکر مین کچھ بے ترتیبی آگئی تھی، اسلیے مہدیہ مین اوترنے کا موقع نہین تھا، ساحل کے ایک دوسرے اسلامی شہر قلعہ دیماس مین اوتر پڑے، قلعہ مین عربون کی ایک جماعت موجود تھی، اوس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر مغلوب ہو گئی، اور نارمن شہر مین داخل ہو گئے، اسی اثنار مین مسلمانون کی ایک کمک مہدیہ سے آپہنچی اور ایک خونریز جنگ کے بعد نارمنون کو بہت کچھ مال غنیمت چھوڑ کر فرار ہونا پڑا، اس جوابی حملہ مین بہت سے نارمن قتل ہوے، اون کی ایک جماعت قلعہ بند بھی ہو گئی تھی، اوس کو بھی مغلوب کرکے سب کو قتل کر دیا گیا، مسلمانون کی یہ فتحمندی مدت کے بعد نصیب ہوئی تھی، جس نے اوس کی خوشخبری ضابطہ کے ساتھ تمام عالم اسلامی مین بھیجی، اور مہدیہ مین ایک جشنِ عام منایا، جس مین شعراء نے تہنیت آمیز

قصائد شتائے،

قدیم حکمت عملی کا اعادہ

لیکن یہ ایک عارضی نوید مسرت تھا، راجر دوم اپنی قدیم حکمت عملی پر لوٹ آیا، اور درحقیقت اسلامی حکومت کے لئے اوسکی یہی حکمت عملی نہایت خطرناک تھی، چنانچہ راجر کی سلسلہ جنبانی کی وجہ سے نارمن اور صنہاجی حکومتوں میں پھر سے خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور اب پھر وہی قدیم سلسلہ جاری ہوگیا یعنی حکومت صنہاجی کے جو ولاۃ صنہاجی حکومت سے سرکشی پر آمادگی ظاہر کرتے، راجر دوم فوراً ان کی خفیہ امداد کرکے انھیں بغاوت پر آمادہ کرتا، اور اندر اندر اپنی اس منافقانہ کارروائی کے ساتھ ظاہرا دولت صنہاجی سے خوشگوار تعلقات بھی برقرار رکھتا، اور جب فرمانروائے افریقیہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر اعتراض کرتا، تو جواب دیتا کہ یہ لوگ تمھاری اطاعت سے باہر ہیں، اسلئے اس معاہدہ میں داخل نہیں۔

افریقیہ کے مختلف اہم شہروں کا سقوط،

چنانچہ اسی طرح مختلف مقامات پر حکومت صنہاجی کے خلاف بغاوتیں برپا ہوتیں اور راجر سب کو خفیہ امداد پہنچاتا، اور پھر جب یہ ولاۃ حکومت صنہاجی سے الگ ہوجاتے تو اون پر خود حملہ آور ہوکر انھیں ملک سے بیدخل کردیتا، اور اپنی طرف سے شہر کے کسی معزز خاندان کو قائم مقام بناکر مقامی حکومت اوسکو تفویض کردیتا، اور اون ولاۃ کو اطاعت پر قائم رکھنے کیلئے اوسی خاندان میں سے چند معزز اشخاص کو بطور یرغمال اپنے ساتھ صقلیہ لیجاتا، اور وہ مقامات نارمن حکومت صقلیہ کا جزو کہلاتے اور سالانہ خراج اون پر عائد کردیتا،

چنانچہ راجر اپنی اسی حکمت عملی کی رو سے رفتہ رفتہ ۵۲۹ھ/۱۱۳۴ء میں برشک، بنایہ، سفاقس ۵۴۱ھ/۱۱۴۶ء میں طرابلس الغرب اور ۵۴۲ھ/۱۱۴۷ء میں قابس پر قابض ہوگیا، یہ تمام مقامات دولت صنہاجی کے قلمرو میں شامل تھے لیکن ولاۃ کی سرکشی سے آزاد ہوئے اور پھر اوسی طرح نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے،

مختلف جزائر کا سقوط

نارمن شمالی افریقیہ کے اون مقامات پر قابض ہونے کے علاوہ اپنی اسی حکمت عملی کے رو سے بحر روم کے جزائر پر بھی اقتدار حاصل کرتے گئے، چنانچہ رفتہ رفتہ مختلف جزائر مثلاً ۵۲۹ھ/۱۱۳۴ء میں جزیرہ

جربہ اور ۵۴۳ھ میں قیقنہ اور پھر قابس وغیرہ نارمنوں کے قبضہ میں آگئے،

مفتوح مسلمانوں پر مصائب

نارمن اپنی ان تمام فتوحات میں جو کچھ مظالم برپا کرسکتے تھے کرتے گئے، قتل عام اور غارتگری میں اکثر ایسا ہوتا، کہ اون کی بربریت سے بوڑھے، عورتیں، اور شیر خوار بچے تہ تیغ کر دئے جاتے، پھر یہ لوگ اپنے ان مفتوح ممالک سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے صقلیہ لیجاتے، اور وہان ان کے دینی بھائی یعنی مسلمانانِ صقلیہ کے سامنے زبون حالت میں غلام بنا کر رکھتے، اور بالآخر مسلمانانِ صقلیہ اپنی اخوت دینی سے مجبور ہو کر ان گرفتارانِ بلا کو گراں نقد قیمتوں پر خرید خرید کر آزاد کرتے، اسی طرح ان مفتوح ممالک کی مسلمان شریف زادیوں کو گرفتار کر لیتے، اور اونھیں لونڈی بنا کر رکھتے، اور مسلمانانِ صقلیہ کی آنکھوں کے سامنے ان کے ساتھ لونڈیوں کا برتاؤ کرتے، اور مسلمانانِ صقلیہ غیرتِ حمیتِ دینی سے عرق عرق ہو جاتے، اور اون کو آزاد کرانے میں نہایت گرانقدر رقمیں صرف کرتے، خصوصاً ۵۳۹ھ میں شہر برشک کی شریف زادیوں کی عصمت و حرمت کی حفاظت کے لئے مسلمانانِ صقلیہ کو بڑی بڑی رقمیں ادا کرنی پڑیں، اسی طرح قتل و غارت گری کی بھی عام گرم بازاری رہی، مثلاً صرف جزیرہ جربہ میں ایک حملہ میں تقریباً آٹھ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا، جنمیں بہت سے مضبوط خوشرو نوجوان اور حسین پردہ نشین عورتیں شامل تھیں، یہ پورا قافلہ لوٹ لیا گیا، جسمیں چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے نیزے کی انی پر اوچھال دئے گیے، اور اسی طرح ان مفتوح اسلامی ممالک سے جس بیدردی سے مال غنیمت لوٹا گیا، اسکا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف ایک ایک حملہ میں ستر ستر جہاز مال غنیمت کے قیمتی سامانوں سے بھری صقلیہ لائے گئے[1]،

دولتِ صنہاجیہ کا خاتمہ نارمنوں کے ہاتھوں

ان مذکورۂ بالا مقامات پر نارمن استیلا ہوا ہی تھا کہ اتفاق سے افریقہ میں قحط پڑ گیا اور فرمانروائے افریقہ کو صقلیہ کے غلہ کی خاطر ۵۳۶ھ میں تجدید عہد کرنا پڑا، اور اسی کے ساتھ افریقہ کے وہی مسلمان امرا و ولاۃ جو ان جزائر اور شمالی افریقہ کے اون مقامات پر نارمنوں کے قائم مقام کی حیثیت سے فرمانروائی کر رہے تھے، نارمنوں سے مکمل اتحاد عمل کرنے لگے، اور پھر وہی لوگ عیسائیوں

[1] کتاب الفارسیہ فی مبادی الدولۃ الحفصیہ در امار ی ص ۵۰۹، و ابن اثیر ج ۱۱ در حوادث سنین مختلفہ مذکورہ در متن،

کی مزید فتوحات کا باعث بنتے گئے، چنانچہ اس طرح رفتہ رفتہ حکومت صنہاجی کے قلمرو سے مختلف مقامات الگ ہو ہو کر نارمنون کے قبضہ مین جاتے رہے، اور بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا کہ دولتِ صنہاجیہ کا کلیۃً خاتمہ ہوجائے چنانچہ ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء کا وہ منحوس سال ہے، جب مسیحی علم مہدیہ کے قلعہ پر نصب ہوگیا، اور دولتِ صنہاجی کا وہ چراغ جو شمالی افریقہ مین اسلامی کارنامون کو روشن کئے تھا، اور اس وقت اوسی سے شمالی افریقہ مین اسلام کا دھندلا سا نام نشان باقی تھا، نارمنون کے ہاتھون گل ہوگیا،

یہ ہے صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کا وہ دردناک انجام جو صرف اوسکے ۵۹ سال بعد سامنے آگیا اور راجر اول کے وہ خوفناک ارادے جو اسلام کو شمالی افریقہ سے رخصت کرنے پر مشتمل تھے، صرف نصف صدی مین پورے ہوگیے، نارمن ۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء مین قلوریہ پر قابض اور ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء مین وہ حکومتِ افریقہ کا تختہ اولٹنے مین کامیاب ہوگئے، اس ۱۲۸ سال کی مختصر مدت مین وہ ساری سرزمین اوسی ترتیب سے اون کے زیرنگین آگئی جس ترتیب سے وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آئی تھی یعنی اسلام ان ممالک مین افریقہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے کلبریہ و انکبردہ پہنچا تھا، اور نارمنون نے اسلام کو اُسی راستہ سے یعنی انکبردہ و قلوریہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے شمالی افریقہ واپس لوٹا دیا،

نارمنون کی پیشقدمی مین ایک عارضی التوا

نارمن دولتِ صنہاجی کے خاتمہ کے بعد شمالی افریقہ کے دیگر حصص پر حملہ آور ہوتے، اور پھر مصر و شام کی طرف روانہ ہوجاتے، لیکن مسلمانانِ عالم کی وقتی خوش قسمتی سے ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء مین نارمن فرمانروا اور فرمانروائے قسطنطنیہ مین بعض اختلافات ہوگئے، اور دونون حکومتون مین لڑائی چھڑ گئی، جس کی وجہ سے اسلامی ممالک مین نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہوگیا،

ابن اثیر لکھتا ہے:-

"اسی سال (۵۴۴ھ) راجر فرنگی فرمانروائے صقلیہ اور شاہ قسطنطنیہ مین جنگ چھڑ گئی، جس کا ایک طویل سلسلہ ہے، اس لئے یہ عیسائی آپس ہی مین دست و گریبان ہوگئے، اگر یہ نہ ہوتا، تو راجر

تمام افریقیہ کو فتح کر لیتا،

چنانچہ اس کے بعد صرف ایک شہر بونہ پر ۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء میں نارمنون کا قبضہ ہوا، جو جدید نارمن فرمانروا کی گویا ایک پہلی مشق تھی، لیکن اسکے بعد حالات ایسے بدلے کہ فتوحات کا سلسلہ موقوف ہو گیا[۱]

[۱] تمام مذکورۂ بالا واقعات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۰ و ۱۱، حوادث ۴۹۱ھ، ۵۰۳ھ، ۵۰۹ھ، ۵۱۱ھ، ۵۱۷ھ، ۵۲۹ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ، ۵۳۹ھ، ۵۴۰ھ لغایت ۵۴۴ھ و ۵۴۸ھ، حالات و واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ حاشیہ مین شمالی افریقیہ کے بعد کے حالات کا ایک اجمالی خاکہ بھی درج کر دیا جائے،

فتح بجایہ | افریقیہ کے یہی حالات تھے کہ موحدین کے مذہبی پیشوا، اور سیاسی فرمانروا عبدالمومن نارمنون کے خلاف ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء مین تلوار اوٹھاتا ہے، اور اسی سال بجایہ کو نارمنون سے چھین لیتا ہے،

صقلیہ مین اختلال | حسن اتفاق کہ ادھر افریقیہ مین عبدالمومن کی تلوار چمکی، اور اودھر صقلیہ مین ایسے حالات رونما ہوئے، کہ آپ سے آپ وہان کے قصر اقتدار مین تزلزل آگیا، راجر دوم نے ۵۴۸ھ/۱۱۵۴ء مین تقریبًا ۶۰ سال کی عمر مین تقریبًا ۲۰ سال حکومت کرکے وفات پائی، اسکی موت کے بعد ولیم جسکو عرب مورخین غلیالم کہتے ہین، بر سر اقتدار آیا، وہ حکومت کا اہل ثابت نہ ہو سکا، اس نے ایک نصرانی مایو (MAio) نامی کو وزارت سپرد کی، وہ بھی نااہل نکلا، اور اسکے نتیجہ مین مسلمانون کی قسمت کا پانسہ پلٹا، اور مختلف مقامات نارمنون کے قبضہ سے نکل گئے، اس سلسلہ مین جزیرہ جربہ اور جزیرہ قرقنہ مین اولًا بغاوت ہوئی، اور وہ اپنی گلوخلاصی مین کامیاب ہو گئے، ان کے دیکھا دیکھی صقلیہ کے بعض شہر کے مسلمانون نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا، مگر وہ دشمنون کے نرغہ مین تھے، اُن کی سعی لاحاصل رہی،

حسین کی قربانی سے شمالی افریقیہ کی آزادی، | جب نارمنون کی کمزوریان آشکارا ہوئین تو افریقیہ کے اون مسلمان ولاۃ کو بھی عبدالمومن کے بھروسہ پر جرأت ہوئی، جو نارمنون کی طرف سے قائم مقام بنکر حکومت کر رہے تھے، ان مسلمان ولاۃ مین سب سے اہم کارنامہ سفاقس کے والی عمر بن حسین کا ہی، اس نے ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء مین اپنی بغاوت کا اعلان کیا، اور اوسکی اس جرأت مین اسکا ایک نہایت لائق ستایش و روشن پہلو اس کی ایک ہمت مردانہ ہے، جو صحیح اسلامی جذبات کی ترجمان ہے، اور حسین عمر اور اوسکے باپ حسین دونون نے اپنے اپنے جوہر کمال و جوانمردانہ شجاعت کو آشکارا کیا، واقعہ یہ تھا کہ عمر سفاقس مین نارمنون کا والی تھا، اور اوسکی اطاعت کی ضمانت مین اس کا باپ حسین صقلیہ مین نظر بند رکھا گیا تھا، اسلئے عمر کی بغاوت کے دوسرے معنی باپ کی شہادت کے بھی تھے، لیکن حسین خود اسلام کا ایک جانباز و جان نثار فدائی تھا، اُس نے اپنے لڑکے کو خفیہ وصیت کی کہ

جنگ ہاے صلیبی اور فتح بیت المقدس

عیسائیون کو بیت المقدس اور شام پر ۴۹۱ھ و ۴۹۶ھ ۱۰۹۸ع و ۱۱۰۲ع مین جو استیلا ہوگیا تھا۔ اون کے خلاف ۵۴۴ھ ۱۱۴۹ع سے عماد الدین زنگی تلوار اوٹھاتا ہے اور پھر مختلف معرکہ آرائیون اور محاصرۂ واسترداد حصار کے بعد نور الدین زنگی اور اسد الدین شیرکوہ پے در پے حملے کرتے ہین

(بقیہ حاشیہ ص ۴۵۹) "مین چراغ سحری ہون، آج نہین کل بجھ جاؤن گا، تم فرصت کے منتظر رہو، اور میری انتہائی خوشنودی یہی سمجھو کہ حصول مقصد کے لئے میری نقد جان سفاقس کی آزادی پر نثار کردو"

چنانچہ وہ موقع صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ع مین سامنے آگیا، اور عمر نے اپنے اصحاب حل وعقد کے مشورہ کے بعد انقلاب حکومت کا اعلان کردیا، اور سب سے پہلے سفاقس کے تمام عیسائیون کو چن چن کر قتل کیا، اور پھر سفاقس کے قلعہ سے نارمن جھنڈا اوتار کر پھینک دیا، یہ ہو ہی رہا تھا کہ نارمن فرمانروا کو واقعات کا علم ہوا، اور ایک نہایت تہدید آمیز مکتوب عمر کے پاس سفاقس بھیجا، عمر نے اس نارمن ایلچی کو ٹھہرالیا، اور اوسکے جواب مین ایک جنازہ اوٹھانے کا اہتمام کیا، چنانچہ ایک جنازہ نہایت تزک واحتشام سے اوٹھایا گیا، یہ گویا شہید ملت حسین کا جنازہ تھا، سفاقس کے تمام باشندے اسمین شریک ہوئے، شہر سے یہ جلوس گذر کر قبرستان آیا، اور یہان وہ جنازہ اس نارمن ایلچی کے سامنے دفن کردیا گیا، نارمن پیغام بر یہ تمام تماشا دیکھتا رہا، اس کے بعد اوسکو عمر نے دربار مین بلاکر یہ پیغام دیا، کہ:-

"مین نے سفاقس کی آزادی باپ کے سر کے معاوضہ مین خریدی ہے، شاہ صقلیہ سے کہدو کہ میرا باپ مرچکا اور مین اور میرے ساتھ تمام باشندگان شہر نے اوس کا جنازہ دفن کردیا، اب ہم لوگ اسکی عزاداری کرنے بیٹھے ہین"

پیغامبر صقلیہ واپس آیا، تمام حالات من وعن بیان کئے، حسین نے بھی شکر خداوندی ادا کیا، اور جوش مسرت کے ساتھ خوشی خوشی دار پر چڑھ گیا اور اوسکی نقد جان اوسکی وصیت کے مطابق سفاقس کی آزادی پر قربان ہوگئی،

کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی مین حسین بن علیؓ کی شہادت نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی تھی، یہ کچھ نام کی برکت ہے کہ چھٹی صدی کے اس حسین نے اسی کا ایک ادنی نمونہ پیش کیا، خود قربان ہوگیا، اور اپنی قربانی سے سارے افریقہ مین اسلام کو زندہ کردیا، اسکی شہادت کی خبر بجلی کی طرح سارے افریقہ مین دوڑ گئی، اور نارمنون کے خلاف سارے افریقہ مین ہتھیار یکایک اوٹھے۔

ابو یحیی بن مطروح نے طرابلس مین علم جہاد بلند کیا۔ محمد بن رشید نے قابس کے پاؤن سے غلامی کی بیڑیان کاٹ دین پھر عبد المومن کی خون آشام تلوار چمکی، اور اوس نے بونہ پرچم زدن مین قبضہ جمالیا،

جن میں وہ عیسائیون پر غالب آتے ہین یہانتک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوار میدان مین چمکتی ہے، اور کامل اکانوے برس کے بعد ۵۸۳ھ/۱۱۸۷ء مین بیت المقدس پر اسلامی قبضہ ہوجاتا ہے۔

جنگ ہاے صلیبی مین صقلیہ کی شرکت

اسلام اور عیسائیت کی ان لڑائیون مین صقلیہ کی عیسائی حکومت نے کہان تک حصہ لیا، اس کی تفصیل ایک طویل داستان ہے، الغرض یہ کہ صقلیہ کے فاتح عیسائیون کو اگرچہ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائیون مین جسکی ابتدا رراجر کی تحریک سے ہوئی تھی، افریقیہ کی مہمون کے باعث شرکت کا موقع نہ مل سکا، مگر جب مہدیہ کے قبضہ کے بعد اس طرف سے فرصت ملی تو یہ لوگ بھی مصر و شام کی جانب متوجہ ہوئے، اور غالباً سب سے پہلا نارمن بیڑا ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء مین صقلیہ سے مصر روانہ ہوا، اور مصر کے ایک مقام تنیس پر غارتگری کی، لیکن پھر یہ نارمن بہت جلد افریقیہ کے معاملات مین اولجھ گئے، اور اونھین اس جانب دوبارہ توجہ کرنے کا موقع نہین ملا یہانتک کہ جب ۵۵۴ھ/۱۱۵۹ء مین عبدالمومن نے مہدیہ پر قبضہ کرلیا، اور نارمنون کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱)

شمالی افریقیہ سے نارمن قبضہ کا خاتمہ اور دولت موحدین کا قیام

اسی طرح سب سے آخر مین زویلہ کے باشندون نے بغاوت کی، اگرچہ وہ بعض ناگزیر حالات کے پیش آجانے سے ناکام رہے، اور یہان عیسائیون کو مسلمانون کے قتل عام کا موقع مل گیا، جسمین نہایت بے دردی سے عورتون اور بچون کو ذبح کیا گیا، لیکن چند بقیۃ السیف مسلمان اپنی جان بچانے مین کامیاب ہوگئے، اور وہ فرار ہوکر عبدالمومن کے یہان آکر پناہ گزین ہوئے، اور اتفاق سے اہل زویلہ کی یہی بربادی و ناکامی شمالی افریقیہ سے نارمنون کے استیلاء کے قطعی خاتمہ کا آخری سبب بن گئی، چنانچہ ان پناہ گزین مہاجرین نے زویلہ مین کربلا کا جو منظر پیش آیا تھا۔ اوس کا پورا نقشہ عبدالمومن کے سامنے کھینچ دیا، اور اس سے التجا کی کہ مسلمان فرمانرواؤن مین ایسی کوئی شخصیت موجود نہین ہے جو مسلمانان زویلہ کے ان دردناک مظالم کا بدلہ لے سکے، نارمن ابھی سوسہ اور مہدیہ پر قابض ہین، زویلہ ان کے پنجۂ ظلم مین گرفتار ہے، معلوم نہین آیندہ کیا حالات رونما ہون، عبدالمومن خداترس مسلمان تھا، آبدیدہ ہوکر کمر ہمت باندھی، اور عظیم الشان تیاریون کے ساتھ مہدیہ کی رہائی کے لئے مراکش سے اوٹھ کھڑا ہوا، پھر جو حالات پیش آئے، اون کی ایک طویل داستان ہے، حاصل کلام یہ کہ اوس نے ۵۵۴ھ/۱۱۵۹ء مین نارمنون کو اپنی خون آشام تلوار سے زیر کرکے مہدیہ کو اون کے وجود سے پاک کیا، حسن صنہاجی جو اب تک آوارۂ وطن پھر رہا تھا، مہدیہ کے عظیم الشان قصر مین سکونت پذیر ہوا، اور تمام افریقیہ نارمنون کے قبضہ و استیلا سے پاک ہوکر موحدین کے زیر علم آگیا (تفصیلات کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۴۳ھ، ۵۴۳ھ، ۵۵۱ھ، و ۵۵۴ھ و المعجب فی تلخیص اخبار مغرب وغیرہ)

سرزمین افریقیہ سے قطعی مایوسی ہوگئی، تو پھر وہ مصر کی جانب متوجہ ہوئے جہان اس وقت خانوادۂ فاطمیین کے زوال کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کا سکہ روان تھا،

سلطان صلاح الدین ایوبی سے عیسائی شاہ صقلیہ کی دشمنی اور اوس پر معاندانہ پیش قدمیان اور صلاح الدین کی کامیابیان

صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی کے دست راست ہونے کے وقت سے مسیحی فتوحات کا قلع قمع کر رہا تھا، یہان تک کہ اسی کے ہاتھوں بیت المقدس کے فتح کی تکمیل ہوئی، اس لئے وہ تمام عالم عیسائیت مین شدید بغض و عناد سے دیکھا جاتا تھا، اور اوس سے صقلیہ کے عیسائی بھی مستثنیٰ نہین تھے، سلطان صلاح الدین نے ۵۶۹ھ ۱۱۷۳ء مین خلافت فاطمی مصر کا خاتمہ کر کے شیعی مرکزیت کا بھی خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے مصر کے شیعے بھی اس کے شدید دشمن تھے،

صقلیہ کا عیسائی فرمانروا بہ نسبت دیگر فرمانروایان یورپ کے اسلامی سیاسیات سے زیادہ آشنا تھا، اس نے سلطان صلاح الدین اور شیعان علی کے تعلقات کا اندازہ لگایا، اور یورپ کی مسیحی طاقتین جنمین سب سے اہم حصہ اسی شاہ صقلیہ کا تھا مصر کے شیعون سے سازوباز کرنے لگین اور سلطنت ایوبیہ مصر کا تختہ اُلٹ کر ایک نئی حکومت قائم کرنے کی تجویز قرار پائی، اور اس موقع پر شاہ صقلیہ نے سب سے زیادہ ستم ظریفی یہ کی کہ ایک طرف صلاح الدین سے نامہ و پیام جاری رکھا، اور دوسری طرف مصر کے شیعون سے اس کے خلاف سازوباز مین مصروف رہا، اور طے پایا کہ فلان موقع پر صقلی بیڑا استخلاص مصر کے لئے ساحل پر لنگر انداز ہوجائے گا، اتفاق سے ان واقعات کا علم مصر کی ایک اہم شخصیت ابن نجبہ کو ہوگیا جس نے حقیقت حال سے سلطان کو آگاہ کر دیا، شیعون کے اوس سازشی گروہ کو تو اوسی وقت گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا گیا، اور پھر صقلی بیڑے کی آمد کا علیحدہ انتظار رہا، اور اوسکی مدافعت کی تیاریان کرلین،

چنانچہ ۵۷۰ھ ۱۱۷۴ء مین صقلیہ کا وہ مسیحی بیڑا وقت موعودہ پر مصر پہنچا، دوسو[۲۰۰] جہازون مین پچاس[۵۰] ہزار پیدل فوج اور چھتیس جہازون مین ڈیڑھ ہزار سوار تھے، چھ[۶] بڑے جہازون مین آلات جنگ اور چالیس[۴۰]

بڑے جہازوں مین سامان رسد ساتھ تھا،

سلطان صلاح الدین اس وقت ایک دوسری صلیبی لڑائی مین مصروف تھا، والی اسکندریہ نے ہدایات کے مطابق مقابلہ کیا، لڑائی کا سلسلہ جاری تھا کہ خود صلاح الدین آپہنچا، اور اپنی ضرب المثل جوانمردی سے صقلی بیڑے کو برباد کرڈالا، تمام سپاہ یا تو قتل ہوئی، اور یا گرفتار کرلی گئی، کسی ایک جہاز کو صقلیہ لوٹنا نصیب نہین ہوا،

نارمن بیڑے کی اس بربادی سے صقلیہ مین کہرام مچ گیا، صقلیہ کے عیسائی پہلے سے زیادہ صلاح الدین کے خون کے پیاسے ہوگئے، نارمن فرمانروائے صقلیہ نے صلاح الدین سے انتقام لینے کا پختہ عزم کیا اور اوسکے اثرات ظاہر ہونے لگے، اسی سلسلہ مین افریقہ کے موحدین سے صلح کرلینا ضروری سمجھا گیا، اور ۵۷۶ھ ۱۱۸۰ء مین ولیم فرمانروائے صقلیہ، اور یوسف بن عبد المومن فرمانروائے مہدیہ سے ایک معاہدہ صلح قرار پایا،

اب صقلیہ کا لشکر مستقل طور پر صلاح الدین کے خلاف میدان مین تھا، لیکن اُن متفقہ کوششون کے باوجود صلاح الدین برابر کامیاب ہوتا رہا، اور ۵۸۳ھ ۱۱۸۷ء مین بیت المقدس مین داخل ہوگیا، اسکے بعد بیت المقدس کی بازیافت کے لئے عیسائیون کی جو کوششین ہوئین صقلیہ اونمین بھی شریک رہا، ۵۸۴ھ ۱۱۸۸ء کی مشہور جنگ لاذقیہ مین صقلیہ کا بیڑا بھی عیسائیون کی مدد کے لئے پہنچا، مگر اوس سے پہلے ہی اہل لاذقیہ اطاعت قبول کرچکے تھے اسی جنگ کے اختتام پر صقلیہ کے فرمانروا نے صلاح الدین سے دو بدو گفتگو کی، اور اوسکو خائف کرنا چاہا جس کا صلاح الدین نے ترکی بترکی دندان شکن جواب دیا، اسی طرح ۵۸۵ھ ۱۱۸۹ء مین صلاح الدین کسی طرف اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ جارہا تھا، کہ حکومت صقلیہ کو اسکی اطلاع ہوگئی اور یہ چھاپہ مارنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا، لیکن صلاح الدین نے اس نارمن بیڑے کو بھی برباد کرڈالا، خود صلاح الدین کو اس نارمن فرمانروا کی دشمنی کا پورا یقین تھا، اوس نے ایک خط مین جو دیوان عزیز کے نام ہے اور جس کا متن کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ مین موجود ہے، اپنے

عیسائی دشمنون کی فہرست مین نارمن شاہ صقلیہ کا بھی ذکر کیا ہے، اور اوس نے اوسکے ساتھ جو طرز عمل اختیار کر رکھا تھا، اوسکو بھی لکھا ہے،

لیکن صلاح الدین جبتک زندہ رہا، یہ دشمن اسکا بال بیکا نہ کرسکے، اور اوسکی خداداد شجاعت و تدبیر سے ساری عیسائی دنیا کی متفقہ قوت اوس پر کامیاب نہ ہوسکی، اور اکثر عیسائی شہرون کو اوس نے عیسائیون سے چھین لیا،

خاندان ایوبیہ مین خانہ جنگی اور سقوط بیت المقدس

یہی حالات تھے کہ سلطان صلاح الدین فاتح ثانی بیت المقدس نے ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء مین وفات پائی، اور یہ نظر آیا کہ صلاح الدین درحقیقت اسلام کا ایک ایسا چراغ تھا جو آخر مین ٹمٹماتے ٹمٹماتے دفعۃً روشن ہوگیا تھا، اس چراغ کے گل ہوتے ہی عالم اسلام مین تاریکی چھا گئی، دولت ایوبیہ مختلف حصون مین تقسیم ہوگئی، اور رقابتون نے سارا شیرازہ بکھیر دیا، اولاً سلطنت ایوبیہ سلطان کے بھائی اور لڑکون کے درمیان تقسیم ہوتی ہے پھر رقابتون سے ایک دوسرے کو برباد کرنے کا عزم کرتے ہین، اور اسی خاندان کا ایک ناخلف جانشین ملک الکامل شہنشاہ فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ سے اپنے رقیب حکومت العزیز کے خلاف امداد کا خواہان ہوتا ہے، اور دونون مین مدتون نامہ و پیام جاری رہنے کے بعد بالآخر فریڈریک ثانی اپنے لشکر جرار کے ساتھ صقلیہ سے شام کو اس وقت روانہ ہوتا ہے جب کہ خانوادۂ ایوبیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف تھا،

فریڈریک نے وہان پہنچکر الکامل سے اون تمام ممالک کی واپسی کا مطالبہ کیا، جو صلاح الدین کے عہد مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانون کے قبضہ مین چلے گئے تھے، اور آخر مین بیت المقدس کے حوالہ کرنے کا مطالبہ پیش کیا، اگرچہ صقلیہ کا یہ عیسائی فرمانروا فریڈریک خود نہایت شیرین زبان تھا، علاوہ ازین صقلیہ کا عیسائی لشکر الکامل کے سر پر موجود تھا، اوسے ان مطالبات کے رد کرنے کی جرأت نہین ہوئی، اور محض عیسائی فرمانروائے صقلیہ کے ذریعہ یورپ کی وہ دیرینہ آرزو پوری ہوگئی اور فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ

اوس سرزمینِ پاک مین جسکی ناموس کی حفاظت کے لئے صدہا مسلمان قربان ہو چکے تھے، خون کے ایک قطرہ کی قربانی دئے بغیر ۵۸۳ھ مین داخل ہو گیا، اور بیت المقدس کی مقدس دیوارون سے اسلامی پرچم الگ کر کے صلیبی پرچم لہرا دئے گئے، صقلیہ ہی کے عیسائی فرمانروا نے اس پر قبضہ کرنے کی سب سے پہلی تحریک پیش کی اور اوسی کے ایک دوسرے فرمانروا نے اس تحریک کو آخرالامر پایۂ تکمیل تک پہنچایا،

زوالِ دولت اسلامی صقلیہ کے اصل نتائج

بیت المقدس کے زوال سے عالمِ اسلامی مین ایک قیامت خیز تہلکہ مچ گیا، رنج و غم کے اظہار مین ماتمی جلوس نکلے، مسجدون کی اذانین موقوف کر دی گئین جماعت کی نمازین ملتوی ہو گئین، علما کے درس و تدریس کی مسند اولٹ دی گئی، دارالافتاء کا دروازہ بند کر دیا گیا، لیکن یہ تمام احتجاجات بعد از وقت تھے، دور بین نگاہون نے یہ صفِ ماتم اوسی وقت دیکھ لی تھی، جب ۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء مین نارمن بیڑا صقلیہ آکر لنگر انداز ہوا تھا، اگر عالمِ اسلام کو خبردار ہونا تھا، تو اوسی زوالِ صقلیہ کے وقت جب مسیحیت کا سیلاب سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ پہنچا تھا، اس مرض کا حقیقی مداوا صقلیہ کی اسلامی سلطنت کو اوس کے زوال سے بچانا تھا، کیونکہ اس زمانۂ وسطیٰ مین صقلیہ بحر روم کی کنجی تھا، یہ کنجی جس کے قبضہ مین تھی، وہی طاقت بحر روم کے جزائر شمالی افریقیہ بحر روم کے سواحلِ شام کے دروازے کھول سکتی تھی جب تک صقلیہ اسلامی حکومت کا جزو بنا رہا، یہ مقامات بھی اسلامی قلمرو مین داخل رہے، اور جب صقلیہ خود اپنی غفلت شعاریون سے عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا، تو ضرور تھا کہ بحر روم کے یہ ساحلی علاقے بھی عیسائیون کے قبضہ مین چلے جائین،

یہ تھے اصل نتائج اسلامی سلطنتِ صقلیہ کے زوال کے![1]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث مختلفہ مثلاً ۵۶۵ھ، ۵۷۰ھ، ۵۷۶ھ وغیرہ و ج ۱۲ حوادث ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ، ۵۸۹ھ و ۶۲۶ھ وغیرہ و کتب رحلۃ التیجانی و رامادی ص ۳۷۵، کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ و الصلاحیہ و جامع التواریخ و اخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ سید علی الحریری و خطط الشام کرد علی وغیرہ،

مسلمانانِ صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت
اور
صقلیہ و جزائرِ صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ،

۴۸۴ھ - ۶۰۷ھ
۱۰۹۱ء - ۱۲۱۰ء

مسلمانانِ صقلیہ زوالِ دولتِ اسلامی کے بعد صقلیہ مین جب تک موجود رہے انھین مختلف عیسائی فرمانرواؤن کے عہد مین اون کی مختلف حکمت عملیون سے سابقہ پڑتا رہا، اور سیاسی حالات کے اوتار چڑھاؤ سے اون کے ساتھ مختلف زمانون مین مختلف برتاؤ ہوتا رہا یہان تک کہ اسی لیل ونہار مین وہ گھڑی بھی آپہنچی، جب مسلمانون کی دولت وثروت پر قبضہ کرنے انھین ملک کی تجارت صنعت حرفت، اور حکومت کے معزز عہدون سے الگ کرنے ان کی عزت نفس کو صدمہ پہنچانے ان کی شریف بہو بیٹیون کو بے آبرو کرنے، اور سب سے آخر مین اُن کی عزیز ترین متاعِ گرانمایہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی توہین وتذلیل کرکے اون کے دلون کو ٹھیس لگانے کے باوجود سرزمین صقلیہ پر اون کا وجود ایک بارِ گران بن گیا، اور ادر گلستانِ صقلیہ کے وہ باغبان جنھون نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر اوسکی آبیاری کی تھی، اور اُسے سرسبز وشاداب بنایا تھا، اپنے صحنِ گلشن کو اغیار کے ہاتھون مین چھوڑ کر بادیدۂ پُرنم ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے اور سرزمینِ صقلیہ کلمہ گویانِ اسلام کے وجود سے خالی ہوگئی، اس باب مین ہمین اسی کا ایک اجمالی مُرقع کھینچنا ہی، اور اسی پر اس پہلی جلد کا خاتمہ ہوجائے گا،

کاؤنٹ راجر اوّل محافظِ مذہبِ عیسائیت نارمن فرمانروائے صقلیہ (۱)

۴۸۴ھ - ۴۹۴ھ
۱۰۹۱ء - ۱۱۰۱ء

راجر اول (۱۰۳۱ء - ۱۱۰۱ء) نے ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء میں پورے صقلیہ پر قبضہ کیا، اور اسی سال سے وہ صقلیہ کا بلا شرکتِ غیرے تنہا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا،[۱] اسلامی سلطنت کے بعد صقلیہ کے مختلف شہروں میں سے بلرم، نوطس، مازر اور جرجنت وغیرہ میں اسلامی آبادیوں کو اون کے صلحناموں کے روسے اجتماعی طاقت حاصل رہی اور اگر راجر اپنے لقب "محافظِ مذہبِ عیسائیت" کے احترام میں سیاسیات میں اپنے مذہبی جنون کی آمیزش نہ کرتا، تو مسلمان مفتوح ہونے کے باوجود ملک میں اجتماعی حیثیت سے تفوق قائم رکھتے لیکن راجر اول کی نمایاں حیثیت خدمتِ مسیحیت تھی، وہ مسیحیت کا علمبردار بن کر اسلامی صقلیہ پر حملہ آور ہوا تھا، اور اسی نام پر اُسے کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس لئے قدرۃً اس سے اسلام و مسلمان دوستی کی توقع عبث تھی، وہ فتح مندی کے نشہ سے مخمور تھا، اوسکی خون آشام تلوار ابھی تک بے نیام تھی اور اسی کے اعتماد پر وہ صقلیہ سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا کر عیسائیت کو فروغ دینا چاہتا تھا،

صقلیہ میں عیسائیوں کی جدید آبادی

چنانچہ اوس نے اولاً جنوبی اٹلی نارمنڈی اور فرانس وغیرہ مختلف یورپین ممالک سے رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ میں لا لا کر مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو آباد کیا، ان نو آباد عیسائیوں میں زیادہ تر لمبارڈ تھے،

جزیرہ میں تبلیغِ اسلام کی قانوناً ممانعت

عیسائیوں کو آباد کرنے کے بعد مسلمانوں کو مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی قانوناً ممانعت کر دی اور اب صقلیہ میں کوئی غیر مسلم قانوناً مذہبِ اسلام

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ صفحہ ۴۵۳، راجر اول راجر (ROGER) کا اردو املا "روجر" یا "روژر" بھی ہو سکتا ہے،

قبول نہین کرسکتا،

مسلمانون کی تجارت صنعت و حرفت اور وسائلِ معاش پر قبضہ

اسی کے ساتھ اس فرمانروائے صقلیہ کی تمام صنعت و حرفت تجارت اور معیشت کے عام شعبون سے مسلمانون کو یک قلم الگ کرکے عیسائیون کو برسرِ اقتدار کردیا،

چنانچہ نویری، ابن اثیر اور ابوالفدا، وغیرہ بیک زبان لکھتے ہین:۔

وملك رجار جميع الجزيرة واسكنها	راجر سارے جزیرہ کا مالک ہوگیا اور یورپین قومون
الروم والفرنج مع المسلمين و	کو مسلمانون کے ساتھ آباد کیا، اور وہان کے
لم يترك لاحد من اهلها	مسلمان باشندون کے لئے کوئی حمام، اور کوئی دُکان
حماما ولا دكانا ولا طاحونا	اور کوئی پنچکی اور کوئی تنور (یعنی تجارت صنعت اور حرفت
ولا فرنا.	وغیرہ) باقی نہین چھوڑا،

اگرچہ راجر نے مسلمانون کے ساتھ اس سخت گیر پالیسی کے باوجود انھین جزیرہ سے یکلخت شہر بدر ہوجانے کا حکم نہین دیا، اور جو مسلمان یہان سے ہجرت کرگئے تھے، وہ وسائلِ معاش کی تنگی سے مجبور ہوکر چلے گئے تھے، لیکن راجر کی طرف سے اس حکم کے نافذ نہ ہونے کی بنا بھی یہ نہ تھی کہ یہ طرزِ عمل حق و انصاف اور معاہدہ کے خلاف ہوتا، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ صقلیہ کے قدیم عیسائی باشندے اور اُن جدید نوآباد عیسائیون کی مجموعی تعداد ابھی اس قدر نہین ہوئی تھی کہ وہ اس سارے زرخیز جزیرہ کو آباد کرکے زراعت کرتے، اسلئے ابھی سیاسی و اقتصادی نظام کے قیام و استحکام کے لئے جزیرہ مین ان مسلمانون کا قیام ضروری تھا،

اب تک مسلمان صقلیہ مین جہان جہان آباد تھے، اور جو زمینین ان کی ملکیت مین تھین، ان کی کاشتکاری و زمینداری دونون کے حقوق انھی کو حاصل تھے، لیکن اب راجر کے حکم سے وہ حقوقِ زمینداری سے دستبردار کردیئے گئے، اور اون کے بجائے ان نوآباد عیسائیون کو حقوقِ مالکانہ عطا کئے گئے، اسلئے یہ نوآباد عیسائی صقلیہ کے سرمایہ دار زمیندار اور قدیم مسلمان باشندے فرد و رپٹہ کاشتکار کی حیثیت مین آگئے،

اور اسلئے ایک طرف یہ غریب حقوق زمینداری کے عوض نوآباد عیسائیون کو لگان دیتے، اور دوسری طرف حکومت کے عائد کردہ محاصل ان پر واجب الادا ہوتے،

غرض راجر اول کے عہد حکومت مین حکومت کے تمام شعبون ملک کی تجارت اور صنعت وحرفت سے مسلمانون کو الگ کرکے عیسائیون کو اون پر تفوق دیدیا گیا، اور عام مسلمان ایک عام کس مپرسی کے حالت مین مبتلا ہوگئے،

اس ہنگامۂ دار وگیر اور رد وبدل مین جو مصائب مسلمانان صقلیہ پر آنا تھے، وہ نہایت تیزی سے آئے اور ان حالات کے پیش آجانے سے صقلیہ کے ذی اثر اور معزز مسلمانون نے جزیرہ کو خیرباد کہنا شروع کیا اور مسلمان خود دار شہریون کی ایک بہت بڑی جماعت افریقہ مصر اور کچھ اندلس مین جاکر اقامت گزین ہوئی اور اسی طرح صقلیہ کے ممتاز اہل علم بھی یہان سے رفتہ رفتہ الگ ہونیلگے،

لیکن جن شرفا کو ہجرت کا موقع نہین ملا، اور اون کے گردوپیش کے حالات اوسکے مخالف رہے، وہ اپنے مکانون مین روپوش ہوگئے، اپنی اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کرتے رہے، اور جو لوگ فلاکت زدہ تھے، وہ معمولی کاشتکار بن گئے، کچھ لوگون نے کارخانون اور ساحل کی گودیون مین مزدوری کا پیشہ اختیار کرلیا، اور جو فلاکت زدہ مسلمان ان محنتون کے بھی عادی نہین تھے، وہ فوج کے معمولی سپاہی بنگئے،

اور ایک طبقہ ایسا بھی نکلا جو ان مصائب کو برداشت نہ کرسکا، اور امن وسکون کی زندگی بسر کرنیکے لئے مذہب اسلام کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی،

صقلیہ کے اون مسلمانون کو راجر اول کے عہد مین اگرچہ آزادی حاصل تھی، اور وہ قانوناً ارکان مذہب کو ادا کرسکتے تھے، تو صرف انہی چند شہرون بلرم، نوطس اور جرجنت وغیرہ مین تھی، یہان اون کے مقدمات بھی اسلامی قانون کے روسے طے ہوتے تھے، قصریانہ، سرقوسہ اور مسینا وغیرہ مین اسلام اور مسلمان دونون نہایت ابتری کے حالت مین آگئے، اور مسینا تو تقریباً اسی عہد مین معزز مسلمانون سے خالی ہوگیا، صرف قلیلون

وغیرہ کی جماعت باقی رہ گئی،

راجراول کی وفات

راجراول کے عہد مین اوسکی یہی حکمت عملی جاری تھی، کر اوس نے ۲۲ر جون ۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء کو ۷۰ سال کی عمر مین وفات پائی، اور اوسکا بڑا لڑکا سائمن (SIMON) اس کا جانشین ہوا،

سائمن نارمن فرمانروائے صقلیہ (۲)

۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء - ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء

سائمن اپنے باپ کے بعد صرف چند سال زندہ رہا، اور اوسکے عہد مین مسلمانانِ صقلیہ کے متعلق کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہین ہوئی، وہی راجراول کی قائم کردہ حکمت عملی برقرار رہی، یہانتک کہ عرب مورخین اس کا ذکر تک نہین کرتے، اوس نے ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء مین وفات پائی، اور اوسکے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجر دوم تختِ صقلیہ پر بیٹھا، [۱]

راجر دوم شاہ صقلیہ (۳)

۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء - ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء

نارمن حکومت کی دول یورپ سے معرکہ آرائی

راجر دوم (مولود ۱۰۹۳ء متوفی ۱۱۵۴ء) اگرچہ ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء مین سائمن کا جانشین ہوا، لیکن خود زمامِ حکومت ۵۰۶ھ ۱۱۱۲ء سے ہاتھ مین لی، اور ایک نہایت اولوالعزم فرمانروا ثابت ہوا، اوس نے اون تمام نارمن فتوحات کو جو جنوبی اٹلی مین حاصل ہوئے تھے، ایک سلسلہ مین منسلک کرکے اپنی بادشاہی کا خواب دیکھا، اور اوسکی تمام تر توجہ انھی کوششون پر مبذول ہوگئی، اور اس سلسلہ مین اوسکو سلطنتِ کلیسا اور پھر بالواسطہ فرانس اور انگلستان سے مسلسل معرکہ آرا رہنا پڑا، اور بالآخر اوس نے سلطنتِ کلیسا سے اپنی

---

[۱] نہایۃ الارب در امارئ صقلیہ ۴۴ و ابن اثیر و ابوالفداء وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۳ و ج ۲۲ ص ۴۵۳ وغیرہ،

بادشاہی تسلیم کرالی، اور یہی وہ پہلا نارمن فرمانروائے صقلیہ ہے، جو "شاہ" کے لقب سے سرفراز ہوا، اور یورپ کے ممتاز بادشاہوں میں شمار کیا جانے لگا،

مسلمانوں سے اشتراک عمل

راجر دوم کی ان سیاسی مشغولیتوں کے باعث مسلمانانِ صقلیہ کے ساتھ حکومت کی وہ حکمت عملی برقرار نہیں رہی جسکی داغ بیل راجر اول نے ڈالی تھی، کیونکہ اولاً سلطنتِ کلیسا وغیرہ سے برسرپیکار رہنے کی وجہ سے یہ مصالح حکومت کے خلاف تھا کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان بھی اپنی حکومت کے خلاف منافرت کے جذبات برقرار، اور ملک میں بدامنی و بے چینی قائم رکھتا،

علاوہ ازیں اب یہ بھی نظر آنے لگا، کہ راجر اول نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی، وہ صقلیہ میں نارمن نظامِ حکومت کے بحسن و خوبی چلانے کے لئے سودمند نہیں ہے، کیونکہ جزیرہ کے باشندوں میں نظامِ حکومت چلانے، ملکی صنعت و حرفت کو ترقی دینے اور تجارتی کاروبار کے سنبھالنے کی اگر کسی میں صحیح استعداد تھی تو وہ صرف مسلمانانِ صقلیہ میں، کیونکہ صقلیہ کے قدیم باشندے خود رومی عہدِ حکومت میں بھی یہ استعداد نہیں رکھتے تھے، وہ اگر کسی لائق تھے تو صرف کاشتکاری کے، اور صقلیہ کے عہدِ روما تک یہی پیشہ یہاں قائم رہا، اور زمینداری کے تمام حقوق رومی امرا، کو حاصل رہے، جو زوالِ حکومت کے ساتھ ہی یہاں سے رخصت ہوگئے، اور یہی وجہ تھی کہ اسلامی عہد میں مسلمانوں کو زمینداری کے حقوق تفویض ہوئے تھے، اور اسکو اونھوں نے اپنے دوسرے ملکوں کے تجربوں کی بنا پر بحسن و خوبی انجام دیا، اسی طرح صقلیہ کی تمام صنعت و حرفت، تجارت اور حکومت کے معزز عہدوں کے خدمات بھی یہی مسلمان انجام دیتے تھے، قدیم رومی باشندوں نے ان فرائض کو نہ رومی عہد میں انجام دیا، اور نہ اسلامی عہد میں انجام دینے کے قابل تھے، اس لئے نارمن عہدِ حکومت میں یکایک اس تمام بارِ گران کے متحمل نہ ہوسکے، اور قریب قریب یہی حالت ان نوآباد عیسائیوں کی تھی، جو جنوبی اٹلی وغیرہ سے لاکر یہاں آباد کئے گئے تھے، کیونکہ یہ تمام قومیں مدنیت کے سلسلۂ ارتقا میں ابھی داخل ہوئی تھیں، اور قزاقی و رہزنی کے پیشہ کو مہذب شکل میں تبدیل

کرکے نظام حکومت کے ماتحت شعبۂ فوج مین شامل کردی گئی تھین اس لئے اُن مین بجز فوجی خدمات کے
نظام حکومت کے دوسرے شعبون کے سنبھالنے کی استعداد موجود نہین تھی، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ راجر اول نے
اپنی بے نظیر اولوالعزمی سے اسکی مثال قائم کردی تھی، اور مسلمانون کے اشتراک کے بغیر حکومت کرتا
رہا، اور تجارت صنعت وحرفت کو کسی قدر سنبھالے رہا، لیکن راجر اول اپنی خدمت مسیحیت کے جوش مین جو
حکمت عملی اختیار کر گیا، وہ کچھ اوسی کے بس کی تھی، اوس نے اپنے فتحمندانہ جوش وخروش اور مذہبی جذبات
سے متأثر قوت عمل سے کام لیا، اور کامیاب رہا، لیکن راجر دوم نے دوسری فضا مین آنکھ کھولی تھی،
فتحمندی کا نشہ اوتر چکا تھا، وہ صقلیہ کی حکومت کو خدمت مسیحیت کے لئے نہین، بلکہ خاندان دی ہاٹول
کے اقتدار کے لئے مستحکم کرنا چاہتا تھا، اور اوس کیلئے دوسری عیسائی سلطنتون سے اوسکو لڑنا تھا، اسلئے
وہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ اوسکے باپ کی حکمت عملی صقلیہ مین نارمن نظام حکومت کے چلانے کے لئے سودمند
نہین ہے، اور بغیر مسلمانون کے اشتراک کے کوئی عمدہ نظام قائم نہین ہوسکتا، کیونکہ صقلیہ اسی متمدن
اور تعلیمیافتہ قوم کے زیر حکومت تھا، جس نے یہان تمدن کے ہر شعبہ کو کافی عروج پر پہنچایا تھا، اور
اہل صقلیہ کو ایک متمدن نظام حکومت کا طبعًا عادی بنادیا تھا، اس لئے اگر یہان کوئی نظام حکومت
کامیابی سے چل سکتا ہے، تو وہ اس دور کی متمدن حکومتون ہی کا نظام ہوسکتا ہے جسکو تمام باشندگان
صقلیہ مین بجز مسلمانون کے اور کوئی قوم چلا نہین سکتی،

علاوہ ازین راجر دوم نارمنون کی فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد ۴۸۶ھ ۱۰۹۳ء مین پیدا ہوا تھا، اور
اوسکی تمام تعلیم وتربیت اسلامی طریقون پر ہوئی تھی، کیونکہ اوس وقت سب سے ترقی یافتہ تمدن یہی سمجھا
جاتا تھا، کیونکہ خود راجر اول نے جب اپنے لڑکے کو ایک متمدن شاہزادے کی حیثیت مین دیکھنا چاہا
تو مجبور ہوا کہ اوسکی تعلیم وتربیت مسلمان اہل علم کے سپرد کرے، چنانچہ راجر دوم نے اسلامی علوم وآداب،
تاریخ، حساب، اور جغرافیہ وغیرہ مین کامل دستگاہ پیدا کی، اور اوسکو عربی علم ادب کا اچھا خاصہ

مذاق ہو گیا تھا، بلکہ اونکی روزانہ کی عام بول چال کی زبان بھی عربی ہی تھی اس لئے اوسکو اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و آداب سے قدرۃً ذاتی دلچسپی بھی پیدا ہو گئی تھی،

مسلمان نارمن نظام حکومت مین

انھی وجوہ کی بنا پر اسکے برسر حکومت ہوتے ہی مسلمانان صقلیہ کیساتھ حکومت کے طرز عمل مین تبدیلی ہو گئی چنانچہ اوس نے مسلمان اہل علم کو تشکیل حکومت کی دعوت دی جنھون نے اسلامی طرز حکومت پر صقلیہ کی نارمن حکومت کی بنیاد ڈالی، حکومت کے تمام شعبے وہی قائم کئے گئے، جو اسلامی عہد مین قائم تھے، جزیرہ مختلف ولایتون مین اوسی طرح تقسیم کر دیا گیا تحصیل وصول اور خراج کے وہی سب قوانین نافذ ہوئے، عدالت کا جداگانہ محکمہ قائم ہوا، پھر عمال کے اعمال پر احتساب و دادرسی کیلئے اسلامی طرز حکومت کے طور پر دیوان مظالم قائم ہوا جس مین عمال حکومت اور خاندان شاہی کے خلاف مقدمات دائر ہو سکتے تھے، اور پھر خود شاہ صقلیہ نے وہی سب مراسم و لوازم شاہی اختیار کئے جو سابق مسلمان فرمانروایان صقلیہ کے یہان رائج تھے چنانچہ شاہی باڈی گارڈ (جانداریہ) شاہی سلاح و اوزار کی آراستگی اور کوتل گھوڑون وغیرہ رکھنے کا رواج ہوا اور حکومت کے معزز عہدون اور خصوصًا اعلیٰ مناصب عہدہ وزارت و کتابت وغیرہ پر مسلمان فائز ہوگئے، مسلمان اطبا، ہیئت دان علما، شعرا، اور ادبا دربار شاہی سے وابستہ ہوئے، اور اس طرح صقلیہ کی وہ ہیئت بدل گئی، جو راجر اول نے اپنے عہد مین قائم کی تھی، اور اس دور کے آغاز کے ساتھ عیسائیون کے اون تمام مظالم کا بھی سدباب ہو گیا جو وہ مسلمانون پر برپا کرتے تھے، اب مسلمان معزز شہریون کی زندگی بسر کرنے لگے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ گویا نارمنون کی نگرانی مین نئے سرے سے مسلمانون کی حکومت قائم ہو گئی، یا یون کہا جائے کہ روح وہی تھی صرف قالب بدل گیا تھا، نویری وغیرہ لکھتے ہین:-

وملك بعده ولده رجار وسلك طريق	اوسکے بعد اوس کا لڑکا راجر تخت حکومت پر بیٹھا،
ملوك المسلمين من الجنائب و	اوس نے مسلمان سلاطین کا طریق عمل اختیار کیا
الحجاب. والسلاحية والجاندارية	اور اسی پر گامزن ہوا چنانچہ کوتل گھوڑے، عورتون

وغیرذالک وخالف عادۃ الفرنج	کا حاجب ہلاح وا وزار کی زیب و زینت، اور باڈی
فانھم لایعرفون شیأ منہ	گارڈ وغیرہ کو خود بھی اختیار کیا، اور عام عیسائیون
جعل لہ دیوانا للمظالم ترفع الیہ	کے عادات واطوار سے کنارہ کش ہوگیا، کیونکہ ان
شکوی المظلومین فینصفھم	چیزون سے وہ لوگ قطعاً ناآشنا تھے، نیز اوس
لومن ولدہ واکرم المسلمین و	نے دیوان مظالم قائم کیا، مظلومون کی فریاد یہان
قربھم ومنع عنھم الفرنج	پہنچتی اور اون کے ساتھ حق وانصاف کا فیصلہ
فاحبوہ[1]	کیا جاتا، اگرچہ ظلم کرنے والون مین بادشاہ کا
.. ..	لڑکا ہی کیون نہ ہو، اور مسلمانون کے ساتھ اعزاز
.. ..	واکرام سے پیش آیا، اور اون کو عہدے دیکر اپنے
.. ..	گرد و پیش جمع کیا، اور عیسائیون کو اون پر
.. ..	دست انداز ہونے سے روک دیا، ان حالات
.. ..	کی بنا پر مسلمان بھی اوس سے محبت کرنے لگے،

چنانچہ اس انقلاب کے بعد مسلمانون نے حکومت سے کامل اشتراک عمل کیا، اور دونون مین نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور مسلمانانِ صقلیہ نہ صرف ملکی نظم ونسق اور ملک کی اقتصادی ترقیون مین نارمن حکومت کے دستِ راست بنے بلکہ وہ فوج کے معزز عہدون پر بھی مامور ہوئے، اور مسلمانون کی ایک کثیر جماعت سپاہیون کی صف مین بھی کھڑی ہوگئی، اور یہی وجوہ تھے جیسا کہ عرب مورخین بہ تصریح لکھتے ہین کہ اس کے بعد نارمنون کا بیڑا بحر روم کے تمام بیڑون مین مضبوط ترین بیڑا بنگیا، اور اولوالعزم مسلمان نارمن بیڑون پر کام کرنے لگے، اور بغیر تفریق ملک وملت ایک طرف اٹلی کے صوبون پر تاخت شروع کی تو دوسری طرف

[1] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۹،

بحر روم کے خود اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھین چھین کر نارمنوں کے زیر علم لانے لگے، اور یہی سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا، اور جیسا کہ گذشتہ باب سے معلوم ہو چکا ہے، بحر روم کے اکثر اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ کے زرخیز مقامات نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے، اور وہی مسلمانانِ صقلیہ جو صرف "جہاد روم" کے نام سے بیقرار ہو کر ننگی تلواریں لئے میدان میں نکل آتے تھے، آج انہی عیسائیوں کے ملازم بنکر "جہاد ممالک اسلامی" کے لئے بطیب خاطر خدمات انجام دینے لگے، اور یہ امر واقعہ ہے کہ شمالی افریقہ اور اسلامی جزائر پر نارمنوں کے ہاتھوں جس قدر مظالم برپا ہوئے، اونکی اعانت میں یہ خوش بخت مسلمان بھی شریک تھے، اور اپنے آقا کی نظروں میں اسقدر اعتماد حاصل کر لیا، کہ مفتوح مقامات پر جو فوجیں نارمن متعین کرتے وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ فوج ہوتی، چنانچہ عرب مورخین اس عہد کے مغرب کے حالات میں بالعموم لکھتے ہیں:۔

وابقی بہا جندا من المسلمین — اور (اس شہر کو فتح کرکے) یہاں اپنی فوج جو

والصقلیین، — مسلمانوں اور صقلیوں پر مشتمل تھی ٹھہرا دی،

مسلمانوں سے اشتراک عمل کرنے اور اون کی جانب سے سرفروشانہ خدمات انجام پانے کا یہ نتیجہ ہوا، کہ راجر دوم نے ۱۱۳۰ء ۵۲۴ھ میں شاہ صقلیہ و ایطالیہ کا لقب حاصل کر لیا، اور سلطنتِ کلیسا کی جانب سے اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوسکی حکومت یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکومتوں پر سبقت لے گئی، [۱]

پھر ایک تبدیلی | راجر دوم کے شاہ صقلیہ و ایطالیہ تسلیم کر لئے جانے کے بعد صقلیہ کی سیاسیات میں پھر ایک خفیف تبدیلی کی جھلک ظاہر ہوتی ہے، اور اوس کے اثرات راجر دوم کے عہد میں کسی قدر کم اور اوسکے جانشینوں کے دور میں زیادہ مسلمانانِ صقلیہ پر نمایاں ہوتے ہیں یعنی حکومتِ صقلیہ اور سلطنتِ کلیسا میں اتحاد ہو جانے کے بعد کلیسا کی اسلام دشمنی کے مظاہر پھر نمایاں ہوتے ہیں، اور خود راجر دوم کی نگاہ بھی کسی قدر بدلی نظر آتی ہے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳، نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۴۵ رحلۃ التجانی در اماری ص ۳۸۹ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۲ و ج ۲۵ ص ۳۳ ص ۲۴ طبع یازدہم، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۸ و ۶۶ وغیرہ،

اس لئے مسلمانانِ صقلیہ کے اشتراک عمل سے راجر دوم کو جو شخصی وجاہت حاصل ہوئی، اور حکومت صقلیہ جس بام عروج تک پہنچی مسلمانانِ صقلیہ کی بد قسمتی سے ہی ان کے لئے سم قاتل ثابت ہوئی، اور سلطنتِ کلیسا سے اتحاد اور یورپ مین صقلیہ کے بین الاقوامی وقار نے مذہبی تعصبات کی دبی ہوئی چنگاریون کو ادبھار دیا اور اسلام اور عیسائیت کے سوالات پھر تازہ ہوگئے چنانچہ اب شمالی افریقیہ کے اسلامی شہرون کے سقوط پر صقلیہ کی فوج اور آبادیون کے عیسائی، اونھی مسلمانون کے سامنے جو ادن کے دوش بدوش اون ممالک کے فتح کرنے مین شریک رہتے، اسلام کے تنزل اور عیسائیت کے عروج پر فخر کرتے، اور طعن آمیز فقرون سے مسلمانون کے دلون کو مجروح کرتے، اسی طرح حکومت بھی مسلمانون کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتی، اور مفتوح اسلامی ممالک کی مسلمان عورتون کو صقلیہ کے مسلمانون کے ہاتھون گرانقدر رقمون پر فروخت کرتی، اور اسی طرح اون مفتوح اسلامی ممالک مین سے اگر کسی شہر مین بغاوت ہوتی، تو وہان کے عیسائی باشندون کی حفاظت کے لئے راجر اون مقامات مین اعلان کراتا کہ

"اگر ایک عیسائی بھی مارا گیا تو صقلیہ کے تمام مسلمانون کی جائداد و املاک قرق کر لیجائیگی اور تمام مسلمانون کو قتل کر دیا جائے گا"

لیکن اگرچہ حکومت صقلیہ کے نقطۂ نگاہ مین یہ تبدیلی راجر دوم ہی کے عہد مین ہو چکی تھی، مگر اوسکے ایسے واضح نتائج اس عہد مین ظہور پذیر نہین ہوئے جو زیادہ بد نما اور ناخوشگوار ہوتے، کیونکہ راجر اپنی نیک فطرت سے مسلمانون اور اسلام کے ساتھ پھر بھی بڑی حد تک اپنے سابقہ برتاؤ پر قائم رہا، اور اپنے لطف و ملائمت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا اور مسلمانانِ صقلیہ اپنی دلی خواہشات کے خلاف حکومت کے معاملات مین پیش پیش اور دخیل رہے،

راجر دوم کی وفات یہانتک کہ راجر دوم اپنی زندگی ہی مین ۵۴۵ھ ۱۱۵۱ء مین اپنے لڑکے ولیم کے حق مین حکومت سے دستبردار ہوگیا، اور پھر ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء مین وفات پائی،

بد نفس ولیم اوّل نارمن فرمانروائے صقلیہ (۴)

۵۴۶ھ ۱۱۵۱ء - ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء

کلیسا کی ریشہ دوانیاں

نارمن حکومت کا یہ چوتھا فرمانروا ولیم اول "بدنفس" کے لقب سے شہرت رکھتا ہے، ولیم اوّل نے اپنے آغازِ عہد مین اپنے باپ کی روش اختیار کی، اور مسلمانون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، اس لئے سلطنت کلیسا سے اوسکی بہت جلد مخالفت ہوگئی، اور فرمانروائے سلطنت کلیسا پوپ ایڈرین چہارم (ADRIAN VI) نے ولیم کے وزیر مایو کی بدانتظامیون کو آڑ بنا کر صقلیہ کے عیسائی امراء و رؤسا کو ولیم کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا، اور غالبًا انھی حالات سے مجبور ہو کر ولیم اول کو اسلام دوستی کی حکمت عملی کو ترک کرنا پڑا، اور راجر دوم کے عین حیات ہی مین ایک نہایت اہم واقعہ صقلیہ مین پیش آیا، جس کے بعد اس "بدنفس" فرمانروا کے عہد مین مسلمانانِ صقلیہ جور و ستم کا آماجگاہ بن جاتے ہین، اور مسلمانون اور اسلام کے ساتھ صقلیہ کے عیسائیون اور حکومت کی کھلی ہوئی دشمنی کا اظہار ہوجاتا ہے،

اسلام دشمنی کا آغاز،

اس واقعہ کی سادہ صورت یہ ہے کہ ایک عیسائی امیرالبحر فلپ (فلیب) مہدوی کی سرکردگی مین نارمن لشکر بونہ پر حملہ آور ہو کر قابض ہوا، اور حسب دستور وہان کے مسلمان باشندون کو گرفتار اور ان کی دولت و ثروت پر قبضہ کرلیا،

اس موقع پر اس عیسائی امیرالبحر فلپ سے حکومت کے مسیحی نقطۂ نظر سے یہ شدید غلطی سرزد ہوگئی کہ وہ باشندگان بونہ مین سے علما و صالحین کی ایک جماعت کے ساتھ رفق و ملائمت سے پیش آیا، اور ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا احترام کرکے اُن سے چشم پوشی کی، اور انھین گرفتار کرنیکے بجائے خاموشی سے دیہی آبادیون مین ہجرت کرجانے کی اجازت دیدی،

یہ ایک معمولی سا سادہ واقعہ تھا لیکن فلپ کے اس طرز عمل سے صقلیہ کے عیسائیون مین اسکے خلاف عام ہیجان پیدا ہو گیا اور اس غریب پر نہ صرف مسلمانون کی پاسداری و جانبداری کا الزام لگا یا گیا بلکہ خود اوسکے مذہب و ملت پر اشتباہ کی نظر ڈالی گئی، اور اوسکے ساتھ اوسکا پورا خاندان جسمین اسکے نوجوان لڑکے بھی شامل تھے اسی جرم مین گرفتار اور حکومت کی طرف سے اوس پر دو سنگین الزام عائد کئے گئے، اولاً یہ کہ مین مسلمانون کے ساتھ لطف و ملائمت سے پیش آنا، اور دوم خود مع تمام اہل و عیال دین مسیحی سے منحرف ہو کر مذہب اسلام قبول کر لینا،

اسکے بعد حکومت کی طرف سے اساقفہ قسیسین کی ایک مذہبی مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور اس مین فلپ پر دونون الزامون کی بناپر مقدمہ قائم ہو گیا، اور اساقفہ و قسیسین کی نگاہ مین یہ دونون الزام اس قدر سنگین ثابت ہوئے کہ اوس کانفرس نے اس کے نذر آتش کر دینے کا انسانیت سوز فیصلہ کیا! مقدمہ کے فیصلہ کے بعد ہی وہ اسی سال ماہ رمضان مین آگ مین ڈالدیا گیا، اور اسی طرز عمل سے صقلیہ مین اسلام دشمنی کی حکمت عملی آشکارا ہو گئی،

چنانچہ ابن اثیر اس واقعہ پر یہ تبصرہ کرتا ہے:-

وهذا اول وهن دخل على المسلمين بصقلية	یہ پہلی مصیبت تھی جو صقلیہ مین مسلمانون پر ٹوٹی،
ولم يمهل الله رجار بعده الا يسيرا حتى	اسکے بعد خدا نے راجر کو بہت کم مہلت دی اور وہ
مات في العشر اول من ذي الحجة من السنة	اسی سال ماہ ذی الحجہ کی دسوین تک کسی تاریخ

چنانچہ اسی واقعہ کے کچھ دنون بعد ۱۱۵۶ء ۵۵۱ھ مین سلطنت کلیسا کے پوپ اور ولیم اول کے درمیان صلح ہو گئی جس کے دوسرے معنی یہی تھے کہ صقلیہ کی حکومت مین عیسائیون کی مقدس مذہبی جماعت کو کامل رسوخ حاصل ہو گیا اور اس عہد مین یہ وہی جماعت تھی، جس کے ایک ایک فرد کو اسلام سے کامل بغض و ازلی عداوت تھی، اسلئے اوسکے نقطۂ نظر سے دنیا سے اسلام کو بیخ و بُن سے اوکھاڑ دینا مسیحیت کی عین خدمت تھی، پھر وہ صقلیہ مین اسلام اور مسلمانون کے اثر و اقتدار کو کیونکر گوارا کر سکتی تھی،

لیکن راجر دوم کی پالیسی کی بناپر مسلمانان صقلیہ حکومت اور نیز صقلیہ کی اجتماعی زندگی کے ہر ایک شعبہ مین ایسے

ذخیل ہو گئے تھے، کہ اگر راجر اول کے عہد کی طرح یکلخت پھر اونھیں الگ کر دیا جاتا، تو پھر ایک جدید نظام حکومت قائم کرنے میں وہی دشواریاں پیش آتیں، جو راجر دوم کو وسیع نظام حکومت کے چلانے میں پیش آئی تھیں، جسے اوس کے باپ نے قائم کر دیا تھا، اسلئے نارمن فرمانروائے صقلیہ نے ایسی غلطی دوبارہ نہیں کی اور مسلمانان صقلیہ حکومت کے شعبوں میں اور یہاں کی اجتماعی زندگی میں شریک رہے،

مسلمانوں کی حکومت سے بیزاری — لیکن حکومت کی اسلام دشمنی کی حکمت عملی آشکارا ہو جانیکے بعد مسلمانوں کا حکومت کے ساتھ وہ دلی لگاؤ قائم نہیں رہا، جو راجر دوم کے عہد میں قائم ہو گیا تھا، اسلئے وہ اگرچہ بظاہر حکومت سے تعاون کر رہے تھے، لیکن اونکی روح اس حکومت سے روز بروز بیزار ہوتی جاتی تھی، اور اگر ہم یہ کہیں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ ولیم اول کے وزیر اعظم مایو (MAIO) کی سوئے تدبیر سے نظام مملکت میں جو کچھ رخنہ پڑا، اور جسکی تفصیلات عرب یورپین مورخین دونوں نے بیان کی ہیں، اور پھر افریقیہ کے مقبوضات جس آسانی سے ولیم اول کے عہد میں نارمنوں کے قبضہ سے نکل گئے، اور ملک میں جو دور اختلال شروع ہو گیا، اوسکے اسباب میں اگر ہم اسلام کے ساتھ حکومت کے نامنصفانہ طرز عمل اور اس سے مسلمانوں کی عام بیچینی اور حکومت سے بے اطمینانی کو بھی منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب قرار دیں، تو شاید بیجا نہ ہوگا،

ولیم کی وفات — یہی حالات تھے کہ ولیم اول نے ۱۱۶۶ء ۵۶۱ھ میں وفات پائی، اور اوسکے بجائے اوسکا لڑکا ولیم دوم کے نام سے بر سر حکومت ہوا[1]

نیک نفس ولیم دوم نارمن فرمانروائے صقلیہ (۵)

۱۱۶۶ء – ۱۱۸۹ء
۵۶۱ھ – ۵۸۵ھ

ولیم دوم "نیک نفس" (THE GOOD) کا لقب رکھتا ہے، ۱۳ سال کی عمر میں باپ کے تخت پر بیٹھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۴۳ھ و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ صفحہ ۲۴ (سسلی) و ج ۲۸ صفحہ ۶۷ (ولیم)

اوسکی ماں اوس کی سرپرست رہی، اوس نے پاپائے رومات ابتدا ہی سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے اسلئے سلطنتِ کلیسا کی جانب سے شروع ہی سے اوسکی بادشاہی تسلیم کرلی گئی،

ولیم دوم اور اسلامی تہذیب و تمدن

ولیم دوم کی پرورش و پرداخت اسلامی فضا مین ہوئی، اور اسلامی تہذیب و مدنیت مین اوس نے آنکھین کھولین، اس لئے اوسکی طبیعت و فطرت اور عادات و اطوار مین اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات کا رنگ نمایان رہا، اور برسرِ حکومت ہوتے ہی ایک مسلم فرمانروا کے مشابہ زندگی اختیار کی اور اوسکے عہد مین حکومت کا نظام پہلے سے زیادہ اسلامی قالب مین ڈھل گیا، مشہور عرب سیاح ابن جبیر اسی کے عہد مین ۵۸۰ھ ۱۱۸۴ء مین صقلیہ آیا، اور یہان ماہ رمضان ۵۸۰ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۱۸۳ء سے ماہ ذی الحجہ ۵۸۰ھ مطابق ماہ مارچ ۱۱۸۴ء تک مقیم رہا، اوراوسے یہان کے حالات کے وسیع مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اور اپنے سفرنامہ مین یہان کا تفصیلی مرقع کھینچا،

ابن جبیر نے جو حالات قلمبند کئے، اون سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اوس نارمن فرمانروا کا دربار خاص اسلامی دربار تھا، اوسکے گردوپیش مسلمان امرا و رؤسا، کا جھرمٹ ہوتا، اوسکے باڈی گارڈ خوبصورت نوجوان مسلمان ہوتے، اس کے دربار مین طریق نشست و برخاست اور آئین و آداب مسلمان فرمانرواؤن کے مثل تھا، حکومت کے تمام معزز عہدون پر مسلمان فائز تھے، اور اسی طرح طرزِ حکومت قوانین ملکی تقسیم مراتب اور حکومت کے ذرائع اظہار نمود و نمایش سب کے سب اسلامی طرز پر قائم تھے جب شاہی دربار منعقد ہوتا، یا موکبِ شاہی نکلتا، تو تمام ساز و سامان خدم و حشم لاؤ لشکر ترتیب جلوس اور عام تزک و احتشام و کر و فر کے اظہار مین اسلامی تہذیب نمایان ہوتی، شاہ کی سواری تختِ شاہی، اسلامی طرز پر سجایا جاتا، چترِ شاہی مسلمان نوخیز لڑکون کے ہاتھ مین ہوتا، جو اسلامی طرز کے قیمتی ملبوسات مین ملبوس ہوتے، یہان تک کہ شاہی محل کی خواتین مین بھی کثیر تعداد مسلمان خواتین کی تھی، جو اس دور کی بہتر سے بہتر آرایش و زیبایش اور معاشرتی تکلفات سے آراستہ رہتین، اور اون کے اثر سے یہان کی عیسائی عورتون نے بھی اسلامی معاشرت قبول کرلی تھی،

یہان تک کہ بر سر بازار بغیر حجاب و نقاب کے باہر نہین نکلتین، محل مین خواجہ سرا بھی موجود تھے، اور اس عہد مین اسلامی طرز معاشرت اور طریق زندگی اس قدر مقبول ہو گیا تھا کہ نارمن شاہی خاندان کے افراد اور دیگر عیسائی امراء و روسا بھی اسی زندگی کے عادی بنتے گئے تھے، اسی طرح پورے صقلیہ مین اسلامی طریقہ تہذیب و تمدن ہر قوم مین یکسان طور پر رائج ہو گیا تھا، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابن جبیر کے حوالہ سے لکھتا ہے:-

"ولیم مسلمان عورتون اور خواجہ سراؤن کے جھرمٹ مین گھرا رہتا تھا، عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور ایک "مسلمان بادشاہ" کی طرح زندگی بسر کرتا تھا،"[۱]

ولیم کی اسلام دشمنی لیکن اسلامی تہذیب و تمدن کی اس مقبولیت کے باوجود یہ حیرت انگیز امر ہے، کہ جہان تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، اوس مین حکومت کی جو ہیئت قائم ہو چکی تھی اور جو طرز عمل قرار پا چکا تھا، اوس مین سر مو فرق نہین آیا، بلکہ ولیم ثانی کے آغاز جلوس سے کلیسا کے پوپ سے جو تعلقات استوار ہو گئے تھے، اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی سے ولیم کی جو معرکہ آرائیان ہوئین، اون کی بنا پر اس دور مین یہ جذبات اور تیز تر ہو گئے، او اس امر مین ولیم اول اور ولیم ثانی کی حکمت عملیون مین کوئی فرق نہین رہا اور جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک دوسرے موقع پر ان دونون فرمانرواؤن کا موازنہ کیا ہے، اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "ولیم دی بیڈ اور ولیم دی گڈ، مین کوئی نمایان فرق نہین تھا .... دونون کے دونون اپنے دوستون اور ہمدردون کے یکسان مخالف رہے"[۲] مسلمانون کی نسبت بھی ان دونون کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے، کہ مسلمانون نے اپنے کو اون کا ہمدرد اور دوست بنانا چاہا، مگر اونھون نے محض اسلام دشمنی کے باعث اون کی دوستی اور ہمدردی قبول نہین کی،

---

[۱] ابن جبیر ص ۳۲۴، ۳۲۵ وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۲۰ ص ۶۶۱ (ولیم ثانی) طبع یازدہم، [۲] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۳۴،

چنانچہ ولیم دوم کے عہد میں بھی مسلمانوں کے روبرو اگر عیسائیت کا تذکرہ کیا جاتا یا اونھیں بحث پر مجبور کر کے
اون سے مناظرانہ گفتگو کیجاتی مسلمان، عیسائی مذہب کا کچھ پاس ادب رکھتے تھے، اور حکومت کے خوف سے
بھی زبان ہلانے کی جرأت نہیں کرتے تھے، اس کے برخلاف صقلیہ کے راہب اپنے جوشِ نفرت میں مسلمانوں
کو نشانۂ ملامت بنانیکے علاوہ پیغمبرِ اسلام صلعم کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے، اور بسا اوقات جوش میں ایسے
نا ملائم اور ناقابلِ برداشت فقرے کہہ جاتے جنھیں ضبطِ تحریر میں بھی لانا دشوار ہے، ابن اثیر نے اس سلسلہ میں
بعض واقعات درج کئے ہیں،

مسلمانوں کی مذہبی آزادی

لیکن اسکے باوجود اس وقت تک سابق معاہدوں کی بنیاد پر مسلمانوں کو کسی قدر مذہبی
آزادی حاصل تھی جس کو ابن جبیر نے "ایمان کے چند علامات باقی ہیں" کے الفاظ میں
ادا کیا ہے، مساجد کی تعمیر کی اجازت حاصل تھی بلند آواز سے اذان دیجاسکتی تھی، عیدین کی نماز کی اجازت تھی
جسمین خلیفہ عباسی کے لئے دعا کیجاتی تھی، اسی طرح ایسے مسائل و احکام کے لئے جو اگرچہ معاشرتی ہیں لیکن
مسلمانوں کے احکامِ مذہبی کے دائرہ میں داخل ہیں جنھیں عرفِ عام میں "پرسنل لا" کہا جاتا ہے، ایک محکمۂ قضا کا
نظام قائم تھا، اور ایسے مقدمات اسی اسلامی عدالت میں دائر ہوتے تھے اور یہیں سے فیصل ہوتے تھے،

مذہب میں رخنہ اندازیاں

مگر پھر اسی دور میں مذہبی آزادی میں بھی رخنہ اندازیاں شروع ہو گئی تھیں مثلاً جمعہ
کی نماز ممنوع تھی، کہ اوس عہد میں جمعہ کے خطبات میں مسلمانوں کے اہم مذہبی اخلاقی اور معاشرتی مسائل کی
اصلاح پر وعظ و پند ہوتا تھا، نارمن حکومت نے اس خوف سے کہ وہ خطبات انقلاب انگیز ثابت نہ ہوں
جمعہ کی نماز روک دی تھی، بلرم کی جامع مسجد بجز رمضان کی تراویح اور عیدین کے سال بھر سنسان پڑی رہتی
اسی طرح پھر اسلامی محکمہ قضا پر اس طرح قبضہ کیا گیا، کہ ایک بدبخت مسلمان قاضی ابن زرعہ نے جو اس عہد میں
ایک بلند پایہ فقیہ تھا، عیسائی مذہب اختیار کر لیا، اگرچہ وہ در پردہ اسلام پر ایمان رکھتا تھا، مگر اپنی مسجد کو
کلیسا بنا ڈالا، عیسائی مذہب کے معلومات حاصل کئے، اور تبدیلِ مذہب کے بعد وہ حکومت کی جانب سے عیسائی

اور مسلمان دونون کیلئے بظاہر اسی مرتد قاضی کے احکام و فتاوی جاری ہونے لگے،

مسلمانون کا اسلام سے برگشتہ ہونا اور کتمان ایمان

اس طرح حکومت کے مختلف طرز عمل سے جب مسلمانانِ صقلیہ مین یہ احساس پیدا ہوا کہ حکومت کی نظر مین اونکا پیروِ اسلام ہونا پسندیدہ نہین، اور صقلیہ سے اسلام کی جڑ کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دینے کا کام در پردہ جاری ہے، تو وہ وجاہت پسند مسلمانانِ صقلیہ جن کی نظر مین تمام مآلِ زندگی محض دنیاوی عزت و وقار تھا، اور اپنی انفرادی صلاحیتون کے باعث ملک مین معزز و ممتاز شمار کئے جاتے تھے، اپنے دنیاوی اعزاز و اکرام کے تحفظ کے لئے حکومت کی ترغیب و ترہیب سے اپنی متاعِ گرانمایہ اسلام سے اپنی برات ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ اون کی ذاتی استعداد و صلاحیت کی خوبیون کا اس وقت زیادہ اعتراف کیا جاتا جب اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کر دیتے، مگر چونکہ اون کے قلوب عقیدۂ توحید کے لذت آشنا تھے، اس لئے دل سے سرِ نیاز تثلیث کے سامنے جھکانا محال تھا، اسلئے وہ کتمِ ایمان کر کے در پردہ خدائے واحد ہی کے سامنے سربسجود ہوتے،

پھر اوسی زمانہ مین جزیرہ مین ترکِ اسلام اور قبولِ مسیحیت حکومت کی نظرون مین اس حد تک لایقِ ستایش قرار پایا، کہ اگر کبھی کسی مسلمان گھرانے مین کسی خانگی معاملہ مین باپ بیٹون مین شکر رنجی ہو جاتی تو بیٹا باپ سے روٹھ کر اسلام سے منہ موڑ لیتا، اور جان نثارانِ مسیحیت کمالِ شفقت سے اوسکو دامنِ مسیحیت مین چھپا لیتے،

بجبر عیسائی بنانا

نیز بجبر عیسائی بنانے کا دستور بھی قائم ہو گیا، مسلمانون کی کنواری نا کتخدا لڑکیان شاہ صقلیہ یا شاہی خاندان و امرا کی نظرِ انتخاب مین آتین، مگر وہ مسلمہ ہوتین، اور مذہبی حیثیت سے کسی اہلِ کتاب کے حبالۂ عقد مین نہین لائی جاسکتی تھین، اسلئے اونھین شاہی محل مین پہنچانے کے لئے بجبر عیسائی بنایا جاتا، اور ان مظالم کے ساتھ یہ مظلوم و بیکس لڑکیان شاہی محل مین پہنچا دیجاتین،

اسی طرح ایسے مسلمان امراء و معززین کو جو مسلمانانِ صقلیہ مین اثر و رسوخ رکھتے تھے، اور عزت و وقار

کی نگاہ سے دیکھے جاتے، حکومت کی جانب سے آمادہ کیا جاتا کہ وہ ترک اسلام کرکے عیسائیت قبول کرلین، اگروہ آمادہ نہ ہوتا تو اوسکی جانب سے املاک ضبط کیجاتین، اور طرح طرح کے مصائب مظالم اوس پر ڈھائے جاتے، چنانچہ جس زمانہ مین ابن جبیر صقلیہ پہنچا ہے، بلرم کا ذی اثر مسلمان رئیس ابو القاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر بجبر عیسائی بنائے جانے کیلئے مورد عتاب تھا، اور حکومت کا خیال تھا کہ اگر وہ عیسائیت قبول کرلے تو سارے جزیرہ کے مسلمانون مین عیسائیت کو فروغ حاصل ہوجائے؛

اسلام کی سخت جانی مگر اس جزیرہ کا اسلام ابھی تک اپنی جانکنی کے باوجود سخت جانی سے قائم رہا، کہ خدا کو منظور تھا کہ ابھی کچھ دنون اور اوسکی توحید کی صدا اس جزیرہ مین قائم رہے، چنانچہ وہی مسلمان لڑکیان جو محل شاہی مین پہنچائی گئین، اور بجبر عیسائی بنائی گئین، اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بن گئین، یہ چھپ چھپ کے اندھیری کوٹھریون مین خدا کی پرستش کرتین، رمضان مین خلوص سے روزے رکھتین، صدقات دیتین، اور اون کے مذہب کے اخلاص کے اثر سے اس آذر کدہ مین سنت ابراہیمی کی نشو و نما ہوئی، اور محل کی عیسائی عورتین متاثر ہوکر در پردہ اسلام قبول کرلیتین، اور کبھی کبھی یہ مومنات قانتات اپنی عبادت گذاری مین مصروف رہتین، شاہی محل کے افسر آجاتے اور چشم پوشی کرجاتے، کہ اگر مزاحم ہوتے تو ایک جم غفیر تھا، کس کس کو محل سے خارج کرتے اور کس کس کو دار پر چڑھاتے،

اسی طرح ذی اثر مسلمان رئیس ابن الحجر نے بھی سختیان اوٹھائین، مگر اسلام سے منہ نہ موڑا، اور اسلام اور مسلمانون کا وجود کچھ دنون تک جزیرہ مین قائم رہا،

مسلمانانِ صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات الغرض ولیم کے عہد مین نارمنون کے ماتحت مسلمانانِ صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات قائم تھے، ایک طرف تو شاہی محل سے لیکر عوام تک اسلامی تہذیب و روایات کو اختیار کررہے تھے، اور چونکہ مسلمانانِ صقلیہ اس تہذیب کے حامل تھے، اس لئے فطرةً یہان کے اعلی عہدون پر وہی سرفراز ہوتے، ملکی مناصب اونھین کو تفویض ہوتے، ملکی قوانین وہی مرتب کرتے، مدنیت کی ترقی

وخراش مین اونھین سے مدد لیجاتی، عیسائیون کی اعلے سوسائٹیون مین اونھین عزت و احترام سے جگہ ملتی، عالیشان سربفلک عمارتین، اونھین سے تعمیر کرائی جاتین، حکومت کی زبان عربی رہی سکون پر فرمانروا کا نام وطغرا، اور سنین عربی مین لکھے جاتے، اور یہانتک کہ مقدس گرجا کی عمارتون پر مسلمان انجینیر بطلان تثلیث کی آیات قرآنی بطور نقش ونگار خط طغرا مین لکھ ڈالتے اور دوسری طرف جہان تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، راہبون اور قسیسون کی زہرفشانی جاری تھی، یہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ مین اسلام کے خلاف نفرت پھیلاتے اور مسلمان اپنی اجتماعی حیثیت سے پیروان توحید ہونیکے باعث نشانۂ ملامت و مورد عتاب بنتے، اور مسلمانون کے لئے اجتماعی حیثیت سے جو قوانین نافذ ہوتے وہ ایسے ہوتے کہ رفتہ رفتہ اون کی اجتماعی اہمیت زائل ہوتی جائے اور اون کی مجموعی اقتصادی حالت ایسی نہ ہو کہ وہ عیسائیون پر تفوق حاصل کرسکین، اور اس طرح مسلمان زمیندار جو کبھی زمین کے بلا شرکت غیرے مالک تھے، کسان بنکر رہ گئے تھے، مگر عیسائیون کی نگاہ مین اون کا یہ زراعت پیشہ رہنا بھی کھٹکتا رہا، اور اون کی ہستی کو نیست ونابود کرنے اور اونھین مفلوک الحال بنا دینے کے لئے سال کی دو فصلون پر ایسی گران قدر رقم بطور ٹیکس عائد کردی گئی کہ اونکا خوشحالی سے بسر کرنا محال ہوگیا تھا، اور ان تمام ایذا رسانیون کے ساتھ در پردہ و رپھر کھلے بند لوگون کو جبر عیسائی بنایا جانے لگا،

ابن جبیر کے مشاہدات ضرورت ہے کہ اس عہد کے مسلمانون کے مفصل حالات معلوم کرنیکے لئے ابن جبیر کے بیان کا خلاصہ پیش کردیا جائے کہ ایک طرف اسلامی تہذیب و تمدن کی جلوہ آرائی نظر آئے، اور دوسری طرف مسلمانون کے حلقہ بگوش اسلام ہونیکے باعث اون کی قومی وملی وتباہی وبربادی کا صحیح مرقع سامنے آجائے اس لئے ہم ذیل مین اوس حصہ کا اجمالی و سرسری خلاصہ تقریباً اوسی کے الفاظ مین مسلسل پیش کردیتے ہین جس سے اسلامی تہذیب اور جزیرہ کے مسلمانون اور اسلام کے حالات آشکارا ہون وہ لکھتا ہے:-

"ہم یوم یکشنبہ ۳ رمضان (۵۸۰ھ) کی نصف شب کو جزیرہ (صقلیہ) کے شہر مسینا کے پاس پہنچے .... اور

جب ستارۂ صبح طلوع ہوا تو ہم نے تعجب سے دیکھا کہ شہر مسینا ہم سے نصف میل پر ہے.......
جہاز کے مصائب اور شور و ہنگامہ کی خبر شہر میں پہنچ چکی تھی، سارا شہر ہمدردی میں ساحل پر جمع ہو گیا اور خود شاہ صقلیہ ولیم بھی ساحل پر چلا آیا، اور ہم لوگوں نے مصائب سے نجات پاکر ساحل پر قدم رکھا.......

ہمیں اس رومی بادشاہ کے متعلق جو کچھ بتایا گیا وہ تعجب انگیز ہے، معلوم ہوا کہ اوس نے جہاز میں سے چند ایسے نادار مسلمانوں کو اوترتے دیکھا جن کے پاس کرایہ ادا کرنے کے دام نہیں تھے......... شاہ صقلیہ نے ان مسلمانوں سے حالت دریافت کی جنہوں نے ساری سرگذشت بیان کر دی، تو اوس نے سو رباعی جو اس کا سکہ تھا ادا کرنے کا حکم دیدیا.... چنانچہ ان مسلمانوں کی گلو خلاصی ہوئی اور ساحل پر اوترے. اور ہم نے خدا کا دوبارہ شکر ادا کیا، کہ اوس نے ہمیں اس جزیرہ پر اوتارا، ورنہ اگر کسی طوفان حوادث سے ہمارا جہاز کسی اور رومی جزیرہ میں پہنچ جاتا، یا ارض کبیرہ (جنوبی اٹلی) کے ساحل سے لگ جاتا، تو ہم تمام مسلمان ہمیشہ کے لئے غلام بنا لئے جاتے، اور اس حادثہ کے بعد اللہ کا بڑا فضل یہ بھی ہوا کہ عین موقع پر یہ رومی فرمانروا جو اپنے ایک بیڑے کو تیار کرنے کے لئے یہاں آیا تھا، ساحل پر چلا آیا، ورنہ اس پر بھی سارا جہاز لوٹ لیا جاتا، اور اس جہاز میں جتنے مسلمان تھے وہ غلام بنا لئے جاتے، کیونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ یہی صورت حال قائم ہو گئی ہے[1]

مسینا...... تمام تر کفار سے آباد ہے، کسی مسلمان کے لئے یہاں کوئی ٹھکانا نہیں، نصاریٰ نہایت کثرت سے آباد ہیں....... مسلمان اس شہر مسینا میں مطلقاً نظر نہیں آتے صرف تھوڑے سے مزدور پیشہ مسلمان دکھائی دیتے ہیں اور اسی لئے ایک اجنبی مسلمان کو یہاں آکر وحشت ہوتی ہے.......

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر اتفاقی طور پر صقلیہ پہنچ گیا تھا، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ اس تھوڑے ہی زمانہ میں جنوبی اٹلی صقلیہ اور بحر روم کے ان دوسرے جزیروں میں مسلمانوں کی کیا حالت ہو گئی، کہ چند دن پیشتر جہاں کے وہ فرمانروا تھے، وہاں اب مسلمان مسافروں کے جان و مال کی بھی کوئی خیر نہیں رہ گئی، اور اگر شومی قسمت سے کوئی مسلمان مسافر بھٹکتا آنکلتا تو گرفتار کرکے غلام بنا لیا جاتا،

یہ جزیرہ (صقلیہ) صلیب کے پجاریون سے معمور ہے، اور مسلمان اون کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہین، اور وہ عیسائی ان مسلمانون سے خدمت لینے اور مزدوری کرانے مین اچھا برتاؤ کرتے ہین، ان عیسائیون نے یہان کے مسلمانون پر سال کی دو فصلون مین ٹیکس باندھ دیا ہے جس کو مسلمان ادا کرتے ہین، اور اس طرح یہ عیسائی ان مسلمانون کی زمین کی اوس زرخیزی کے درمیان جسکو وہ حاصل کرتے تھے حائل ہوگئے ہین اللہ عزوجل اون کے حالات کی اصلاح فرمائے......

اس جزیرہ کا سب سے بہتر شہر یہان کا پایہ تخت ہے، جس کو مسلمان المدینۃ (دار السلطنت) اور نصاری بلارمہ کہتے ہین، اور اسی مین متمدن مسلمانون کی آبادی قائم ہے، یہان اون کی مسجدین قائم ہین اور اون کے مخصوص بازار ہین،.......

یہان کے فرمانروا کے حالات تعجب انگیز ہین، وہ ایک نیک سیرت فرمانروا ہے، مسلمانون کو خدمات پر سرفراز کرتا ہے، اور مسلمان خواجہ سراؤن کو اپنے یہان نوکر رکھتا ہے، اور مسلمانون پر کامل اعتماد رکھتا ہے، اور اپنے تمام حالات اور اہم مشاغل مین اوسے اونھین سے تسکین ہوتی ہے، یہان تک کہ اوس کے باورچی خانہ کا داروغہ بھی ایک مسلمان ہی ہے، اور اوس کے تمام خدمت گار حبشی مسلمان غلام ہین جن کا اونھی مین سے ایک افسر ہے، اور اوس کے وزرا اور حجاب سب مسلمان ہین اونھی مسلمانون مین سے اکثر اوسکے ارباب حکومت اور اوس کے ندمائے خاص ہین، اور درحقیقت اس مملکت کی رونق انھی مسلمانون سے قائم ہے یہی لوگ رئیسانہ طور وطریق کے ساتھ عیش وتنعم سے زندگی گذارتے ہین اور یہی لوگ قیمتی لباسون، عمدہ سواریون، خدم وحشم اور اتباع اور حاشیہ نشینون کے ساتھ رہتے سہتے ہین، .... اوسکے محل مین بہ کثرت کنیز اور غلام ہین، عیسائی فرمانروا اون مین اس سے زیادہ عیش پرست اس سے زیادہ شاہانہ طمطراق رکھنے والا، اور اس سے زیادہ مرفہ الحال کوئی دوسرا فرمانروا موجود نہین، وہ شاہانہ شان وشوکت ترتیب قوانین، طرز حکومت، عہدیدارون کے مراتب کی تعیین اور زیب وزینت وغیرہ کے اظہار مین سلاطین اسلام کے مشابہ ہے، اوسکی مملکت بڑی ہے، اوسکے دربار

سے اطبا اور ہیئت دان وابستہ ہین جن سے وہ نہایت دلچسپی رکھتا ہی، اور اون کے موجود رہنے پر نہایت حریص رہتا ہے، یہان تک کہ جب اوسے خبر ملتی ہے کہ فلان طبیب یا منجم اپنے وطن مالوف کو واپس جا رہا ہی. تو اوسے فوراً روک لیتا ہے اور سامان معیشت (یعنی وظیفہ و تنخواہ) مین اضافہ کرتا ہے اور اوسکو اپنے وطن کی واپسی سے بے نیاز کر دیتا ہی، اللہ مسلمانون کو اوس کے فتنہ اور اوسکے منت و احسان سے بچائے، اوسکی عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی ہے، اوسکی ایک عجیب بات یہ بھی بیان کی جاتی ہی. کہ وہ عربی زبان مین لکھ پڑھ لیتا ہی اور اوس کا سرکاری نشان جیسا کہ مجھ سے اوسکے ایک شاہی خدمتگذار نے بیان کیا، یہ ہے "الحمد للہ حق حمدہ" اور اوسکے باپ کا سرکاری نشان "الحمد للہ شکراً لانعمہ" تھا ....

اوسکے وہ تمام خدام اور خواجہ سرا جو محل مین اوسکے ساتھ رہتے ہین مسلمان او وہ سب کے سب یا اون مین سے اکثر اپنا ایمان چھپائے ہین، اور شریعت اسلام کو دل سے مضبوط پکڑے ہین، .... اور اوسکے محل کی تمام عورتین اور کنیزین بھی سب کی سب مسلمان ہین اور ایک تعجب انگیز واقعہ ہم سے اوس شاہی خدمتگذار یعنی یحییٰ بن فتیان الطراز (جو محل شاہی مین زرکاری کے کام انجام دیتا ہے) نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے شاہی محل مین جب نئی عیسائی عورتین داخل ہوتی ہین، تو رفتہ رفتہ (ترغیب سے) وہ بھی مسلمان ہو جاتی ہین، انھین وہی مسلمان عورتین اور کنیزین مسلمان کر لیتی ہین، اور یہ اوس فرمان روا سے درپردہ کیا جاتا ہے، ان مسلمان عورتون کے اعمال صالحہ انجام دینے کے بھی عجیب عجیب واقعات ہین .... اور ہمین بتایا گیا ہے کہ جب اس جزیرہ مین خوفناک زلزلے آتے ہین اور اون زلزلون سے یہ مشرک خوف زدہ ہوتا ہے تو اوس وقت اپنے قصر مین آتا ہے، یہان محل کی عورتون اور لڑکون کو اللہ و رسول کی یاد مین محو دیکھتا ہے اور بسا اوقات جب وہ خود ان زلزلون سے دہشت مین آ جاتا ہے تو اپنے محل والون سے کہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے معبود کو یاد کرے، اور جو شخص جو مذہب رکھتا ہو، اسی سے تسکین حاصل کرے،

اس سلطنت کے اعیان اور اوس کے صوبون کے والی بھی سب کے سب مسلمان ہی ہین،

اون مین کوئی بھی ایسا نہین جو مہینون بطور نفل و تطوع روزہ نہ رکھتا ہو صدقہ نہ کرتا ہو، قیدیون کو آزاد نہ کراتا ہو،
یتیمون کی پرورش نہ کرتا ہو اون کی شادی نہ کر دیتا ہو ! اون سے حسن سلوک سے پیش نہ آتا ہو ! اور حسب استطاعت
اعمال خیر انجام نہ دیتا ہو، یہی سب اس جزیرہ کے مسلمانون کے نیک اعمال ہین لیکن یہ سب کچھ پردۂ راز مین
انجام پاتا ہے ،

ان مین سے ایک نوجوان سے ہم مسینا مین ملے، اوس کا نام عبد المسیح تھا وہ یہان کے معززین مین
سے تھا وہ ہم سے نہایت اخلاص و محبت اور عزت و اکرام سے پیش آیا، اور ہم پر اعتماد کرنے کے بعد اپنے راز ہاے
سربستہ کے دفتر کھول دئے، چنانچہ ایک دن اُس نے اپنے پاس کے تمام آدمیون کو مجلس سے اوٹھا دیا جب
کامل تخلیہ ہوگیا، تو اوس نے ہم سے پہلے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور شام کے آثار و مشاہد کی بابت استفسارات کئے،
جن کے جوابات ہم دیتے گئے، اس گفتگو سے اوسکی آتش شوق اور مشتعل ہوتی گئی ! اور اوس نے ہم سے مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کے تبرکات کی یہ کہتے ہوئے استدعا پیش کی کہ اون کے دینے مین بخل نہ کرین کیونکہ
تم لوگ اسلام کو کھلے بندون اپنا مذہب ظاہر کرتے ہو اور اپنے مقصد مین کامیاب اور حصول اجر سے انشاء
اللہ فائز ہوگے، اور ہم لوگ اپنا ایمان چھپانے پر مجبور ہو گئے ہین، اور اپنی جانون سے خائف ہین، عبادت الٰہی
و فرائض دینی کو چھپ چھپ کر ادا کرتے ہین، ایک کافر کی ملکیت مین داخل ہین، اور غلامی کا طوق ہم
لوگون کی گردنون مین ڈال دیا گیا ہے، اور ہماری آخری رسائی یہی ہے کہ ہم تم لوگون جیسے حجاج سے مل کر
برکت حاصل کرین، اون سے دعاؤن کا ہدیہ لین، اور اون سے ملکر اون مشاہد مقدسہ کے تحفے حاصل
کرنے کی آرزو کرین، اور ان تحائف کو اپنے ایمان کا سپر اور اپنے کفنون کا ذخیرہ بنائین،

یہ حالات سنکر ہمارے دل شفقت اور محبت سے بھر آئے اور اوسکے حسن خاتمہ کی دعائین کین،
اور مقامات مقدسہ کے بعض تحائف جنھین اوس نے طلب کیا تھا، پیش کر دیئے اوس نے اپنے دوسرے ساتھیون
پر ان واقعات کے ظاہر نہ کرنے کی خواہش کی، اور معلوم ہوا کہ دوسرے لوگون کے بھی اسی قسم کے حالات ہین

جو نیک اعمال انجام دیتے رہتے ہین، اور راہ خدا مین قیدیون کو آزاد کراتے ہین،

ان نوجوانون کی جو بادشاہ کے روبرو رہتے تھے، ایک عجیب بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ جب شاہ کے حضور مین رہتے ہین، اور نماز کا وقت آتا ہے، تو الگ الگ یکے بعد دیگرے ایک ایک کرکے مجلس سے رخصت ہوتے ہین، اور نماز ادا کرتے ہین، اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہتے ہین، اور بادشاہ اس جگہ آجاتا ہے، وہ جگہ اوس کی نظرون کے سامنے ہوتی ہے، تاہم اللہ عزوجل اون کو اوسکی نگاہون سے پوشیدہ رکھتا ہے، الغرض یہان کے مسلمان اسی طرح ہمیشہ اپنے حسن اعمال حسن نیت اور مسلمانون کو پند و نصائح کرتے ہوئے ایک جہاد دائم مین مصروف ہین، اللہ انھین نفع پہنچائے اور اپنے فضل و احسان سے اونھین اس سے نجات دیدے......

شفلودی ایک سرسبز و شاداب شہر ہے،.......یہان مسلمانون کی ایک جماعت بھی آبادہے، یہان کی پہاڑی پر ایک رفیع و منیع قلعہ ہے جو مسلمانون کے حملہ کے مفروضہ خطرہ سے کے لیے سپر سمجھا جاتا ہے،

ترمہ متقدم الذکر شہر سے زیادہ خوبصورت ہے، یہان مسلمانون کی ایک بڑی آبادی ہے، جو ایک بڑے ربض مین واقع ہے، اور اسی ربض مین مساجد واقع ہین،..........

بلارمہ یہان سے ۵ میل پر آباد ہے،........ وہان پانی کے لیے سمندر کی تلاطم خیزی کے سبب سے خشکی کا راستہ اختیار کیا،........راستے عمارتون اور مسافرون کی کثرت آمد و رفت سے گویا بازار معلوم ہوتے تھے عیسائی گروہ در گروہ اثنائے راہ مین ملتے اور سلام کرنے مین سبقت کرتے اور انس و محبت کا اظہار کرتے، اس طرح ہمین مسلمانون کے ساتھ اون کی سیاست اور نرمی کا اندازہ ہوا، باوجودیکہ اون کے جاہل طبقہ کے قلوب، تمام امت محمدیہ کی جانب سے بغض و عداوت سے لبریز ہین، یہان تک کہ ہم قصر سعد پہنچے جو بلارمہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے،

قصر سعد.....مین آج کل مسلمان صوفیہ و زہاد کا قیام ہے، اور اس قصر کے گرد اگر د

مسلمان صوفیہ وزہاد کی قبرین ہین، یہ قصر آجکل خیر و برکت سے موصوف ہی، لوگ جزیرہ کے ہر مقام سے اوس کی زیارت کی قصد سے آتے ہین، قصر سعد کی اس مسجد..... مین ہم نے رات گذاری، اذان کی آواز کانون مین آئی جس کے سنے ہوے زمانہ گذر گیا تھا، اس قصر مین جو مسلمان رہتے ہین وہ ہم سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ہماری پذیرائی کی، ان کا ایک امام تھا، جو نماز اور اس مبارک مہینہ مین تراویح پڑھاتا ہی.....

ہم نے ان راستون مین دیکھا، کہ عیسائیون کے لئے ایسے کنیسے بنائے گئے ہین، جو عیسائی مریضون کے قیام کے کام مین اوسی طرح لائے جاتے ہین، جیسے اسلامی ممالک مین اسپتال ہوتے ہین ایسے ہی کنیسے ہم نے عکا اور صور مین بھی دیکھے تھے، ہمین اون کا اپنی قوم کے لئے یہ اہتمام دیکھکر تعجب ہوا،

صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر بلرم روانہ ہوئے جب وہان پہنچے اور شہر مین داخل ہونے لگے، تو ہم لوگ روک دئے گئے، اور وہان سے شاہی محلات کے قریب کے ایک پھاٹک پر لیجائے گئے، جہان ایک عہدہ دار موجود تھا، اوس نے ہماری آمد کے اسباب و مقاصد دریافت کئے، یہ طریقہ ہر اجنبی آنے والے کے ساتھ برتا جاتا ہی.....

یہ شہر تمدن کا گہوارہ ہے،..... اوس کے وسط مین شاہی محلات کا سلسلہ اسطرح نظر آتا ہی جسطرح حسینون کے سینہ پر ہار، اس کے اطراف و جوانب مین بہت سے خوشنما گرجے ہین جنکی صلیبین سونے اور چاندی کی بنائی گئی ہین،

اس شہر مین مسلمانون کے ایمان کا کھنڈر بھی باقی رہ گیا ہی، وہ اپنی مسجدین آباد کرتے ہین، اذان کے ساتھ نماز پڑھتے ہین، اور اون کے محلے عیسائیون کی آبادی سے الگ ہین لیکن یہان کے بازار اونھی سے آباد ہین اور وہی سب کے سب تاجر ہین، اون کو جمعہ پڑھنے کا موقع نہین ملتا کیونکہ اون کو خطبہ دینے کی ممانعت ہی، البتہ وہ عیدین کی نماز پڑھتے ہین، اور خطبہ مین عباسی خلیفہ کا نام لیتے ہین اون کے مقدمات کے انفصال کے لئے ایک قاضی مقرر ہے، اون کی ایک جامع مسجد ہے، جس مین وہ نماز کے لئے جمع ہوتے ہین، اور رمضان مین اوس مین چراغان کرکے مجلسین کرتے ہین، اس کے علاوہ اور بیشمار مسجدین ہین جنمین اکثر مین قرآن مجید کی تعلیم دیجاتی ہے، لیکن بہرحال یہان کے مسلمان، اپنے دوسرے مسلمان بھائیون سے الگ کافرون کے عہد و پیمان

مین ہین اور اون کی جائداد و مال اور عورت اور بچے کوئی بھی مامون نہین ہین ...... اس شہر مین عیسائی عورتون
کی وضع مسلمان عورتون کی ہے یعنی چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہین اور ان کی
زبان نہایت فصیح ہے، عید میلاد مین وہ نکلین تو اس شان سے نکلین کہ طلاکار حریر کا لباس پہنے ہوئے عمدہ
چادرین اوڑھے، رنگین نقاب ڈالے، اور نفیس طلاکار موزے پہنے ہوئے تھین، غرض مسلمان عورتون کی
آرایش کے تمام سامان یعنی زیور، مہندی اور عطر وغیرہ سب اون کے جسم پر نظر آتے تھے ......۔

۲۲ رمضان مطابق ۲۸ دسمبر کو صبح کے وقت (بلرم سے) اطرابنش روانہ ہوئے، کیونکہ وہان سے دو
جہاز چھوٹنے والے تھے ایک اندلس جانے والا اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا تھا، ان دونون جہازون مین مسلمان
حجاج اور مسلمان تجار سوار تھے، بلارمہ سے اطرابنش خشکی سے روانہ ہوئے، راہ مین مختلف آبادیان اور گاؤن ملے
تمام سرزمین یہان سے وہان تک سرسبز و شاداب تھی ایسی ہری بھری اور تروتازہ کھیتی مین نے آج تک نہین دیکھی
راستہ مین ہم نے ایک شب ایک شہر معروف بہ علقمہ مین گذاری یہ ایک بڑا شہر ہے، بازار اور مسجدین
وسیع ہین، اس شہر اور اس پورے دیہی علاقہ کے باشندے، جو راستہ مین گذرا، سب کے سب مسلمان ہین ......
اطرابنش ...... کے باشندے مسلمان اور عیسائی دونون ہین، اور دونون فرقون کیلئے یہان مسجدین اور
کنیسے ہین ...... یہان کے جبل حامد پر چڑھنے کے لئے ایک طرف راستہ آسان ہی، اور یہان کے مسلمانون کا خیال
ہے کہ مسلمانون کو اسی راستہ سے انشاء اللہ اس جزیرہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع ملیگا ......
عید کا چاند ۵ جنوری کو مانا گیا، کیونکہ شہادت کے رو سے حاکم اطرابنش (صوبون اور شہرون کے والی
مسلمان تھے،) کے نزدیک یہ ثابت ہوا تھا، کہ رمضان کا چاند شب پنجشنبہ کو نکلا تھا، اور یوم پنجشنبہ سے اہل صقلیہ
کے روزے شروع ہوئے تھے، اس لئے لوگون نے اتفاق عام سے عید روز یکشنبہ کے رو سے منائی، ہم نے اطرابنش
کی مسجدون مین سے ایک مسجد مین یہان کے کچھ باشندون کے ساتھ عید کی نماز پڑھ لی، کیونکہ وہ لوگ کسی عذر
کے باعث عیدگاہ تک نہ جاسکے، چنانچہ ہم نے مسافرون کے مثل نماز ادا کی، اور تمام باشندگان شہر اپنے حاکم شہر

کے ساتھ عیدگاہ روانہ ہوئے اور وہان سے طبل و بوق بجاتے ہوئے واپس آئے مسلمانون کے اسلامی تہوارون کو اس شان و شوکت سے منانے اور عیسائیون کے اس پر چشم پوشی کرنے پر ہمین تعجب ہوا،

ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے،..... کہ شاہ صقلیہ کا حکم پہنچا کہ شاہی بیڑے کی روانگی سے پیشتر سواحل کے تمام جہازون کی روانگی روک دیجائے،..... انھی دنون ہم لوگون کو وحشت انگیز خبرین ملنے لگین...... اطرابنش کے مسلمان اس شاہی بیڑے کی متعلق مختلف قیاسات کرنے لگے،.... بعض کہتے کہ اسکندریہ پر حملہ آوری کیلئے جانے والا ہی بعض کہتے میورقہ کا قصد ہے بعض خیال کرتے کہ افریقیہ جانے والا ہے، اور معاہدہ کو توڑنے والا ہی،.....

ذی القعدہ کا چاند یوم دوشنبہ ۴ر فروری کو نکلا اور ہم لوگ ابھی تک اسی شہر اطرابنش مین موجود ہین اور موسم سرما کے گذرنے اور جنوی جہاز کے لنگر اوٹھانے کا انتظار کر رہے ہین، جس سے ہم لوگ اندلس جانے والے ہین،......

اس شہر کے زمانۂ قیام مین ہم کو اس جزیرہ کے باشندون کی وہ بُری حالت جو عیسائیون کی وجہ سے ہوئی ہی، اور اون کی ذلت و مسکنت اور ذمیون کی طرح رہنے اور بادشاہ کی ایسی سختی جو اون کے بدبخت بچون اور عورتون کو دین سے برگشتہ کرنے کے متعلق کی جا رہی ہے، دردانگیز طریقہ پر معلوم ہوئی۔ اس سختی نے بعض اوقات اون کے بوڑھون کے ساتھ ایسی ذلت انگیز سزا کی صورت اختیار کر لی جو اون کے مذہب چھوڑنے کا سبب بن گئی، چنانچہ انھی چند قریبی سالون کا قصہ ہی، کہ اس ظالم بادشاہ کے دار السلطنت کے ایک فقیہ کو جس کا نام ابن زرعہ تھا، سرکاری ملازمون نے مطالبہ ادا کرنے کے لئے اس قدر تنگ کیا، کہ وہ دائرۂ اسلام سے نکلکر عیسائیت کے دائرے مین آگیا انجیل خوب یاد کر لی، رومیون کی سیرتون کا مطالعہ کیا، اور اون کی شریعت کے قوانین ازبر کر لئے، نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ اون قسیسون مین شامل ہوگیا جن سے عیسائیت کے احکام کے متعلق فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور چونکہ وہ پہلے سے اسلامی شریعت کے احکام سے بھی واقف تھا اسلئے جب اسلامی شریعت کا کوئی مسئلہ

پیش آجاتا تھا، تو اوس کے متعلق بھی اوسی سے فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور دونوں شہرتیوں کے احکام کے متعلق اوس کا فتویٰ نافذ کیا جاتا تھا، اوس کے گھر کے سامنے ایک مسجد تھی جس کو اوس نے گرجا بنا لیا، لیکن اوسی کے ساتھ ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہے، اس لئے غالباً وہ اس استثنا میں داخل ہے،

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن	مگر وہ شخص جسکو دین کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور
بالایمان،	اوس کا دل ایمان پر مطمئن ہے،

اسی زمانے میں اس جزیرہ میں مسلمانوں کے سردار ابو القاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر اس شہر میں تشریف لائے وہ اس جزیرہ کے خاندانی لوگوں میں ہیں، اور اپنے آبا و اجداد سے سیادت وراثۃً پائی ہے، ان باتوں کے ساتھ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نیک کام کرنے والے ہیں نیکی کی نیت رکھتے ہیں، اپنے لوگوں کی محبت رکھتے ہیں بہت سے اخروی نیکیوں کے کام مثلاً قیدیوں کا چھڑانا، مسافروں اور محتاجوں کو صدقہ دینا وغیرہ وغیرہ کرتے ہیں، اس لئے اون کے آنے کا شہر میں غل پڑ گیا، اس زمانہ میں وہ اس ظالم بادشاہ کے زیر عتاب تھے اوس نے اون کے دشمنوں کے ایک مطالبے کی وجہ سے اُنکو اونہی کے گھر میں نظربند کر دیا تھا، اُن لوگوں نے اس نظربندی کے زمانہ میں بھی اون پر جھوٹے الزامات لگائے کہ وہ مسلمانوں سے میل جول قائم رکھتے ہیں جسکی پاداش میں وہ عنقریب ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اُنکے بہی خواہ نے ذاتی صفائی دی اوپر بہت سے تاوانات بھی جنکی تعداد تقریباً ۳۰ ہزار مومنیہ دینار تھی، لگائے گئے، اور اون کے تمام گھربار اور اون کی تمام ملکیت جو اونھوں نے اپنے اسلاف سے وراثۃً پائی تھی ضبط کر لی گئی تھی، یہاں تک کہ اون کا مال تھوڑا سا رہ گیا لیکن اس زمانے میں یہ ظالم بادشاہ اون سے راضی ہو گیا، اور اون کو ایک سرکاری کام کرنے کا حکم دیا، جسکو اونھوں نے اوس غلام کی طرح انجام دیا جسکی جان و مال پر قبضہ کر لیا گیا ہو، اس شہر میں پہنچنے کے بعد اونھوں نے ہم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ ہم نے اون سے ملاقات کی تو اونھوں نے اپنی اور اس جزیرہ کے لوگوں کی دلخراش اندرونی حالت جو

اون کے دشمنون کی وجہ سے ہوئی ہے، بیان کی مثلاً اونھون نے کہا کہ "مین یہ پسند کرتا تھا کہ کاش مین اور میرے خاندان کے لوگ فروخت کر دیئے جاتے، تو اس مصیبت سے جسمین ہم مبتلا ہین نجات پا جاتے، اور مسلمانون کے ملک مین پہنچ جاتے" تو اوس حالت پر غور کرو، جو ایسے جلیل القدر عظیم المنصب کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتی ہے، حالانکہ وہ بکثرت اہل وعیال اور لڑکے اور لڑکیون سے گرانبار ہے، ہم نے اون کے لئے اور اس جزیرہ کے تمام مسلمانون کے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خدا سے دعا کی اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جب کبھی خدا کے سامنے کھڑا ہو، اون کے لئے دعا کرے، ہم اون سے ایسی حالت مین جدا ہوے کہ خود روتے تھے، اور لوگون کو رولاتے تھے، اور اونھون نے اپنے احسانات کے شرف اپنے عادات کی خصوصیات عام خیرات اور حسن سیرت سے ہم کو اپنا گرویدہ کر لیا، ہم نے شہر مین اون کے، اون کے بھائیون اور اون کے خاندان کے ایسے گھر دیکھے جو شاندار معلوم ہوتے تھے، غرض یہ بڑے شاندار لوگ ہین، بالخصوص اون مین یہ شخص بڑے درجہ کا ہے، جب تک وہ یہان رہے، محتاج حاجیون اور فقیرون کے ساتھ ایسے سلوک کئے جن سے اونکی حالت بہتر ہوگئی اور اون کے کرایے اور زادراہ کا سامان ہوگیا، خدا اونکو اس کا اجر دے،

اس جزیرہ کے باشندون کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے، کہ ایک آدمی اگر اپنے لڑکے یا بیوی پر غصہ کرتا ہے یا مان اپنی لڑکی پر غصہ کرتی ہے تو یہ سب اوس کے عار سے گرجا مین جاکر عیسائی ہو جاتے ہین، اور اب بیٹا باپ کے ہاتھ سے اور لڑکی مان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، تو اب خیال کرو کہ اون لوگون کا حال کیا ہوگا جو اپنے اہل وعیال اور لڑکون کے متعلق اس مصیبت مین مبتلا ہین اور اپنی عمرین اس طرح کاٹ رہے ہین کہ اس آزمائش مین مبتلا نہ ہو جائین اس لئے وہ اس حالت کے خوف سے ہمیشہ اپنے اہل وعیال اور اولاد کی خاطر مدارات مین مصروف رہتے ہین، اور عاقبت اندیش لوگون کو یہ خوف ہے، کہ جزیرہ اقریطش کے مسلمانون پر گذشتہ زمانے مین جو مصیبت نازل ہوئی وہ ان سب پر نازل نہ ہو جائے کیونکہ اس جزیرہ کے تمام لوگون کو اس ظالمانہ حکومت نے رفتہ رفتہ عیسائی بننے پر مجبور کر دیا، خدا کو جسکی نجات منظور تھی وہ تو بھاگ گئے، اور کافرون پر خدا کا

عذاب نازل ہوگیا، چونکہ وہ حمودی جس کا ذکر اوپر گذرا، عیسائیون کے دلون مین وقعت رکھتا ہی، اس لئے اون کا خیال ہے کہ اگر وہ عیسائی ہوجاتا، تو جزیرہ مین کوئی مسلمان باقی نہ رہتا، بلکہ اوسکی پیروی کرتا، خدا اون کو محفوظ رکھکر اون سب کو اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے،

ہم نے اونکی سب سے عجیب دردانگیز حالت یہ دیکھی کہ اوس شہر کے اعیان مین سے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ہمارے حاجی رفقا مین سے ایک کے پاس بھیجا کہ وہ اون کی ایک باکرہ قریب البلوغ لڑکی سے نکاح کرنا منظور کرلین لیکن اگر وہ خود نکاح کرنا پسند نہ کرین تو اپنے شہر مین جس سے پسند کرین نکاح کردین لیکن اوسکو اپنے ساتھ لیجائین وہ اپنے باپ اور بھائیون کے چھوڑنے پر راضی ہے تاکہ اوس آزمایش سے نجات پائے، اور مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائے، باپ اور بھائی بھی اس پر خوش ہین تاکہ جب یہ بندش ڈھیلی ہو تو شاید وہ بھی مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائین، یہ شخص اس پر راضی ہوگیا، اور ہم نے اس موقع کے ملنے پر جس سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوسکتی ہے، اوسکی مدد کی، اور ہم کو اس حالت پر سخت تعجب ہوا، جو انسان کو ایسی عزیز چیز کی قربانی پر مجبور کردیتی ہی، اور اوسکو ایسے شخص کے سپرد کردیتا ہے، جو اوسکو پردیس مین لیجائے اور اس پر صبر کرتا ہے اور اوسکے شوق کا مقابلہ کرتا ہے، اسی طرح ہم کو اس لڑکی پر تعجب ہوا کہ اپنے اعزہ کی جدائی صرف اسلام کے خاطر گوارا کرتی ہے چنانچہ باپ نے جب اوس سے اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ کیا، تو اوس نے کہا کہ اگر آپ مجھے روک لین گے تو آپ سے اوس کا مواخذہ کیا جائیگا، یہ لڑکی مان کے پاس تھی، اور اوسکے چھوٹے بھائی اور بہن تھے......[1]

ولیم ثانی کی وفات اور اوسکے اثرات مسلمانون پر

صقلیہ سے ابن جبیر کی واپسی کے چند سال بعد ولیم ثانی نے نومبر ۱۱۸۹ء ۵۸۵ھ مین وفات پائی، ولیم کی وفات سے مسلمانون کا ایک ظاہری سرپرست بھی بظاہر جاتا رہا، اور اوسکی وفات کے بعد مسلمانان صقلیہ کے حالات مین ایک اور انقلاب ہوا جس کا تذکرہ سلسلہ بیان کے ساتھ بعد مین آئیگا،

---

[1] رحلۃ ابن جبیر از صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۳،

"ٹانکرڈ" اور "ولیم ثالث" نارمن فرمانروایان صقلیہ (۶۷)

سنہ ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ع - سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع

ولیم ثانی کی وفات کے بعد ٹانکرڈ (TANKERD) صقلیہ کے تخت کا مالک بنا، اور جنوری سنہ ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ع مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، ٹانکرڈ راجر دوم کے لڑکے راجر کا غیر ثابت النسب لڑکا تھا اس لیے اوسکے تاج و تخت پر حریفون کی نگاہ اوٹھی، اور شہنشاہ ہنری ششم سے اوسکی جنگ چھڑ گئی لیکن خود اوس کی زندگی نے وفا نہ کی، اور فروری سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع مین اوس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکی جانشینی مین اختلاف پیدا ہونے کے بعد اوس کا چھوٹا لڑکا ولیم ثالث کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا،

نارمن حکومت کا خاتمہ

ولیم ثالث کو بھی امن سے فرمانروائی کا موقع نہین ملا، اوس کے باپ کے حریف شہنشاہ ہنری ششم نے اس کے خلاف پیشقدمی کی، ہنری ششم ہونسٹفن (HOHENSTAUFEN) کے خاندان کا تھا، اور نارمن فرمانروا راجر اول کا داماد تھا، اوسکی سب سے چھوٹی لڑکی کانسٹنزا اوس کے ساتھ بیاہی تھی، اور ہنری اسی بنیاد پر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنا،

چنانچہ وہ سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع مین اٹلی مین داخل ہوا، اور نارمنون کے مقبوضات ایطالیہ و صقلیہ کا آسانی مالک بن بیٹھا ولیم ثالث نے اپنا تاج اوس کے سپرد کردیا، اوس کے باوجود ہنری نے صقلیہ کے فوجی افسرون اور ولیم کے خلاف ایک فرضی سازش کا الزام قائم کرکے چند اہم فوجی افسرون کو قتل کرایا، اور معزول ولیم ثالث کی آنکھین نکلوالین، اور اسی پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اگرچہ پھر نانہالی حیثیت سے صقلیہ کے تخت سے نارمن خاندان کا انتساب قایم رہا،

نارمن عہدِ حکومت اور عیسائیون پر مصائب

نارمن عہدِ حکومت مین نارمن فرمانرواؤن نے اسلامی تہذیب و تمدن کو جس ہمہ گیری سے قبول کیا، اور اوس کے اثرات سے مسلمانون کو جو عروج رہا، اوسکی روداد بھی گذر چکی ہے، اور اسی لئے یورپین مورخین عیسائیون اور عیسائیت کے لئے اس عہد کو پُر مصائب سمجھتے اور نارمن فرمانرواؤن پر "مسلم فرمانروا" اور "اسلامی عہدِ حکومت" کے الفاظ مین طعنہ زنی کرتے ہین، اور اوسکو عربی فتوحات کی نمایان کامیابی سمجھتے ہین ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"عربی فتوحات سے صقلیہ کے طرز معاشرت پر نہایت گہرا اثر پڑا، چنانچہ نارمن فرمانروا ایشیائی طرز معاشرت کے حامل تھے، اور "استبداد" شوکت و شان اور حرم سلطانی کا اس عہد مین رواج ہوا، اور عیسائی قوم کو خواجہ سراؤن کے مظالم اور تحقیر آمیز سلوک کا نشانہ بننا پڑا، جو یا تو صاف صاف اپنے کو مسلمان کہتے تھے، یا در پردہ اسلام کے معتقد تھے"

نارمن عہد مین اسلامی آبادی مین کمی،

تاہم جیسا کہ بتفصیل گذر چکا ہے، نارمن فرمانرواؤن اور کلیسا کے تعلقات کی بنا پر مذہب اسلام کے ساتھ نارمن حکومت کا سلوک نہایت معاندانہ رہا، اور حکومت کی اس اسلام دشمنی کی روش سے صقلیہ کے مسلمانون کی تعداد مین روز بروز کمی ہوتی گئی، کیونکہ نارمن حکومت کے قانون کے روسے اس کے روز اول سے صقلیہ مین مذہب اسلام مین داخلہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا تھا، پھر مسلمانون کی ایک بڑی جماعت یہان کے حالات سے تنگ آکر ہجرت کر چکی تھی، مسلمان جاہ پرستون کی ایک جماعت علیحدہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئی، اگرچہ وہ لوگ در پردہ مسلمان رہے، تاہم اون کی ظاہری روش کے اثر سے ان کی نسلون اور اون کے عزیز و اقارب مین اسلام کی محبت اور عقیدت کم ہوتی گئی، اور وہ لوگ رفتہ رفتہ عیسائیت قبول کرتے گئے، اور اون کی تقلید عام مسلمانون نے بھی مصلحۃً اختیار کی، اسی طرح ایسی مسلمان لڑکیان جو بجبر عیسائی بنائی گئین، اون کی تعداد بھی مسلمانون سے کٹ گئی اگرچہ وہ خود مسلمان رہین، اور اون کے اثر سے عیسائی عورتین مسلمان ہوئین تاہم اونکا شمار مسلمانون کی صف مین باقی نہین رہا، اور پھر

پادریون کی کوششون سے انھین بھی مجبور کیا گیا، کہ اپنے اسلامی اثرات کو خیرباد کہہ دین،

الغرض انھی صورتون سے نارمن عہد ہی مین صقلیہ مین اجتماعی حیثیت سے مسلمانان صقلیہ کی تعداد مین نمایان کمی ہو گئی،

ہنری ششم و فریڈریک دوم جرمن فرمانروایان صقلیہ (۹۹۸)

۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ - ۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ

ہنری ششم (۱۱۶۵ء ۵۶۱ھ - ۱۱۹۷ء ۵۹۴ھ) شہنشاہ جرمنی فریڈریک اول کا لڑکا تھا، ۱۱۶۹ء ۵۶۵ھ مین رومن بادشاہ کی حیثیت سے اوس کو تاج پہنایا گیا، ۲۷ جنوری ۱۱۸۶ء ۵۸۲ھ کو راجر اول کی لڑکی سے اوسکی شادی ہوئی، اور اوسی سے اس عہد مین سسلی اور جرمنی کے تعلقات کی ابتدا ہوئی، ۱۴ اپریل ۱۱۹۱ء ۵۸۷ھ کو ہنری نے شہنشاہی کا تاج پہنا، ولیم ثانی کے انتقال کے بعد ٹانکرڈ کے مقابلہ مین سسلی کے تخت کا دعویٰ کیا، اور ایک جنگ آزمائی ہوئی، اور اوس کی وفات کے بعد ولیم ثالث کو معزول کر کے دسمبر ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ مین بلرم مین صقلیہ کی شاہی کا تاج پہنا جس کے بعد صقلیہ کی قسمت جرمنی سے وابستہ ہو گئی، اور پھر یہان چند ماہ کے قیام کے بعد اپنی بیوی کو یہان اپنا قائم مقام بنا کر جرمنی روانہ ہو گیا،[1]

بلرم کے عیسائیون اور مسلمانون مین خونریز جنگ

جزیرہ مین مسلمانون کی سیاسی و تمدنی اہمیت کو جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے ولیم ثانی کے انتقال سے سخت نقصان پہنچا کہ مسلمانون کا ایک ایسا سرپرست جاتا رہا، جو اسلامی تہذیب و تمدن سے دلبستگی رکھتا تھا، اور مسلمان اہل علم و ارباب فکر کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا، اس لئے اوسکی وفات سے مسلمانون کی پشت پناہ طاقت اوٹھ گئی، اور اب وہ جزیرہ مین یونہی

[1] ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۱۸ (دی نارمنس) انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۸ ص ۶۷ (ولیم) و ج ۱۹ ص ۱۸۲ و ۱۸۳ (نیپلز کنگڈم) و ج ۲۵ ص ۳۴ (سسلی) و ج ۲۶ ص ۳۹۵ (ٹانکرڈ) و ج ۱۳ ص ۲۸۷ (ہنری ششم) طبع یازدہم،

اور عیسائیون کے رحم و کرم پر باقی رہ گئے، اور چونکہ یہ پورا عہد جنگہاے صلیبی مین گذرا ہے اس لئے اس زمانہ مین اسلام اور مسلمانون کے خلاف عیسائیون مین جو عام پروپگینڈا کیا جاتا تھا، اور اس سے عیسائیون کے دلون مین مسلمانون کے خلاف بغض و عداوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس سے جزیرہ کے عیسائی مستثنیٰ نہین تھے، صرف ولیم ثانی کی شخصیت تھی جو اس آگ کے شرارون سے مسلمانون کو بچائے ہوئے تھی اسلئے اوس کے اوٹھتے ہی اس جزیرہ مین بھی وہ شرارے بھڑک اوٹھے،

چنانچہ ولیم ثانی کی وفات کے بعد جب خانہ جنگیون سے فرصت ملی اور ہنری ششم قبضہ کی تکمیل کے بعد جرمنی واپس چلا گیا تو پاپاے اعظم اور مقدس راہبون نے صقلیہ کے عیسائیون کو مسلمانانِ صقلیہ کے خلاف سخت برانگیختہ کیا، اور صقلیہ کے عیسائی مسلمانون پر مظالم برپا کرنے لگے، جب یہ مظالم مسلمانون پر اجتماعی حیثیت سے توڑے گئے تو اونھین بھی احساس پیدا ہوا اور مرنے مارنے پر تیار ہوگئے، اور عیسائیون کے حملون کے انتقام مین وہ بھی شمشیر بکف میدان مین نکل آئے، اور ایک خونریز جنگ کا سلسلہ چھڑ گیا، جو بلرم مین پیش آئی لیکن مسلمانون کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اس جنگ مین اونھین سخت نقصانات اوٹھانے پڑے، اور کئی ہزار مسلمان شہید ہوگئے،

حکومت کی مسلمانون سے بے اعتنائی اور مسلمانون کا ایک نیا اقدام،

اس جنگ کا آغاز اگرچہ صقلیہ کی رعایا کے دو طبقون عیسائیون اور مسلمانون مین ہوا تھا، ابتداءً حکومت کا کوئی تعلق اس سے پیدا نہین ہوا تھا لیکن اس موقع پر حکومت نے باوجودیکہ صقلیہ کے عیسائی حکومت کے بھی مخالف تھے، عیسائیون کا ساتھ دیا، اور اوس نے بھی مسلمانون پر مظالم برپا کرنا شروع کئے، اس لئے اب مسلمانون کو دوسری راہ عمل سوچنی پڑی، کہ اب اُن مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہ گئی تھی، کہ وہ شہرون مین قیام کرکے حکومت کی فوجون اور عیسائی رعایا دونون کا مقابلہ کرتے، اس لئے اونھون نے نئے سرے سے اپنی شیرازہ بندی کی اور تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر اپنے گھر بار، عیش و آرام اور دولت و ثروت کو چھوڑ کر

اپنی اپنی آبادیون اور اپنے اپنے گھرون سے نکل پڑنے کا فیصلہ کیا، اس عہد کا ایک لسان عیسائی مورخ فالکینڈس (FALCANDUS) مسلمانون کی اس ابتر حالت اور حکومت کی طرف سے اون کے ساتھ بے اعتنائی کئے جانے کا ایک اجمالی نقشہ سسلی کے متعلق ان الفاظ مین کھینچتا ہے:-

"کٹانیا بھونچال سے تباہ ہوگیا، سیراکیوز کی قدیم عظمتین افلاس اور ویرانی سے برباد ہو رہی ہین، لیکن پلرمو کے سر پر آج بھی ایک تاج موجود ہے، اور اس مین عیسائی اور مسلمانون کی ایک کثیر آبادی اب بھی موجود ہے،

اگر یہ دونون قومین اپنی مشترکہ حفاظت کے لئے ایک فرمانروا کے زیر فرمان متحد ہو جائین، تو یہ وحشی اقوام پر فتحیاب ہو سکتی ہین لیکن اگر مسلمان مظالم سے تنگ آکر کنارہ کشی اختیار کرلین، اور بغاوت پر آمادہ ہو جائین، اور اگر وہ کوہستانی قلعون اور ساحل پر قبضہ کرلین تو پھر عیسائی دوہری زد مین آجائینگے اور مجبوراً اون کو غلامی مین کر رہنا پڑیگا"،

چنانچہ اسی ہولناک جنگ کے بعد انھی حالات سے مجبور ہو کر وہ صقلیہ کے شہرون خصوصاً بلرم سے روپوش ہو کر نکل پڑے، اور صقلیہ کے سنسان جنگلون مین گھس کر پہاڑیون پر چڑھ گئے، اور اپنے کو تباہ و برباد کر کے پہاڑی قلعون اور جنگلون مین پناہ گزین ہوگئے، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ہے:-

"خوش قسمت ولیم کی وفات کے بعد ہی تمام عرب خصوصاً پلرمو کے عربون کو ملک کو خیرباد کہہ دینا پڑا اور اُنھین پہاڑون مین پناہ لینی پڑی .... لیے صقلیہ مین مختلف اقوام کے لوگ (شہر کی آبادیون مین آباد تھے"،

صقلیہ کے عیسائیون نے مدت کے سوے ہوئے شیرون کو جگا دیا تھا، ان کی گرج سے ایک مرتبہ پھر سارا صقلیہ دہل اوٹھا، اونھون نے اسلام کی فوجی ترتیب و معاشرتی تنظیم کے اصول پر اپنی جماعت کو منظم کیا، اپنے مین سے ایک کو امام اور سب کو مجاہدین کا لقب دیا، امام کی ایک دعوت جہاد پر مجاہدین جنگلون اور

پہاڑی قلعون سے نکل بیابانون مین آتے، اور وہان سے اگر شہر کی عیسائی آبادیون پر ٹوٹ پڑتے، شہر کے عیسائیون اور حکومت کی فوجون پر جارحانہ حملے کرتے، لڑتے اور لوٹتے مارتے، اور لڑ بھڑ کر پھر جنگلون مین گھس جاتے یہان تک کہ چند ہی سال مین صقلیہ کا امن امان برباد ہو گیا، اور سارے جزیرہ پر حاوی کسی منتظم حکومت کے قیام کا تخیل، عیسائیون کو خواب و خیال نظر آنے لگا، اور عیسائیون اور مسلمانون کی اسی کشمکش مین کامل تیس برس گذر گئے، اور ان مٹھی بھر مجاہدین کو صقلیہ کی پوری عیسائی طاقت کسی طرح زیر نہ کر سکی، اور ایک وسیع کوہستانی علاقہ اون کے قبضہ و تصرف مین رہ گیا ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"(پلرم کی جنگ کے بعد) جو لوگ قتل ہونے سے باقی رہ گئے، وہ پہاڑی قلعون مین چلے گئے، اور تیس سال سے زیادہ عرصہ تک جزیرہ صقلیہ کو امن و امان سے محروم کر دیا[۱]"

ہنری کی وفات — اس اثنا مین ہنری ششم ۱۱۹۷ء ؁۵۹۴ھ مین انتقال کر گیا تھا، اور اوسکی نا مین بیوی نے اپنے نابالغ لڑکے فریڈریک دوم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا، اور مجاہدین کی یہ معرکہ آرائیان ہنری ششم کے عہد سے شروع ہو کر فریڈریک کے تقریبًا نصف عہد حکومت تک جاری رہین،

فریڈریک کی تاجپوشی — فریڈریک ۲۶ دسمبر ۱۱۹۴ء ؁۵۹۱ھ کو صقلیہ ہی مین پیدا ہوا، یہین اوس کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی، ۱۱۹۶ء ؁۵۹۳ھ کو جرمنی کا بادشاہ منتخب ہوا، اور اپنے باپ کی وفات پر ۱۷ مئی ۱۱۹۸ء ؁۵۹۵ھ کو صقلیہ کے تخت پر بیٹھا، اوسکی مان اس کی مدار المہام بنی، اوس نے بھی نومبر ۱۱۹۸ء ؁۵۹۵ھ مین وفات پائی، اور پوپ انوسنٹ سوم (INNOCENT) اس کا اتالیق اور حکومت کا مدار المہام قرار پایا، اور ۱۲۰۸ء ؁۶۰۵ھ مین بالغ قرار دیا گیا، اور اوس کے آغاز حکومت کے ساتھ ہی اوسکو جرمنی کی سیاسی گتھیون کے سلجھانے مین لگ جانا پڑا، اس سلسلہ مین اوسکو پاپائے روما سے استمداد کی ضرورت بھی پیش آئی، اور اوس سے بہ تصریح وعدہ کیا کہ وہ شہنشاہیت کے حصول کے بعد اوس کے خاطر خواہ

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۲۹ س ۱۸۳ (نیپلز) و ج ۲۵ ص ۲۲ [۲] اسلامی ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۸۲، ۸۲

مذہبی فرائض انجام دیگا، اور نیز سسلی پر پوپ کے اقتدار کو تسلیم کریگا، علاوہ ازین اسی قسم کے بعض شرائط پر اس کا پوپ سے دوبارہ اتحاد ہوا، ۶۰۹ھ ۱۲۱۲ء مین جرمنی کا دوبارہ بادشاہ تسلیم کیا گیا، اور بالآخر ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء کو شہنشاہ کی حیثیت سے روما مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے بعد اس نے تمام پادریون کو ٹکیس سے بری کردیا، اور اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ تمام مبتدعین کو سخت سزائین دیگا، اور جنگ صلیبی کی قیادت ہاتھ مین لیگا،

فریڈریک اور اسلام

لیکن یہ عجیب دلچسپ اتفاق ہے، کہ فریڈریک کی طبیعت پر اوس کی نارمن ماں اور اوس کے بعد کے ماحول سے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش قائم ہوگئے، اور اوسکو اسلامی علوم و آداب اور عربی زبان سے یگونہ مناسبت تھی، نہایت اچھی عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور اسلامی علوم عقلیہ مین کامل دستگاہ رکھتا تھا، اس لئے باوجودیکہ وہ سیاسی مصالح کے لحاظ سے پاپائے روما سے دستِ مصالحت بڑھانے پر مجبور تھا، اور پھر اپنی ہوسِ ملک گیری سے جنگ صلیبی مین بھی شرکت کی، اور آیندہ چلکر اسی کے ہاتھون بیت المقدس مین اسلامی حکومت کو زوال آیا، تاہم اس کو طبعًا مذہب عیسوی اور اس عہد مین عیسائیون کی پھیلائی ہوئی تحریکون سے دلچسپی نہین تھی، بلکہ انھین بنیادون پر آیندہ چلکر اوس کو پاپائے روما کی بارگاہ سے زندیق کا خطاب تک عطا ہوگیا تھا،

اس لئے صقلیہ مین مجاہدین کے ساتھ جو صورتِ حال قائم ہوگئی تھی اور اس پر اوس نے اب تک جو توجہ مبذول نہین کی، اوسکی وجہ کوئی مذہبی غلو نہ تھی، بلکہ اس مین اوسکے وہی مذکورۂ بالا مشاغل مانع رہے، اس لئے جب اوسکی شاہنشاہیت کی آرزو بھی پوری ہوچکی، تو اوس نے ازسرنو سسلی کے امن و امان کی جانب توجہ کی جسمین سب سے اہم مرحلہ انھی مجاہدینِ اسلام کا تھا،

فریڈریک اور مجاہدین مین مصالحت، مجاہدین کی واپسی آبادی مین

چنانچہ ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء سے ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء تک وہ انھی کوششون مین مصروف رہا اور اسی سلسلہ ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء مین ان مجاہدین سے مصالحت ہوگئی، جس کے رو سے وہ جنگلون اور پہاڑی قلعون کی خانہ بدوش زندگی ترک کرکے آبادیون مین داخل ہوئے، اور صقلیہ کا ایک محدود رقبہ اون کی

آبادی کے لئے حکومت کی جانب سے دیدیا گیا،

نیز فریڈریک دوم نے ان مین کی ایک بڑی تعداد کو صقلیہ سے لیجا کر اسی سال ۱۲۲۳ء مین اٹلی کے ایک غیر آباد شہر لوسیرا (LUCERA) مین آباد کیا، لوسیرا مین آباد ہونے والے مجاہدین کی مجموعی تعداد ۲۰ ہزار تھی،

لوسیرا لوسیرا ابولیا کا ایک شہر تھا، جو فوگیا (FOGGIA) سے ۱۲ میل بر شمال و مغرب مین عہد قدیم سے ایک بلند پلیٹو پر آباد تھا، اور اوس کا ایک مشہور قدیم قلعہ بھی تھا، کانسٹنس دوم نے ۶۶۳ء مین اس شہر کو برباد کر دیا تھا،

اوس وقت سے یہ شہر اوسی طرح غیر آباد پڑا تھا، اب ۱۲۲۳ء مین فریڈریک نے انھی مجاہدین سے اوسکو آباد کیا تھا، اور اوسکی حفاظت کیلئے ایک مضبوط و منیع قلعہ بھی تعمیر کرا دیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور مورخین مین سے ابو الفدا اپنی تاریخ مین اوسکو "لوسارۃ" اور اپنے جغرافیہ مین ابن سعید کے حوالے سے "لوشیرہ" لکھتا ہے، جو اس کے اصل نام سے زیادہ قریب ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

وقال ابن سعید ولوشیرۃ من بلاد	ابن سعید کہتا ہے لوشیرہ امپرر (فریڈریک) کے
الانبرور لما استولی الانبرور علی صقلیہ	ممالک مین سے ہے اور جب وہ صقلیہ پر قابض ہوا
نقل المسلمین من صقلیہ واسکنہم	تو وہان سے مسلمانون کو منتقل کرکے وہان لیگیا
فی لوشیرۃ المذکورۃ،	اور اسی مذکورہ شہر لوشیرہ مین آباد کیا،

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے بقول لوسیرا اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے اٹلی کی کنجی تھا، فریڈریک دوم اور پاپائے روما کے تعلقات بہت ہی کم خوشگوار رہتے تھے، اس لئے فریڈریک نے ان "دشمنان مسیحیت" کے ہاتھون مین مسیحیت کے مرکز اٹلی کی کنجی امانتہً رکھوا دی کہ جب ضرورت ہو، اسی راستے سے اٹلی کا دروازہ کھولا جائے،

مجاہدین فریڈرک کی فوج میں،

چنانچہ مجاہدین سے مصالحت ہو جانے اور اون کے لوسیرا میں آباد ہو جانے کے بعد انکی ایک بڑی تعداد فریڈرک دوم کی فوج میں شامل ہو گئی، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول یہی مجاہدین فریڈرک کے سب سے زیادہ معتبر سپاہی بن گئے[۵۱]

سلطان ابوزکریا اور فریڈرک میں عہد نامہ اور مسلمانانِ صقلیہ کا لوٹرم میں دوبارہ قیام

لیکن اس کے باوجود انھیں صقلیہ کی آبادیوں میں شہری حقوق عطا نہیں کئے گئے، لیکن ان مسلمانانِ صقلیہ کی وقتی خوش بختی سے اس عہد میں دولتِ حفصیہ افریقیہ کے تحت پر ایک ایسی شخصیت نمایاں ہوئی جس نے اپنے صقلیہ کے ان فلک زدہ برادرانِ اسلام کی سرپرستی کرنے کو اپنا مذہبی فرض خیال کیا، وہ شخصیت سلطان ابوزکریا یحییٰ بن عبدالواحد حفصی کی ہے،

سلطان ابوزکریا یحییٰ (۶۲۵ھ ۱۲۲۷ء - ۶۴۷ھ ۱۲۴۹ء) نے ۶۲۶ھ ۱۲۲۸ء میں اپنے استقلال کا اعلان کیا، اور موحدین کا نام خطبہ میں موقوف کر کے اپنے نام کا اعلان کیا، چند ہی سال میں اس نے اپنے تمام مخالفین کو مغلوب کر کے اپنی پرشوکت حکومت قائم کر لی، ٹیونس، جزائر، تلمسان، سلجماسہ، سبتہ، طنجہ اور مکناسہ وغیرہ پر اقتدار حاصل کیا، اور موحدین کے سابق دار السلطنت مراکش میں اس کا خطبہ پڑھا گیا، اور پھر اندلس کے بعض حصوں میں بھی اس کا خطبہ جاری ہوا، اس طرح اوس زمانہ میں افریقیہ میں سب سے پرشوکت و طاقتور حکومت قائم کر لی، اور اوسکے تمام معاصر فرمانرواؤں کو اس کا اقتدار تسلیم کرنا پڑا، اور اس سے دستِ مصالحت بڑھانا پڑا، اسی سلسلہ میں شہنشاہ فریڈرک دوم شاہِ صقلیہ سے بھی اس کے دوستانہ مراسم پیدا ہوئے اور بعض معاہدے ان دونوں کے درمیان دس سال کیلئے طے پائے،

انھی دوستانہ علائق و گفت و شنید میں ان دونوں کے درمیان فلک زدہ مسلمانانِ صقلیہ بھی

---

[۵۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ صہ ۴۶ تا صہ ۴۹، (فریڈرک دوم) و ج ۲۹ صہ ۴۷ (نیپلز) و ج ۲۵ صہ ۳۴ (سسلی) ج ۷ صہ ۹۶ (لوسیرا) و تاریخ ابوالفدا، ج ۴ صہ ۳۹ و تقویم البلدان ابوالفدا صہ ۳۲۔ صقلیہ کے اس محدود رقبہ کا تذکرہ جہاں مجاہدین واپس لاکر آباد کئے گئے تھے عرب مورخین یا جغرافیہ نویسوں میں سے بھی کسی نے لیا ہی، اور جہانتک یاد آتا ہے، وہ شہر علقمہ تھا، لیکن اس کا حوالہ اس وقت ذہن سے فراموش ہو گیا ہے،

زیر بحث آگئے، اور سلطان ابو زکریا کی تحریک سے فریڈریک دوم نے مسلمانان صقلیہ پر سے وہ پابندیاں ہٹالیں جن کے رو سے وہ صقلیہ کے ایک محدود رقبہ میں اقامت پذیر رہنے پر مجبور تھے اور اس کے بجائے انہیں پایہ تخت بلرم اور اوس کے بیرونی حصے میں بھی اقامت کرنے کی اجازت دی گئی، اور یہاں کے شہری حقوق میں بھی مسلمانان صقلیہ اور بلرم کے عیسائی باشندے مساوی حقوق کے حقدار قرار پائے اور ان دونوں قوموں میں کوئی تفریق باقی نہیں رہی،

چنانچہ مسلمانان صقلیہ اسی معاہدہ کے رو سے صقلیہ میں پھر نئے سرے سے ایک باعزت زندگی بسر کرنے لگے اور اپنے کاروبار اور حصول معیشت میں مصروف ہوگئے[1]

سلطان ابو زکریا کی وفات اور صقلیہ کے مسلمانوں کا دور ابتلا

لیکن مسلمانان صقلیہ کے لئے یہ امن وسکون اور اون کی شہری زندگی محض چند سالہ ثابت ہوئی، اور اون کی سیہ بختی انسانی تدبیروں پر پھر غالب آگئی، مسلمانان صقلیہ کے آخری غمخوار سلطان ابو زکریا نے ماہ جمادی الاخری ۶۴۷ھ ۱۲۴۹ء میں وفات پائی، فریڈریک نے پاپائے روما اور عام عیسائیوں کی مرضی کے خلاف محض اسی سلطان کی قوت وشوکت سے مرعوب ہوکر مسلمانان صقلیہ کو مراعات دی تھیں، اس لئے اوس کی آنکھیں بند ہوتے ہی فریڈریک کی نگاہیں بھی بدل گئیں، بلرم کے عیسائیوں نے اپنے پہلو کے خار کو نکال کر پھینک دینا چاہا، اور سلطان کی خبر وفات جیسے ہی صقلیہ پہنچی بلرم کے عیسائی مسلمانوں پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور بدبخت مسلمانوں کے قتل عام کا پھر ایک بار بازار گرم ہوگیا،

مجاہدین کی پناہ گزینی پہاڑی قلعوں میں

مسلمانوں نے پھر انہی پہاڑیوں اور جنگلوں کی راہ لی، پھر اپنی ملی تنظیم کی، اور قبیلہ بنو عبس میں سے ایک کو اپنا امام بنایا، فریڈریک کی فوجیں تعاقب میں پہنچیں اور مجاہدین اور شاہی فوج میں معرکہ آرائی شروع ہوگئی،

---

[1] کتاب المونس صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶ تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ زرکشی صفحہ ۱۴۹، وابن خلدون ج ۶ صفحہ ۲، وتاریخ دول الاسلام ج ۲ صفحہ ۲۰۱

مجاہدین اور شاہی طاقت مین جنگ اور مجاہدین کی شکست	اس مرتبہ فرڈریک اپنے تمام سیاسی علائق سے آزاد تھا، اپنی ساری شہنشاہی طاقت ان ناتوان مجاہدین کے سامنے لاکر کھڑی کردی شدت

سے انکا محاصرہ کیا گیا، اور بالآخر مجاہدین سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے،

مسلمانان صقلیہ کی صقلیہ سے جلاوطنی اور اٹلی مین ایک جدید اسلامی آبادی	اس مرتبہ فرڈریک نے ان مسلمانون سے صقلیہ کے وجود کو پاک کرالینا چاہا اور ان بدبختون کے لئے سرزمین صقلیہ سے جلاوطنی کا حکم نافذ کیا، اور انھین یہان

سے نکال کر دوسرے شہر نوسیرا مین لیجاکر آباد کیا،

مالٹا سے مسلمانون کی جلاوطنی	صقلیہ سے مسلمانون کو جلاوطن کرنیکے بعد وہ جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا، یہان بھی بدبخت مسلمانون کی ایک آبادی ابھی تک موجود تھی، مالٹا کو بھی ان سے خالی کرایا، اور یہان سے

انھین جلاوطن کرکے نوسیرا مین لیجاکر آباد کیا،

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے کلمہ اسلام کا خاتمہ	اس طرح سرزمین صقلیہ مع اپنی وسعت اطلاق کے کلمہ اسلام سے خالی ہوگئی ابن خلدون ان واقعات کو ان الفاظ مین بیان کرتا ہے:-

جب امیر ابوزکریا کے مرنے کی خبر صقلیہ پہنچی، اور وہان مسلمان شہر بلرم مین مقیم تھے، اور سلطان نے صاحب جزیرہ صقلیہ سے مسلمانون کے لئے یہ معاہدہ کرادیا تھا کہ شہر اور بیرون شہر مین سب کے سب شریک ہوکر رہین گے، چنانچہ وہ اس طرح آباد ہوگئے تھے، لیکن جب سلطان کے وفات پانے کی خبر وہان پہنچی تو عیسائی ان پر مظالم کرنے کیلئے ٹوٹ پڑے اور وہ پھر قلعون اور پتھریلی زمینون مین پناہ گزین ہوگئے، اور اپنے اوپر بنو عبس کے ایک پرجوش شخص کو سردار مقرر کیا، اور صقلیہ کے جابر بادشاہ نے اون کے کوہستانی قلعون مین اُن کا محاصرہ کیا، اور اون کو گھیر کر قلعہ سے نیچے اتار دیا، اور اون کو سمندر کے پار کردیا، اور اون کو لوجارہ مین لیجاکر آباد کردیا، اور پھر جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا اور جو مسلمان وہان تھے اون کو جلاوطن کردیا، اور اون کے بھائیون کے ساتھ لیجاکر انھین

آباد کر دیا، اور صقلیہ اور جزیرہ ن پر قابض ہو گیا، اور کلمہ کفر کو رائج کر کے کلمۂ اسلام کو مٹا دیا،

مسلمانان نوسیرا کی تعداد نوسیرا مین ان جلا وطن مسلمانون کی مجموعی تعداد صرف ساٹھ ہزار تھی، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"فریڈریک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب اپولیا کے شہر نوسیرا مین منتقل کر دئے گئے"[۵۰]

نوسیرا نوسیرا کمپانیا (اٹلی) کے صوبہ سلرنو کا ایک شہر ہے، جو کوہ الیبو کے قریب نیپلز سے ۲۰ میل پر واقع ہے، اور اٹلی کے نقشہ مین آج بھی نظر آتا ہے، طول البلد ۱۵ درجہ اور عرض البلد ۴۱ درجہ ہے، یہی شہر مسلمانان صقلیہ کی سب سے آخری خوابگاہ ہے،

اس شہر کی اصل شہرت مسلمانون کی آبادی کے قیام کے بعد ہوتی ہے، اور انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے خیال کے مطابق غالباً اسی لئے اس شہر کا نام نوسیرا ڈی پیگانی (NOCERA DIE PAGANI) (یعنی کافرون کا نوسیرا) قرار پایا، اور اس کا یہی قدیم نام یورپ مین مشہور ہے، عرب مورخین مین سے ابن خلدون اس شہر کو لوجارہ (یالیسم) لکھتا ہے،

پیگانی مسلمان اسی شہر مین آباد کئے گئے تھے، پھر یہان سے پھیل کر اس شہر کے جانب مغرب ایک میل پر آباد ہو گئے، یہ خالص اسلامی آبادی تھی، عیسائیون کے درمیان اس جدید آبادی کا لقب "پیگانی" یعنی کفار کی آبادی پڑ گیا،[۵۱]

نوسیرا مین اسلامی آبادی کے قیام کا مقصد فریڈریک دوم نے ان "کفار" کو دین مسیحی کے مرکزی مقام مین لیجا کر کیون آباد کیا، یہ کچھ زیادہ تشریح طلب نہین، فریڈریک کو پاپائے روما اور مذہب عیسوی سے جو بدعقیدگی تھی اوسی کا یہ ادنی

---

۵۰ ابن خلدون ج ۶ صفحہ ۲۰۳ در اماری صفحہ ۴۹۱ و تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۳۲، ابن خلدون کے مطبوعہ نسخہ مین "بنو عبس" کے بجائے "بنی عباس" ہی، جو صحیح نہین معلوم ہوتا، اور بعض مورخین نے سلطان ابوزکریا کی وفات ۶۴۶ھ مین لکھی ہے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۲۰۳، وانسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۱۱ صفحہ ۴۷ (فریڈرک دوم)، وج ۲۵ صفحہ ۲۴ (سسلی)

۵۱ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، ج ۱۹ صفحہ ۷۳ (نوسیرا انفیریورو)

کرشمہ تھا، وہ مجاہدین اسلام کی فوجی قوتوں سے آگاہ تھا، پاپاے روما سے ہمہ وقت اوسے برسرپیکار رہونے کی ضرورت پیش آتی تھی، اس لئے پاپاے روما اور سلطنت کلیسا کا مقابلہ کرنے کیلئے ان "کفار" سے زیادہ بہتر سپاہ کہاں مل سکتی، اس لئے فریڈریک نے صقلیہ سے ان کو جلاوطن کرکے ایک طرف سسلی کے عیسائیون کے جذبات کا پاس کیا، اور دوسری طرف اٹلی مین انھین آباد کرکے پاپاے روما کے سر پر دشمن کی ایک مسلح فوج مستقل طور پر کھڑی کردی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین فریڈریک کا سوانح نگار لکھتا ہے:-

"اور باغی مسلمانون کو زیر کیا، بعد مین ان مسلمانون مین سے اکثر نے جو یورپ بھیج دئے گئے تھے، اور نوسیرا مین مقیم ہوئے تھے، اسکے لئے بیش قیمت فوجی خدمات انجام دین"،

اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"اور شہنشاہ اور اوسکے لڑکے مینفریڈ نے دشمنان مسیح (مسلمانان نوسیرا) سے رومن چرچ کے خلاف اپنی جنگون مین (فوجی) خدمات لیکر تقویت حاصل کی، اور "ذلت" اوٹھائی"۔

فریڈریک دوم کی وفات

فریڈریک دوم نے ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء / ۶۴۸ھ کو وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ کے رو سے سسلی مین اپنے بجائے اپنے لڑکے کانرڈ (CON YAD) کو بادشاہ اور اپنے دوسرے لڑکے مینفریڈ (MANFYED) کو مدار المہام قرار دیا[۱]،

کانرڈ چہارم، کانرڈین اور مینفریڈ جرمن فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ (۱۲۰۱۱۱۰)

۱۲۵۰ء / ۶۴۸ھ - ۱۲۶۶ء / ۶۶۵ھ

کانرڈ چہارم (CONRAD VI) (۱۲۲۸ء / ۶۲۶ھ - ۱۲۵۴ء / ۶۵۲ھ) شہنشاہ فریڈریک دوم کی زندگی ہی مین جرمن اور رومن بادشاہ بن چکا تھا، فریڈریک نے اپنے وصیت نامہ مین اوسکو جرمنی اور سسلی کا بادشاہ

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۱۱ ص ۸ (فریڈریک دوم) و ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۳ (دی نارمنس)

بنایا، اور فریڈریک کی وفات کے بعد مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا کی قسمتون کا مالک بنا، اوسکی فرمانروائی چند روزہ ثابت ہوئی، اور بجز اسکے کہ اٹلی مین اوس نے ایک جنگ کی، اور بہ قرینِ غالب مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا سے فوجی خدمات حاصل کئے، اوسکی زندگی مین اور کوئی امر قابلِ ذکر نہین، اوس نے ۱۲۵۴ء مین وفات پائی، اور اوسکے دو سالہ بچہ کانریڈین (CONRADIN) (۱۲۵۲ء تا ۱۲۶۶ء) کی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے سوتیلے چچا مینفریڈ (MANFRAD) نے اپنے کو مدار المہام قرار دیا لیکن سسلی پر پاپائے روما کو کامل اقتدار تھا، پوپ کی جماعت نے اوسکی مدار المہامی کو بے اثر غیر مستقل اور کمزور بنا دیا، بالآخر ایک آویزش کے بعد ۱۲۵۴ء مین صلح ہوئی، لیکن یہ صلح بھی پائدار ثابت نہین ہوئی، اور مینفریڈ پاپائے روما کی جماعت سے مشکوک ہوکر مسلمانانِ لوسیرا کے دامن مین پناہ گزین ہو گیا، اور انھی مسلمانون کی طاقت سے پاپائے روما سے ایک سخت معرکہ آرائی کی، اور پوپ کو شکست دیکر سسلی اور یورپ کے مقبوضاتِ سسلی پر اقتدار قائم کرلیا، اور پھر ۱۲۵۸ء مین کانریڈین کی وفات کی افواہ سنکر مینفریڈ پلرمو مین سسلی اور اوس کے یورپین مقبوضات کا بادشاہ بن گیا، اوسکی تاجپوشی کے بعد لوگون نے کانریڈین کو اٹلی بلاکر اس سے مقابلہ کرنا چاہا لیکن اس پر آمادگی نہ ہوسکی، اور مینفریڈ یہان فرمانروائی کرتا رہا[۱]،

مسلمانانِ لوسیرا کے تعلقات جرمن فرمانرواؤن سے

مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا جس طرح فریڈریک کے معتبر سپاہی تھے، اوسی طرح اس کے جانشینون کی فوجی خدمات انجام دیتے رہے، اسلئے ان جرمن فرمانرواؤن سے مسلمان نوآباد مسلمانانِ ایطالیہ سے تعلقات خوشگوار رہے، مینفریڈ کے ارکانِ دولت مین بھی بیشتر تعداد مسلمانون کی تھی، جو اپنے اسلام پر قائم رہ کر شعائرِ اسلامی کا بالاعلان اظہار کرتے تھے، اور انھی مسلمانون کے اثرِ صحبت سے مینفریڈ بھی فریڈریک کی طرح اسلامی علوم عقلیہ کا شایق تھا،

حسنِ اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک معزز مسلمان اہلِ علم قاضی جمال الدین محمد بن سالم بن واصل

---

[۱] انسائکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۶ صفحہ ۹۶۷ (کانرڈ) و صفحہ ۹۶۸ (کانریڈین) و ج ۶ صفحہ ۵۶۰ (مینفریڈ)

قاضی[۱] القضاۃ حماۃ (ربیع ۶۰۴ھ ۱۲۰۷ء۔ شعبان ۶۹۷ھ ۱۲۹۷ء) سنہ ۶۵۹ھ ۱۲۶۰ء مین ملک الظاہر بیبرس الصالحی کی جانب سے سفیر بن کر منیفرڈ کے پاس گئے تھے، اور وہان کی اسلامی فضا سے متاثر ہو کر کچھ دنون مقیم رہے تھے، انھون نے منیفرڈ کے دربار اور لوسیرا کے مسلمانون کے چشم دید حالات مورخ ابوالفداء سے بیان کئے تھے، جسکو اوس نے اپنی تاریخ مین انھی کی زبان سے اجمالاً بیان کیا ہے اس سے اس عہد مین مسلمانان لوسیرا کے حالات کا اندازہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہین :

مین نے جس انبراطور (امپرر) کو دیکھا تھا، اوس کا باپ فریڈریک کے نام سے موسوم تھا، وہ سلطان ملک الکامل کا دوست تھا فریڈریک نے ۶۴۸ھ مین وفات پائی، اور صقلیہ کا اور برطویل کا بادشاہ اوسکے بعد اوس کا لڑکا کراین فرودریک (کا نریڈین فریڈریک) ہوا، پھر کرا کا انتقال ہوا، اوسکے بعد اوس کا بھائی منفریڈ ابن فرودریک بادشاہ ہوا، اور اون مین سے ہر بادشاہ "انبراطور" (امپرر) کہلاتا تھا، اور انبراطور تمام فرنگی بادشاہون مین سے مسلمانون کا دوست تھا، اور علوم سے محبت رکھتا تھا، ......

اور جب مین انبراطور منفریڈ مذکور کے پاس پہنچا، تو اوس نے میرا اکرام کیا، اور مین اوسکے پاس برطویل (اٹلی) کے شہرون مین سے ایک شہر انبولیہ مین جو اندلس سے متصل تھا، ٹھہرا، اور اوسکے ساتھ بارہا اکٹھا ہونے کا موقع ملا، مین نے اوسکو ممتاز، اور علوم عقلیہ کا دوست پایا، کتاب اقلیدس کے دس مقالات اوسکو زبانی یاد تھے، ......

اور جس شہر مین مین مقیم تھا، اوسی کے قریب ایک شہر لوجارہ کے نام سے موسوم تھا، اوسکے تمام کے تمام باشندے

---

[۱] قاضی جمال الدین کے متعلق ابوالفداء لکھتا ہے، امام وقت و فضلائے روزگار مین ہین، مختلف علوم منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت اور تاریخ مین دستگاہ رکھتے ہین، اون کی مختلف تصنیفات حسب ذیل ہین،

مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب (یعنی تاریخ ایوبیہ)، رسالۃ الانبرو نریہ فی المنطق، یہ رسالہ شاہ صقلیہ کیلئے اوسی زمانہ مین علم منطق مین لکھا تھا، مختصر الاغانی، یہ کتاب اغانی کی عمدہ تلخیص ہے، پھر ابوالفداء کہتا ہے، مین بارہا ان کے پاس حماۃ گیا، اور کتاب اقلیدس کے اکثر اشکال کو اون سے حل کیا، اور اون سے استفادہ کیا، عروض مین ابن حاجب کا جو منظوم رسالہ ہے اوس کی شرح بھی ان سے پڑھی، اس لئے کہ جمال الدین نے اوسکی نہایت عمدہ شرح لکھی تھی، اور اسی طرح کتاب اغانی مین جو اسماء ہین، اون کی تصحیح بھی اون سے حاصل کی،

مسلمان تھے، جو جزیرہ صقلیہ کے رہنے والے تھے اوس شہر مین وہ جمعہ قائم کرتے تھے، اور شعائر اسلام کا اعلان کرتے تھے ....

مین نے امیر اطور منفریڈا کے بڑے بڑے ارباب دولت کو مسلمان پایا، وہ اوسکی چھاونی مین اذان دیتے اور نماز پڑھتے تھے "

مسلمانان لوسیرا و نوسیرا کی ان مذہبی، تمدنی اور معاشرتی آزادیون کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ وغیرہ مین یورپین مورخین نے بھی کیا ہے،

پاپائے روما اور جرمن فرمانروا کے تعلقات مین کشیدگی اسلام اور مسلم نوازیون کے باعث

مسلمانان لوسیرا و نوسیرا کی یہی مذہبی آزادیان اور اس جرمن فرمانروا کی یہی مسلم نوازیان پاپائے روما کی بارگاہ مین قابل ملامت ٹھہرین، چنانچہ اسی بناپر اس عہد کے پاپائے الکزنڈر چہارم (ALEXANDRA IV) (۶۵۲ھ–۶۶۰ھ / ۱۲۵۴ء–۱۲۶۱ء) نے اولاً اوسی وقت منفریڈ کے خلاف کوچ کیا جب اوس نے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا تھا، اور اوسی وقت اوسکو کلیسا او مسیحیت سے خارج قرار دیا، لیکن منفریڈ نے اپنے مسلمان دوستون کی امداد سے کلیسا پر فتح پائی، اور سلطنت کلیسا کے بنائے کچھ نہ بن پڑی، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا مین ہے:-

"لیکن پوپ نے جس کے نزدیک منفریڈ کا مسلمانون سے امداد لینا سخت ترین جرم تھا، منفریڈ کی تاجپوشی کو باطل قرار دیا، اور کلیسا سے خارج کردیا، ..... منفریڈ نے اس سے بے پرواہ ہو کر پوپ کو شکست دے دی، ...."

جرمن فرمانروا کے خلاف فرانس سے پوپ کی استمداد اور صقلیہ کے تاج کی پیشکش

جب سلطنت کلیسا اپنی فوجی طاقت سے اس جرمن فرمانروا کو زیر نہ کرسکی تو فرانس سے اوسکے مقابلہ مین استمداد کی اور شاہ فرانس لوئی نہم کے بھائی چارلس آف انجو کو پوپ اربن چہارم (URBEN IV) (۶۶۰ھ–۶۶۴ھ / ۱۲۶۱ء–۱۲۶۵ء) نے صقلیہ کا تاج و تخت پیش کیا،

چارلس اس تاج و تخت کے قبول کرنے پر رضامند ہو کر اٹلی آیا، اور منفریڈ سے معرکہ آرائی شروع ہوئی، منفریڈ

اسلامی فوج کی امداد کے باوجود میدان جیت نسکا اور میدان جنگ ہی مین ۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء کو مارا گیا، اور سسلی مین فرانسیسی حکومت قائم ہوگئی،

اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے جرمن حکومت کا خاتمہ

اگرچہ مینفریڈ کے بعد کانریڈین نے پھر صف آرائی کی اور اپنی فوجی قوت کے استحکام کیلئے لوسیرا آیا، لیکن پھر فتح و شکست کے اوتار چڑھاؤ کے بعد دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگیا، اور ۶۶۶ھ ۱۲۶۸ء مین بغاوت کے جرم مین دار پر چڑھا دیا گیا اور محض اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے اس جرمن حکومت کا خاتمہ ہوگیا، قاضی جمال الدین نے بھی ان جرمن فرمانرواؤن کی پاپائے روماسے آویزش اور اوکی بنیادون کی اسلام دوستی و مسلم نوازی کو اجمالاً بیان کیا ہے، وہ کہتے ہین:-

"انبراطور کے پاس سے میرے واپس آجانیکے بعد پوپ یعنی فرنگی خلیفہ وریدفرانس نے انبراطور سے معرکہ آرائی کا قصد کیا اور پوپ کا ان سب کے ناجائز قرار دینے کا سبب انبراطور کا مسلمانون کی جانب مائل ہونا تھا، اور اسی طرح اسکا بھائی کرا اور اس کا باپ فریڈریک بھی کلیسای روما کی جانب سے خارج قرار دیے گئے تھے، کیونکہ وہ لوگ بھی اسلام کی طرف مائل تھے"........[۱]

(۱۴۰۰،۱۲۶۶)

چارلس اوف انجو اول و چارلس دوم فرانسیسی فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ

۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء - ۷۰۰ھ ۱۳۰۰ء

پاپائے روما نے ہونسٹفن خاندان کے جرمن شہنشاہون کی صقلیہ سے فرمانروائی کا خاتمہ اسلئے کیا تھا کہ وہ "دشمنان مسیح" کی امداد سے کلیسا کی طاقت کے اقتدار کو تسلیم نہین کرتے، اور دشمنان مسیح کو اٹلی کے قلب مین لاکر بٹھائے ہوئے ہین محض اسی لئے فرانس کے شاہی خاندان کو صقلیہ کا تاج قبول کرنے کی دعوت دیگئی،

چارلس اول (CHARLES I) (۶۲۴ھ ۱۲۲۶ء-۶۸۴ھ ۱۲۸۵ء) لوئی ہشتم شاہ فرانس کا ساتوان لڑکا اور

[۱] تاریخ ابوالفدا ج ۴ صفحہ ۳۹، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۱، صفحہ ۵۶۹، (مینفریڈ) ج ۲ صفحہ ۹۶۵ (کانریڈین)

انجو کا کاونٹ تھا، اور اب پوپ کی دعوت پر نیپلز اور سسلی کی بادشاہی قبول کی،

اس جدید خاندان کی فرمانروائی کے آغاز کے ساتھ ہی لوسیرا اور نوسیرا کے مسلمانون کے سیاسی وجود کا خاتمہ ہوگیا، اور نہ صرف یہ کہ ان کے قدردانون کی حکومت اب باقی نہین رہی بلکہ وہ روز بروز پاپائے روما کے احکام کے بموجب بے دست وپا ہوتے گئے، اور اون کی مذہبی آزادیون پر پابندیان عاید ہوتی گئین لیکن چارلس اول کو اپنے عہد حکومت مین ان مسلمانون کے قطعی استیصال کا موقع نہ مل سکا کہ سسلی کے تخت کا ایک نیا دعویدار پیٹر سوم آف آرگون (PETER III OF AROGON) پیدا ہوگیا تھا کیونکہ اوس سے منیفرڈ کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی اسلئے چارلس اول ابھی آویزشون مین مصروف رہا یہانتک کہ ۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء مین اوس کا انتقال ہوگیا،

چارلس اول کا جس وقت انتقال ہوا پیٹر سوم اوسکی فوجون کو شکست دیچکا تھا اور چارلس کا لڑکا، چارلس دوم (۱۲۸۵ء تا ۱۳۰۹ء) پیٹر کے ہاتھ مین گرفتار تھا لیکن انگلستان کے فرمانروا ایڈورڈ اول نے ۶۸۷ھ/۱۲۸۸ء مین چند شرائط پر پیٹر اور چارلس دوم کے درمیان مصالحت کرادی، اور اس صلحنامہ مین ممالک کی تقسیم کے رو سے اٹلی کے بدبخت مسلمانون کی قسمت اسی چارلس دوم کے ہاتھ مین آگئی، اور اس فرانسیسی خاندان کو ان مسلمانون کے استیصال کا موقع مل گیا، اور اس طرح دراصل مسلمانان صقلیہ کی سب سے آخری بربادی کی ذمہ داری بالواسطہ شاہ انگلستان ایڈورڈ اول کے سر عائد ہوتی ہے، ورنہ ہوسکتا تھا کہ ہوہنسٹفین خاندان کے تعلق سے یہ مسلمان آیندہ کسی دوسرے ماحول مین ہوتے،

بہرحال چارلس دوم کے برسر اقتدار ہوتے ہی اسی کے عہد حکومت مین ان مسلمانون کی قسمتون کا آخری فیصلہ صادر ہوگیا سیاسی وجود کا خاتمہ پہلے ہوچکا تھا، مذہبی آزادیون پر پابندی پہلے عائد ہوچکی تھی اب وہ وقت بھی آگیا کہ کلمہ اسلام کا پڑھنا زبردستی ممنوع قرار دیا گیا، اور انھین بجبر عیسائیت کا بپتسمہ دیدیا گیا، اور لوسیرا اور نوسیرا کے سارے مسلمان جن کی تعداد اسی ہزار تھی، جیسا کہ یورپین مورخین کے بیانون سے ثابت ہوچکی ہے ۱۳۰۰ء مین عیسائی بنائے گئے اور یہ دونون شہر بھی کلمہ اسلام سے خالی ہوگئے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین مسلمانان نوسیرا کے متعلق ہے:-

"مسلمانان صقلیہ قلب ایطالیہ مین رہ کر اپنے مذہب اور اپنی معاشرت کو قائم رکھے ہوئے تھے، یہانتک کہ

تیرہوین صدی کے آخر مین خاندان انجوشاہان کا قطعی استیصال کر دیا،

اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین مسلمانان لوسیرا کے متعلق ہے۔

"شروع مین انہین مذہبی آزادی حاصل رہی لیکن ۱۳۰۰ء مین وہ جبریہ عیسائی بنایے گئے"۔

یہی ہے اون مسلمانان صقلیہ کا حسرتناک انجام جنھون نے یورپ مین اپنے تہذیب وتمدن اور علوم وآداب کی ایسی داغ بیل ڈالی جس پر جدید یورپ کے جدید تہذیب وتمدن اور جدید علوم وآداب کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی، لیکن اون کے ان احسانات کے باوجود اس قوم کا ایک ایک متنفس یورپ کے چپہ چپہ سے محض تنگ نظر وتنگ انسانیت علمبرداران مسیحیت کے تعصب وجہالت کی بدولت حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا، اور یورا جزیرہ صقلیہ مع اپنے وسیع معنی اطلاق کے مسلمانون کے وجود سے خالی ہوگیا، اور اس ساری سرزمین مین ایک متنفس بھی کلمہ اسلام کا پڑھنے والا باقی نہین چھوڑا گیا، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی بھی یہی شہادت ہے، سسلی کا مقالہ نگار لکھتا ہے

پوپون نے عیسائیت کے فروغ مین اپنی آخری کوششین صرف کردین اور اب صقلیہ کی سرزمین پر سسلی کے مخصوص باشندے رہ گئے، اور سب کے سب ایک قوم اور ایک مذہب کے سلسلہ مین داخل ہوگئے،"[1]

مسلمانان صقلیہ کے اس حسرتناک انجام کے سات سو برس بعد بیسوین صدی مین ہمارا دردمند شاعر اقبال سسلی سے گذرا، اور اس خوبصورت جزیرہ پر نظر پڑتے ہی صقلیہ کی یاد تازہ ہوگئی، فوراً جذبات مین چند قطرات اشک کاغذ پر ٹپک پڑے، اور سسلی کو مخاطب کرکے صقلیہ کی "تہذیب حجازی" کو جواب عہد رفتہ کا ایک فراموش شدہ واقعہ اور تاریخ اسلام کی ایک گمشدہ کڑی بنچکی تھی، یاد کرکے یون اشکبار ہوا:-

رولے اب دل کھولکر ای دیدۂ خونناب بار	وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار
تھا یہان ہنگامہ اون صحرانشینون کا کبھی	بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینون کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہون کے دربارون مین تھے	بجلیون کے آشیانے جن کی تلوارون مین تھے
اک جہان تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور	کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ صفحہ ۹۲۳ (چارلس اول دوم جلد ۱ صفحہ ۹۶ (لوسیرا) ج ۲۵ صفحہ ۳۵ (سسلی)، ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۳۰۸ (دی نارمنس)

مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا
آدمی آزاد زنجیر توہمات سے ہوا

غلغلون سے جسکے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا مین ہے تو

زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے
تیری شمعون سے تسلی بحر پیما کو رہے

ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظر مدام
موج رقصان تیرے ساحل کی چٹانون پر مدام

تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر

آسمان نے دولت غرناطہ جب برباد کی
ابن بدرون کے دل ناشاد نے فریاد کی

غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

مرثیہ تیری تباہی کا مری قسمت مین تھا
یہ تڑپنا اور تڑپانا مری قسمت مین تھا

ہے ترے آثار مین پوشیدہ کس کی داستان
تیرے ساحل کی خموشی مین ہے انداز بیان

درد اپنا مجھ سے کہہ مین بھی سراپا درد ہون
جسکی تو منزل تھا مین اس کاروان کی گرد ہون

رنگ تصویر کہن مین بھر کے دکھلا دے مجھے
قصۂ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے

مین ترا تحفہ سوے ہندوستان لے جاؤنگا
خود یہان روتا ہون اورون کو وہان رلواونگا

سید ریاست علی ندوی، ۳۰ اگست ۱۹۳۱ء

تصحیح اغلاط

ذیل کی چند اہم مطبعی غلطیون کی تصحیح کر لی جائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۳	اور شمالی ۴۰ درجہ،	اور شمالی ۳۸ درجہ،
۳۰	۱۵	جنہین عرب کے ممتاز شریف قبائل	جنہین کوئی اقامت کی نیت سے نہین آیا پھر ۲۱۲ھ سے مسلمانون کے مختلف گروہ اقامت کیلئے آنے لگے، جنہین عرب کے ممتاز شریف قبائل
۹۹	۴	بشیر بن صفوات،	بشر بن صفوان،
۱۱۶	۹	جووہ،	جورومی
۲۲۰	۷	اس کی حکومتین،	اسلامی حکومتین،
۲۵۶	۸	صاحبِ افریقیہ،	حاجبِ صقلیہ،
۲۷۱	۱	ابراہیم بن احمد (۲۳)	ابراہیم بن احمد (۲۴)
۲۷۷	۹	والی صقلیہ (۲۴)	والی صقلیہ (۲۵)
۲۷۹	۴	” ” (۲۵)	” ” (۲۶)
۲۸۰	۱	” ” (۲۶)	” ” (۲۷)
”	۵	” ” (۲۷)	” ” (۲۸)
۳۵۰	۱۵	اس کا نام نغفور چھپا ہی،	اس کا نام تغفور چھپا ہی،
۴۲۷	۱۸	تاریخ عرب الیور تھیچر،	تاریخ یورپ الیور تھیچر،
۴۹۷	۲	سنہ ۱۱۹۰ع ۵۸ھ	سنہ ۱۱۹۰ع ۵۸۶ھ

تصحیح اغلاط دیباچہ

تصحیح	غلط	سطر	صفحہ
اور ان کا ایک رسالہ "پلرم" پر سنہ ۱۸۵۳ء میں شائع بھی ہوا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ یہی رسالہ ہو، نیز پلرم پر اس کے ذاتی مستقل رسالہ کا تذکرہ قدیم ماخذوں میں نظر نہیں گذرا، اور عربی زبان میں ایک اور کتاب لمحات البارقہ العلمیہ فی بعض ... تلامذۃ الشیخ محمد بن طیب القادری الحسنی ... قسطنطنیہ میں ہے، یہ ابن القطاع اصفہانی اور ابن سعید سے ماخوذ ہے، اور ... کوئی حدیث العہد تصنیف ہے، حاجی خلیفہ تک نے تذکرہ نہیں کیا ہے،	جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا،	۱	۲
فرانسیسی اور جرمن وغیرہ میں سے موخر الذکر دونوں زبانوں میں ذیل کی بعض قابل ذکر کتابیں ہیں، Histoire de la domination normande en Italie et en Sicile by F. Chalandon 2 vols, Paris 1907 Poesie und Kunst der Araber in Spanien und Sicilien, by Von Schack, 2 vols "Islamstudien" by Becker لیکن افسوس ہے کہ ان اوراق کی تالیف کے وقت تک ان سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا، اور باقی رہی انگریزی زبان تو اس میں،	فرانسیسی اور جرمن وغیرہ میں	۱۸	

سیر الانصار کے شروع مین مبسوط مقدمے ہین جنمین صحابہ کی ان دونون قسمون کے نسبی خاندانی تمدنی حالات اور زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک انکی اجمالی تاریخ ہے،

جو لوگ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی اخلاقی، مذہبی، علمی اور سیاسی تصویر دیکھنا چاہتے ہین۔ اور اُن کی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، اُن کے لیئے اس سلسلہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، اس سلسلہ کے حسب ذیل حصے اب تک شائع ہوچکے ہین،

اسوۂ صحابہ جلد اوّل - اسمین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت کے متعلق نہایت مستند اور پُراثر واقعات ہین ضخامت ۴۴۲ صفحات، قیمت :- ؎۸

اسوۂ صحابہ جلد دوم، اس حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی خدمات اور کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۷۴ صفحات، قیمت :- للعہ

اسوۂ صحابیات، یہ کتاب صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع ہے ضخامت ۸۹ صفحات، قیمت :- عہ

خلفائے راشدینؓ، اس کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین خلافت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت پر بحث ہے اور بہ ترتیب چارون خلفائے کرام کے ذاتی حالات، فضائل اور ان کے مذہبی علمی سیاسی کارنامون اور فتوحات وغیرہ کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۳۲ صفحے، قیمت ؎

مہاجرین جلد اوّل - ابتدا مین ایک مقدمہ ہے جسمین قریش اور مہاجرین کے دوسرے قبائل کی زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک اجمالی تاریخ ہے، اور خلفائے راشدینؓ کے علاوہ بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ اور ۳۸، اکابر مہاجرین صحابہ کے حالات، سوانح اور اخلاق و فضائل ہین ضخامت ۴۲۹ صفحے، قیمت للعہ

مہاجرین جلد دوم، اسمین بقیہ ۴۶ مہاجرین کرام کے سوانح، اخلاق و فضائل اور انکے سیاسی

مجاہدات وکارناموں کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۱۴ صفحات قیمت چہ

سیر الانصار جلد اول، ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں انصار کی اجمالی تاریخ ہے اور ۵۰ انصار کرام کے حالات، سوانح، اخلاق وفضائل اور اُن کے مذہبی علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۲۰ صفحات، قیمت چہ

سیر الانصار جلد دوم، اس مین بقیہ انصار کرام کے مفصل حالات ہین، ضخامت ۲۸۰ صفحات، قیمت :- عہ

سیر الصحابیات، اس مین ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیات کی سوانحعریان اور اُن کے علمی اور اخلاقی کارنامے ہین ضخامت ۱۰۵ صفحے، قیمت: ہے

سیر الصحابہؓ جلد ششم، اس مین امیر معاویہؓ حضرت امام حسنؓ امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات سوانح، اخلاق وفضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات وکارنامون اور اختلافات کی پوری تاریخ ہے، ضخامت ۳۰۶ صفحات، قیمت: عہ

سرگذشت ادب ترکی

از سید ریاست علی ندوی

مسلمانانِ ہند جہان ترکون سے اپنی صدیون کی وابستگی کے باعث اُن کے سیاسی کارنامون کے ایک ایک حرف سے آشنا ہین عجب اتفاق ہو کہ اُنکے ادبیات اور علمی ترقیون سے اُسی درجہ بیگانہ ہین اس مختصر رسالہ مین ادب ترکی کی سرگذشت کا اجمالی خاکہ قلمبند کیا گیا ہے، اور قریب قریب ترکی ادب کی تاریخ کے تمام ابواب اور ہر دور کے ممتاز شعراء کا تعارف کرا دیا گیا ہے، حجم تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ کے ۲۰ صفحے قیمت ۲ر

"منیجر دار المصنفین"